عقیدۃ
ختم النبوۃ

الله
رسول
محمد

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي
عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقیدة ختم النبوة
جلد نہم
الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب

اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

قَصِیدَہ بُردَہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام **مُحمد شرف الدین** بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْٓ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

نام کتاب	عَقِیدَۃ خَتمِ النُّبُوَّۃ
ترتیب و تحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ
جلد	نہم
سن اشاعت	۱۴۳۰ھ / 2009ء
قیمت	-/300

ناشر

الاِدارۃ لِتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com
www.khatmenabuwat.net

فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر

شیرِ اسلام ابوالفضل مولوی

ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر (رئیس بھیں ضلع جہلم)

- حالاتِ زندگی
- ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

ابوالفضل مولانا محمد کرم الدین دبیر ۱۲۶۹ھ میں موضع بھیں چکوال میں پیدا ہوئے۔ دوسرے علماء کرام کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور حضرت علامہ احمد علی محدث سہارنپوری سے علم کی تحصیل کی۔ آپ ایک جید عالم دین تھے۔ فن مناظرہ میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ تقریر و تحریر اور مناظروں سے مذاہب باطلہ کا بھرپور رد کیا۔ شیعہ کے مشہور مناظر مرزا احمد علی اور دوسرے شیعہ علماء سے مناظرے کیے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حسام الحرمین (جس میں بعض علماء دیوبند پر فتویٰ تکفیر صادر کیا گیا ہے جس کی تائید علماء عرب نے بھی کی) کے مندرجات کی تائید کی اور رد وہابیت آپ کی زندگی کا محبوب مقصد تھا۔ حضرت میاں بخش کھڑی شریف میرپور کشمیر کی کتاب ہدایت المسلمین کی مبسوط تقدیم لکھی جس میں آپ لکھتے ہیں:

ہے نکلی نجد سے اول یہ آفت	پھر آ پہنچی یہ در ہندوستان ہے
ہیں شاخیں بہت اس کی یارو	گرو سب کا مگر نجدی میاں ہے
کوئی مرزائی کوئی نیچری ہے	کوئی چکڑالوی اہل القرآں ہے
مچایا دین میں فتنہ انہوں نے	پڑا ایک شور سا اندر جہاں ہے

رد قادیانیت :

حضرت مولانا دبیر اہلسنت کی شمشیر بے نیام تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ہفت روزہ ''سراج الاخبار'' کے ذریعے ایک عرصہ تک قادیانی کا تعاقب جاری رکھا۔

علامہ موصوف کو قادیانیوں کے خلاف مقدمہ بازی کی وجہ سے پورے برصغیر میں شہرت دوام حاصل تھی۔ آپ کے قادیانیوں سے متعدد مقدمات عدالت ہائے جہلم گورداسپور اور سیالکوٹ وغیرہ میں ہوئے۔ آپ نے اپنے مقدمات کی مفصل روئیداد اپنی کتاب ''تازیانہ عبرت معروف بہ مُتنبّی قادیان قانونی شکنجہ میں'' میں قلمبند فرمادی ہے۔ تازیانہ عبرت کے آغاز میں ''باعث اشاعت'' کے عنوان کے تحت آپ رقم طراز ہیں:

''آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے درمیان جہلم وگورداسپور میں ہوگزرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ میں مرزا قادیانی تقریباً دوسال تک سرگرداں رہا۔ آخر عدالت سے سزایاب ہوگیا اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریزی وکیل کی خدمات سے بمشکل سزا معاف کروائی۔ ان مقدمات کی روداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی ہے۔ پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ چونکہ نتائج مقدمات مرزائی جماعت کے حسب مراد نہ تھے اس لئے مرزائیوں نے کوئی روداد وغیرہ شائع نہ کی۔ لیکن بعد میں مرزائی قادیانی نے حسب عادت اپنی کتب نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی وغیرہ میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیش گوئیوں اور نشانات میں داخل کیا۔ اس کے حواری مولوی محمد علی اور مرزا محمود علی، بھی اپنی بعض کتب میں ان مقدمات کا ذکر پیرائے میں کیا۔ چونکہ مرزا قادیانی خود تھوڑے عرصے بعد ہی راہ گیر عالم جاودانی ہوگیا تھا اس لئے ہم نے اس بارے میں سکوت اختیار کیا لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لن ترانیاں سنیں تو انہوں نے اصرار کیا کہ روداد مقدمات دوبارہ شائع کی جائے اور عوام کو اصل حقیقت سے آگاہ کردیا جائے کہ مقدمات کے نتائج وعواقب مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے حق میں باعث کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے۔ اگر صحیح کیفیت

دوبارہ شائع نہ کی جائے تو ناواقف اشخاص کو بہت مغالطہ ہوگا اس لئے اب یہ روداد مکرر بہت ہی ترمیم اور اضافہ جات کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ کتاب کا مطالعہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا اور ممکن ہے کہ کوئی طالب حق مرزائی اسکو پڑھ کر راہ راست پر آجائے۔

(تازیانہ عبرت)

ایک انتہائی اہم بات جو ان مقدمات میں سامنے آئی وہ مرزائی قادیانی اور اس کے چیلوں کی راست بازی کی حقیقت کا عوام کے سامنے کھل کر آنا تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا کرم الدین دبیر صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''ان مقدمات نے بہت بڑا راز جو کھولا وہ مرزا قادیانی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں اس نے لکھائے بہت جھوٹ بولے ہیں جنکی مکمل فہرست ہم اس روداد کے آخر میں ہدیہ قارئین کریں گے اور ساتھ ہی ان کے بعض ارکان نے جو کچھ غلط بیانیاں کیں ان کی بھی فہرست دیں گے تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راستباز بندہ، ولی یا امام و نبی نہیں ہوسکتا۔ ہم ان بیانات سے ثابت کریں گے تاکہ سوچنے والوں کو مرزا قادیانی کے دعوی مسیحت و نبوت کے صدق و کذب کا معیار مل سکے۔ ایسے مقدمات میں جرمانہ کا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب وصدق کا پرکھنا ہوتا ہے جو ان مقدمات میں ظاہر ہوچکا ہے۔ (تازیانہ عبرت)

اسلام کے یہ بطل جلیل عقیدہ اہلسنت و جماعت کے محافظ تحریک ختم نبوت کے روح رواں اپنی عمر چھیانوے سال مکمل کرنے کے بعد ۱۸ شعبان ۱۳۶۵ھ کو اس جہان فانی سے کوچ فرماگئے۔ موضع بھیں ضلع چکوال میں آپکی آخری آرام گاہ ہے۔

تازیانہ عبرت

المعروف

متنبی قادیان قانون کے شکنجہ میں
یعنی رونداد فوجداری گرداسپور

(سنِ تصنیف : 1932ء)

تصنیفِ لطیف

شیرِ اسلام ابوالفضل مولوی

ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر

(رئیس بھیں ضلع جہلم)

نذرِ محقر

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو خلوص قلب سے بندگان عالی حضرت قبلہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

ماشاءاللہ آپ اوج فضل وکمال کے نیر تاباں اور سپہر علم وعرفان کے مہر درخشاں ہیں۔ اسلام واسلامیان کو آپ کی ذات والا پر فخر وناز ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں۔ جن کو شرف حسب ونسب کے علاوہ جملہ علوم ظاہریہ وباطنیہ میں کمال حاصل ہے۔ خلق خدا آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہورہی ہے اور عقیدتمندان دربار آپ کے سایہ عاطفت میں دینی ودنیوی برکات سے مالا مال ہورہے ہیں۔ اس کتاب کو آپ کے نام نامی سے معنون کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جن مقدمات کا کتاب ہذا میں تذکرہ ہے۔ ان میں خاکسار کو کامیابی اور مخالف فریق کو شرمناک شکست خدا کے فضل اور آپ ہی کی دعا وبرکت کا نتیجہ ہے۔ آپ ہی نے لاہور شاہی مسجد میں رونق افروز ہوکر حق کا جھنڈا بلند کیا۔ اور دعویدار نبوت ورسالت مرزائے قادیان کو میدان میں مقابلہ کیلئے للکارا۔ لیکن آپ کے علمی تبحر اور مسلم الثبوت کمالات سے دہشت زدہ ہوکر قادیانی کو سوائے قادیان کی چاردیواری میں مختفی ہونے کے چارہ نظر نہ آیا۔ اسی روز سے مرزائیت کا طلسم ٹوٹ کر دجالی فتنہ کا استیصال ہوچکا تھا۔ قادیانی کا رہا سہا پردہ مقدمہ بازی میں فاش ہوکر اسکے دجل وفریب کا پول کھل گیا اور اسکے مکر وتلبیس کا خاتمہ ہوگیا۔

ایزدمتعال ہمارے غوث وقت قطب زمان حضرت پیر صاحب کا ظل ہمایوں دیر تک متوسلین دربار کے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ ع

''ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد''

اخیر میں خاکسار اپنی یہ نذر محقر بامید قبولیت بارگاہ عالی میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ .... گر قبول افتدز ہے عز وشرف

خاکسار ''مصنف''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باعث اشاعت کتاب

آج سے قریباً اٹھائیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے مابین جہلم گورداسپور میں ہوگذرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ خاکسار کی جانب سے جناب مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ مرزائیت کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا تھا۔اس مقدمہ میں مرزا جی قریباً دو سال تک سرگردان رہے اور ہر قسم کی تکالیف کا نشانہ بنے رہے۔ آخر عدالت سے سزایاب ہوگئے اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریز وکیل کی خدمات حاصل کر کے بمشکل سزا سے رہائی حاصل ہوئی۔ان مقدمات کی روئیداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی تھی۔پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔چونکہ نتائج مقدمہ مرزا جی اوران کی جماعت کے حسب مراد نہ تھے۔اس لیے مرزائیوں نے مقدمات کی کوئی روئداد شائع نہ کی۔لیکن بعد میں مرزا صاحب نے حسب عادت خود اپنی تصانیف نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیشگوئیوں اور نشانات کی فہرست میں داخل کیا۔ان کے حواری مولوی محمد علی ایم اے اور مرزا محمود نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان مقدمات کا تذکرہ اسی پیرایہ میں کیا۔چونکہ جناب مرزا صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد راہگیر عالم جاودانی ہوگئے تھے اس لیے ہم نے اس بارہ میں سکوت اختیار کیا لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لن ترانیاں سنیں انہوں نے اصرار کیا کہ روئداد مقدمات دوبارہ شائع کی جا کر پبلک کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ مقدمات کے نتائج وعواقب مرزا اور انکی جماعت کے حق میں باعث کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے اگر صحیح کیفیت

دوبارہ نہ شائع کی جائے تو بہت سے ناواقف اشخاص کو بہت کچھ مغالطہ ہوگا۔اس امر کا مشورہ دینے والوں میں سے میرے مخلص دوست مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب دیالوی تو عرصہ سے مصر ہو رہے تھے۔اسلئے اب یہ روئداد مکرر بہت سی ترمیم اور ایزادی مضامین کیساتھ شائع کی جاتی ہے۔غالباً کتاب کا مطالعہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔اور ممکن ہے کہ کوئی طالب حق مرزائی اسکو پڑھ کر راہ راست پر آ جائے۔ واللہ ھوالھادی.

خاکسار ”مصنف“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

متنبی قادیان یعنی مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضٰی ملک پنجاب قریہ قادیان میں مغلوں کے گھر پیدا ہوئے اردو، فارسی کے علاوہ کسی قدر علوم عربیہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ علم طب میں بھی کچھ دخل تھا۔پہلے آپ سیالکوٹ میں ایک ادنیٰ ملازمت محرر جرمانہ کی اسامی پر نوکر تھے پھر آپکو قانون پڑھ کر وکیل بننے کی ہوس ہوئی۔قانونی کتب کی رٹ لگا کر امتحان مختاری میں شامل ہوئے جس میں کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر بہت کچھ سوچ بچار کے بعد یہ بات سوجھی کہ بحث و مباحثہ کا سلسلہ چھیڑ کر پہلے شہرت حاصل کی جائے۔ازیں بعد ملہمیت مجددیت وغیرہ دعاوی کی اشاعت کر کے کچھ لوگ اپنے معتقد بنا لیے جائیں اور عوام کو دام تزویر میں پھنسا کر خوب لوٹا جائے۔زمانہ آزادی کا تھا،شہرت و ناموری حاصل کرنے کے لیے پریس قوی ذریعہ موجود تھا۔بحث و مباحثہ کی طرح ڈال کر آریاؤں،عیسائیوں سے چھیڑ خانی شروع کر کے اشتہار بازی کی گئی۔جب پبلک کی ادھر

کسی قدر توجہ ہوئی تو ایک لمبا چوڑا اشتہار دیا گیا کہ حقانیت اسلام کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی گئی ہے براہین احمدیہ جو تین سو جزو کی ہے اور اس میں تین سو زبردست دلائل صداقت اسلام کے لکھے گئے ہیں۔ اس کی قیمت فی جلد پچیس روپیہ مشتہر کی گئی۔ لوگ اشتہار دیکھ کر فریفتہ ہوگئے اور دھڑا دھڑ روپے آنے شروع ہوگئے۔ حتیٰ کہ تھوڑے دنوں میں دس ہزار روپیہ مرزا جی کے پاس جمع ہوگیا۔ کتاب بمشکل پینتیس (۳۵) جزو کی لکھی جاسکی۔ لیکن دلائل کا نمبر ایک سے بڑھ نہ سکا۔ اور یہ (۳۵) جزو بھی اس طرح پورے ہوئے کہ صفحہ پر جلی قلم سے چند سطور لکھ کر صفحہ پورا کردیا گیا خریدار اس انتظار میں رہے کہ ضرور تین سو جزو کتاب میں تین سو زبردست دلائل حقانیت اسلام وافضلیت قرآن کریم کا مطالعہ کریں گے۔ اور مرزا جی لطائف الحیل سے وعدہ وعید بھی کرتے رہے چنانچہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۲۲ میں لکھا کہ ۲۳واں سال ختم نہ ہوگا کہ تین سو نشان لکھ دیے جائیں گے لیکن یہ سب کچھ دروغ بیانی اور طفل تسلی تھی۔ نہ کتاب کے تین سو جزو پورے ہوئے نہ تین سو دلائل لکھے جاسکے۔ آخر دلائل کی جگہ ان نشانات نے لے لی جو حقیقۃ الوحی میں لکھے گئے ہیں۔ کہ فلاں روز ہمیں اتنے روپے وصول ہوگئے۔ فلاں روز ہماری طبیعت علیل ہوگئی۔ فلاں دن لڑکے کا پاؤں پھسل گیا۔ فلاں فلاں لڑکا حرم سراء میں پیدا ہوگیا۔ فلاں مقدمہ میں ہمیں جیت ہوگئی وغیرہ۔ ذلک من الخرافات۔ ان نشانات پر ہم کسی قدر روشنی ڈالیں گے لیکن ان نشانات کا نمبر بھی (۲۰۵) تک پہنچ کر ختم ہوگیا چنانچہ آخری یہی نمبر تتمہ حقیقۃ الوحی میں درج ہوکر خاتمہ ہوگیا ہے۔

مناسب تو یہ تھا کہ مرزا جی کی اس صریح دھوکہ بازی اور ابلہ فریبی کو دیکھ کر مسلمان ہوشیار ہوجاتے اور سمجھ لیتے کہ یہ سب دکانداری ہے اور روپیہ ٹکہ بٹورنے کا سامان ہے اور

اس۔ لیکن دنیا میں بہت سے عقل کے اندھے ایسے بھی موجود ہیں کہ اپنی خوش اعتقادی سے ایسے ٹھگ بازوں کی دکان کی گرم بازاری کا باعث بنتے ہیں چنانچہ کئی ایک اشخاص آپ کے حلقہ مریدی میں داخل ہوگئے۔ مرزا جی کا اس سے حوصلہ بلند ہوگیا وہ طرح طرح کے دعاوی کرنے لگے۔ پہلے صرف ملہمیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا پھر ظلی و بروزی نبی کے بھیس میں جلوہ گر ہوئے۔ بالآخر کامل ومکمل نبی ورسول ہونے کا دعویٰ فرمایا بلکہ الوہیت کا جامہ پہن کر نیا آسمان اور نئی زمین کی خالقیت کا بھی دم بھرنے لگے۔ اور ابن اللہ بلکہ معاذ اللہ ابو اللہ ہونے کے بھی الہام تراشے گئے۔ انکی تفصیل آگے آئیگی۔

مرزا جی کا جہاد

اگرچہ مرزا جی (عصمت بی بی از بیچارگی) جہاد بالسیف کی قدرت نہ رکھنے کے باعث انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے حرمت جہاد کا فتوے دیکر یوں گہرافشانی کرنے لگے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

لیکن آپ کے جہاد باللسان والقلم کی زد سے ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ کوئی قوم بھی نہ بچ سکی۔ بلکہ سچ پوچھو تو انبیاء کرام بالخصوص نبی آخر الزمان ﷺ اور آپ کی آل اطہار تک بھی آپ کی بدگوئی کا نشانہ بنے۔

توہین انبیاء

سب سے اول آپ کی دشنام طرازی کا تختہ مشق حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام بنے

والد ماجد (مرزا) نے تو حرمت جہاد کا فتویٰ دے دیا لیکن فرزند ارجمند (مرزا محمود) نے ایک پوری کمپنی جنگ عظیم کے موقعہ پر بھرتی کرادی تاکہ وہ مسلمانوں (ترکوں) سے جنگ کریں، نیز جس روز بغداد نصاریٰ کے ہاتھ پر فتح ہوا مرزائیوں نے چراغاں کیا۔ ۱۲

جن کے آپ جانشین اور مثیل بھی بنتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''آپکا خاندان بھی نہایت پاک مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپکی زنا کار اور کسبی عورتیں تھی جن کے خون سے آپکا وجود ظہور پذیر ہوا۔'' (حاشیہ صفحہ ۷، ضمیمہ انجام آتھم)

''آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے تھی کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری (کسبی) کو یہ موقع نہیں دیتا کہ وہ اسکے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اسکے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔'' (حاشیہ صفحہ ۷ ضمیمہ انجام آتھم)

یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کی توہین ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وجیھا فی الدنیا والأخرة ومن المقربین (الآیۃ) فرما کر ان کی توصیف کی ہے پھر اُن کے معجزات کی تحقیر کی جن کی شہادت صریح طور پر قرآن میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ پر رقمطراز ہیں: '' ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شبکور کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو مگر آپ کی بدقسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکرو فریب کے اور کچھ نہ تھا۔''

ایسا ہی ازالۂ اوہام صفحہ ۳۰۲ حاشیہ میں لکھا ہے: '' جو لوگ فرعون کے وقت مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے

ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت عام طور پر یہودیوں میں پھیل گئے اور یہودیوں نے انکے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے۔ سو تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق (یعنی سحر اور جادوگری) پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے۔''

دوسری جگہ حاشیہ ازالہ اوہام ۳۰۹ میں ارشاد ہوتا ہے: ''اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱ پر درج ہے: ''مسیح اپنے باپ یوسف[1] کیساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانہ میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔''

[1] حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا بے پدر پیدا ہونا مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے اور قرآن کی نص صریح اس کی شاہد ہے مرزا جی نے بھی متعدد جگہ اس کو تسلیم کیا ہے۔ ۱۲

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حضرت مسیح کے معجزات کو ان کی فضیلت اور کمال نبوت کا نشان قرار دے کر یوں بیان فرمائے: انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین ○ ترجمہ: بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزات لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے کو بینا کرتا اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں ذخیرہ بنا رکھتے ہو۔ بیشک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔'' لیکن مثیل مسیح چونکہ اصل مسیح کی طرح ایسے معجزات وکرامات دکھانے سے قاصر تھے اس لیے کمال جسارت سے حضرت مسیح کے ان کھلے معجزات کو جسکی تصدیق قرآن کریم کے کھلے لفظوں میں ہے صاف جھٹلاتے اور ان کو صرف کھیل تماشہ اور شعبدہ بازی اور سراسر مکر وفریب سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھوں تو مسیح سے بڑھ کر ایسے معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ کیا یہ قرآن پاک کی صاف تکذیب نہیں ہے؟ پھر مرزا صاحب کے ان اقوال اور قولِ کفار میں کیا امتیاز ہے جو معجزات انبیاء کو دیکھ کر کہدیا کرتے تھے کہ یہ تو سحر اور مکر وفریب ہے جیسا کہ قرآن میں ہے: فقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین ○ ترجمہ: جب کفار نے یہ معجزات دیکھے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ایک اولوالعزم نبی اللہ کی یوں توہین اور اس کے معجزات اور نشانات کی اسقدر تحقیر اور آیات قرآن کی ایسی تکذیب کرنے والا شخص مسلمان بھی رہ سکتا

ہے؟ چہ جائے کہ وہ ملہم، مجدد، نبی، رسول اور کیا کیا ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خیر مسیح سے تو رقابت تھی ان پر جس قدر برستے اس کی ایک وجہ ہو سکتی تھی لیکن آپ نے تو باقی تمام انبیاء بالخصوص نبی آخرالزمان کی تنقیص شان میں بھی کچھ کسر باقی نہیں چھوڑی۔ چنانچہ الہامات ذیل پر غور کیجئے:

۱...... وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تجھے (مرزا کو) رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۲)

۲...... لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹)

۳...... سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا۔ پاک ہے خدا جس نے اپنے بندے (مرزا) کو رات کی سیر (معراج) کرائی۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸)

۴...... اثرک اللہ علی کل شی۔ خدا نے تجھے ہر ایک چیز پر فضیلت دی ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵)

۵...... آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹)

۶...... لہ خسف القمر المنیر وان لی خسفا القمران المشرقان اتنکر رسول پاک کے لیے خسوف قمر ہوا تو میرے لیے خسوف قمر وشمس ہوا۔ کیا تو انکار کر سکتا ہے۔ (اعجاز احمدیہ صفحہ ۷۱)

۷...... مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ بشارت دینے والا رسول (مرزا) کی جو بعد میں آئے گا اور اس کا اسم احمد ہوگا۔ (ازالہ صفحہ ۶۵)

۸...... ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی۔ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول (مرزا) کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ (ازالہ صفحہ ۶۵)

۹...... میرے نشان تین لاکھ ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱)

تحفہ گولڑوی میں لکھا ہے کہ آنحضرت سے تین ہزار معجزے ظاہر ہوئے۔

۱۰...... آنحضرت پر دجال کی حقیقت نہ کھلی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۵)

۱۱...... سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں آیا ہوں۔ اب اسمہ احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے۔ اس لیے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسمہ احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا۔

غور کیجئے نمبر اول: میں مرزا جی حضور ﷺ کے خطاب رحمۃ للعالمین جو آپ سے مختص ہے، کے غاصب بنتے ہیں۔

نمبر دوم: میں آپ باعث تکوین عالم بنتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا نہ ہوتے تو حضور ﷺ بھی نہ ہوتے۔ (معاذ اللہ)

نمبر سوم: میں معراج کے رتبہ اعلیٰ میں جو حضور ﷺ کیلئے مخصوص تھا، شریک بنتے ہیں۔

نمبر چہارم: میں تمام چیزوں سے برتری کا دعویٰ ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی۔

نمبر پنجم: میں یہ ادعا ہے کہ مرزا کا تخت (رتبہ) سب سے بلند ہے حتیٰ کہ رسالت مآب ﷺ سے بھی۔ (استغفر اللہ)

نمبر ششم: میں یہ ڈینگ ہے کہ حضور ﷺ کے لیے صرف خسوف قمر ہوا تو کیا میرے لئے شمس وقمر دونوں کا خسوف ہوا۔

نمبر ہفتم: میں یہ ادعا ہے کہ آیت اسمہ احمد میں آنحضرت ﷺ کی نہیں بلکہ میری بشارت ہے۔

نمبر ہشتم: میں یہ کہ حضور نہیں بلکہ ہدایت خلق کے لیے مرزا رسول مبعوث ہوا ہے۔

نمبر نہم: کا یہ مدعا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صرف چند سو چند ہزار نشان تھے، لیکن مرزا کے تین لاکھ نشان ہیں۔ ان نشانات کا کچھ پتہ؟

نمبر دہم: میں تصریح ہے کہ مرزا پر ایسے حقائق کھلے جو حضور ﷺ پر نہیں کھل سکے۔ (معاذ اللہ)

نمبر یازدہم: میں حضور ﷺ کی نبوت وشریعت کی منسوخی کی تصریح ہے کہ آپ کی کرنیں سورج کی کرنوں کی طرح اذیت دینے والی (جلانیوالی) ہیں لیکن مرزا کی شعاعیں چاند کی کرنوں کی طرح ٹھنڈک پہنچانیوالی ہیں اور مرزا ہی اسمہ احمد کا مصداق جمالی رنگ میں ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوا ہے۔

دیکھئے ان خرافات میں کس قدر توہین رسول پاک اور مرزا کی انانیت کی بانگ دی گئی ہے۔ کیا رسول خدا سے فضیلت وبرتری کا مدعی آپ کی شان ارفع کی تنقیص کرنے والا شخص بھی مسلمانوں میں شمار ہو سکتا ہے؟

اگر در خانہ کس است ہمیں حرف بس است

آل رسول ﷺ کی تذلیل

جب مرزا جی رسول پاک ﷺ کی ہتک شان سے نہیں ٹلے تو آل رسول ﷺ کی انکے دل میں کیا عزت ہو سکتی تھی۔ صاف کہنے لگے: کہ ''ایک تم میں ہے (یعنی مرزا) جو علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔'' دوسری جگہ فرماتے ہیں:

کربلا ئیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

دیکھئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کیسی تحقیر کی گئی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں اور لیجئے۔

حضرت امام حسین نے معرکہ کربلا میں اپنے مبارز کے سامنے یہ معنی خیز رجز پڑھی تھی:

انا ابن علی الخیر من ال ہاشم   کفانی بھذا مفخرا حین افخر

میں علی سردار بنی ہاشم کا فرزند ہوں یہ فخر میرے لیے کافی ہے جب میں فخر کروں۔

وجدی رسول اکرم مما مشی   و نحن سراج اللہ فی الناس یظھر

میرے جد پاک رسول اکرم ﷺ تمام کائنات کے سردار ہیں۔اور ہم لوگوں کے لیے خدا کی طرف سے چراغ ہدایت ہیں۔

وفاطمة امی سلالة احمد   وعمی یدعی ذالجناحین جعفر

میری والدہ فاطمہ جگر گوشہ رسول ہیں اور میرے چچا جعفر طیار ہیں۔

چونکہ آپ کا یہ بیان مبنی بر حقیقت تھا اسلئے مخالفین (یزیدیوں) کو اسکا کوئی جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی لیکن افسوس کہ چودہویں صدی کے یزیدی صفت متنبی قادیان (مرزا) نے اس کمی کو پورا کیا۔اسی بحر وقافیہ میں اسکا معارضہ یوں کیا گیا ہے۔

و انی قتیل الحب لکن حسینکم   قتیل العدی والفرق اجلی واظھر

میں محبت کا قتیل ہوں لیکن تمہارا حسین قتیل اعداء تھا یہ فرق ظاہر ہے۔

فواللہ لیست فیہ منی زیادۃ   وعندی شھادات من اللہ فانظروا

بخدا حسین کو مجھ سے کوئی فضیلت نہیں میرے پاس اس کے متعلق الٰہی شہادات ہیں، سوچو تو سہی!

وشتان ما بینی وبین حسینکم   فانی اؤید کل ان وانصر

مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے ہر آن تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

واما حسین فاذکروا دشت کربلا   الی ھذہ الایام تبکون فانظروا

لیکن حسین اتم دشت کربلا کو یاد کرلو، آج دن تک تم رو رہے ہو۔

معاذ اللہ ایسی گستاخی۔حضور ﷺ نے حسنین کو سیدا شباب اھل الجنة فرما کر تعریف کی ہے لیکن مرزا ہے کہ مسلمان کہلا کر آل رسول کی یوں ہتک شان کررہا ہے۔حسینکم (تمہارا حسین) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسین مسلمانوں کا ہے مرزا کو اس سے کچھ لگاؤ نہیں۔سچ کہا کفار کو مومنوں سے کیا تعلق؟ رسول پاک اور آل اطہار تو کیا مرزا جی نے تو خدائے قدوس کی ہتک وتوہین سے بھی دریغ نہیں کیا۔

توہین خدا

الہامات ذیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خدا کے شریک ہی نہیں بلکہ خدا سے اعلیٰ وافضل بننے کے مدعی ہیں:

۱...... یا شمس یا قمر انت منی و انا منک (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴)

اے سورج اے چاند تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

۲...... انت منی بمنزلة ولدی۔تو میرے فرزند کی جگہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۶)

۳...... الارض والسماء معک کما ھو معی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۱)

زمین وآسمان تیرے (مرزا) کے ایسے ہی تابع ہیں جیسے میرے (خدا) کے تابع ہیں۔

۴...... انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔

تیری شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو کہہ دے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۵)

۵...... یتمّ اسمک ولا یتمّ اسمی۔

تیرا (مرزا) کا نام کامل ہوگا اور میرا (خدا) کا نام ناتمام ناقص رہے گا۔

۶...... ربنا العاج   ہمارا خدا ہاتھی یا گوبر کا ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵)

۷...... بایعنی ربی   خدا نے مرزا سے بیعت کی ہے۔ (دافع البلاء صفحہ ۲۰)

٨......انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب. (حقیقۃ الوحی صفحہ ١٠٣)

میں خدا، رسول مرزا کے ساتھ ہو کر جواب دیتا ہوں خطا بھی کرتا ہوں اور صواب بھی۔

٩......یحمدک اللہ یمشی الیک. (حقیقۃ الوحی صفحہ ٨٩)

خدا تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چل کر آتا ہے۔

١٠......انت من مائنا وھم من فشل. (اربعین نمبر٣ صفحہ ٣٤)

تو (مرزا) میرے پانی سے ہے اور دوسرے خشکی سے۔

١١......خدا تعالیٰ اپنی تجلی کے ساتھ انسان پر سوار ہوا جیسے اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔

(توضیح المرام صفحہ ٨٥)

١٢......اس وجود اعظم (خدا) کے ہاتھ پیر ہیں، عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں ہیں۔ (توضیح المرام صفحہ ٨٥)

١٣......میں فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ردگوپال (کرشن) ہوں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ٨٥)

١٤......میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا کہ وہی ہوں اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں تو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشائے حق کے مطابق اسکی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا ہوں کہ میں اس کی خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا آؤ اب انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔

(کتاب البریہ صفحہ ٧٨،٧٩)

١٥......انا نبشرک بغلام مظھر الحق و العلا کان نزل من السماء.

(حقیقۃ الوحی صفحہ ٩٥)

١٦......میں نے اپنے ہاتھ سے کئی ایک پیشگوئیاں لکھیں اور وہ کاغذ دستخط کرانے کیلئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے دستخط کئے۔ اس وقت قلم کو چھڑکا تو سرخی کے قطرے میرے کرتے اور عبداللہ سنوری کی ٹوپی پر بھی گرے جو اس وقت میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ٢٥٥)

١٧......قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ٨٤)

الہامات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی کلمات شرک میں فرعون مصر سے بھی نمبر لے گئے بلکہ آج تک ایسے کلمات کفر کسی انسان کے منہ سے نہ نکلے ہوں گے۔

نمبر١: میں یہ تصریح ہے کہ مرزا خدا سے اور خدا مرزا سے ہے یعنی دونوں کا تعلق باہم باپ بیٹے کا یا خلق ومخلوق کا ہے۔

نمبر٢: میں یہ اقرار ہے کہ مرزا خدا کے بیٹے کی جگہ ہے یعنی خدا کا ضرور کوئی بیٹا ہے۔ اور مرزا کا قائم مقام ہے۔ کیا وہی خدا جس کی تعریف لم یلد ولم یولد ہے اور جس نے فرمایا: تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھداo ان دعوا للرحمن ولداo (الآیۃ)

اب ان آیات کو منسوخ کر کے مرزا کو اپنا بیٹا یا بیٹے کی جگہ بنا دیتا ہے۔

نمبر٣: میں یہ دعویٰ ہے کہ زمین وآسمان جیسے خدا کے تابع ہیں ویسے ہی بلا کم وکاست مرزا کے تابع ہیں۔ (استغفر اللہ)

نمبر۴: کا یہ مفہوم ہے کہ مرزا خدا کی صفت خالقیت میں اسکا شریک ہے خدا کی طرح یہ بھی کسی کو کہے کہ ہو جا تو پیدا ہو جاتی ہے۔

نمبر۵: میں اپنے نام کو کامل اور خدا کے نام کو ناقص ثابت کیا گیا ہے۔ کیا کسی کافر نے پہلے بھی ایسا کہا؟

نمبر۶: میں خدا کو مجسم ہاتھی دانت یا گوبر سے بنا ہوا بت قرار دیا ہے۔ (خدایا تیری پناہ)

نمبر۷: میں معاذ اللہ مرزا خود مرشد بیعت لینے والا اور خدا کو مرید بیعت کرنے والا قرار دیتا ہے۔ (اللہ رے جرأت)

نمبر۸: میں خدا مرزا کا ساتھ دے کر خطا کار بھی بن جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

نمبر۹: میں خدا مرزا کی تعریف کرتا ہوا اس کے پاس چل کر آتا ہے۔ (یاللعجب)

نمبر۱۰: میں مرزا خدا کے پانی سے اور مخلوق خشکی سے۔ خود ہی خیال کیجئے اس پانی سے کیا مراد ہے؟ ویسے تو خدا فرماتا ہے: کہ ہم نے ہر ایک چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

نمبر۱۱: میں خدا بے مثال کو ایک جانور اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نمبر۱۲: میں خدا کو ہاتھ پیر عرض وطول رکھنے والا اور بہت تاروں والا تیندوا بنا دیا گیا۔ کیا یہ الہام رحمانی ہیں یا شیطانی؟

نمبر۱۳: میں مرزا ہر چیز کے فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا محی و ممیت بن جاتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی صفات مختصہ سے ہیں۔

نمبر۱۴: میں صریح خالق السموات والارض ما فیھا کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی کل کائنات کی تخلیق اپنے ہاتھ سے کر دینے کی لاف زنی کی گئی ہے۔ کیا مرزائی ایسا آسمان وزمین جو مرزا نے بنائے ہیں کہیں دکھا بھی سکتے ہیں؟

نمبر۱۵: میں مرزا اپنے لڑکے کو خدا بنا دیتا ہے جو آسمان سے نازل ہوا۔ تو مرزا خدا کا باپ ہوا۔ (معاذ اللہ)

نمبر۱۶: میں تو مرزا جی نے خدا کو ایک خام نویس طفل مکتب بنا دیا ہے۔ جو لکھتے وقت قلم جھاڑ کر اپنے اور بیگانے کے کپڑے خراب کر دیا کرتا ہے۔ کیا مرزائیوں مرزا جی کے اس فلسفہ کی داد دو گے؟ غالباً تم لوگوں نے بھی اس کرتے اور اس ٹوپی کے درشن کیے ہونگے۔

نمبر۱۷: میں خدا پاک کی مقدس کلام قرآن کریم کو مرزا نے اپنے منہ کی باتیں کہہ کر اس کی تنقیص شان کی ہے۔ کیا کوئی ادنیٰ عقل والا انسان بھی ایسے خرافات سن کر پھر مرزا کو نہ مسلمان بلکہ ایک عاقل انسان بھی قرار دے سکتا ہے؟ ایسی زٹلیات تو پاگل بھی نہیں ہانکا کرتے۔ (مرزائیو! خدارا ہوش کرو)

مرزا جی کا ادعائے نبوت

مرزا جی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لیے ان کا ادعائے نبوت ہی کافی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بڑے بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ کسی نے نبوت کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کی۔ آپ کے بعد بڑے بڑے پایہ کے اولیائے کرام حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی جیسے سرخیل اولیاء کرام ہوگذرے ہیں لیکن ختم نبوت کی مہر توڑنے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ لیکن چودہویں صدی کا مغل زادہ جس کے حسب ونسب کا پتہ ان کا ایک محرم راز ہموطن حسب ذیل رباعی میں دیتا ہے۔ رباعی

یک قاطع نسل و یک مسیحائے زماں یک مہتر لال بیگیان دوراں
افتد چو گذر بقادیانت گاہے ایں خانہ تمام آفتاب است بداں

پہلے مبلغ اسلام کی حیثیت میں اٹھتا ہے پھر ملہم و مجدد و محدث کا خطاب حاصل

کر کے جھٹ مہدی پھر مثیل مسیح پھر یک لخت اصل مسیح بن جاتا ہے۔ پھر اس سے ترقی
کر کے نبی ظلی بروزی کا جامہ پہنتا پھر کامل ومکمل نبی ورسول بن کر دنیا کو للکارتا ہے کہ میری
رسالت کا کلمہ پڑھو ورنہ تم سب کافر ہو۔ کیا ادعائے نبوت کوئی معمولی دعویٰ ہے۔ اگر
سلطنت اسلام ہوتی تو پہلے ہی روز اس مدعی رسالت کا قصہ تمام کر دیا جاتا۔ کیا مسیلمہ
کذاب، اسود عنسی کلمہ توحید کے قائل نہ تھے؟ کیا سجاح نے کوئی اور جرم کیا تھا کہ سب کام
چھوڑ کر حضرت صدیق اکبر نے ان سے جہاد کی ٹھانی۔ اور سیف اللہ الجبار خالد جرار کو ان
مرتدین کے استیصال کے لیے روانہ کیا۔ صرف ان لوگوں کا جرم ادعائے نبوت تھا جسکی وجہ
سے خلیفہ اول کو ان پر فوج کشی کرنی پڑی اور ان لوگوں کی طاقت مرزائے قادیان سے کم نہ
تھی، نہ ان کی جماعت مرزا کی جماعت سے کمزور تھی۔ مرزا تو اپنی امت کی تعداد بلا ثبوت
لکھو کھا بیان کرتا ہے (اسکے متعلق کچھ آگے ذکر آئے گا) لیکن مسیلمہ کذاب کے ماننے
والوں کی تعداد فی الواقع لکھو کھا تھی چنانچہ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت حضرت
خالد سے اس کی نبرد آزمائی ہوئی اس وقت صرف مقدمۃ الجیش میں مسیلمہ کے چالیس ہزار
سوار کا شمار کیا گیا تھا۔ آخر کار ان مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا۔ آئندہ کے لیے ادعائے نبوت
کا سد باب کر دیا گیا۔ اور آج تک کسی بطال کو دعویٰ نبوت کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ چونکہ یہ
زمانہ کفر والحاد کا ہے نبی ورسول تو کیا کوئی الوہیت کا مدعی بھی ہو کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہارے
منہ کے دانت ہیں۔ اسی لیے مرزا جی کو ادعائے نبوت کی جرأت ہوئی چنانچہ اسی لیے مرزا جی
حکومت وقت کے ہمیشہ مدح وثناء میں رطب اللسان رہے۔ چنانچہ ازالۂ اوہام حصہ دوم صفحہ
۱۰۷ میں رقمطراز ہیں: ''اسلئے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنا چاہیے کہ انگریز کی فتح
ہو (خواہ سلطنت اسلامی سے مقابلہ کیوں نہ ہو۔ مصنف) کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور

سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں'' (یہ کیا کم احسان ہے کہ آپ رسالت
بلکہ الوہیت کے مدعی بن کر بھی صحیح وسلامت رہے...... مصنف)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''سخت جاہل اور سخت نادان وہ مسلمان ہے جو اس
گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکریہ نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے شکر گذار نہیں
کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا۔ (خلق خدا کو لوٹا اور مزے اڑائے۔
مصنف) اور پا رہے ہیں وہ ہم کسی اسلامی سلطنت میں بھی نہیں پا سکتے۔''

سچ ہے اسلامی گورنمنٹ کب گوارا کر سکتی تھی کہ آپ نبی ورسول کہلا کر اپنے
مسکن کو دارالامان، اپنے کنبہ کو اہل بیت، اپنی مستورات کو امہات المومنین کے خطابات عطا
کریں۔ اونچی مسجد کو مسجد اقصیٰ سے تعبیر کریں تمام انبیاء ورسل پر اپنا تفوق ظاہر کر کے لکھیں:

آنکہ داد است ہر نبی را جام   داد این جام را مرا بتمام

غرض مرزا جی عجیب ذوفنون شخص تھے ان کی ہر ایک بات ذو معنی ہوتی تھی جو کلام
کرتے اس کے دونوں پہلے ملحوظ رکھا کرتے چنانچہ دعویٰ نبوت میں بھی دونوں پہلو ملحوظ خاطر
رہے۔ ادعائے نبوت بھی کیا اور انکار نبوت بھی کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیچاری امت بھی
ایسے پیچیدار کلام کے باعث بھول بھلیاں میں پڑی ہوئی ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے۔ ایک
جماعت لاہوری کہتی ہے کہ مرزا جی نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ جو ان کو مدعی نبوت سمجھے جھوٹا
ہے، بطال ہے۔ دوسرا گروہ قادیانی کہتا ہے کہ مرزا جی حقیقی نبی تھے۔ انہوں نے کھلے لفظوں میں
نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا جو ان کو نبی ورسول نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں وہ صاف کافر ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی کتابوں سے ادعائے نبوت اور انکار نبوت ہر دو امور پر
بتصریح عبارات روشنی ڈالتے ہیں۔

ادعائے نبوت

مرزاجی کے دعوے نبوت ورسالت پر ان کے حسب ذیل ارشادات شاہد عدل ہیں۔

۱...... ھوالذی ارسل رسوله بالھدیٰ میرے متعلق ہے۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷۵)

۲...... و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کا مصداق میں ہوں۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷۵)

۳...... سچا خدا ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

۴...... طاعون گوستر برس دنیا میں رہے خدا قادیاں کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے۔(دافع البلاء)

۵...... ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی ورسول ہیں۔(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸)

۶...... میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۷...... جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال واقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔اسی وجہ سے نبی کا نام پانے سے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

۸...... اب خدا تعالیٰ نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

۹...... مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے قرآن کریم پر۔(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۹)

۱۰...... جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر اور مردود اور اس کے اعمال نامقبول اور دنیا میں معذب اور آخرت میں ملعون ہوگا۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷۶)

۱۱...... وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔ہم نے تجھے تمام دنیا پر رحمت کرنے کیلئے بھیجا ہے۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

۱۲...... لا تخف انی لایخاف لدی المرسلون۔مت ڈر میرے قرب میں میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۱)

۱۳...... انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اس رسول کی مانند کہ فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱)

۱۴...... انی مع الرسول اجیب اخطی واصیب۔میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا خطا بھی کروں گا اور صواب بھی۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

۱۵...... انی مع الرسول اقوم افطر واصوم میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳،۱۰۴)

یہ ایسے کھلے الفاظ وکلمات ہیں کہ ان کو دیکھ کر کوئی ذی بصیرت مرزاجی کے ادعائے نبوت ورسالت میں شک وشبہ نہیں کرسکتا۔لیکن تعجب ہے کے باوجود ان تصریحات کے مرزاجی کی امت کا ایک فریق لاہوری جماعت اس پر پردہ ڈالنے کی سعی بے سود کررہے ہیں اور لکھتے ہیں: کہ مرزاجی نے ہرگز نبوت ورسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔امت بیچاری کا کیا قصور۔ ع

”چہ دلاور است وزدے کہ بکفت چراغ دارد“

مرزاجی خود ایسے خدا کے بندے ہیں کہ ایسے الہامات ودعاوی کے ہوتے ہوئے پھر دعویٰ نبوت ورسالت سے انکار بھی کرتے ہیں:

دوگونہ رنج وعذاب است جان مجنوں را   بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

انکار دعویٰ نبوت

عبارات ذیل میں، جو مرزا کی تصانیف میں ہیں، دعویٰ نبوت سے صاف انکار کیا گیا ہے اور یہ کہ مدعی نبوت کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۱.....نبوت کا دعوےٰ نہیں محدثیت کا ہے اور محدثیت کے دعوے سے دعوی نبوت نہیں ہوسکتا۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

۲.....محدث ناقص طور پر نبی ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

(پھر ایسا گھٹیا نبی بننے سے کیا فائدہ۔ مصنف)

۳.....رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

(یعنی مرزا جی کا امتی ہوکر نبی بننا اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے۔ مصنف)

۴.....وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶)

(خداتعالیٰ کے دعویٰ میں تخلف نہیں ہوسکتا اسلئے مرزا ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔ مصنف)

۵.....صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا۔ (ازالہ اوہام ۵۶۹) (مرزا جی امتی ہوکر نبی بننے کے اہل نہیں۔ مصنف)

۶.....معنی خاتم النبیین ختم کرنے والا نبیوں کا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴) (مرزا جی نے خاتم النبیین کا معنی خود کردیا ہے اب اس کے خلاف تاویلات قابل سماعت نہیں۔ مصنف)

وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج الاسلام والحق بقوم کافرین وہا اننی لا اصدق الھاما من الھاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ

واعلم ان کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد و زندقہ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین۔ (حمامۃ البشریٰ) ترجمہ: میرے لیے کب روا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہوکر کافروں میں داخل ہو جاؤں خبردار میں اپنے کسی الہام کو سچا نہیں سمجھتا جب تک اسکو کتاب اللہ (قرآن) پر پیش نہ کرلوں۔ یہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ قرآن کے مخالف ہو وہ الحاد اور زندقہ (بیدینی) ہے پھر میں کس طرح نبوت کا دعوے کرسکتا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

اس عبارت میں مرزا جی نے بڑی صفائی سے فیصلہ کردیا ہے کہ دعویٰ نبوت کرنا کسی مسلمان کی جرأت نہیں ہے بلکہ یہ دعوے خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے کفر والحاد اور زندقہ ہے اور یہ کہ مدعی نبوت کافر دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ گویا شعر

کیا لطف کہ غیر پر وہ کھولے   جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

مرزا جی نے اپنے ہاتھ سے اپنے کفر کا فتویٰ لکھ دیا ہے یعنی دعویٰ نبوت کفر ہے اور مرزا جی مدعی نبوت ہیں اس لیے وہ بفتویٰ خود کافر ملحد اور زندیق ہیں شعر

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں   زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مرزائیو! اپنے مرشد کا فتویٰ اور قطعی فیصلہ سن لیا۔ کیا اب بھی کچھ شک وشبہ باقی ہے۔ ع

”کلا و حاشا ہر کہ شک آرد کافر گردد“

۸.....وما قلت للناس الا ما کتبت فی کتبی من اننی محدث و یکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین۔ میں نے لوگوں سے وہی بات کہی جو اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ میں نبی نہیں بلکہ محدث ہوں مجھ سے خدا کلام کرتا ہے جیسا محدثین سے کرتا ہے۔

پھر مرزا جی کے قادیانی مریدوں اور مرزا محمود کو کیا ہوگیا ہے کہ مرشد کی مخالفت

کر کے ان کو حقیقی نبی ورسول کہہ رہے ہیں؟ کیا یہ مرشد جی کی صریح نافرمانی نہیں ہے۔

۹......آپ نے **لا نبی بعدی** کہہ کر کسی نئے یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعا دروازہ بند کر دیا۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۵۲)

۱۰......میں مدعی نبوت نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (فیصلہ آسمانی صفحہ ۷)

ناظرین غور کریں! مرزا صاحب کی اس دورنگی چال کا کیا کہنا۔ کھلے الفاظ میں نبوت ورسالت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں پھر اس سے صاف انکار بھی کرتے ہیں اور اپنی نسبت اپنے ہاتھ سے فتویٰ تکفیر بھی صادر کرتے ہیں۔ اب مرزائیوں کے لیے سخت مشکل کا سامنا ہے ان کو نبوت کا مدعی قرار دیں تو ان کے دیئے ہوئے فتویٰ پر ایمان لا کر ان کو کافر، ملحد اور زندیق بھی ماننا پڑتا ہے۔ اگر ان کو نبی ورسول نہ مانیں تو احمدیت سے خارج سمجھے جاتے ہیں اور نیز ان الہامات ودعاوی کا انکار کرنا پڑتا ہے جن میں نبوت ورسالت کا صاف اعلان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے شعر

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا | منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

بہتر صورت یہی ہے کہ ان کے اعلان نبوت کو بھی درست سمجھیں اور ان کے مدلل فتوے کی بناء پر ان کے فتوے تکفیر پر مہر کر دیں۔

مرزا جی کی اخلاقی حالت

نبی، ولی، مجدد، محدث تو کیا ہر ایک شریف انسان کی شرافت کا معیار اسکی اخلاقی حالت سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے نبی آخر الزمان کو کفار کی طرف سے کس قدر اذیات وتکالیف پہنچیں۔ راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، نماز پڑھتے ہوئے آپ کی گردن مبارک پر مرداروں کا گلا سڑا معدہ (اوجھڑی) پھینکی جاتی، آپ کے گلوئے مبارک

میں کپڑا ڈالکر گلا گھونٹا جاتا، آپ کے مبارک جسم کو پتھراؤ کر کے لہولہان کیا جاتا اور ہر قسم کی اذیتیں دی جاتیں لیکن آپ کی زبان مبارک سے بُرا تو کیا کلمہ بددُعا بھی نہ نکلتا بلکہ فرمایا کرتے **اللھم اھد قومی انھم لایعلمون** اے خدا میری قوم کو ہدایت کر دے، یہ تیرے نبی کی شان جانتے نہیں۔ سبحان اللہ یہی خلق عظیم تھا جس نے بیگانوں کو اپنا اور دشمن کو دوست بنا دیا۔ اور بڑے بڑے گردن کش گبر بھی اس سے متاثر ہو کر کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کی آغوش میں آجانے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن مرزا جی عجیب رسول ہیں کہ بجائے رحمت کے سارے جہان کے لیے زحمت ثابت ہوئے۔ کسی متنفس کیلئے آپ کے منہ سے کبھی کلمہ خیر نہ نکلا بلکہ ہر ایک کو سب وشتم کا نشانہ بنایا اور یہی کہتے رہے کہ میری وجہ سے ملک میں وبا، طاعون نازل ہوئی۔ میرا ہی وجود مسعود باعث زلازل وحوادث ہوا۔ میری ہی ذات موجب بربادی ملک وتباہی خلق ہوئی۔ واہ چہ خوش ع

''قوت نیکی نداری بد مکن''

آپ کے کلمات طیبات میں سے مشتے نمونہ از خروارے چند کلمات درج ذیل ہیں:

۱......علماء وصوفیاء کی نسبت ارشاد ہے: این وقت زیر سقف نیلگون ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری بامن زند (آج تک دنیا میں کوئی متنفس لاف زنی میں آپ کا ہمتاء نہیں ہے۔ من آشکار میگویم ہرگز باک ندارم آپ کو کیا خوف ہے گورنمنٹ برطانیہ کا ظل عاطفت آپ کے سر پر ہے)۔ ای اہل اسلام درمیا شما جماعتی باشند کہ گردن بدعوی محدثیت و مفسریت برمیفر ازندو گروہی اند کہ از نازش ادب پا برزمین نگذارندو گروہی انہ کہ دم از خدا شناسی زنند خودداری چشتی وقادری وسہروردی ونقشبندی وچہا چہا گویند این جملہ طوائف رانزد من بیارید۔ چیلنج تو بڑے زور سے دیا جاتا ہے لیکن جب ایک مرد خدا سرتاج چشتیاں پیر صاحب

گولڑوی آپ کے مقابلہ کے لیے لاہور میں جاتے ہیں تو جری اللہ کو قادیان کی چاردیواری سے نکلنا موت ہو جاتا ہے۔

مرزاجی بدزبانی اور بدکلامی میں استادزمانہ مانے گئے ہیں آپ کی بدگوئی سے نہ کوئی چھوٹا بچا ہے نہ بڑا۔ دیکھئے غوث وقت قطب دوران حضرت پیر گولڑوی مدظلہ العالی کی نسبت اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں کیسی ہرزہ درائی کی ہے۔ لکھا ہے: خبیث و خبیث ما یخرج منه فیه (یہ شخص خود بھی پلید ہے اور اس کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بھی پلید ہے)

ٹھیک ہے المرء یقیس علی نفسه اور کل اناء یترشح بما فیه اب دیکھئے سراپا اخلاق حضرت پیر صاحب اس کے جواب میں خلق محمدی کا کیا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: شعر

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو کردی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

بندہ خدا مجھے تو جو چاہو کہہ لو لیکن میرے منہ سے تو اسم خدا بھی نکلتا ہے۔ اس کی نسبت ایسا لفظ استعمال کرنا اندیشہ ہے کہ قیامت میں اسکا مواخذہ ہو۔ یہ ہوتے ہیں اخلاق بزرگان دین کے جس کی وجہ سے خلق خدا ان کے قدموں میں گرتی ہے۔

ایسا ہی مرزاجی نے تمام ایسے مسلمانوں کو جو زمانہ اور خیر قرون کے بعد مرزا کے وقت تک گذر چکے ہیں ان سب کو فیج اعوج (باطل گروہ) قرار دیا ہے۔ (دیکھو تحفہ گولڑوی صفحہ ۸۱)

پھر جو مسلمان آپ کے دعاوی قبول نہیں کرتے ہیں یعنی آپ کی رسالت کا کلمہ نہیں پڑھتے ہیں ان کو بلا استثناء ذریۃ البغایا ولد الحرام کہہ کر اپنے حسن اخلاق کا ثبوت دیتے

ہیں۔ دیکھو کتاب تبلیغ مؤلفہ مرزا صفحہ ۵۴۸ ـ ۵۴۷ میں عبارت ذیل: تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المحبة المودة وینتفع من معارفها و یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا الذین ختم الله علی قلوبهم فهم لا یقبلوننی...... الخ ترجمہ: یہ کتابیں ہیں جن کو ہر ایک مسلمان عین محبت سے دیکھتا اور ان کے معارف سے مستفید ہوتا اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعاوی کی تصدیق کرتا ہے مگر کنجریوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کردی ہے پس وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

جب اپنے ہم مذہب مسلمانوں سے مرزا کا یہ سلوک ہے تو غیر مذاہب ہندو، سکھ، آریہ، عیسائی کی نسبت تو جتنا بھی برسیں، تھوڑا ہے۔

رسالہ شحنۂ حق صفحہ ۶۹ میں رقمطراز ہیں: ''اے آریو مبارک باد تمہارے پرمیشر کی ساری حقیقت کھل گئی اور خود دیانند کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ تمہارے پرمیشر کا ایک رقیق جسم ہے جو دوسرے روحوں کی طرح زمین پر گرتا ہے اور ترکاری کی طرح کھایا جاتا ہے وہ کبھی رام چندر تھا کبھی کرشن[1] اور کہیں مچھ اور ایک مرتبہ تو خوک یعنی سور بنکر اور سوروں کے موافق لطیف غذائیں کھا کر اپنے درشن کرنے والوں کو خوش کردیا۔''

اس رسالہ صفحہ ۵۸، ۶۰ میں بعض آریوں کے خطاب میں حلال زادہ اور ولد[2] الزنا کنجر مادری خصلت وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ایک ہندو کو صرف یہ بات کہنے پر کہ

---

[1] ماشاءاللہ آپ اس درجہ کو تو پہنچ گئے اس کے اوپر ترقی نہ کرنا۔۱۲

[2] مرزائیو امرشد کی تہذیب کی داد دینا اور ان کا یہ شعر بھی پڑھنا شعر

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(رحم کے جوش میں اس حالت کو پہنچ گئے غیظ میں آجاتے تو زمین و آسمان کو زیروزبر کردیتے۔)

مرزا قرضدار ہے لکھتے ہیں: کہ جو شخص اپنی دختر کی نسبت ناطہ کسی سے کرنا چاہتا ہے وہ اس کی جائداد و عالی حیثیت کو دیکھا کرتا ہے۔

کیا ایسے اخلاق کا شخص نبی رسول یا مجدد و ملہم و محدث یا ولی ہوسکتا ہے۔ یا ایسے شخص کو ایک شریف انسان بھی کہا جاسکتا ہے۔ شرفاء کا قاعدہ ہے کہ گالیاں سنکر ایسے گذر جاتے ہیں گویا ان سے کسی نے خطاب ہی نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والذین هم عن اللغو معرضون** اور **واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما۔**

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "**ولقد مررت علی اللئیم یسبنی فمضیت ثمه قلت لا یعنینی**" ترجمہ: میں ایک سفلہ کے پاس سے گذرا جو مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا میں وہاں سے گذر گیا یہ کہہ کر اس کا خطاب کسی اور شخص سے ہے۔

۲...... نبی رسول، ولی، مومن، بلکہ شریف انسان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے مرزا جی کے جھوٹوں کی فہرست لکھنے لگیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔

ذیل میں چند ایک صریح غلط بیانیاں آپ کی لکھی جاتی ہیں:

۱...... تعداد مریدان کی نسبت غلط بیانی ۱۹۰۰ء میں منشی تاج الدین تحصیلدار کے سامنے بمقدمہ انکم ٹیکس آپ نے تعداد مریدان کل تین سو اٹھارہ (۳۱۸) لکھائی تحصیلدار نے اپنی رپورٹ میں یہ تعداد لکھی جس کی نقل "ضرورۃ الامام" میں درج ہے۔

۲...... تحفۂ غزنویہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب نے تعداد مریداں تیس

---

۱ شعر

بخش نہ دے خدا تجھے اے بچہ جنوں ورنہ تو دے گا عقل کے بخیے ادھیڑ تو

ہزار (۳۰۰۰۰) لکھی۔ گویا صرف دو سال میں تین سو اٹھارہ (۳۱۸) سے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) تک اضافہ ہوگیا۔

۳...... اور سنئے تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آپ نے تعداد مریدان ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) سے زیادہ درج فرمائی۔

(دونوں کتابیں ایک ہی سن ایک ہی ماہ میں طبع ہوئیں کہاں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) اور کہاں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) سے بھی زیادہ۔ کیا ان کی کوئی تطبیق ہوسکتی ہے؟ ایسا سفید جھوٹ...... الامان)

۴...... مواہب الرحمٰن مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں بھی تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ بتائی۔ گویا اکتوبر ۱۹۰۲ء سے جنوری ۱۹۰۳ء تک اضافہ صفر۔

۵۔ پھر الحکم ۷ امئی ۱۹۰۳ء میں تعداد دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) بتائی گئی۔ صرف تین ماہ میں ایک لاکھ کا اضافہ۔ (یا للعجب)

۶...... پھر الحکم مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں جو تقریر مرزا جی کی چھپی ہے اس میں تعداد مریداں تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) بتائی گئی ہے طرفہ یہ کہ ۹ جولائی ۱۹۰۴ء میں جب ہمارے مقدمہ میں آپ نے اپنا حلفی بیان دیا اس میں تعداد مریدان صرف دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) بتائی۔

عجیب بات ہے کہ ایک سال کے بعد ایک لاکھ کا خسارہ کیسے ہوگیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ لغو بیانی اور نرا جھوٹ تھا۔ عدالت میں جب آپ پر سوال ہوا کہ آپ کے پاس کوئی رجسٹر ہے۔ جس سے تعداد مریدان معلوم ہوسکے۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی رجسٹر نہیں ہے لیکن مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر ۱۰ ماہ سے بنوایا تھا۔ مگر مرزا صاحب کے کاتب الوحی مولوی عبدالکریم کا جب ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو بمقدمہ

حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین بیان حلفی ہوا۔تو آپ نے مرزا صاحب کی تکذیب کرتے ہوئے اپنے پاس ایسا رجسٹر ہونے سے انکار کر کے لکھایا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر ہے جو اور صاحب کے سپرد ہے۔

ان بیانات سے ثابت ہوا کہ تعداد مریدان کا نہ کوئی رجسٹر ہے، نہ حساب کتاب۔جس نے چاہا بڑ ہانک دی در حقیقت تعداد مریدان لاکھوں کی نہیں صرف ہزاروں کی تعداد ہو تو ہو۔باقی سب مبالغہ جھوٹ اور دروغ بافی ہے۔

۲.....عمر مرزا کے متعلق غلط بیانی۔عمر کے متعلق آپ کی پیشگوئی تھی۔(وسیحییک حیوۃ طیبۃ ثمانین حولا اوقریبا من ذلک)(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۲)۔ پھر حقیقۃ الوحی میں ہے۔اطال اللہ بقائک. اسی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶)
(گویا مرزا جی کے خدا کو پانچ چار کی کمی بیشی کے متعلق اشتباہ ہی رہا۔مصنف)

اشتہار تبصرہ میں درج ہے: تیری عمر کو بڑھا دوں گا اور تیری موت کی پیشگوئی کرنے والوں کو تباہ کر دوں گا۔(پیشگوئی کرنے والے زندہ رہے اور آپ تباہ ہو گئے۔مصنف)

بمقدمہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین ۶ جولائی ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے اپنے حلفی بیان میں اپنی عمر پینسٹھ (۶۵) سال لکھائی، آپ کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہو گیا اس حساب سے آپ کی کل عمر انہتر (۶۹) سال ہوتی ہے، جو ثمانین حولا اور اسی (۸۰) سال یا پانچ کم یا زیادہ کی پیشگوئی کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

ہاں ہم مرزا جی کی کذب بیانی کا ذکر کر رہے تھے۔اخبار الحکم ۱۹۰۳ء میں آنجناب نے اپنی عمر ۹۵ سال لکھی۔بتائیے حضرت جی کا کونسا بیان سچا اور کونسا جھوٹا ہے۔

۳.....قبر مسیح کے متعلق غلط بیانی۔ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ میں لکھا: کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا۔کشتی نوح صفحہ ۵۳، ۵۴، میں درج ہے: کہ مسیح کشمیر میں فوت ہوا۔سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر موجود ہے۔

اتمام الحجۃ حاشیہ صفحہ ۱۹ میں ہے: قبر مسیح بلدہ اقدس میں ہے۔اس پر ایک گرجہ میں قبر مریم ہے۔

فرمایئے حضرت جی کے تین بیان ہیں جن میں تناقض صریح ہے ان میں سے کونسا سچا کونسا جھوٹا ہے۔

۴.....طاعون پڑنے کے متعلق غلط بیانی۔کشتی نوح صفحہ ۵، میں آپ نے لکھا ہے: کہ قرآن شریف میں بلکہ تورات کے بعض صحف میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی۔بلکہ حضرت مسیح نے انجیل میں بھی یہ خبر دی ہے۔

آؤ قرآن کریم کی ورق گردانی کرو۔کہاں کس پارہ کس رکوع کس آیت میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی؟ یہ کیسا افتراء علی اللہ اور ڈبل جھوٹ ہے۔ایسا ہی تورات انجیل میں بھی ہرگز ایسا نہیں لکھا ہوا۔مرزا جی کی یہ سب دروغبافی ہے۔

۵.....مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے: کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی نشانی ہوگی کہ وہ ذوالقرنین ہوگا۔

ہم مرزائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ ایسی کوئی حدیث کسی کتاب حدیث سے دکھلائیں۔ہرگز ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔یہ محض افتراء علی الرسول اور کذب محض ہے۔

۶.....قرآن میں قادیان کا نام ہونے کے متعلق غلط بیانی۔

ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ میں ہے: قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔

دکھلاؤ قرآن میں کس پارہ کس رکوع کس آیت میں قادیان کا نام لکھا ہے؟ ایسے دروغگو کا کیا کہنا۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکفت چراغ دارد

۷......ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ میں ہے: انا انزلنہ قریبا من القادیان قرآن کے دائیں صفحہ پر میں نے دیکھا۔

کونسے قرآن میں اس قرآن میں تو دائیں بائیں ایسی من گھڑت آیت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔

۸......تین شہروں مکہ، مدینہ اور قادیان کے نام قرآن شریف میں اعزاز کیساتھ درج ہیں۔

مکہ مدینہ کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے قادیان کا نام کوئی مرزائی دکھلا دے اور من مانگا انعام حاصل کرے یا اپنے مرشد کی کذب بیانی پر مہر کر دے۔

۹......توضیح المرام صفحہ ۴۰ میں ہے: قرآن شریف میں ہے کہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں۔ جن کو لغوی کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔

بتاؤ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کس آیت کا یہ ترجمہ ہے؟ قرآن میں ہرگز کہیں ایسا نہیں لکھا، یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔

۱۰......ادعائے نبوت وانکار دعوے نبوت دونوں باتیں مرزا کی تصانیف میں موجود ہیں۔ جن کا ذکر مفصل اوپر کیا جا چکا ہے۔ ان دونوں میں سے کونسی بات سچی کونسی جھوٹی ہے۔ ع

دروغ گو را حافظ نباشد

۱۱......ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰ میں ہے: ''میں مثیل مسیح ہوں میرا دعویٰ ہرگز مسیح موعود کا نہیں اگر کوئی شخص مجھے مسیح موعود سمجھتا ہے تو وہ مجھ پر افتراء کرتا ہے''۔

پھر اسی کتاب صفحہ ۲۶۱ میں ہے: یہ عاجز مجازی طور پر اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں درج ہے۔ میں نے براہین میں صاف لکھا ہے کہ میں روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہوں جس کی اللہ اور رسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔

بتاؤ ان دونوں باتوں سے کہ میں مسیح موعود نہیں جو ایسا سمجھتا ہے وہ مجھ پر افتراء کرتا ہے۔ اور پھر یہ کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں ہے۔ کونسی بات سچ ہے اور کونسی جھوٹ ہے۔

۱۲......مسیح ہندوستان میں صفحہ ۹۱: بنو اسرائیل کے دس فرقے جن کا انجیل میں گم شدہ بھیڑیں نام رکھا گیا ہے ان ملکوں (ہندوستان) میں آ گئے تھے جن کے آنے میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ حضرت مسیح اس ملک کی طرف سفر کرتے اور گم شدہ بھیڑوں کو خدا کا پیغام دیتے۔ (بتاؤ کس تاریخ میں مسیح کا ہندوستان میں آنا اور کشمیر میں فوت ہونا لکھا ہے)

۱۳......ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۷ میں ہے شعر

کرم کے بودم مرا کردی بشر   من عجب تر از مسیح بے پدر

اس شعر میں مسیح کے بے پدر ہونے کا اقرار ہے۔ نیز کتاب مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۰، ۷۲ میں بھی مسیح کا بے باپ ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔

پھر ازالہ صفحہ ۳۰۳ میں اس کے خلاف لکھا ہے: کہ مسیح علیہ السلام اپنے والد یوسف نجار کے ساتھ نجاری کا کام کر کے چڑیاں بناتا تھا۔

فرمایئے دونوں اقوال سے کونسا قول سچ ہے کونسا جھوٹ ہے۔

۱۴......مرزا جی نے حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ میں لکھا ہے: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے

طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ دین اسلام کا اس میں وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔

نیز اسی کتاب صفحہ ۵۰۴ میں ہے: یعنی اگر طرق رفق ونرمی ولطف اور احسان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور حق جو محض دلائل اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے۔ یعنی زمانہ مسیح ومہدی موعود جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لیے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال کرے گا۔ اور حضرت مسیح نہایت سیاست کیساتھ دنیا پر اتریں گے تمام راہوں اور سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کردیں گے اور کج وناراست کا نام ونشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہر سے نیست و نابود کردے گا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے لیے بطور ارہاص واقع ہوا ہے یعنی جلالی طور اور جسمانی طور پر خدا تعالیٰ اتمام حجت کرے گا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر رفق واحسان سے اتمام حجت کررہا ہے۔

اس عبارت میں نص آیت قرآن سے استدلال کرتے ہوئے مرزاجی جسمانی طور پر مسیح علیہ السلام کے نزول اجلال کی خبر دے رہے ہیں اور اب قرآنی استدلال کے رو سے اس کے خلاف مسیح کے نزول اور جسمانی طور پر آنے کا شدومد سے انکار کررہے ہیں اب بتایا جائے مرزا صاحب کا کونسا بیان سچا اور کونسا جھوٹا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ براہین والے بیان کو سچا قرار دیا جائے تا کہ جمہور اہل اسلام کے عقیدہ سے تطابق ہوجائے اور حال کے بیان کو بالکل جھوٹ قرار دیا جائے جس میں یہ خودغرضی پائی جاتی ہے کہ مسیح کو فوت کرکے اپنے لیے جگہ خالی کرنا منظور ہے۔

مرزاجی کے عجیب وغریب اقوال

عورت بنکر حاملہ ہوجانا اور بچہ جننا

چونکہ آپ مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں حالانکہ آنے والے مسیح کا نام عیسیٰ بن مریم ہے اور آپ کا یہ نام نہیں، نہ مریم کے بیٹے ہیں اس لئے آپ نے عیسیٰ بن مریم بننے کی ایسی توجیہ فرمائی کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ فرماتے ہیں: جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں پرورش فرمائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گذرے تو جیسا کہ براہین احمدیہ میں ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور کئی مہینہ بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ (کشتی نوح صفحہ ۴۶،۴۵)

عیسائیوں کی تثلیث تو سنا کرتے تھے۔ مرزاجی ان سے بھی بڑھ گئے۔ آپ مرد سے عورت بن گئے دوسال تک عورت کی صفت میں پرورش پائی پھر آپ کو حمل ہوگیا جو دس مہینے رہا پھر بچہ عیسیٰ جنا۔ مرزاجی تھے تو ایک مگر آپ ہی مرد (غلام احمد) آپ ہی عورت (مریم) آپ ہی بچہ (عیسیٰ) ہیں۔ سبحان اللہ۔ شعر

این چہ بوالعجبی است خود کوزہ   و خود کوزہ گر و گل کوزہ

بھلا ان رازوں کو کون سمجھے۔ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔

ایک عجیب فرشتہ

مرزاجی بقول شخصے جیسی روح ویسے فرشتے خود بدولت پنجابی نبی ہیں۔ الہام تو عربی انگریزی اردو ہوتے ہیں البتہ فرشتے کبھی پنجابی بھی آجاتے ہیں اور وحی بھی پنجابی

ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ میرے پاس آیا اور اس نے بہت سارو پیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اسکا نام پوچھا اس نے کہا کوئی نام نہیں میں نے کہا آخر کچھ نام تو ہونا چاہیے۔ اس نے کہا میرا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔ پنجابی میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین وقت ضرورت پر آنے والا۔ تب میری آنکھ کھل گئی بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا براہ راست لوگوں کے ہاتھ سے اسقدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال وگمان بھی نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۲)

کیا آج تک کسی نے فرشتہ کا یہ انوکھا نام ٹیچی ٹیچی سنا؟ مرزا جی نبی بنیں تو فرشتوں کے ایسے ایسے عجیب وغریب نام بتائیں۔ واہ کیا کہنا مرزا صاحب کا یہ الہام نہیں اضغاث احلام ہیں۔ پنجابی میں مثل مشہور ہے بلی کا خواب چھیچھڑے۔ مرزا کو روپیوں ہی کے خواب آتے ہیں اور ایسے ایسے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ نام سنکر ہی دنگ رہ جائیں۔ تعجب ہے کہ مرزائی صاحبان لکھے پڑھے ہو کر ایسے خرافات دیکھ سنکر بھی ایسے خبطی شخص کو اپنا پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔

مرزا جی کو حیض آتا ہے

مرزا جی کا ایک اور عجیب الہام ہے: **یریدون ان یروا طمثک** ...... الخ

یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے پر خدا تعالیٰ تجھے انعامات دکھلائے گا اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ایسا جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔

مرزائیو! مرشد کے الہامات کی داد دینا مرزا جی کو حیض آیا پھر وہ بچہ ہو گیا بچہ بھی ایسا جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (**ان ھذا لشرک عظیم**)

مرزا جی کی پیشگوئیاں

مرزا جی چونکہ مدعی نبوت تھے اس لیے ضروری تھا کہ پیشگوئیاں بھی کرتے، جو لوازم نبوت سے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے آپ کی کوئی پیشگوئی بھی صحیح نہ نکلی منجموں رمالوں جفاروں اور پوپوں کی پیشگوئیاں کبھی کبھی درست نکل آتی ہیں لیکن مرزا صاحب کی کبھی کوئی پیشگوئی درست نہ نکلی چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم کی پیشگوئی:

آپ نے ڈپٹی مذکور کی نسبت ۵ جون ۱۹۰۳ء کی پیشگوئی کی تھی کہ وہ ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی وہ پندرہ ماہ کے عرصے میں سزائے موت سے ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے گا، مجھ کو پھانسی دی جائے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا کرے گا ضرور کریگا ضرور کریگا، زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸)۔

افسوس پندرہ ماہ گذر گئے۔ آتھم نہ مرا عیسائیوں نے خوشیاں منائیں طرح طرح کے بکواس کئے مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ع

خود کردہ را علاجے نیست

ہاں حسب دستور مرزا جی کہنے لگے کہ آتھم نے حق کی طرف رجوع کر لیا اور موت ٹل گئی۔ رجوع کیسے کیا؟ کیا مسلمان ہو گیا اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ کلا وحاشا عیسائی کا

عیسائی ہی رہا عیسائیت پر ہی اسکا خاتمہ ہوا۔ مرزا جی کی گندی تاویل ؏

"دل کے بہلانے کو تو غالب یہ خیال اچھا ہے"

۲.....تبصرہ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ اور پیشگوئی کی گئی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت خداتعالیٰ نے الفاظ ذیل میں مجھے اطلاع دی ہے:

خدا کے مقدسوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا، نہ دیکھا، نہ جانا رب فرق بین صادق و کاذب انت تری کل مصلح و کاذب. (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۴ حاشیہ)

خداتعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں یہ خداتعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خاں کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دیکر لکھا ہے کہ صادق کے ساتھ شریر فنا ہو جائے گا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے اور میں شریر اور خداتعالیٰ کے اس کے رد میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب ان کو نصیب نہیں ہوتا اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور صادق و کاذب میں کوئی امر فارق نہ رہے الخ۔ غرض یہ کہ عبدالحکیم خاں مرزا صاحب کی زندگی میں مرجائے گا اگر اسکے عکس ہوا تو مرزا جی کاذب شریر مفتری سب کچھ ہونگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا جی عبدالحکیم خاں کی زندگی میں فوت ہو کر اپنے لکھے ہوئے خطاب کے مصداق ہو گئے۔ عبدالحکیم خان کی پیشگوئی مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کہ مرزا تین سال تک ہلاک ہو جائے گا اور پھر یکم جولائی ۱۹۰۷ء کہ آج سے ۱۴ ماہ تک سزائے موت ہاویہ میں گرایا

جائے گا، پوری ہوئیں کہ آپ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو کر قصہ پاک کر گئے۔

۳.....محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی۔

۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء کو آپ کو الہام ہوا کہ اس سے تیری شادی ہوگی۔ انا زوجناکھا فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ۔ غرض اس کے متعلق آپ کو بڑے دھڑلے کے الہام ہوتے رہے کوششیں بھی ہوئیں لیکن محمدی بیگم دوسرے شخص سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ پھر یہ کہا کہ بیوہ ہو کر ضرور واپس ملے گی۔ آخر وقت تک آپ کو اس کی ہوس رہی لیکن مرزا جی یہ حسرت دل میں لے کر قبر میں جا سوئے ان کی منکوحہ آسمانی دوسرے کی آغوش میں دھڑا دھڑ بچے جن رہی ہے۔ مرزائی بیچارے دیکھ دیکھ کر کڑھ رہے ہیں لیکن اللہ رے خوش اعتقادی کہ اب بھی ایسے جھوٹے شخص کو مرشد سمجھا ہوا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ کہاں تک شمار کیا جائے ہم چو قسم کی اور بھی کئی پیشگوئیاں کی گئیں جو جھوٹی نکلیں۔ مثلاً:

۱.....غلام حلیم کی بشارت جو بمنزلہ مبارک احمد ہوگا۔ (جھوٹی نکلی .....مصنف)

۲.....یحییٰ کی بشارت کہ وہ زندہ رہے گا۔ (صفر)

۳.....عالم کباب کی پیدائش کی پیشگوئی جن کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم تباہ ہو جائے گا۔ (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۶ء ...... ندارد)

۴.....شوخ و شنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ (لڑکی پیدا ہوئی .....مصنف)

۵.....اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو نصرت بیگم کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

کوئی خاتون نصیب نہ ہوئی، نہ اس سے نسل بڑھی۔ غرض آپ کی کوئی پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ لیکن پھر بھی آپ صادق مصدوق مہدی مسعود مسیح موعود بنے رہے اور مریدان خوش اعتقاد سر تسلیم خم کرتے رہے۔ (یا للعجب)

مرزا جی کی تصانیف

مرزائی صاحبان مرزا جی کے کمال نبوت و رسالت پر ایک یہ بھی دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ آپ نے بہت سی کتابیں عربی، فارسی، اردو میں تصنیف کی ہیں۔ اور عربی قصیدے بھی لکھے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ سو واضح ہو کہ مرزائی صاحبان نے مینڈک کی طرح صرف کنواں تلک ہی اپنی نگاہ کو محدود کیا ہوا ہے۔ شعر

چو آں کرم کہ در سنگے نہان است　　　زمین و آسمان او ہمان است

کاش وہ متقدمین فضلاء کی تصانیف دیکھتے تو یہ رکیک استدلال پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ فقہاء کرام و محدثین نے کس قدر ضخیم کتابیں لکھ کر ان میں علوم و معارف بھر دیے۔ مبسوط سرخسی تیس ضخیم جلدوں میں ہے جس میں فقہ کے مسائل کی تشریح کی گئی ہے، علامہ ابن عابدین معروف شامی نے پانچ بڑی بڑی جلدوں میں درمختار کی شرح ردالمختار تصنیف کی اس کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھو، ایسا ہی روح البیان وغیرہ۔

چند مصنفین اسلام

۱۔ ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا بڑے پایہ کا فاضل اور مصنف تھا۔ اس کا کمال دیکھ کر شمس الدولہ والی گورگاں نے اسکو عہدہ وزارت پر سرفراز فرمایا۔ وزارت کے ایام میں ۱۲۰ مریضوں کا ہاتھ دیکھ کر کھانا کھایا کرتا تھا۔ علم طب میں ۲۶ کتابیں، فقہ اور توحید میں ۱۲۰، حاصل و محصول ۲۰ جلد، البر والاثم ۸ جلد اسی کی تصانیف سے ہیں۔ لغت میں ۴ منطق میں ۶، طبعی اور ریاضی میں ۱۵ اور سیاست و موسیقی میں ۷ تصانیف ہیں۔

۲.....طبری مشہور مصنف ہے۔ اصل نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب تھا۔ شہر ابل واقعہ طبرستان میں ۲۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ فن تاریخ میں کامل مہارت تھی علامہ حموری نے معجم الادباء میں لکھا ہے کہ طبری نے چالیس سال تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم رکھا ہر روز چالیس (۴۰) ورق لکھا کرتا تھا اور نظر ثانی نہ کرتا تھا اس نے کل پانچ لاکھ چھیاسٹھ ہزار چار سو ورق لکھے۔ ایک روز اس نے اپنے دوستوں سے پوچھا تم اس بات سے خوش ہو کہ میں نے ایک تاریخ لکھی ہے جس میں آدم سے آج تک کے واقعات ہیں، اس کی ضخامت اکتیس ہزار ورق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مطالعہ کے لیے بڑی عمر چاہیے۔ طبری نے کہا افسوس تمہاری ہمتیں پست ہوگئیں، پھر اسکو مختصر کیا۔ جامع البیان فی تاویل القرآن ۲۵ جلد اسکی تصنیف ہے۔ جو اب بھی کتب خانہ خدیویہ میں قلمی موجود ہے۔ تاریخ الملوک والامم ۱۱ جلد لنڈن میں چھاپی گئی ہے۔ مورخ موصوف شوال ۳۱۰ھ میں فوت ہوا اور بعدہ اپنے گھر میں دفن ہوا۔

مرزائی صاحبان بتائیں کہ آپ کے مرزا کی ان مصنفین کے مقابلہ میں کیا

حقیقت ہے آپ نے کونسی تفسیر قرآن یا فن فقہ اصول اور حدیث میں کوئی کتاب تصنیف کی۔ آپ کی تمام کتابوں میں یا دوسرے لوگوں کو گالیاں یا اپنی خودستائی درج ہے کہ میں مسیح موعود، میں مہدی مسعود، میں نبی و رسول، میں رام چندر، میں کرشن، میں شری شکلنگ بھگوان کا اوتار، میں ایسا میں ویسا ہوں۔

مرزا جی کی فصاحت و بلاغت

مرزا صاحب کی فصاحت و بلاغت کا یہ حال کہ اردو تک بھی صحیح نہ تھی۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے: کہ کسی من چلے مرید نے آپ کی بودی اردو دیکھ کر اعتراض کر دیا کہ حضور عالی اردو میں پنجابی الفاظ گھسیڑ دیا کرتے ہیں۔ تو فرمانے لگے کیوں نہ ہو آخر پنجابی ہوں جب عربی فارسی الفاظ اردو میں ملے جلے ہیں تو پنجابی الفاظ کی ملاوٹ پر کیا اعتراض ہے۔ (واہ کیا عمدہ جواب ہے۔ ......مصنف) ع

''برین نکتہ دانی بباید گریست''

عربی عبارت کا تو کیا کہنا۔ اعجاز المسیح نام کی ایک کتاب تصنیف فرمائی جسکو قرآن کا ہم پلہ بتلایا گیا۔ اس میں اکثر عبارات مقامات حریری کی سرقہ کر کے لکھی گئی جیسا کہ عدالت میں آپ کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی کو حلفی بیان دیتے وقت جب وہ عبارتیں دکھائی گئیں تو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوا۔ آخر توارد کا عذر لنگ پیش کر دیا۔ چنانچہ بیان یوں ہے: اعجاز المسیح میں مقامات حریری سے عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ حوالہ نقل کا نہیں ہے حوالہ نہ دینے سے مصنف اعجاز المسیح سرقہ کا ملزم نہیں ہے۔

(خود بخود بیان کیا کہ جن عبارتوں کے سرقہ کا الزام لگایا گیا ہے۔ اعجاز المسیح پر وہ عبارتیں سرقہ نہیں کہی جا سکتیں۔ اس لیے کہ بعض وقت توارد کے طور پر دوسرے مصنف کا

فقرہ لکھ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ فقرہ پہلے مصنف کا نہیں ہوتا اپنا طبع زاد ہوتا ہے۔ اس لیے میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کل عبارتیں اصل ہیں یا نقل؟ (ملاحظہ ہو بیان حکیم فضل الدین مستغیث مورخہ ۱۹۰۳_۰۶_۲۳ بعدالت مہتہ آتارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور)

مخلص مرید کا مرشد کی کتاب میں مقامات حریری کی بجنسہ عبارات دیکھ کر مبہوت ہو جانا اور یہ بودی توجیہ پیش کرنے پر مجبور ہونا کہ یہ توارد بھی ہو سکتا ہے، قابل توجہ ہے۔ کیا اسی برت پر جناب مرزا صاحب اپنی اس کتاب کی نسبت لکھتے ہیں: ان کلامی ھذا قد جعل من المعجزات (این کلام من بطور معجزہ گردانیدہ شد) و ای معجزۃ اعظم من اعجاز قد وقع ظل القرآن وشانہ کلام اللہ فی کونہ ابعد من طاقۃ الانسان (وکدام معجزہ ازاں معجزہ بزرگ تر خواہد بود کہ قرآن راہم چوں ظل واقع شدہ وکلام الٰہی را در خیارق عادت بودن مماثل گشتہ)

اگر عبارات اعجاز المسیح باوجود مسروقہ ہونے کے معجزہ ہیں تو مسروق منہ مقامات حریری کی عبارات کو کیوں نہ سب سے بڑا معجزہ مانا جائے۔

علاوہ ازیں جس قدر اغلاط کی بھرمار اس کتاب مماثل قرآن ''اعجاز المسیح'' میں پائی جاتی ہیں اس کی تفصیل سیف چشتیائی مؤلفہ حضرت پیر صاحب گولڑوی میں درج ہے۔ آپ کی کسی عربی کتاب کا کوئی صفحہ اٹھا کر دیکھو، درجنوں اغلاط پائی جائیں گی۔ چنانچہ آگے چل کر ہم معزز ناظرین کو مرزا صاحب کی وہ عبارت مندرجہ مواہب الرحمٰن دکھائیں گے جس کی بناء پر خاکسار کی طرف سے مرزا جی پر استغاثہ ہوا۔ نمونہ کے طور پر آپ کے ایک الہام کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ الارض والسماء معک کما ھو معی یہ الہام کفریہ ہونے کے علاوہ ایسا غلط ہے کہ ایک مبتدی بھی اس کی غلطی نکال سکتا ہے۔ چنانچہ اس

میں ھو ضمیر واحد غائب ہے جو ارض و سماء دو چیزوں کی طرف راجع ہے۔ اس لیے ھو نہیں ھما ضمیر تثنیہ ہونی چاہیے۔ اگر واحد کی ضمیر بھی ہو تو چونکہ لفظ ارض و سماء موئنثات سماعیہ سے ہیں اس لیے ضمیر واحد مؤنث ہی ہونی چاہیے تھی۔ واہ جی واہ مرزا جی کی فصاحت و بلاغت کا کیا کہنا۔

یہ بات کہ آپ کے قصائد عربیہ کا کسی نے جواب نہیں لکھا۔ سو گالیوں کا جواب گالیوں سے دینا کون بھلا مانس پسند کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کے پاکیزہ کلام کے دو شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل کیے جاتے ہیں۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴ میں درج ہیں۔

ومن اللئام ارای رجیلا فاسقا غولا لعیناً نطفة السفهاء

اور لئیموں میں سے ایک فاسق مرد کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔

شکسٌ خبیثٌ مفسدٌ و مزوّرٌ نحسٌ یسمی السعد فی الجهلاء

ترجمہ: بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھانے والا منحوس ہے جسکا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔

بتایئے ایسی بیہودہ اور فحش گالیوں کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی شریف کو جرأت ہوسکتی ہے؟ علاوہ ازیں علماء وفضلاء کے پاس مرزا کی طرح پریس نہیں تا کہ وہ اپنے قصائد کو شائع کرتے رہیں۔ میرے پاس کئی قلمی تحریریں عربی نظم ونثر ایسی پڑی ہیں جو علماء نے مرزا کی تردید میں لکھیں جن کی مرزا صاحب کے مریدوں کو سمجھ بھی نہیں آسکتی۔ مگر وہ چھپنے سے رہ گئیں۔

ہاں! علامہ دہر جناب ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی کا وہ قصیدہ جو بے

نقط حروف میں آپ نے لکھ کر سیالکوٹ میں مرزا صاحب کے پیش کیا تھا جس کو دیکھ کر مرزا صاحب مبہوت ہوگئے تھے، (سراج الاخبار جہلم۔ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور) روئیداد مقدمات قادیانی میں چھپا ہوا موجود ہے۔ باوجود عرصہ ممتد گذر جانے کے مرزا یا کسی مرزائی کو اس کا جواب لکھنے کی قدرت نہ ہوئی۔ یہ قصیدہ ہم آگے چل کر درج کریں گے۔ اور مرزائیوں کو چیلنج دیں گے کہ اب بھی اگر قدرت ہے تو اسکا جواب دیں۔ علامہ ممدوح نے سورہ فاتحہ کی ایک مکمل تفسیر بے نقط حروف میں لکھی تھی جو قلمی موجود ہے۔ نیز آپ کی ایک کتاب علم فرائض میں عربی نظم میں اشعار کی چھپی ہوئی ہے جس کو دیکھنے سے علامہ ممدوح کے تبحر علمی کا اور علم ادب میں قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ ہاں مرزائی صاحبان نے علامہ فیضی فیاضی (وزیر دربار اکبری) کی تفسیر سواطع الالہام تو ضرور دیکھی ہوگی۔ جو ایک ضخیم تفسیر قرآن بے نقط حروف میں ہے پھر انصاف کریں کہ مرزا صاحب کی تصانیف کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے۔ غرض مرزا صاحب کی ایسی اناپ شناپ اغلاط سے بھرپور تصانیف بھی ان کی نبوت و رسالت یا صداقت کی ہرگز دلیل نہیں ہوسکتیں جن پر مرزائی ناز کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب کے نشانات

مرزا صاحب خدا کا خوف نہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر کوئی میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو میں اسکو ثبوت دے سکتا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)۔

پھر تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے: کہ رسول اللہ ﷺ سے تین ہزار معجزے ظاہر ہوئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ معجزنمائی میں آپ کو رسول اللہ ﷺ پر بھی فضیلت

ہے۔ ہاں جناب آپ کی قسم پر اعتبار کر کے تو ایسا جھوٹ جو زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا کون تسلیم کر سکتا ہے۔ ہم آپ سے اس پر ثبوت مانگتے ہیں، بتلایئے وہ کیا ہے؟ آپ نے اپنی آخری تصنیف حقیقۃ الوحی میں جو اپنے نشانات کی فہرست دی ہے۔ باوجودیکہ ایک ایک واقعہ کو دس بارہ بارہ دفعہ بیان کر کے تعداد بڑھانے کی کوشش کی ہے پھر بھی نشانات کا آخری نمبر ۲۰۵ تک پہنچ سکا ہے۔ اگر تین لاکھ نشان تھے تو کم سے کم تین ہزار اگر یہ بھی نہیں تو تین سو تو پورے کرتے۔ (جھوٹ کی حد ہو گئی...... مصنف)

آپ نے اعجاز احمدی صفحہ ا، سطر ۱۰ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے: کہ میری پیشگوئیوں کے مصدق ساٹھ لاکھ ہیں ذرا ان کا اتہ پتہ ہی بتا دیا ہوتا۔ ع

"تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد"

ہاں! ہم آپ کے بعض ان نشانات پر نظر کرتے ہیں۔ جو آپ نے حقیقۃ الوحی میں درج فرمائے ہیں جن میں متعدد نمبر مقدمات جہلم و گورداسپور کے بھی دیے گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم کو اب دوبارہ روئیداد مقدمات شائع کرنی پڑی ہے کہ آپ نے ان واقعات کو جو آپ کی ذلت کے چمکتے ہوئے نشان تھے عزت و صداقت کے نشان قرار دیکر پبلک کو دھوکہ دینا چاہا ہے بلکہ آپ کے خلیفہ محمود اور عینی گواہ مولوی محمد علی نے بھی ان مقدمات کو مرزا صاحب کے معجزات میں شمار کر کے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ مرزا اور ان کے مریدوں کی شوخ چشمی اور احباب کے اصرار سے اب یہ روائیداد لکھی جا رہی ہے تا کہ مسلمانوں پر اصلیت منکشف ہو جائے کہ مقدمات میں مرزا جی مظفر و منصور ہوئے ہیں یا ان میں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ ذلت اور شکست دی جس کو قبر میں بھی نہ بھولے ہوں گے۔ سو نشانات مندرجہ حقیقۃ الوحی کی ایک بہت مقدار تو حرم سراء میں لڑکوں اور لڑکیوں کی

پیدائش، وفات یا بیماری یا تیمارداری وغیرہ سے مہیا کی گئی ہے جن کی تفصیل ترتیب وار درج ذیل ہے:

نشان ۳۴: ایک لڑکا مر گیا تھا اس کے بعد ایک اور پیدا ہو گیا جس کا نام محمود رکھا گیا۔

نشان ۳۵: اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہو گیا اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔

نشان ۳۶: بشیر احمد کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔

نشان ۳۷: پھر حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت ملی وہ پیدا ہوئی اور مبارکہ بیگم نام رکھا گیا جس کے عقیقہ کے روز لیکھرام مارا گیا۔

نشان ۳۸: لڑکی کے بعد ایک اور لڑکا تولد ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔

نشان ۳۹: ایک اور لڑکی کی بشارت ہوئی وہ پیدا ہو کر چند ماہ بعد مر گئی۔

نشان ۴۰: پھر دخت کرام ایک اور لڑکی کی بشارت ہوئی جو پیدا ہو گئی اسکا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا یہ زندہ ہے۔

نشان ۴۱: ایک پیشگوئی اربعة من البنين یوں پوری ہوئی کہ چار لڑکے محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد، مبارک احمد۔ (پوراگنڈا پیدا ہوئے)

نشان ۴۲: پانچویں لڑکے نافلہ کی بھی بشارت تھی، وہ بھی ہو گیا نصیر احمد نام رکھا گیا۔

نشان ۷۷: بشیر احمد بیمار ہو گیا تھا آشوب چشم تھا۔ ابرق طفلی بشير (بے معنی...... مصنف) الہام ہوا لڑکا دوسرے دن شفایاب ہو گیا۔

نشان ۸۵: مجھے قولنج ہو گیا سولہ دن پاخانہ سے خون آتا رہا۔ دریا کی ریت تسبیح و درود پڑھ کر ملی کی آرام ہو گیا۔

نشان ۸۶: میرے دانت کو درد ہو گیا القا ہوا اذا مرضت فهو يشفی درد سے آرام ہو گیا۔

نشان ۸۷: دہلی میں شادی رچائی سامان عروسی کا فکر تھا الہام ہوا۔ ع

ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ سامان کنم

ایک جگہ سے پانچ سو اور دوسری جگہ سے تین سو روپیہ قرض مل گیا۔ سامان عروسی تیار ہوگیا۔

نشان ۱۸۱: ایک لڑکی عاسق پیدا ہو کر مرگئی۔

نشان ۱۸۵: خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ اپنی عورت سے یہ کشف بیان کیا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکا ایک طرف سے دوڑا آیا جب چٹائی کے پاس آیا پاؤں پھسل گیا، پیشگوئی پوری ہوئی۔

پیشگوئی کرنے والے مرزا خود بدولت گواہ اپنی جورو۔

نشان ۱۸۶: مبارک احمد کو پیاس لگی کہا ابا پانی میں نے دوڑ کر کنوئیں سے پانی پلا دیا الہام پورا ہوگیا۔

غور فرمائیے یہ پندرہ نشانات گھر ہی سے مل گئے۔ ہمیشہ انسان کے گھر اولاد پیدا ہوتی رہتی ہے بالخصوص ایسے شخص کے ہاں جس نے مقوی ادویہ مشک عنبر یا قوتیاں اپنی روزانہ خوراک بنا رکھی ہوں پھر جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو پیشگوئی جڑ دی۔ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ آخر کچھ تو ہوگا جو کچھ بھی پیدا ہوا نشان پورا ہوگیا۔ گواہ بھی گھر کے آدمی ہیں جھٹلائے گا کون؟ جتنے لڑکے یا لڑکیاں پیدا ہوئیں زندہ رہیں تو بہتر، مرجائیں تو بلا سے۔ آخر نشان تو ہوگیا۔ ایسا ہی مرزا جی کو قبض ہو کر پھر پاخانہ آگیا تو بھی نشان پورا ہوگیا۔ ڈاڑھ درد کرنے لگی پھر درد سے آرام ہوگیا۔ ہر ایک شخص کو ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ بس نشان پورا ہوگیا۔ شادی رچائی معمولی آدمیوں کو بھی ایسی تقاریب پر قرضے مل جاتے ہیں سات آٹھ سو روپیہ قرضہ مل گیا سامان عروسی تیار ہوگیا۔ شادی کی شادی اور نشان کا نشان۔ ایسے

نشانات کا کیا کہنا گھر میں کسی لڑکے نے ہگ دیا یا موتا یا پاؤں پھسل گیا یا پانی مانگا۔ بابا جی کا نشان بن گیا۔ خوب ۔

این کرامات پیرما چہ عجب   گربہ شاشید گفت باران شد

حضور والا ان الہامات کو تو ہضم کر گئے جو صاف جھوٹے ہو کر ملہم کی کذب بیانی پر مہر کر گئے۔ مثلاً

غلام حلیم کی بشارت جو بمنزلہ مبارک احمد ہوگا۔

یحییٰ کی بشارت جو زندہ رہے گا۔

عالم کباب کی بشارت جس کی پیدائش سے جہاں درہم برہم ہو جائے گا۔

شوخ وشنگ لڑکا کی بشارت جو لڑکی کی شکل میں نمودار ہوا۔

خواتین مبارکہ کی بشارت جو نصرت جہاں بیگم کے بعد ہونگی اور اس سے نسب بہت بڑھے گی۔ (ندارد)

محمدی بیگم کی بشارت جس کا آسمان پر نکاح بھی پڑھا گیا۔ مرزا جی اسی ہوس میں مر گئے وہ رقیب کے پاس چین اڑا رہی ہے۔ مرزا جی عمر بھر یہی کہتے رہے۔ شعر

رقیب آزاد ہا فرمود و جائے آشتی نگذاشت   کہ بس عمریست کایں بیمار سر بر آستان دار

مقدمات کے نشان

مرزا صاحب کے خلاف دو استغاثے ہوئے۔ ایک جہلم میں جو ایک قانونی بنا پر خارج ہوگیا۔ آپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا، پیشگوئیوں کی بھرمار کر دی۔ نادانی سے جوش میں آکر جہلم میں ایک کتاب مطبوعہ مواہب الرحمٰن تقسیم کی گئی جس میں میرا نام لکھ کر گالیاں دی گئیں۔ اس کی بنا پر دوسرا استغاثہ کیا گیا جو آپ کیلئے بلائے بے درماں ثابت ہوا۔ قریباً دو سال اس میں سرگرداں رہے جو تکالیف برداشت کیں ان کا ذکر آئے گا آخر عدالت مہتہ

آتمارام صاحب سے آپ کو پانچ سو(۵۰۰) روپیہ جرمانہ یا چھ(٦) ماہ قید کی سزا ہوئی۔

آپ کے مخلص مرید حکیم فضل دین صاحب بھیروی کو اسی مقدمہ میں دوسو (۲۰۰) روپیہ جرمانہ یا پانچ (۵) ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آخر عدالت سیشن کورٹ میں اپیل کرنے پر بصد مشکل رہائی ہوئی۔ صرف اس ایک واقعہ کی بنا پر آپ نے کتنے نمبر نشانات مشتہر کیے۔ ان کی تفصیل سنیے۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۳ میں ان نشانات کا اندراج شروع ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں:

نشان نمبر ۲۵: کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی تھی رب کل شیٔ خادمک فاحفظنی وانصرنی وارحمنی (اس عبارت میں مقدمہ فوجداری یا بریت کا کوئی ذکر نہیں) خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا۔

نشان نمبر ۲٦: کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری میں مجھے بریت ہوئی جو گورداسپور میں دائر تھا۔

نشان نمبر ۲۷: کرم دین جہلمی کی سزایابی کی نسبت پیشگوئی تھی جو مواہب الرحمٰن میں درج ہے اس میں وہ سزا پا گیا۔ (حالانکہ بیانات حلفی میں مقدمہ کی نسبت پیشگوئی سے انکار کرتے رہے) اسکا ذکر آگے آئے گا۔

نشان ۲۸: آتمارام کی اولاد کی موت کی نسبت پیشگوئی تھی بیس دن میں اسکے دو لڑکے مرگئے۔ (ہرگز یہ پیشگوئی کسی کتاب اخبار یا اشتہار میں شائع نہیں کی گئی۔ بعد از واقعہ یہ پیشگوئی گھڑی گئی اور آتمارام کی اولاد کے مرنے سے فائدہ کیا ہوا؟ آتمارام نے آپ کو طرح طرح تکالیف میں مبتلا کرنے کے بعد پانچ سو(۵۰۰) روپیہ جرمانہ یا چھ(٦) ماہ قید کی سزا بھی دیدی۔ فائدہ تو جب تھا کہ آتمارام مرگیا ہوتا اور مرزاجی سزا سے بچ جاتے۔)

نشان ۲۹: لالہ چندلال مجسٹریٹ کے تنزل کی پیشگوئی تھی۔ چنانچہ وہ گورداسپور سے تبدیل ہوکر ملتان منصفی پر چلا گیا۔ (کلا وحاشا کسی کتاب یا اخبار یا اشتہار میں اس پیشگوئی کا نام نشان نہیں اگر مرزاجی کو علم ہوتا کہ ان کی پیشگوئی کے مطابق مجسٹریٹ نے تبدیل ہوجانا ہے تو اتنے مقدمات کی زحمت چیف کورٹ تک کیوں گوارا کی جاتی۔ پھر لالہ چندلال کی تبدیلی سے مرزاجی کو کیا فائدہ ہوا؟ ان کے دو مقدمات جو خاکسار کیخلاف دائر تھے وہ خارج کرگئے اور ان کے وقت تو مرزاجی پیشی مقدمہ کے وقت آرام سے کرسی پر بیٹھے رہتے تھے ان کی تبدیلی پر ایک ایسا جابر حاکم مہتہ آتمارام آگیا کہ جس نے عدالت میں روزانہ چھ، چھ گھنٹہ مرزاجی کو ملزموں کے کٹہرے پر پاؤں پر کھڑا رکھا۔ آخر پانچ سو(۵۰۰) روپیہ جرمانہ ورنہ چھ(٦) ماہ قید کی سزا بھی دیدی۔ فائدہ تو تب ہوتا کہ لالہ چندلال کی تبدیلی پر مرزاجی کا کوئی مخلص مرید مجسٹریٹ یہاں آجاتا اور مرزاجی کو بری کردیتا۔)

نشان ٦۴: براہین احمدیہ میں فتح مقدمات کی پیشگوئی تھی مجھے فتح ہوتی رہی۔

نشان ۱۰۱: کرم دین کے فوجداری مقدمہ کے لیے جہلم جارہا تھا تو الہام اریک برکات من کل طرف جہلم میں مجھے قریباً دس ہزار آدمی دیکھنے آیا گیارہ سومرد اور دوسو عورت نے بیعت کی۔ (جھوٹ سفید جھوٹ اس کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کریں گے) مقدمہ میں مجھے بریت ہوئی۔

نشان ۱۱۸: کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کے لیے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہوا یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون اپنی جماعت کو یہ الہام سنا دیا خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی بھی موجود تھے (خواجہ کے گواہ ڈڈو) کچہری میں گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے سوال کیا۔ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا تریاق

القلوب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے جو اس نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے۔ تب وہ صبح کا الہام پورا ہو گیا۔ (یہ ہے حضرت اقدس کا سفید جھوٹ آپ کے ہر دو بیانات حلفی آگے بجنسہ درج ہونگے۔ ان میں نہ اس سوال کا ذکر ہے، نہ جواب کا۔ ایسے الہامات اور ایسے اقوال کا کیا کہنا۔ پیغمبر تو جھوٹ نہیں کہا کرتے۔ مرزا جی عجیب نبی ہیں کہ تانا بانا سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔)

نشان ۱۷۰: ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہوگا۔ الہام ہوا ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔

نشان ۱۷۹: مولوی کرم دین کے مقدمہ میں جو گورداسپور میں ہوئے کرم دین لئیم اور کذاب کے معنی سنگین بیان کرتا تھا۔ ہم خفیف ان دنوں الہام ہوا۔ ع

''معنی دیگر نہ پسندیم ما''

آخر فیصلہ ہمارے معنی پسند کئے گئے۔

نشان ۱۸۰: ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں الہام ہوا: یریدون لیطفئوا نورک و یتخطفوا عرضک وانی معک و مع اھلک ان دنوں میں نے خواب دیکھا کہ تین قوی ہیکل سنڈھے (پنجابی اردو......مصنف) مجھے مارنے کو کھڑے ہیں۔ ایک نے ان سے مجھ پر حملہ کیا میں نے ہٹا دیا۔ پھر دوسرے نے حملہ کیا وہ بھی ہاتھ سے ہٹا دیا۔ تیسرا بڑی شدت سے آیا قریب آیا تو دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اور میں اس کے ساتھ رگڑ کر (پنجابی...... مصنف) اس کے پاس سے گذر گیا۔ پھر القا ہوا رب کل شیء خادمک ......الخ اس سے سمجھا کہ کوئی مجھ پر مقدمہ ہوگا۔ آخر کرم دین نے جہلم میں مجھ پر مقدمہ کیا مقدمہ سخت تھا

میرے کشف کے مطابق اس میں تین وکیل تھے۔ (اس مقدمہ میں تین نہیں بلکہ سات وکیل تھے البتہ جس وقت وکلاء مرزا نے مسل دیکھی اس وقت تین تھے۔ وہی بات ذہن میں تھی کشف بن گیا) آخر کار مقدمہ خارج ہو گیا۔ (غور کیجئے مقدمہ خارج ہونے کو کتنے نمبروں میں بار بار بیان کر کے نشانات کے نمبروں میں اضافہ کیا گیا ہے۔)

ناظرین غور فرمائیں! صرف دو مقدمات (جہلم و گورداسپور) کا بار بار اعادہ کر کے گیارہ نشانات بنائے گئے ہیں۔ بات کا بتنگڑ اسی کو کہتے ہیں۔ بیچارے کیا کریں براہین احمدیہ کے خریدار تین سو دلائل حقانیت اسلام مانگتے ہیں وہ تو نہ لکھے جا سکے ان کو نشانات کی شکل میں لا کر خریداروں کی آنکھ میں خاک جھونکنے کی کوشش کی گئی۔ ایک ایک واقعہ کے بارہ بارہ پندرہ پندرہ نمبر دکھلائے گئے پھر بھی تین سو کی تعداد پوری نہ ہوئی۔ (خسر الدنیا والآخرۃ)

مرزا جی کا پیشگوئی مقدمات سے انکار

اب جب جناب والا کو مقدمات سے مر مر کر نجات ملی پیشگوئیوں کی بھرمار ہونے لگی ہے لیکن دوران مقدمہ ایسی کوئی پیشگوئی ہونے سے صاف انکار فرماتے رہے چنانچہ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جرم ۴۲۰ تعزیرات ہند عدالت لالہ چندلال صاحب مجسٹریٹ میں بحیثیت گواہ صفائی لکھایا اس میں صاف بیان کیا۔

''مواہب الرحمٰن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی تاریخ لکھنے کی یاد نہیں ہے کیونکہ بشریت ساتھ ہے۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کتاب کب چھپی

ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھی اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے۔ مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہوا''۔

اس بیان میں آپ نے کتنے ہیر پھیر کئے پہلے صاف فرمایا کہ صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ اب اسی صفحہ کی عبارت کو مقدمہ کی پیشگوئی بتایا جاتا ہے آخر مجبور ہو کر دبی زبان سے کہنا پڑا کہ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے۔ اگر یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی تو کیوں نہ صاف صاف فرمادیا یہ تو مقدمہ فوجداری کرم الدین کی نسبت پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی۔ اور مقدمہ خارج ہوگیا۔

اب دیکھئے! حکیم الامۃ مولانا نورالدین خلیفہ اول اس عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ مولوی کرم الدین بنام مرزا غلام احمد بہ حیثیت گواہ صفائی بعدالت لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں لکھایا اس میں صاف لکھاتے ہیں۔ کہ اس میں مقدمات کا کچھ تعلق نہیں نہ تین خامیوں سے مراد تین وکیل ہیں۔ بیان یوں ہے۔

میں نے یہ کتاب (مواہب الرحمان) پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں سمجھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

۱..... ایک لئیم اور بہتان والے آدمی کے متعلق۔

۲..... وہ تیری آبروریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

۳..... آخر وہ تیرا نشانہ بنے گا۔

۴..... اس نے تین آدمی تجویز کیے ہیں جن کے ذریعہ سے تیری اہانت ہو۔

۵..... کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں۔

۶..... آخر میں نجات ہوگی۔

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہوسکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے۔ کرم دین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا۔ اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے۔ بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم الدین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے اور وکلاء کے لئے کچھ مال رکھا ہے اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے واقعات کے لحاظ سے میں یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوگا۔ اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط واخباروں کا نتیجہ ہے۔

پھر اخیر میں فرماتے ہیں ''ذلک'' اشارہ واحد ہے۔ اس کی تعیین خواب میں نہیں ہوئی واقعات نے تصریح نہیں کی کہ کیا ہیں؟ واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین، پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں۔ ارادہ توہین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بمقام جہلم۔ کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔ الجواب وکیل ملزمان جس غرض کے لیے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون کرم دین کا قرار دیا گیا۔

دیکھئے خلیفہ اول نے کیسا صاف الفاظ میں ساری پیشگوئی پر پانی پھیر کر مرشد کی ساری کاروائی کو غارت کردیا۔

آبروریزی سے مراد مقدمہ نہیں خطوط واخبار بیان کئے۔ اور تین مددگار وکیل نہیں بلکہ شہاب الدین، پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار قرار دیئے گئے۔

اور کھلے الفاظ میں مرزا صاحب کے قول کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔

اور کرم دین کا نشانہ بننے سے یہ مراد نہیں کہ مقدمہ میں سزا ہوئی بلکہ یہ کہ خط واخبار کا مضمون اس کے قرار دیئے گئے۔

کیا مرزائی صاحبان خلیفہ اول حکیم الامۃ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے تسلیم کریں گے کہ مقدمات کے متعلق پیشگوئی ہونا اور ثلث حماۃ (تین مددگار) سے تین وکیل مراد ہونا قطعاً غلط ہے۔ نہ کوئی پیشگوئی تھی نہ کوئی الہام تھا ایسے گول مول الہامات اور پیشگوئیاں تو ''ارڑ پوپو'' بھی کر دیا کرتے ہیں اور واقعات کے بعد ان کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اب مرزا جی کے حلفی بیان اور مولانا نورالدین کے حلفی بیان کے بعد یہ ساری بنیاد جو نشانات کی تعمیر کے لیے قائم کی گئی تھی بالکل متزلزل ہو جاتی ہے۔

فیضی کی وفات کی پیشگوئی

اسی طرح مرزا صاحب نے حسب عادت وفات فیضی کو بھی دو نمبروں میں بیان کر کے نشانات کی تعداد بڑھائی ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۸ میں ہے۔

نشان ۷۴: ایسا ہی مولوی محمد حسن بھین والا میری پیشگوئی کے مطابق مرا جیسا کہ میں نے مفصل اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے۔

نشان ۱۵۳: مولوی محمد حسن بھین والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے حاشیہ پر لعنت اللہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا چنانچہ اس تحریر پر ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ مر گیا۔ لیکن جو اس سے سخت کلمات مرزا جی کی نسبت استعمال کرتے رہے ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا بلکہ مرزا جی ان سے پہلے خود چل بسے۔

عدالت میں اس پیشگوئی سے انکار

لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے عدالت میں مولوی محمد حسن کی نسبت پیشگوئی کرنے سے بھی صاف انکار کیا اب کس منہ سے ان کو اپنی پیشگوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں مگر: ع

''شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید''

بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین مرزا جی کا جو حلفی بیان بحیثیت گواہ صفائی عدالت لالہ چندلال صاحب مجسٹریٹ میں ہوا اس میں یوں ارشاد ہے۔

الہام ''انی مهین من اراد اهانتک'' کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا۔ یعنی مقدمات سے کئی سال پہلے یہ پیشگوئی: من قام للجواب وتنمّر فسوف یری انه تندم و تدهر۔ فیضی کی نسبت نہیں ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

سوال: یہ دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے کہ نہیں بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ؟

جواب: پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام پورے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری

رائے غلط نکلی۔ کیونکہ پیشگوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیشگوئیوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر اب اس حلفی بیان کیخلاف مرزاجی کا یہ کہنا کہ مولوی محمد حسن میری پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا ہے، کس قدر ڈھٹائی ہے۔

مرزائیوں کی مقدمہ بازی

اب ہم اس قدر تمہید لکھنے کے بعد اپنے اصل مقصود کی طرف آتے ہیں سو واضح ہو کہ مقدمہ بازی کا سلسلہ پہلے جناب مرزا صاحب کے حکم سے مرزائیوں نے چھیڑا۔ اس کا نام اخبارات واشتہارات میں جہاد[1] رکھا۔ گویا یہ ان کا قانونی جہاد تھا۔ اور اس جہاد کے بہانہ سے مریدوں کو خوب لوٹا چنانچہ آخری روز فیصلہ کے دن خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل مرزا نے سر عدالت تسلیم کیا کہ مقدمہ بازی میں ہمارے تیس ہزار روپے صرف ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرزاجی نے جیسا کہ ان کے بیانات سے ظاہر ہوگا اپنی گرہ سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا، نہ ہی فریق مقدمات حکیم فضل الدین بھیروی یا شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کی یہ حیثیت تھی کہ چندیں ہزار روپیہ کے مصارف پورے کرتے۔ یہ سارا بوجھ مرزاجی کے خوش اعتقاد مریدوں نے برداشت کیا اور پبلک کا ناحق روپیہ اس فضول کام مقدمہ بازی میں پانی کی طرح بہایا گیا۔

سو یہ بات کہ یہ ناگوار سلسلہ مقدمہ بازی مابین فریقین کیوں شروع ہوا۔ سو جہاں تک ہم غور کرتے ہیں درحقیقت یہ سلسلہ حسب منشاء قدرت ایزدی جاری ہوا۔ اور

[1] جیسا کہ اخبار الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ایک بعنوان ''جہاد کی فلاسفی'' صفحہ ۷ کالم ۳ میں درج ہے، اور دوسرا بعنوان ''ہمارے مقدمات'' صفحہ ۱۱ کالم ۳ میں اس کی تصریح ہے۔

اثنائے مقدمات میں قدرت کے عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوتے رہے۔ ہر چند اس سلسلہ کو چھیڑنے والے مرزاجی بہادر اور ان کے اراکین دوست تھے اور انہوں نے اس غرض سے یہ سلسلہ چھیڑا تھا کہ دنیا پر اپنا رعب قائم کریں گے اور اپنے جلیس قانونی مشیروں (وکلاء) کی قانونی قابلیت اور افراط زر اور گرمجوش جماعت کی متفقہ طاقت سے چشم زدن میں مخالف فریق کو نیست و نابود کر کے ''لمن الملک'' کا نقارہ دنیا میں بجادیںگے لیکن ان کو کیا علم تھا کہ: ع

''ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال''

اس چھیڑ خانی کا نتیجہ ان کے حق میں آخر کیا نکلے گا؟ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ یہ مقدمہ بازی ہمارے لیے وبال جان ہو جائے گی تو ہرگز اسکا نام نہ لیتے لیکن خدائے علیم و خبیر کو اپنی زبردست طاقت کا دکھلانا اور مرزائی پندار و غرور کو خاک میں ملانا منظور تھا اور یہ کہ اس کی طاقت و جبروت کے سامنے زور وزر اور تمام انسانی طاقتیں پر پشہ کی سی بھی ہستی نہیں رکھتیں وہ چاہے تو بڑے بڑے طاقتور اور شہ زور انسانوں کو پکڑوا کر ایک ضعیف سے ضعیف انسان کے پاؤں میں ڈال دے پچ ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انک علی کل شیٔ قدیر ٥

مرزائیوں کا پہلا مقدمہ فوجداری

سو واضح ہو کہ سب سے پہلے مرزاجی کے حکم سے ان کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی نے مجھ پر زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند (دغا) گورداسپور میں استغاثہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو رائے گنگا رام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول

گورداسپور میں حکیم مذکور نے معرفت خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی وکلاء دائر کیا۔ رائے گنگا رام صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے تبدیل[1] ہوگئے پھر یہ مقدمہ ان کے جانشین لالہ چندلال صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں چلتا رہا۔ اس مقدمہ میں استغاثہ کی طرف سے علاوہ دیگر گواہان کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ارکان مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کی بھی شہادتیں گذریں اور نیز بابو غلام حیدر تحصیلدار کی بھی شہادت ہوئی اور صفائی کی طرف سے اس مقدمہ میں بانی سلسلہ مرزائیہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بھی شہادت گذری۔ اس مقدمہ میں فتح و نصرت کے الہامات بارش کی طرح نازل ہوتے رہے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ خارج اور ملزم عزت کے ساتھ بری کردیا گیا۔ مرزا جی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح وظفر کا نقارہ بج گیا یہ فیصلہ عدالت لالہ چندلال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء کو صادر ہوا۔ مرزائیوں کو اس مقدمہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اور بے انداز روپیہ صرف ہوا نتیجہ مقدمہ کے متعلق ہم وہ مضمون درج ذیل کرتے ہیں جو اس موقع پر سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۸ جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولوی کرم الدین صاحب کی فتح

۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو مرزائیوں کا وہ الہامی مقدمہ فوجداری جو منجانب حکیم فضل دین مرزا جی کے خاص حکم سے برخلاف مولوی صاحب موصوف دائر کیا گیا تھا۔ اور جو ۱۴ ماہ

---

[1] رائے گنگا رام صاحب جو خواجہ کمال الدین کے کلاس فیلو تھے اور ان مقدمات میں مرزائیوں کی بہت کچھ پاسداری کرتے تھے، چنانچہ ہم نے انکی عدالت سے منتقل کرنے کے لئے چیف کورٹ میں درخواست بھی کی تھی اسی اثناء میں وہ گورداسپور سے تبدیل ہوگئے اس لئے اگر ہمارا دعویٰ بھی ملہمیت کا ہوتا تو جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا کہ رائے چندلال ہماری پیشگوئی کے مطابق تبدیل ہوگئے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے کہ رائے گنگا رام ہماری دعا سے تبدیل ہوگئے۔

سے چل رہا تھا۔ اور جس کی نسبت مرزا جی کو متواتر نصرت و فتح کے الہامات بارش کی طرح ہو رہے تھے آخر کار انصاف مجسم حاکم جناب بابو چندلال صاحب بی اے مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت سے خارج ہوگیا اور مولوی صاحب عزت سے بری ہوگئے۔ اس تاریخ کو بہت سے احمدی جماعت کے ممبر دور دور سے مسافت طے کرکے آخری حکم سننے کے لیے جمع ہوگئے تھے۔ اور منتظر تھے کہ مرزا جی کا تازہ نشان (فتح مقدمہ) دیکھیں لیکن صاحب مجسٹریٹ کا یہ حکم سن کر سب کے رنگ فق ہوگئے۔ اور وہ سب امیدیں جو مرشد جی نے مدت دراز سے فتح اور ظفر کی دلا رکھیں تھیں، خاک میں مل گئیں۔ اور مرزا جی کے الہام کی قلعی کھل گئی۔

کیوں جی مرزائی صاحبان سچ بتایئے گا وہ الہام جاءك الفتح ثم جاءك الفتح کیا ہوا؟ اور وہ مجموعہ فتوحات کا وعدہ کہاں اڑ گیا؟ اور انجام مقدمات کی پیشگوئی کیا ہوئی؟ اور ان تازہ الہامات مشتہرہ الحکم ۱۷ و ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ہماری فتح ہمارا غلبہ ظفر من الله و فتح مبین وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہوا۔ آپ کے حضرت حجۃ اللہ نے تو جیسا کہ الحکم مذکور میں چھپا۔ خواب میں اصحاب القبور (مردگان) کے سامنے بھی ہاتھ جوڑے اور دعائیں کرائیں لیکن افسوس کہ وہ سب محنت اکارت گئی۔ سچ ہے وعنده مفاتيح الغيب لايعلمها الا هو. کیا مرزائی صاحبان اس معاملہ پر غور نہیں فرمائیں گے؟ یارو! خدارا انصاف الیس منکم رجل رشید ذرا مرزا جی سے یہ تو پوچھئے گا کہ آپ نے خود انجام مقدمات کی پیشگوئی اس آیت سے فرمائی تھی۔ ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون. اب آپ ہی فرمایئے اہل تقویٰ آپ بنے یا آپ کے مخالف؟ میدان تو مولوی

صاحب جیت گئے خدا کی نصرت انکی یاور ہوئی پھر یا تو آپ کو اپنے ملہم پر صاف بدظن ہو جانا چاہیے یا اسکا فیصلہ مان لیجئے کہ حق آپ کے خلاف ہے۔ ایک اور آیت بھی آپ نے الحکم میں اس مقدمہ کی پیشگوئی میں شائع فرمائی تھی۔ **الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم** ...... الخ. سو اب آپ ہی تشریح فرمایئے کہ **اصحاب الفیل** اس موقع پر کون ہیں؟ اور ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور کون؟ ہم تو گورداسپور میں جہاں تک دیکھتے رہے۔ آپ کی ہی پارٹی بڑے کروفر سے رتھوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر آتی تھی۔ پھر آپ کی نسبت طیراً ابابیل کا خیال کرنا تو نہایت بے ادبی ہے البتہ پہلی شق کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے۔ تو براہ مہربانی اس الہام کی پوری تفسیر کر دیجئے گا۔ مرزائی صاحب مانیں یا نہ مانیں دنیا میں تو اب مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا ڈنکا بج گیا اور مرزا جی کا وہ طلسم اعجاز دعوے (الہام) ٹوٹ گیا۔ **الحق یعلی ولا یُعلیٰ**. اب تو مرزائی صاحبان کو مرزا جی سے صاف کہہ دینا چاہیے: ع

"بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھایئے"

افسوس ہے کہ مرزا جی کے جری سپاہی خواجہ کمال الدین صاحب وکیل یکسالہ محنت اکارت گئی۔ اور برخلاف انکے فاضل وکلاء جناب سید میر احمد شاہ صاحب پلیڈر بٹالہ اور شیخ نبی بخش صاحب پلیڈر گورداسپور بابو مولامل صاحب بی اے وکیل گورداسپور نے میدان جیت لیا۔ ہم ان وکلاء صاحبان کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں اور پھر صدہا مبارکباد مولانا صاحب مولوی محمد کرم الدین صاحب کی

خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک زبردست فتح حاصل کی۔ (راقم ایک گورداسپوری)

اس مقدمہ میں بہت بڑی زک مرزائیوں کو ایک یہ ملی تھی کہ مقدمہ صرف اس غرض سے چھیڑا گیا تھا کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی مد ظلہ العالی (جن کے باعث مرزا جی لاہور کی بحث سے ہار کے باعث سخت شرمندگی اٹھا چکے تھے اور پھر سیف چشتیائی کے باعث مرزا جی کی علمی پردہ دری ہو چکی تھی) کو عدالت میں بلوایا جائے اور جرح وغیرہ سے انکو بے وجہ تکلیف دی جائے۔ لیکن باوجود مرزائیوں کی بے انتہا کوششوں اور درخواستیں گذرنے کے پیر صاحب عدالت میں نہ طلب ہو سکے۔ جو پیر صاحب کی کرامت کا بہت بڑا نشان اور مرزا کی ناکامیابی کا بھاری نمونہ قیامت تک یادگار مقدمہ رہے گا۔

مرزائیوں کا دوسرا مقدمہ فوجداری

دوسرا مقدمہ بھی مرزا صاحب کے اسی مخلص جان نثار نے ۲۹، جون ۱۹۰۳ء کو بذریعہ مسٹر اوگارمن بیرسٹرایٹ لاء لاہور و خواجہ کمال الدین وکیل عدالت لالہ چند لال صاحب مجسٹریٹ میں دائر کیا۔ اور اس مقدمہ کی بنا اس سے شروع ہوئی کہ حکیم فضل الدین کا بیان بمقدمہ ۴۲۱ تعزیرات ہند ہو رہا تھا جرح کے وقت اس کے ایک بیان کی تردید کے لیے ہم نے کتاب نزول المسیح کے چند اوراق پیش کر دیے۔ چونکہ اس سے اسکے پہلے بیان کی تکذیب ہوتی تھی اسلئے اس نے اسوقت اس کتاب کی ملکیت سے صاف انکار کیا۔ چنانچہ لکھایا کہ کتاب نزول المسیح جو ملزم نے پیش کی ہے اور جس پر نشان نمبر اے کا ہے اس کا پہلا ورق ہمارے مطبع کا معلوم ہوتا ہے باقی اوراق کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مطبع کے چھپے ہوئے ہوں۔ پھر لکھایا کہ نزول المسیح کی کاپی جو ملزم کی طرف سے پیش ہوئی ہے جس پر

میں اعتبار نہیں کرتا ممکن ہے کہ ہمارے مطبع کے کاتب سے مل کر لکھائی ہو یا کسی اور کاتب سے لکھائی ہو جس کا خط ایسا ہی ہو استاد کاتبوں کے خط مشابہ ہوتے ہیں۔

یہ بیان ۲۲ جون ۱۹۰۳ء کا ہے پھر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو بعد صلاح و مشورہ ان اوراق کو مال مسروقہ ظاہر کر کے زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کیا گیا اور لکھایا کہ یہ کاپی ہماری ملکیت ہمارے ہی مطبع کی چھپی ہوئی ہے اور ہمارے ہی کاتبوں نے لکھی ہے۔ یہ ہے صداقت مرزائی اراکین کی۔

یہ مقدمہ کیوں دائر کیا گیا

اس کتاب کی ملکیت سے انکار کر چکا تھا۔ جس کی تفصیل آگے گذر چکی۔ یہ بے وجود بے بنیاد بے حیثیت مقدمہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رائے چندلال صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں حکیم فضل دین کی طرف سے بذریعہ مسٹر اوگارمن صاحب بیرسٹرایٹ لاء و خواجہ کمال الدین صاحب وکیل دائر کیا گیا اور اس کی تحقیقات میں ناحق عدالت کے قیمتی اوقات میں سے قریباً نو (۹) ماہ صرف ہوئے۔ چونکہ ۴۱۷ والے مقدمہ کی کمزوری گواہان استغاثہ کے بیانات سے ظاہر ہو چکی تھی اور مرزائیوں کو اپنے اس مقدمہ میں کامیابی کی امید قریباً منقطع ہو چکی تھی اور ادھر مرشد جی کی طرف سے بہت سے الہامات فتح و نصرت کے پیش از وقت شائع ہو چکے تھے اسلئے بمصداق الغریق یتشبص بالحشیش انہوں نے یہ دوسرا مقدمہ بے حقیقت دائر عدالت کر دیا۔ باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ چند اوراق نزول المسیح (جنکی قیمت چار آنے بھی نہیں ہوسکتی) کی چوری کرنے یا کرانے کی فریق ثانی کو کیا ضرورت تھی۔ اور اتنے دور دراز فاصلہ سے ایسے ناچیز مال کی

چوری کرنا یا کرانا کس طرح باور کیا جاسکتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ فضل دین جو مقدمہ ہذا میں مستغیث گردانا گیا پہلے اپنے حلفی بیان میں اس کتاب کی ملکیت سے انکار کر چکا تھا۔ جس کی تفصیل آگے گذر چکی ہے۔

لیکن ان کے نقطہ خیال میں یہ تھا کہ دفعہ مقدمہ ہذا ایسی ہے کہ محض مقدمہ دائر کر دینے سے ہی فریق ثانی کو بہت کچھ نقصان پہونچا سکتی ہے۔ جرم ناقابل ضمانت ہے مستغاث علیہ زیر حراست رہے گا اور ع

"تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود"

اب تک کہ تحقیقات میں مقدمہ کی حقیقت کھلے گی اس سے پہلے ہی مرشد جی کے مشہور الہام الی مھین من اراد اھانتک کا کرشمہ ظاہر ہو جائیگا۔

لیکن خداوند کریم کا ہزار شکر ہے کہ عنان اختیار ایک ایسے متدین نکتہ رس انصاف مجسم حاکم بابو چندلال صاحب بی اے مجسٹریٹ کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے ہر حال میں انصاف کو اپنا جزو ایمان سمجھا ہوا تھا۔ انہوں نے مقدمہ کی حقیقت پر نگاہ ڈال کر اپنے مجسٹریٹی اختیارات کو جائز طور پر استعمال فرمایا۔ اور اس بے وجود مقدمہ میں بجائے اجرائے وارنٹ بلا ضمانت کے وارنٹ ضمانتی جاری فرمایا تاہم مرزائی جماعت نے یہ بھی غنیمت سمجھا اور وارنٹ دستی حاصل کر کے تعمیل کے لیے ایک مخلص حواری شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کو مامور کر دیا کہ خود فریق ثانی کے دیہہ مسکن میں بذریعہ پولیس پہنچ کر تعمیل کرائے۔ تاکہ وہاں کے باشندگان یہ کاروائی دیکھیں اور اس کی خفت ہو۔ لیکن خداوند کریم کو چونکہ یہی منظور تھا کہ شیخی باز پارٹی اپنے تمام منصوبوں میں ناکام رہے اور فریق ثانی پر اس

کا کوئی جادو نہ چل سکے۔ اتفاق سے مستغاث علیہ ان دنوں میں اپنے دیہہ مسکن میں موجود نہ تھا۔ اس لیے مسٹر تراب صاحب دور دراز فاصلہ کی صعوبات سفر برداشت کر کے موضع بھین[1] میں پہنچے اور ہر چند وہاں دشوار گذار کھنڈرات میں دن بھر بھٹکتے اور خاک چھانتے پھرے لیکن دل کی امنگ پوری نہ ہوئی۔ مستغاث علیہ کا پتہ نہ ملا آخر اپنے ارادہ میں ناکام، خود کردہ پر پشیمان ہوکر بے نیل مرام برجعت قہقری اپنے دارالامان قادیان میں بصد حسرت وارمان لوٹ آئے۔ الغرض یہ بے اصل استغاثہ دائر ہونے اور اسکی کارروائی شروع ہوجانے پر مرزائی جماعت بڑی خوشیاں منارہی تھی۔ اور بڑی بے صبری سے انتظار کیا جارہا تھا کہ اگر پہلے نہیں تو اختتام شہادت پر مستغاث علیہ ضرور زیر حراست ہوگا۔ اور مرزائیوں کے دل ٹھنڈے ہونگے۔ چنانچہ اختتام شہادت کے موقعہ پر اخبار الحکم نے صاف اعلان کردیا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو ۲۴ اگست کا پرچہ ایک خاص پرچہ ہوگا۔ دیکھو الحکم۔ لیکن ہم اس ذات پاک جل وعلا شانہ کی کمال قدرت پر قربان ہیں جس نے اس زبردست پارٹی کو

[1] افسوس کہ مسٹر تراب نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مختلف مقاصد کے لئے اس وحشت ناک سفر میں مبتلا ہوئے، اور کبھی چکوال کبھی دومن کبھی بھین اور کبھی بادشاہاں ادھر ادھر صحرانوردی فرماتے رہے، لیکن ایک دفعہ بھی فائز المرام نہ ہوئے، اور ہر ایک دفعہ بہت سی تکالیف برداشت کر کے یوں ہی واپس ہونا پڑا کاش مرزاجی کا ملھم پہلے ہی سے ان کو آگاہ کردیتا کہ میاں کاہے کو تکلیف اٹھاتے ہو تم نے اپنے ارادوں میں نامراد ہی رہنا ہے اور یا اگر اس ملھم میں کوئی طاقت تھی تو ان کی مدد کرتا اور فوراً ان کا مطلب پورا کردیتا، نہایت تعجب ہے کہ مقدمات کی اتنی لمبی دوڑ میں فریق ثانی کو ایک دفعہ بھی قادیان جانے کی ضرورت پیش نہ آئی، اور مرزائی جماعت کو کم سے کم چھ سات دفعہ موضع بھین کی زیارت طوعاً و کرھاً کرنی پڑی اور یاتون الیک من کل فج عمیق کا الہام بجائے دارالامان قادیان کے الٹا موضع بھین پر صادق آتا رہا۔ یہ سنکر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مرزائی جماعت کے بعض صاحبان کئی رنگ بدل بدل کر بھین میں مقدمہ کا مصالحہ لینے کیلئے گئے، چنانچہ ایک جہلمی مرید ایک دفعہ مٹھائیوں کے لباس میں بڑا بنچا اٹھا کر حلوہ فروشی کے بہانہ سے کوبکو در بدر خراب ہوتا رہا اور کئی دنوں تک گدائی کرتا رہا لیکن آخر بے چارہ وہ بھی ساحل مقصود پر نہ پہنچا اور پھر ایک دفعہ وہی شخص سارجنٹ پولیس بن کر رات کو موضع بھین میں گیا لیکن آخر بمصداق مصرع ''بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش من انداز قدت را شناسم''۔ آخر تاڑنے والے تاڑ گئے کہ کشمیری بچہ سوانگ بھر رہا ہے۔ کیا ایک راست باز کے متبعین کو ایسی چالبازیاں کرنا جائز ہیں؟؟ ہرگز نہیں۔ عبرت عبرت عبرت

باوجود انکی انتہائی سعی وطاقت خرچ ہونے کے اپنے ارادوں میں ناکامیاب رکھ کر اپنی پاک کلام و تعزمن تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انک علی کل شی قدیر کی تصدیق کرادی اور ان کے سارے دعویٰ اور پندار خاک میں ملا دیئے۔ ایسی نظائر سے گورنمنٹ عالیہ کے قابل قدر قوانین کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے اپنی روشن ضمیری سے قانونی اختیارات کے برتنے والوں (حکام) کو مجاز کردیا ہوا ہے کہ وہ محل کو دیکھ کر جیسا موقعہ دیکھیں اختیار برتیں۔ ورنہ ایک شخص کے لئے کیسا آسان طریق ہے کہ کسی بے گناہ شریف شخص کے ذمہ اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے کسی سنگین تر الزام کو تھوپ کر اس کی عزت کو غارت کردے۔ قابل تعریف ہیں وہ حکام جو اختیارات عطا شدہ کو برمحل اور جائز طور پر استعمال میں لاتے ہیں۔

اس استغاثہ کی تائید میں جتنے گواہ گذرے ہیں وہ سارے کے سارے مرزا صاحب کے مخلص مرید حکیم فضل دین مستغیث کے پیر بھائی تھے جو اس جہاد (مقدمہ بازی) میں حصہ لینے کی غرض سے بدوں طلبی عدالت مختلف دور دراز شہروں سے تشریف لاکر تائید استغاثہ میں گواہ بنے تھے اور یہ سن کران سب کو افسوس ہوا ہوگا کہ ان کی شہادت نے ان کے مرشد بھائی کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور مقدمہ خارج ہوگیا۔ گواہان استغاثہ حسب ذیل تھے:

خلیفہ نور الدین، شیخ نور احمد، کرم علی، مفتی محمد صادق، ظفر احمد، حبیب الرحمٰن ریاست کپورتھلہ، نیاز احمد وزیر آباد، عبداللہ کشمیری امرتسر، شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہوس وغیرہ احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ اور حکیم محمد حسین لاہوری ان گواہوں کی بالعموم یہی شہادت تھی کہ وہ مرزا صاحب کی تصانیف کے خریدار ہیں اور مدت سے حکیم فضل الدین کی معرفت کتابیں منگوایا کرتے ہیں اور کتاب نزول المسیح متنازعہ ان کے پاس نہیں پہونچی۔

ان گواہوں کے متعلق صرف اسقدر کہہ دینا ضروری ہے کہ بالعموم اپنے بیانات
میں انہوں نے لکھایا کہ نو دس سال کے زائد عرصہ سے مرزا صاحب کی تصانیف حکیم فضل
دین ہی سے کتب مؤلفہ مرزا صاحب منگوایا کرتے اور اسی کو قیمت بھیجا کرتے ہیں لیکن مرزا
صاحب اپنے بیان میں بمقدمہ ۴۱۷، صاف لکھاتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں
کتابیں تھیں ان کی فروخت کسی میرے آدمی کی معرفت ہوتی تھی۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں
نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل دین کے سپرد کر دیں کہ وہ فروخت کرے۔ (ملاحظہ
ہو صفحہ ۴۳ مقدمہ ۲۰ سطر ۷،۸) لیکن گواہان ۱۹۰۱ء سے پہلے کئی سالوں سے برخلاف قول مرزا
صاحب فضل دین ہی سے کتابیں لینا بیان کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ بیان قیمت کتب میں
بعض گواہان نے سخت ٹھوکریں کھائیں۔ چنانچہ حکیم محمد حسین گواہ نے اعجاز المسیح ایک تازہ
تصنیف کی قیمت ۴ بیان کی جسکی قیمت بقول حکیم فضل دین صے/ ہے۔ غرض یہ مقدمہ بھی
۴۱۷ والے مقدمہ کی طرح خارج ہو کر مرزا اور مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

مرزائیوں کا تیسرا مقدمہ فوجداری

تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کی طرف سے بحکم مرزا
صاحب میرے اور مولوی فقیر محمد صاحب کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ازالہ حیثیت
عرفی دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ نے مستغاث علیہما کو للعہ صے
کا جرمانہ کیا جس کی اپیل نہیں کی گئی۔ اس مقدمہ میں بھی عجیب عجیب انکشافات ہوئے۔
مرزا صاحب کو بھی شہادت صفائی میں پیش کر کے آپ پر زبردست جرح کی گئی۔ (یہ بیان
درج ہوگا)۔ شیخ یعقوب علی تراب قادیان میں تو بڑے رکن رکین اور جنٹلمین بنے ہوئے

تھے۔ لیکن ہم کو بتانے والوں نے جب آپ کا اتا پتہ بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ ذات کے
مراسی ہیں جب سوالات جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی ذات مراسی ہے تو
خواجہ کمال الدین صاحب بڑے خفا ہو کر عدالت سے کہنے لگے کہ یہ دوسرا لائبل ہے۔ عرض
کی گئی کہ آپ گھبرائیں نہیں ہمارے پاس اسکا ثبوت ہے۔ اور اسکے متعلق ہم تراب صاحب
کے والد ماجد کو طلب کرا کر آپ کو ان کی زیارت کرائیں گے اور ان کے منہ سے اس امر کی
کہ آپ مراسی ہیں تصدیق کرائیں گے۔ تراب صاحب دراصل ضلع جالندھر میں ایک
موضع جاڈلہ کے باشندہ ہیں۔ پیدا ہوتے ہی برخوردار کا نام ''چھجو'' رکھا گیا آپ کے والد کا
نام ''چنو'' اور دادا کا نام تانا تھا اور ذات شریف میراسی تھی۔

سوالات جرح میں تراب صاحب سے جب ذات پوچھی گئی تو آپ نے اپنے
حلفی بیان میں اپنی ذات سے لاعلمی ظاہر کی اور لکھایا کہ نہیں معلوم میری قوم کیا ہے۔ یہ بھی
پوچھا گیا کہ آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں؟ تو کہا کہ مسلمان کی حیثیت سے میں نے اپنے
آپ کو شیخ لکھایا ہے نہ بلحاظ قومیت کے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ کے والد صاحب کا نام
''چنو'' ہے یا نہیں؟ جواب میں فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ میرے باپ کا نام چنو تھا۔
گواہان صفائی میں آپ کے والد ماجد کو طلب کرایا گیا۔ جن کے نام کا سمن اس پتہ پر تعمیل
ہو کر آیا۔ بنام ''چنو'' ولد ''تانا'' عرف سلطان بخش ذات مراسی ساکن جاڈلہ ضلع جالندھر۔
جب میاں چنو عدالت میں بیٹس بکس پر شہادت کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو باپ بیٹے پر نور
(سیاہی) گھنا باندھے دکھائی دینے لگا تو حاضرین مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جب
ان کی شہادت شروع ہوئی تو انہوں نے اپنی عرف چنو تسلیم کی اور ذات شیخ لکھائی۔ حالانکہ

یعقوب علی صاحب قوم شیخ ہونے سے انکار کر چکے تھے۔ جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر شیخ ہے تو مراسی آپکو کیوں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سمن بھی اسی پتہ پر تعمیل ہوا تو اس کے جواب میں وجہ یہ ظاہر فرمائی۔ کہ میرے ایک بزرگ نے میراسیوں کے گھر شادی کر لی تھی علاوہ ازیں بابو محمد افضل ایڈیٹر البدر گواہ استغاثہ نے اپنی شہادت میں صاف لکھایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یعقوب علی ذات کے مراسی ہیں اور بھی بہت بڑی جرح ہوتی رہی۔ بہت طول طویل بیان ہوا۔ اس وقت تراب صاحب یلیتنی کنتُ ترابا۔ کا ورد کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب بھی یہ حالات دیکھ سن کر دنگ رہ گئے۔ اس مقدمہ میں بھی مرزائیوں کا بڑا روپیہ صرف ہوا۔ بڑے بڑے ایڈیٹران اخبار اور تحصیلدار ڈپٹی گواہان گذرے آخر نتیجہ کیا ہوا۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ تراب صاحب کی عزت کی قیمت للعہ صہ پڑی۔ دوران مقدمہ کی صعوبتیں اور ذلتیں مفت کی۔

مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ

اب ہم اس معرکہ کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہیں جو زیر دفعات ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند میری طرف سے مرزا صاحب اور ان کے مخلص مرید حکیم فضل دین بھیروی ثم القادیانی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مواہب الرحمٰن کی عبارت مندرجہ صفحہ ۲۹، ۳۰ کی بنا پر دائر کیا گیا تھا۔ اور جس میں مرزا جی دو سال تک سرگردان و پریشان رہے۔ آخر عدالت مہتہ آتمہ رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے مرید و مرشد کو سات سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ و پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ اور سینکڑوں روپے اپیل پر خرچ ہو کر بمشکل جرمانہ معاف ہوا۔

وجہ دائری مقدمہ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی بدزبانی سے کسی ملت کسی فرقہ کا کوئی متنفس نہ بچا ہوگا۔ جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ بعض نے آپکو ترکی بہ ترکی سنائیں اور بعض سنجیدہ مزاجوں نے اپنی عالی وقاری سے مطلق سکوت کیا۔ جوں جوں دوسری طرف سے خاموشی ہوتی گئی مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا اور گالیوں میں مشاق ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ گویا فن گالیوں کے آپ پورے امام بن گئے اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے وہ ید طولیٰ حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد اور ادیب مانے جانے لگے اور دنیا قائل ہوگئی کہ کوئی شخص امام الزمان کا مقابلہ اس فن میں کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔

آخر رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش آیا اور مختلف مواقع پر آپ کی وہ تصنیفات جو مغلظات کا ایک مجموعہ تھیں، دفتر عدالت میں پیش ہوگئیں۔ چنانچہ بعض بیدار مغز حکام نے مرزا جی کو ڈانٹا کہ مرزا جی منہ کو سنبھالیے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن پسندی کو نظر انداز نہ فرمایئے۔ عامہ خلائق کی دل آزاری اور ایذا رسانی سے باز آیئے ورنہ معاملہ دگرگوں ہو جائے گا۔ وہاں مرزا جی عدالت کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر آئندہ کیلئے قسم کھانے لگے کہ معاف کیجئے آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس موقعہ پر مناسب ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لیے اس حلفی معاہدہ کی جو مرزا جی نے مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی عدالت میں داخل کیا بجنسہ نقل کی جائے اور اسکے بعد مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ کی نقل بھی درج کی جائے۔

نقل اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالیٰ حاضر ناضر جان کر باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ

۱......میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر (ذلت) کی جائے مناسب طور سے حقارت (ذلت) سمجھی جائے یا خداوند تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد ہو، شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲......میں اس سے بھی اجتناب کروں گا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جائے کہ کسی شخص کو حقیر (ذلیل) کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی بنے یا یہ ظاہر کرکے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳......میں اس الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں۔

۴......میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے۔ اس طرح کاربند ہونے کیلئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱-۲-۳-۴ میں اقرار کیا ہے۔

۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔

دستخط:	دستخط:	دستخط:
صاحب مجسٹریٹ ضلع	بحروف انگریزی	مرزا غلام احمد قادیانی
بحروف انگریزی مسٹر ڈوئی	کمال الدین پلیڈر	بقلم خود

نقل حکم مسٹر ڈگلس صاحب بہادر

نقل حکم مورخہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء اجلاسی، جی ایم ڈبلیو۔ ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور۔

زیر دفعہ ۱۰۷ اضابطہ فوجداری

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک صاحب ان کے برخلاف کافی شہادت نہیں ہے کہ ان سے ضمانت حفظ امن کی لی جائے لیکن جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے درانحالیکہ کوئی شہادت اس کے باور کرنے کے واسطے نہیں ہے کہ مرزا صاحب خود یا کسی دیگر شخص کی معرفت نقص امن کریں گے۔ مگر ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب کو ذمہ دار ہونا چاہیے کہ یہ تحریرات ان کے مریدان پر کیا اثر رکھیں گی پس مرزا صاحب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں ورنہ بہ حیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنے پڑے گی۔

دستخط:	دستخط:
صاحب مجسٹریٹ ضلع مسٹر ڈگلس صاحب	مرزا غلام احمد بقلم خود

سو یہ دونوں مرحلے جو مرزا جی کو ہر دو صاحبان ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی عدالتوں میں مختلف اوقات میں پیش آئے۔ مرزا جی کو آئندہ عبرت دلانے کے لیے کافی

تھے۔

لیکن خدا کے جری (مرزا جی) کی شان والا سے بمراحل بعید تھا کہ آپ تحریرات کے پابند رہتے افسوس کہ نہ تو آپ نے اس بات کی پرواہ کی کہ انہوں نے حضور گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ دار افیسروں کے سامنے معاہدہ کیا ہے جو دراصل گورنمنٹ کے سامنے تھا۔ اور سلطان وقت کے حکم کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اور نہ ہی اس بات کا خیال کیا کہ وہ نہ صرف مسٹر ڈوئی صاحب کے سامنے معاہدہ کر رہے تھے بلکہ حکم الحاکمین کو حاظر ناظر جان کہ (جیسا کہ شروع میں لکھا ہے) حلفاً اقرار کیا تھا جو درحقیقت خدائے پاک سے معاہدہ تھا۔ اور ایفائے عہد ایک ضروری امر ہے اور عہد کا توڑنے والا بزرگ تو بجائے خود مسلمان کہلانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ بلکہ علامات منافق میں داخل ہے۔ اذا عاھد غدر اور قیامت میں عہد شکن جو (خدا سے گویا غدر کرنے والے ہیں) اس سزا کے مستوجب ہونگے۔ جو رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ لکل غادر لواء عند استه یوم القیامة یعنی غادر (عہد شکن) کے چوتڑوں میں قیامت کے روز جھنڈا ہوگا جو اس امر کی منادی کے لیے ہوگا کہ یہ عہد شکن غادر تھا۔

الغرض مرزا صاحب نے ہرگز اس اپنے معاہدہ حلفی کا پاس نہ کیا اور نہ ہی مسٹر ڈگلس صاحب کی تنبیہ کا ہی کچھ خوف کیا۔ بے دھڑک اسی پیانہ پر آپ کی تحریرات شائع ہوتی رہیں اور خلق خدا کو ایذا پہنچاتی رہیں اس بات کی نظائر بے تعداد ہیں جو مرزا صاحب کی تصانیف پڑھنے والوں پر اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن ہم اس موقعہ پر صرف ایک ہی نظیر کی طرف ناظرین کی توجہ دلائیں گے۔ جس سے وجہ دائری مقدمات فریقین بھی ظاہر ہوگی۔

موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم میں ایک بے نظیر فاضل ابوالفیض مولوی محمد

حسن صاحب فیضی تھے۔ جو کہ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور جملہ علوم عربیہ کے مسلم فاضل اور مرزا کے عقائد کے مخالف تھے۔ مولوی صاحب موصوف تقدیر الٰہی سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے راہ گیر عالم جاودانی ہوگئے۔ جب مرزا کو فاضل مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ حسب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈینگ لگانے لگے کہ فاضل مرحوم ان کی بددعا سے بہت بری موت سے فوت ہوئے ہیں اور مرزا کی پیشگوئی والہام کا نشانہ ہوئے ہیں۔ یہ مضامین آپ نے کشتی نوح، تحفہ ندوہ، نزول المسیح اپنی تصانیف میں خود بھی شائع کئے اور اپنے راسخ الاعتقاد مرید ایڈیٹر الحکم قادیاں سے بھی اخبار میں شائع کرائے۔

فاضل مرحوم سے مرزا کی ناراضگی۔

یہ امر کہ مرزا کا فاضل مرحوم نے کیا نقصان کیا تھا اور کیوں انکو بعد وفات برا بھلا لکھنے پر مستعد ہوئے، واضح ہو کہ فاضل مرحوم ایک مہذب اور عالی ظرف تھے باوجود اس کے کہ مرزا کے عقائد کے مخالف تھے کبھی کسی تحریر یا تقریر میں آپ نے مرزا سے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے کبھی بھی سخت کلامی نہ کی تھی ان سے قصور صرف یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ حسب تجویز چندا کا برا سلام آپ سیالکوٹ میں مرزا جی سے جا ملے اور آپ کے علمی کمالات (جسکا انکو ہمیشہ دعویٰ رہتا تھا) کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود مرزا جی کے پیش کیا کہ آپ اسکا جواب دیں۔ مرزا جی سخت گھبرائے اور کچھ سمجھ نہ سکے کہ قصیدہ اس میں کیا لکھا ہے نہ کوئی جواب دے سکے۔ مولوی صاحب مرحوم مرزا جی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا جسکو شائع ہوئے قریباً چھ (۶) سال کا عرصہ گذر چکا ہوچکا۔ اب تک مرزا جی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ ہی اس

کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی (سچی بات کی تردید کیا کرتے) ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ قصیدہ ہدیہ ناظرین کردیں اہل علم ناظرین مرحوم کی علمی فضیلت کا اندازہ اس قصیدہ سے لگاسکیں گے۔ اور اس قصیدہ کو مرزا جی کے مدعی اعجاز کلامی کے قصائد سے مقابلہ کرنے سے ہر دو صاحبان کی قادر الکلامی اور فصاحت کا بھی وزن کرسکیں گے اور بمصداق ع

''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید''

قصیدہ خود اس کی شہادت دے گا کہ مرزا جی اس کے جواب دینے سے عاجز ہیں اور اس کا جواب دینا ان کے امکان سے باہر ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ قصیدہ لکھا جائے سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ سے ہم وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو کہ فیضی مرحوم نے سیالکوٹ والی کیفیت اپنے قلم سے لکھ کر اخبار مذکور میں شائع کرائی تھی۔ وھو ھذا

نقل مضمون سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء مشتہرہ فیضی مرحوم

ناظرین! مرزا صاحب کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجود یہ کہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہیے نہیں رکھتے۔ کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں۔ سیالکوٹ کے کئی ایک احباب جانتے ہونگے کہ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا صاحب سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا صاحب کے ہدیہ کیا جسکا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا اس لیے کہ مرزا صاحب خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے، ماشاء اللہ فاضل ہیں۔ اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا

ہے تو مجھے آپکی تصدیق الہام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنادیں۔ مزید براں مسائل متحدثہ مرزا صاحب کی نسبت استفسار تھا۔ مرزا صاحب اسکو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا صاحب کو اسکی عبارت بھی نہ آئی۔ باوجود یہ کہ عربی خوش خط لکھا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا۔ جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے کہ اسکا ہم کو تو پتہ نہیں ملتا آپ ترجمہ کرکے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ پھر زبان سے عرض کیا تو مرزا صاحب کلمہ شہادت اور آمنت باللہ ..... الخ مجھے سناتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں نبی نہیں، نہ رسول ہوں، نہ میں نے یہ دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو، لیلۃ القدر کو، معراج کو، احادیث کو، قرآن کریم کو مانتا ہوں مزید براں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتے رہے۔ دوسرے دن حضرت مسیح کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیت فلما توفیتنی اور انی متوفیک پڑھ سنائی معنی کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔ یہ پوچھا گیا کہ آپ کیوں مثیل مسیح موعود ہیں آپ سے بہتر آجکل بھی اور پہلے کئی ایک ولی عالم گذرے ہیں۔ وہ کیوں نہیں اور آپ کیوں ہیں؟ تو فرمایا میں گندم گوں ہوں اور میرے بال سیدھے ہیں اسلیے کہ مسیح اللہ کا حلیہ ہے افسوس اس لیاقت پر یہ غل۔ جناب مرزا صاحب! وقت ہے توبہ کرلیجئے۔ اخیر پر میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقاید میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں تحریری کریں یا تقریری اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں عربی ہو یا فارسی یا اردو آیئے سنئے اور سنایئے۔

راقم ابوالفیض محمد حسن فیضی حنفی ساکن بھین ضلع جہلم۔

نقل قصیدہ عربیہ مہملہ منظومہ فیضی مرحوم مشتہرہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور مطبوعہ فروری ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی علم ادم الاسماء کلھا

لمالک ملکه حمد سلام   علیٰ مرسوله علم الکال
حمود احمد و محمد و   طهور مع اولاء و ال
اما مملوک احمد اهل علم   والهام و حلال السوال
لودک کم مدی همع الدموع   وطاطا راس اعلام عوال
علی مر المدی وکع الموده   و حمل اهلها ادهی الحمال
هواک الدهر ما دار السماء   و رامک اهله روم العسال
اطاعک عالمٌ طوعا و سهلا   راوک معلما سهل المال
محامدک الا واسع هم امالح   وطورا کلها ملعسل حال
هداک الله مسلک اهل ود   واعلم کل اسرار الکمال
وکم مرأ سعوا وراو احلاک   وکم وادوک معدومو الوصال
وکم مدحوک لما هم اطاعوا   الی دعواک الوالا کدال
حکو الملائح الکلم المدلل   مکارمک المها لسماعال
رسائل حرر واسطر واحلاک   وعدوک المدی اولی اوال
وهم علموک موعود الرسول   وملهم مالک مولیٰ الموال

امام الدهر مرسول الاله   و مصلح اهل عصر ملمحال
دعوا اعلی الدعآء الا هلموا   رو الموعود مسعود المسال
رسائلک الرسائل للهداء   لهم و لهممهم مرا اک سال
کلا ملک للدواه لهم دوآء   مرو روع ما للروع صال
وما ارواحهم الا ودادک   علی اسمک ورد کل کل حال
وهم رهط اولو ورع و حلم   عمائد اهل کرم والکحال
وکم عادوک ما والوک اصل   وکم لا موک ملؤم الملال
راوا الهامک الولع الموسوس   وعدوک الملح لطمع مال
وسموک الماول للصرائح   وراد مسلم الرهط الاوال
وهاکم لهوا راء العدول   الی کم لطم داماء المحال
عدول مرسلی المسعود سهل   موارده امام اولی المحال
و محمود عطاء العالم اسما   همام اهل امر و العدال
اوائله الکرام امام سلم   مکارمهم کاعداد الرمال
علومهم کامطار الدهور   وعلم الدهر طرا کالطلال
درامک دارهم کحل المدارک   وکحل سوائهم دک الهلال
عصامهم الحسام لکل عدو   حسامهم السلام لکل حال
مدیٰ اعماله اعلام علم   واعلاء الهدی وسط الصلال
ممد للاولاء العلوم   و معط اهلها اعداد مال
اما والله اسئلک المسائل   اسل هلم سل اولی السوال

الاهل صار دعونک الرسالة	کموحی الله معصوم المحال
ام اصطاد وامعادوک هواء	املهم الهوی سوء الملال
وما املاکه ملک العلوم	وملهم واحد وهدی کسال
وهل کلم الرسول اصول علم	کمسطور الالٰه علی الاصال
وهل کلم الهدی مدلولها ما	دری العلماء ملمع الدلال
ام اسرار ومسلکه معمٰی	وما اطلع العوام علی المثال
کلام الله هل محوی العلوم	أ ادراها الالٰه لکل وال

کما ادراک ام لا علم کلا
سوی العلام محمود و عال

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرلیگی لیکن تہذیب ومتانت سے جوابدیا جائے۔

اس کے بعد پھر دوسری خطا فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعے مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے، متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ بچند وجوہ غلط ہے۔ اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلاویں مقابلہ کے لیے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزا جی کو طاقت مقابلہ ہوئی وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے:

نقل چٹھی فیضی مرحوم مطبوعہ سراج الاخبار ۱۳؍اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۶

مکرمی مرزا صاحب زید اشفاقہ

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ آپ ۲۰ اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علیشاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آکر میرے ساتھ بپابندی شرائط مخصوصہ فصیح وبلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اسقدر سورہ کی تفسیر لکھیں۔ فریقین کو سات (۷) گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات بیس (۲۰) ورق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح وبلیغ کہہ دیں گے وہ فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جسقدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو ونسیان پر محمول نہیں کی جائیں گی بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔ مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱..... کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز و فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کی حد پر نہیں پہنچ سکتا حتی کہ افصح العرب حضرت سید المرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ معارضہ کیلئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمایئے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں ما بہ الامتیاز کیا رہا؟

الاهل صار دعونک الرسالة	کموحی الله معصوم المحال
ام اصطاد وامعادوک هواء	املهم الهوی سوء الملال
وما املاکه ملک العلوم	وملهم واحد وهدی کسال
وهل کلم الرسول اصول علم	کمسطور الالٰه علی الاصال
وهل کلم الهدی مدلولها ما	دری العلماء ملمع الدلال
ام اسرار ومسلکه معنٰی	وما اطلع العوام علی المثال
کلام الله هل محوی العلوم	أ ادراها الالٰه لکل وال

کما ادراک ام لا علم کلا

سوی العلام محمود و عال

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرلیگی لیکن تہذیب ومتانت سے جواب دیا جائے۔

اس کے بعد پھر دوسری خط فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعے مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے، متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ بچند وجوہ غلط ہے۔ اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلاویں مقابلہ کے لیے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزا جی کو طاقت مقابلہ ہوئی وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے:

نقل چٹھی فیضی مرحوم مطبوعہ سراج الاخبار ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۶

مکرمی مرزا صاحب زید اشفاقہ

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ آپ ۲۰ اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علیشاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آکر میرے ساتھ بپابندی شرائط مخصوصہ فصیح وبلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اسقدر سورہ کی تفسیر لکھیں۔ فریقین کو سات (۷) گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات بیس (۲۰) ورق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالہ کردیا جائے گا۔ جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح وبلیغ کہدیں گے وہ فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جسقدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو ونسیان پر محمول نہیں کی جائیں گی بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔ مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱..... کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز و فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کی حد پر نہیں پہنچ سکتا حتی کہ افصح العرب حضرت سید الرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ معارضہ کیلئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمایئے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں ما بہ الامتیاز کیا رہا؟

۲..... ہزار ہا عربی کے غیر مسلم اعلیٰ درجہ کے فاضل اور منشی گذرے ہیں۔ اور ان کی تصانیف عربی میں موجود ہیں اور ان کے عربی قصائد اور نثر اعلیٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ مانے گئے ہیں کئی ایک غیر مسلم عالم قرآن کریم کے حافظ گذرے ہیں۔ بعض غیر مسلم شاعروں کے قصائد کے نمونے میں نے اپنے ایک مضمون میں دیئے ہیں جو ۱۸۹۹ء کے رسالہ انجمن نعمانیہ میں پھر اخبار چودہویں صدی کے کئی پرچوں میں چھپا ہے۔

۳..... مجھے سمجھ نہیں آئی کہ چالیس علماء کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر یہ الہامی شرط ہے تو خیر ورنہ ایک عالم بھی آپ کے لئے کافی ہے اور یوں تو چالیس علماء بھی بالفرض اگر آپ کے مقابلہ میں ہار جائیں تو دنیا کے علماء آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجددیت، محدثیت، رسالت کا معیار عربی نویسی کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہو سکے گی۔

۴..... تعجب کی بات ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت پر جو عربی تفسیریں لکھی جائیں گی ان میں کوئی غلطی سہو ونسیان پر حمل نہیں کی جائے گی۔ مگر افسوس کہ آپ خود اسی اشتہار میں لفظ محصنات کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کے علاوہ ایک معمولی اور مشہور لفظ ہے۔ دو دفعہ محسنات لکھتے ہیں۔ س اور ص کی تمیز نہ ہونا اتنے بڑے دعویدار عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے یہ لفظ اگر ایک دفعہ غلط لکھا ہوتا تو شاید سہو پر حمل کیا جا سکتا مگر دو دفعہ غلط لکھا اور پھر شرط یہ ٹھہراتے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہو اور نسیان پر حمل نہیں کیا جائے گا۔

اخیر میں میری التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم ونثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں گا مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا

نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم

محمد حسن حنفی، بھین ضلع جہلم تحصیل چکوال،

مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور، ۱۵ اگست ۱۹۰۰ء

علاوہ ازیں فیضی صاحب مرحوم سے مرزا جی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزا جی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق حضرت پیر صاحب گولڑوی مد ظلہ العالی بمع بہت سے جلیل القدر علماء وفضلاء کے لاہور تشریف لے گئے تھے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزا جی کو اپنے بیت الامن کی چاردیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی بالآخر شاہی مسجد میں علماء وفضلا کا جلسہ ہوا جس میں مسلمانان لاہور بھی کثرت سے شامل تھے۔ اس جلسہ میں علامہ فیضی مرحوم نے مناسب حال حسب ذیل زبردست تقریر کی تھی۔ جو روئیداد جلسہ میں چھپی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور کی تقریر

حضرات ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء مشتہرہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری مولانا المعظم ومطاعنا المکرم عالیجناب حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب چشتی سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کے نام نامی پر بشمولیت دیگر علماء کرام ومشائخ عظام ایدھم اللہ تعالیٰ و کثر ھم کے بھیجی جس کے پہلے دو صفحوں پر مرزا نے اپنی عادت کے مطابق اپنے مرسل مامور من اللہ اور پھر مجدد مہدی

مسیح ہونے کے ثبوت میں بخیال مخبوط خود دلائل پیش کیے۔ اور عالیجناب حضرت پیر صاحب موصوف اور دیگر علماء وفضلاء اسلام کو لکھا کہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل اگر آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں اس لیے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ آخیر پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ مانتے ہیں تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابلہ پر دارالسلطنت پنجاب (لاہور) میں چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کرلیا جائے۔ یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورق پر لکھی جائے۔ اور میں (مرزا) بھی ان ہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھوں گا ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں پیش کی جائیں کہ جو فریقین سے ارادت وعقیدت کا ربط وتعلق نہ رکھتے ہوں۔ ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظ حلف لیا جائے جو قذف محصنات کے بارے میں مذکور ہے۔ اس حلف کے بعد جو فیصلہ یہ ہر سہ علماء فریقین کی تفسیروں کی بابت صادر فرمائیں، وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ ان ہر سہ علماء جو حکم تجویز ہوں گے۔ فریقین کی تفسیروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کریم کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بامحاورہ اور فصیح ہے اگر پیر صاحب خود یہ مقابلہ نہ کریں تو اور چالیس علماء مل کر میرے مقابلہ پر شرائط مذکورہ سے تفسیر لکھیں تو ان کی چالیس تفسیریں اور میری ایک تفسیر اسی طرح تین علماء کو فیصلہ کے لیے دی جائیں گی ...... الخ۔ مرزا کی یہ چٹھی تو ۱۲ صفحہ کی ہے۔ مگر اس کی دلخراش گالیاں ناجائز نامشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کردیا

جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر کی چند سطروں میں لکھا گیا ہے ہمیں نہ الہام کا دعویٰ ہے، نہ وحی کا مگر یہ قیاس غالب ہے کہ اس خط میں حضرت پیر صاحب کو علی الخصوص مخاطب کرنا دو وجہ سے تھا۔

اول: یہ کہ صوفیائے کرام کا طریق ومشرب مرنج ومرنجان کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ گوشہ تنہائی میں عمر کا بسر کرنا غنیمت سمجھتے ہیں کسی کی دل شکنی انہیں منظور نہیں ہوتی۔ پھر حضرت صاحب ممدوح کے دینی مشاغل ومصروفیت سے بھی یہی قیاس ہوسکتا تھا کہ آپ عزلت نشینی اور للٰہی مصروفیت کو ہر طرح سے ترجیح دیں گے اور اس طریق فیصلہ کو جو حقیقتاً مرزا کے دعاوی کی تصدیق کا فیصلہ نہیں تھا، پسند نہیں فرمائیں گے جو ظاہر بینوں کی نظروں میں مرزا کی فتحیابی کا نشان ہوگا نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کیساتھ گانٹھنا بھی یہی راز رکھتا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مرزا چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں ایسا تحریری مباحثہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اسکو جھوٹی شیخی اور بیہودہ تعلّی دکھانی مطلوب تھی۔ ورنہ اگر صرف تصدیق دعویٰ اور ہدایت علماء مقصود ہوتی تو اس خاکسار نے جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار جہلم میں بہ تسلیم جملہ شرائط کے بعد مرزا کو میدان مباحثہ میں بلایا تھا اور بعد ازاں خط بھی ارسال کیا تھا اور صاف لکھا تھا کہ مجھے بلاکم وکاست آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آیئے جس صورت پر چاہئے مقابلہ کرلیجئے۔ اس کے جواب میں مرزا جی ایسے بجھو ہوئے کہ اب تک کروٹ نہیں بدلے۔ وہ مضمون ہی اڑادیا اور وہ خط ہی غائب کردیا۔

دوم: یہ کہ مرزا جی قادیانی حسب عادت مستمرہ خود (اس لیے کہ فقط اس کو اپنی شہرت ہی مطلوب ہے) ہمیشہ نامی اشخاص کے مقابلہ میں مباحثہ کا اشتہار دیدیا کرتا ہے اور اس طور پر

دوسرے اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت کروالیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چٹھی میں بھی حضرت صاحب موصوف سے استدعا کرتا ہے کہ وہ جوابی چٹھی کی پانچ ہزار کاپی چھپوا کر اس کی مباحثہ کی شہرت دور دراز ملکوں میں کرادیں۔ اور یہ کاپیاں مختلف اطراف میں بھجوادیں۔

لیکن فخر الاصفیاء والعلماء حضرت پیر صاحب نے ایسے نازک وقت میں کہ جب اسلام کو ایک خطرناک مصیبت کا سامنا تھا۔ مرزا کے مقابلہ میں آنے کو عزلت نشینی پر ترجیح دی اور حسب الدرخواست مرزا جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو طبع کرا کر بذریعہ رجسٹری بتاریخ ۴ اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا اور لکھدیا کہ وہ خود ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لیے کہ مرزا نے تقرر تاریخ کا اختیار حضرت پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آجائیں گے۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔ چونکہ مرزا نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعاوی پر اور کئی استدلال پیش کیے تھے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنی کرتے ہیں۔ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر اور ذکرا رسولا کا راز نہیں سمجھتے میری مسیحیت و مہدویت کا نشان رمضان میں کسوف و خسوف کا دیکھ چکے ہیں پھر نہیں مانتے۔ صدی سے ستر سال گذر چکے ہیں پھر مجھے مجدد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلالات مرزا نے اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اُسی چٹھی میں تحریر کیے ہیں اور صرف ایک ہی فیصلہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی ہیں۔ اس لیے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب ہی تسلیم کیا۔ اور

پسند فرمایا کہ مرزا سے اسکے اپنے استدلالات جو اس نے اپنی چٹھی میں تحریری فیصلہ سے پہلے پیش کیے ہیں، سن لیے جائیں اور مسیح علیہ السلام کا جسم عنصری کیساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کی قطعی الدلالت نص پیش کی جائے کہ اگر مسیح کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانا قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے۔ حدیث ہی جستجو کی جائے یا کیا؟ نیز سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نزول کے وہ معنی جو اب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین اور محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہلبیت نے نہیں سمجھے وہ کیا ہونگے؟ اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف و خسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے؟ یہ سب امور احقاق حق کی غرض سے حضرتنا الممدوح مرزا کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے۔ اور بعد ازاں یہ قرار داد تھی کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کرلیا جائے اور مرزا کی قرارداده شرائط کے موافق تفسیر لکھی جائے۔

اس عرصہ میں آج تک مرزا کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ البتہ ان کے بعض حواریوں کی طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں تھی لیکن ان تحریرات کو اس لیے بے معنی خیال کیا گیا تھا کہ خود مرزا کو اپنے اشتہار مشتہرہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، ہر دو امور فیصلہ علی الترتیب مطلوب تھے اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب نے صاف طور پر مرزائی جماعت کو مطلع کردیا تھا کہ پیر صاحب صرف اس صورت میں قلم اٹھائیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جب کہ بالمقابل مرزا خود میدان میں آئے یا کچھ تحریر کرے ورنہ نہیں۔ پس حضرت پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا کے نام پر تھی بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہیے تھا لیکن اس نے باوجود انقضائے عرصہ مدید ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا بلکہ

اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کرلیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے کہ ہر دو طرح سے مباحثہ ہوجائے۔

اس کے بعد حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب مالک ومہتمم کارخانہ مصطفائی پریس لاہور نے ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ مرزا کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزا کے نام پر بھیجی اور عام مشتہر بھی کی۔ اس کے بھی کچھ جواب نہ آنے پر انہوں نے رجسٹری شدہ چٹھی نمبر۲ اور چھاپ کر مرزا کو روانہ کی اور عام تقسیم کردی مگر مرزا کو کہاں ہوش وتاب کہ کچھ جواب دیتا۔

تاہم اس کا رہا سہا عذر دفع کرنے کے لیے حکیم سلطان محمود صاحب ساکن حال پنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے بھی متعلق مباحثہ کئی ایک اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا کے پاس ارسال کردیا جس کا آخری مضمون یہ تھا کہ اگر مرزا کی علمی وعملی کمزوریاں اسکو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسے ضد ہے کہ تم ان ہماری پیش کردہ شرائط کو تسلیم کروتو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں تو خیر لو یہ بھی سہی۔

پیر صاحب تمہاری سب پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح سے تم نے پیش کیں ہیں منظور کرکے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آجاؤ۔ یہ اعلان عام طور پر مشتہر کردیا گیا تھا علاوہ اس اعلان کے جناب پیر صاحب نے بنظر تاکید مزید حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور کو بھی ایما فرمادیا کہ ہماری طرف سے مرزا کی تمام شرائط کی منظوری کا اعلان کردو۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کردیا کہ آج بروز جمعہ ۴ بجے شام کی ٹرین میں بوجہ

ہمدردی اسلام پیر صاحب مرزا کی تمام شرائط منظور کرکے لاہور تشریف فرما ہوں گے اور محمڈن ہال انجمن اسلامیہ واقعہ موچی دروازہ لاہور میں بغرض انتظار مرزا قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام کی گاڑی معہ دو تین سو علماء ومشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرما لاہور ہوئے۔

حضرت ممدوح کی زیارت واستقبال کے لیے اس شوق وولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن لاہور اور بادامی باغ پر شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرے چلے جاتے تھے حضرت ممدوح اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ تک استراحت کرکے محمڈن ہال موچی دروازہ میں مقیم ہوئے۔ لاہور کے علمائے کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے آپ کے ساتھ شامل ہوگئے نیز اور بھی علماء ومشائخ ومعززین اسلام اضلاع پشاور، پنڈی، جہلم، سیالکوٹ، ملتان، ڈیرہ جات، شاہ پور، گجرات، گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ وغیرہ مقامات سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہوکر آپہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیروؤں نے مرزا کے نام خطوط تاریں اور ضروری قاصد روانہ کئے مگر بعض گرمجوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیاں پہنچے اور ہرچند اپنے پیرومرشد مرزا کو لاہور لانے کے لیے منت وسماجت کی پاؤں پکڑے، مگر مرزا کی دلی کمزوری نے ان کو اپنے فدائی پیروؤں کی درخواست منظور کرنے کی طرف مائل نہ کیا اور وہ بیت الفکر میں ہی داخل دفتر رہا۔

حضرت پیر صاحب ۲۴ اگست سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے انتظار ہورہا ہے مگر ادھر سے صدائے برنخاست کا معاملہ ہوا۔ یہ حقیقت میں خود مرزا کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت وجلال کا کھلا کھلا نشان

تھا جس نے مرزا کی جھوٹی و بے جا شیخی کو کچل ڈالا۔ اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ و مباحثہ لاہور تو در کنار آپکو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہی اور **وقذف فی قلوبهم الرعب بما کفروا.** کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور پر آیا۔ برخلاف اسکے حضور پرنور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا جس کا آیت **و کان حقا علینا نصر المؤمنین** میں وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس و بابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں جس طرح پہلے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو الٰہی غیرت اور خود ان کے اپنے کفر و غرور نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا ہے ایسا ہی اس نے مرزا کی جھوٹی مہدویت رسالت و مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے مخصوصہ مناصب اور مفروضہ مراتب کے اندر بیجا مداخلت کرنے والا اس طرح سے علی رؤس الاشہاد روسیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے۔ کیا غور و عبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا نے بلا کسی تحریک کے خود بخود حضرت پیر صاحب اور نیز ہند و پنجاب کے تمام مسلم الثبوت مشائخ و علماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا وہ اعلان کیا جس کی ہزار ہا کاپیاں ہند و پنجاب کے تمام اضلاع و اطراف میں مرزا نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی و قرآن دانی میں وہ لاف زنی کی جس کا وہ خواب میں بھی خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ اگر میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں مردود، جھوٹا اور ملعون ہوں اس شد و مد کے اشتہار کے بعد جب اسکو پیر صاحب نے اور دیگر علمائے کرام نے بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو مرزا کی طرف سے سوائے بہانہ گریز کے اور کوئی کارروائی ظہور میں نہ آئی۔ سخت افسوس کا

موقعہ ہے کہ مرزا کے مرید انہی دنوں میں جبکہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء و فقراء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اس قسم کے اشتہارات شائع کر رہے ہیں کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے اور شرائط سے انکار کر گئے۔ سبحان اللہ ڈھٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی کہ ع

''دروغ گوئیم برروئے شما''

اس موقعہ پر مرزا کی مسیحی تعلیم پر سخت افسوس آتا ہے۔ کیا امام زمان کی تعلیم کا یہی اثر ہونا چاہیے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ہندو اخبارات بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کر رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں۔ میں از جانب اہالیان جلسہ جن کی تعداد کئی ہزار ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں، اس امر کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ پیر صاحب نے معہ ان علمائے کرام و مشائخ عظام کے جو آپ کے ساتھ شامل ہیں، اسلام کی ایک بے بہا خدمت کی ہے اور مسلمانوں کو بے انتہا مشکور فرمایا ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ آئندہ کو بہت سے مسلمان بھائی مرزا کے اس سلسلہ حرکات سے ان کی دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ الخ

آخر میں مولانا صاحب نے ایک پرزور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا جو بوجہ طوالت یہاں درج نہیں ہو سکا جسکا ماحصل یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح، مہدی بننے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ مرزا کا بھی یہی حشر ہوگا۔

۴..... اسکے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جوہر مختار چیف کورٹ پنجاب سیکریٹری

انجمن نعمانیہ نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی۔ اور مرزا کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔

صاحبان! بس صرف یہی خطا تھی کہ فیضی مرحوم نے مرزا جی کو انکی غلطیوں پر متنبہ کیا اور ان کو مقابلہ سے عاجز کر دیا۔ مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ مرحوم کو ان کی زندگی میں جس متانت سے انہوں نے انکو چٹھیاں لکھیں جواب باصواب دیتے یا مقابلہ کے لیے بلاتے جب آپ کو معلوم ہوا کہ فیضی مرحوم فوت ہو چکے ہیں اور اب میدان خالی ہے آپ نے اپنی گندہ کلامی سے مرحوم کی روح کو ستانا شروع کیا۔ اور ان کے پسماندگان کی دل آزاری کیلئے اپنی تصانیف مرحوم کے عم زاد برادر ابوالفضل مولوی کرم الدین صاحب بھین (جو اس مقدمہ میں مستغیث تھے) کے پاس موضع بھین میں روانہ کیں۔

مولوی صاحب کو مرزا صاحب کی یہ بیوجہ سخت کلامی ان سے نئے جدا ہوئے پیارے بھائی کے حق میں سخت شاق گذری انہوں نے مرزا جی کو نوٹس بھیجا کہ آپ پر اس امر کی نالش فوجداری کی جائے گی کہ آپ نے ان کے مرحوم بھائی کی توہین کر کے ان کی دل آزاری کی ہے۔

اسپر قادیان میں عجیب کھلبلی مچی اور قانونی مشیروں کے مشورہ سے پیش بندی کر کے مولوی صاحب کے برخلاف مقدمہ فوجداری حکیم فضل دین حواری کے ذریعہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کرا دیا۔ اور اسکے بعد کچھ عرصہ مولوی صاحب نے فیضی مرحوم کی توہین کا مقدمہ جہلم میں رائے سنسار چند صاحب کی عدالت میں دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں مرزا جی بذریعہ وارنٹ بضمانت ایک ہزار روپیہ طلب ہوئے اور نیز آپکے چند مرید بھی آپ کے ساتھ بذریعہ وارنٹ بلائے گئے اس مقدمہ کی نسبت قانونی مشیروں

نے یہ اعتراض سوچا کہ مقدمہ فیضی مرحوم کے پسران کی طرف سے ہونا چاہیے تھا انکی موجودگی میں مستغیث کو حق نالش کا نہیں پہنچتا۔ اس پر مرزا صاحب کا حوصلہ بندھ گیا اور جہلم میں روانہ ہونے سے پہلے اپنی ایک کتاب مواہب الرحمٰن میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی اس مقدمہ کی نسبت کچھ تذکرہ چھاپ کر ہمراہ لائے اور جہلم میں آ کر کتاب تقسیم کر دی۔ اس کتاب میں مولوی صاحب کی نسبت سخت ہتک کے الفاظ درج کیے گئے جو آپ پر اس استغاثہ کی دائری کا باعث ہوئے۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی اور خدا کے جری متوکل علی اللہ امام الزمان بجائے اسکے کہ سینہ سپر ہو کر تنہا مقابلہ میں نکلتے ایک جتھا وکلاء کا اپنی نجات کا وسیلہ بنالائے جن میں سے ایک صاحب انگریز بیرسٹر بھی تھے۔ جو اس مذہب عیسائی کے تھے جنکی نسبت دجال وغیرہ کے القاب آپ استعمال فرمایا کرتے ہیں۔

بالآخر وکلاء نے وہی اعتراض اٹھایا جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور حاکم نے وہ اعتراض سن کر استغاثہ داخل دفتر کیا بس پھر کیا تھا مرزائیوں نے فتح فتح کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھالیا اور لمبے چوڑے اشتہاروں میں مرزا جی کو خدا کا برگزیدہ رسول اور نبی اللہ کے خطاب دیکر مبارک بادیاں دی گئیں۔ اس موقعہ پر اخبار چودھویں صدی میں ایک مختصر مگر مغز مضمون جو مرزائیوں کے اس غیر معمولی جوش پر اڈیٹر اخبار موصوف نے لکھا تھا درج کر دینا موجب دلچسپی ناظرین ہوگا۔

نقل مضمون اخبار چودھویں صدی راولپنڈی مطبوعہ یکم فروری ۱۹۰۳ء

صفحہ کالم اوّل

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک مقدمہ میں فتح کی خوشی میں ان کے

مریدان باصفانے مرزا صاحب کے مراتب کواور بھی بلند فرمادیا۔ چنانچہ اخبار الحکم کے ضمیمہ میں جواس عظیم الشان فتح پران کومبارک باد دی گئی ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں۔ ''اے خدا کے برگزیدہ رسول الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا ہے اے نبی اللہ تجھے وہ بشارت ملی ہے جسکا وعدہ بشارۃ تلقاھا النبیون میں یوم العید کو دیا گیا۔ لاریب خداتعالیٰ کے وہ سارے وعدے جواس نے اس مقدمہ کے متعلق کئے تھے، پورے ہوئے ان تمام پیشن گوئیوں کے پورا ہونے پر تجھ کواور تیری قوم کو مبارک باد دیتے ہیں۔''

ہم نے تو ایک سابقہ پرچہ میں پیشگوئی کردی تھی اوراس کے واسطے کسی الہام کی ضرورت نہیں تھی کہ مرزا صاحب کو آج کل جو الہامات ہورہے ہیں انکی تعبیر عنقریب ان مقدمات کے نتائج سے کی جائے گی۔ مقدمہ جو مرزا صاحب اوران کے دوستوں کے برخلاف تھا۔ وہ جہاں تک ہم نے سنا ہے اس امر کا تھا کہ مولوی محمد حسن صاحب جو موضع بھیں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے، انکی نسبت کچھ نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ انہوں نے یا انکے کسی دوست نے لکھے تھے ان الفاظ کی بنا پر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین صاحب نے مرزا صاحب وغیرہ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کردی تھی عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی صاحب کو برا کہا جانے کی وجہ سے نالش کرنے کا مستحق ہے؟ عدالت نے قرار دیا کہ مولوی کرم الدین اتنا قریبی رشتہ دار مرحوم کا نہیں ہے کہ وہ دعویٰ کرسکے۔

اس مقدمہ کے متعلق وضاحت سے جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے ہیں وہ دوران مقدمہ میں ہوئے ہیں جب کہ انکوان کے وکلاء قانونی مشورہ دے چکے تھے۔ اوراس

واسطے ہم جانتے ہیں کہ ان الہامات کے معنی کیا ہیں۔ لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس تقریب پر مرزا صاحب کے مراتب اور مناقب میں کوئی ترقی ہونے والی ہے اور غالباً خود مرزا صاحب کو بھی معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خدا کے برگزیدہ رسول اور نبی اللہ ہوجائیں گے اور خاتم الانبیاء، ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ (فداک روحی یارسول اللہ ﷺ) کے مبارک اور پیارے نام کے ساتھ گزشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں ان کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر مرزا صاحب اس ترقی کے مستحق ثابت ہوئے ہیں تو ہماری رائے میں ان وکیلوں کی جنہوں نے مرزا صاحب کواس مقدمہ میں چھڑایا ہے نہایت حق تلفی کی گئی ہے۔ مقدمہ سے چھوٹنے والا تو امام سے برگزیدہ رسول اور نبی ہوجائے اور مقدمہ سے چھوڑانے والے بیچارے کوئی خاص اور چھوٹنے والے سے بہتر رتبہ کے مستحق نہ قرار دیئے جائیں۔ حالانکہ حالات نے مرزا صاحب کے وکلاء کو انعام میں ایک خاص ترقی دینے کا موزوں موقعہ پیدا کردیا تھا یعنی مرزا صاحب کے تین وکلاء تھے۔ ان تینوں میں سے جن سے وہ راضی ہوتے ایک کو خدا دوسرے کو خدا کا بیٹا تیسرے کو روح القدس بنادیا جاتا ہے اور پھر تینوں مل کر خدا بنادیئے جاتے اور مرزا صاحب کے دین کے لحاظ سے یہ کوئی نئی اچھوتی بات نہ ہوتی۔ مرزا صاحب نے اپنے مضمون کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے:

کہ وہ مریم بنادیئے گئے تھے اور پھر انکو حمل ہوگیا تھا اور جب انکو دردزہ ہوا تو وہ کھجور کے درخت کے نیچے چلے گئے اور وہاں جاکر انہوں نے بچہ جنا اور وہ بچہ جننے کے بعد انکو آخر کار کسی وقت معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں اور بچہ وہ خود ہی ہیں۔

تو جس دین میں یہ عجائبات ظہور پذیر ہوسکتے ہیں وہاں چند الہاموں کے الٹ

پھیر سے ان بیچارے وکلاء کو بھی ترقی دی جاسکتی تھی جس کے وہ مستحق تھے۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے دوست اس سہو پر غور کر کے اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ مرزا صاحب کے برخلاف مولوی کرم الدین صاحب کا استغاثہ نہیں چل سکا تو اب سنا ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے لڑکے استغاثہ کرنے والے ہیں ہماری اب بھی وہی رائے ہے جو پہلے تھی کہ مسلمانوں کے مذہبی جھگڑوں کو عدالتوں میں نہیں گھسیٹنا چاہیے۔ دونوں فریق میں اگر کوئی عاقبت اندیش بزرگ ہیں تو وہ ان کو یہی صلاح دیں گے کہ مقدمہ بازی کو چھوڑ دیں۔

الحاصل ادھر تو بیچارے وکلاء نے اس عذر پر کہ استغاثہ اس مستغیث کی طرف سے نہیں چل سکتا مرزا جی کو نجات دلائی اور اُدھر مرزا جی ایسے ناعاقبت اندیش موکل ہیں کہ اسی مستغیث کو خود ایک دوسرے استغاثہ کا مصالحہ تیار کر کے خود ہی اس کے ہاتھ دے گئے یعنی کتاب مواہب الرحمٰن میں مستغیث کا صریح نام لکھ کر اسکو گالیاں دیں اور جہلم کے احاطہ کچہری میں اسکو تقسیم کیا۔ چنانچہ مرزا جی مبارکبادیاں لیتے خوشیاں مناتے قادیاں میں پہنچے ہی ہونگے کہ ادھر کتاب مذکور کی بناء پر دوسرا استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو اسی حاکم لالہ سنسار چند صاحب کی عدالت میں دائر ہوگیا اور مرزا جی اور ان کے حواری حکیم فضل دین بذریعہ وارنٹ وغیرہ پھر طلب ہوگئے۔ اس خبر پر قادیان دارالامان میں پھر ماتم برپا ہوگیا۔ ہر چند قادیانی صاحب نے اس مقدمہ کو ایک معمولی[1] سمجھ کر اسکے متعلق یہ الہام اخبار الحکم میں اسی وقت شائع کر دیا تھا۔ **ساکرمک اکراما عجیبا** (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء) اس الہام کا یہ منشا

---

[1] یہ امر کہ مرزا جی کے الہام کا یہی منشا تھا کہ ابتداء ہی میں آپ کو نجات مل جائے گی انکی اس درخواست سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو کہ لالہ سنسار چند صاحب کی عدالت میں مرزا کی طرف سے استثناء حاضری کے لیے گذری تھی اس میں صاف درج تھا کہ امید نہیں کہ استغاثہ ابتدائی مراحل سے آگے چل سکے۔

تھا کہ دیکھوں ابھی تم کو عجیب اعزاز ملتا ہے یعنی استغاثہ خارج ہوتا ہے۔ ساکرمک کا سین قابل غور ہے لیکن غیور خدائے ذوالجلال کو چونکہ مرزا کے الہاموں کی بیخ کنی منظور تھی اس معمولی مقدمہ نے مرزا کو ایسا جکڑا کہ دو سال پیچھا نہ چھوڑا اور کوئی مصیبت کوئی ذلت نہ ہوگی جو کہ اکرام عجیب کے منتظر کو اثنائے مقدمہ میں نصیب نہ ہوئی ہو۔ آخر دو سال کے بعد ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا جی کو عدالت لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ گورداسپور سے اکرام عجیب کا یہ تمغہ ملا کہ آپ پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کریں ورنہ چھ (۶) ماہ قید محض بھگتیں۔ بیشک مرزا جی کیلئے یہ اکرام عجیب تھا جو عمر بھر میں آپکو اس سے پہلے نہیں ملا تھا۔

مقدمہ بازی میں مرزا کو شکست فاش

مقدمہ بازی فریقین کا خاتمہ جس قدر کہ ہو چکا ہے اسکے مجموعی حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی اور اسکی جماعت اس مقدمہ بازی میں ہرگز فتحیاب نہیں ہوئے۔ (جیسا کہ ان کے مرید ظاہر کر رہے ہیں) بلکہ اس مقدمہ بازی نے ان کی وقعت اور ان کی صداقت کی ساری قلعی کھول دی ہے۔ سوچنے والے مجموعی نتائج پر غور کر کے صاف قائل ہوں گے کہ مرزا اور اس کے گروہ نے اس مقدمہ بازی میں سخت شکست دکھائی اور اس مقدمہ بازی کے ذریعہ پبلک کو مرزا سے سخت بے اعتقادی حاصل ہوئی اور روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مرزا جی کے دعاوی ملہمیت، مسیحیت، نبوت وغیرہ سب غلط ہیں۔

اس بارے میں امور ذیل قابل توجہ ہیں:۔

اول: اس مقدمہ بازی کا سلسلہ اول مرزائیوں نے چھیڑا اور مرزا جی کی خاص ہدایت سے چھیڑا گیا اور اس سلسلہ کے چھیڑنے سے وہ اعتراضات ذیل کا نشانہ بنے ہیں۔

۱..... مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ بہ حیثیت مسیح موعود خود حکم عدل ہیں۔ پھر ان کو ہرگز

شایان نہ تھا کہ وہ فیصلہ نزاع کے لیے اور کسی حکم کے محتاج ہوتے۔ کیا کسی حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ مسیح موعود اپنے ظہور کے وقت عدالتوں میں مقدمات بھی لڑیں گے۔

۲..... خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہ ارشاد ہے۔ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول یعنی اگر تم مسلمانوں میں کسی امر میں تنازع ہو تو خدا اور اس کے رسول کے سپرد کردو۔ پھر مرزاجی نے کیوں اس آیت قرآنی کا خلاف کر کے حکیم فضل دین مخلص حواری کو ہدایت فرمائی کہ بجائے اس کے کہ معاملہ کو خدا اور رسول کے سپرد کردیں، رائے گنگا رام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت کی طرف رجوع کریں۔

۳..... یہ مقدمہ بازی ایک سخت فتنہ پردازی تھی جسمیں مسلمانوں کی جان و مال دو سال تک مبتلا رہی اور خداوند عالم نے فرمایا والفتنة اشد من القتل مرزاجی مسیح موعود ہوتے تو بجائے اسکے کہ مسلمانوں میں امن اور صلح قائم کریں یہ بدامنی ہرگز نہ پھیلاتے جو کہ سخت گناہ میں داخل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنت ثم لم یتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق (الآیۃ) ترجمہ: جو لوگ مسلمانوں میں فتنہ ڈالتے اور توبہ سے پہلے مرجاتے ہیں ان کے لیے سخت جلانے والا عذاب (جہنم) تیار ہے۔

۴..... گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی بھی اس امر کے مانع ہے کہ اسکی رعایا میں بذریعہ مقدمہ بازی بدامنی پھیلے اور انکا روپیہ مفت برباد ہو۔ سو اس مقدمہ میں جس قدر مسلمانوں کا روپیہ برباد ہوا یا مسلمانوں کو بدنی تکالیف پہنچیں ان سب کے ذمہ دار مرزاجی ہیں جنہوں نے سلسلہ مقدمہ بازی کو پہلے شروع کیا۔ والبادی اظلم۔

دوم: سب سے پہلے مقدمہ جو مسیح الزمان کے خاص حکم سے بذریعہ حکیم فضل

الدین عدالت میں بڑے زور و شور سے دائر کیا گیا تھا اور علاوہ دیگر گواہوں کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ممبر حکیم نوردین اور عبدالکریم بھی گواہ بنائے گئے تھے اس مقدمہ کی فتحیابی کے متعلق مرزاجی کو الہاموں کی بھرمار ہو رہی تھی اور اس مقدمہ کے بنانے پر بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی کرم الدین صاحب بری اور مقدمہ خارج۔ مرزاجی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مقابل کی فتح اور ظفر کا نقارہ بج گیا۔ اسوقت قادیانی اخبارات ایسے عالم سکوت میں تھے گویا کہیں ان کا نشان ہی نہیں اور تمام اخبارات میں مولوی صاحب کی فتح اور مرزاجی کی شکست کے مضمون شائع ہوگئے۔ کہئے مرزاجی کو یہ بھی کہیں الہام ہوا تھا کہ اس مقدمہ کا یہ حشر ہوگا تم روپیہ کیوں برباد کررہے ہو۔ اس مقدمہ کی شکست کا دھبہ قیامت تک مرزا اور ان کی جماعت کے ذمہ رہے گا اور یہ حسرت ان کو مرتے دم تک رہے گی کہ خدا کی برگزیدہ جماعت نے ناخنوں تک زور لگایا مگر فریق مقابل کا بال بیکا نہ ہوا۔

سوم: پھر دوسرا مقدمہ فوجداری جو کہ زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند (مالِ مسروقہ کو پاس رکھنا) مولوی صاحب کے خلاف قائم کیا گیا تھا اور ایک درجن گواہوں کا اس کے ثبوت کے لیے عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ جن میں شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہوس جیسے معزز اشخاص بھی داخل تھے اور مسٹر اوگارمن صاحب بیرسٹر اس کی پیروی کے لیے بلائے گئے تھے۔ اس مقدمہ کے لیے بھی طرح طرح کے الہامات تھے لیکن اسکا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ استغاثہ بعدم ثبوت ڈسمس اور مولوی صاحب رہا۔ اس شکست بعد شکست نے قادیانی جماعت تک کو مذبذب کردیا تھا اور مرزائی کسی سے بات تک کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے تھے۔ کیا یہ مقدمہ بھی خدا کے برگزیدہ رسول (معاذ اللہ) نے اسی امید پر دائر کرایا تھا کہ

باوجود کثیر مصارف برداشت کرنے کے اور گواہان کو تکالیف شہادت پہنچنے کے بعد فریق مخالف صاف نکل جائے اور مرزائی بیچارے آہ وافغان کرتے رہ جائیں؟ اگر مرزاجی ملہم ہوتے تو ان کو اول ہی بذریعہ الہام خبر مل جانی چاہیے تھی کہ مقدمہ بیہودہ ہے اسکو چھیڑ کر اپنی تخفیف نہ کراؤ۔ کیا اس کا کوئی جواب مرزائیوں کے پاس ہے؟

مقدمہ زیر بحث یعنی قادیانی کا مقدمہ جس کے متعلق کارروائی عدالت پر مرزائی اخبارات شور مچا رہے ہیں اور ان کی جماعت والے مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہیں سماتے۔ سو اس مقدمہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزاجی کے سارے اسرار کو طشت ازبام کرنے والا اور سارے دعاوی کی قلعی کھولنے والا یہی مقدمہ ہے۔ جو کہ صفحہ دہر پر بہت دیر تک یادگار رہے گا اس کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں۔

۱..... جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں مرزا نے اس مقدمہ کو بالکل معمولی تصور کیا اور اپنے قیاس کے موجب الہام بھی جلدی فتحیاب ہونے کا کر دیا۔ لیکن ان کے قیاس اور الہام کو غلط کرنے کے لیے قضا وقدر نے اسکو اس قدر طول دیکر مرزا کو طرح طرح کے مصائب کا نشانہ بنایا، جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملے گی۔

۲..... اس مقدمہ میں مرزاجی کے ادعائے ریاست وکرسی نشینی کی بھی ساری حقیت کھل گئی ہمیشہ کرسی کرسی کی پکار سنا کرتے تھے اور اسی کو گویا معیار صداقت قائم کیا جاتا تھا کہ دیکھو فلاں موقعہ پر ہم کو کرسی ملی اور مخالف فریق کو کرسی نہ ملی۔ اور الہام انی مھین من اراد اھانتک و معین من اراد اعانتک وغیرہ کا ظہور ہوا لیکن خدائے تعالیٰ نے اس شیخی باز کو مقدمہ میں وہ دن دکھائے کہ چھ چھ گھنٹہ عدالت میں کھڑا رہنا پڑا اور کرسی کا نام لینے تک کی جرأت نہ ہوئی۔ جب تک رائے چندلال صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ رہا

اس وقت تک ہر دو فریق یعنی مولوی صاحب مستغیث ومرزا کو بالمساوات کرسی ملتی رہی۔ لیکن جب سے کہ مرزاجی نے دعوات سحری کے ذریعہ (جیسے کہ ان کے مرید کہتے ہیں) صاحب موصوف کو تبدیل کرایا اور بجائے ان کے لالہ آتمارام صاحب ایک بارعب پابند ضابطہ مجسٹریٹ آ گئے تو کرسی کی رعایت موقوف ہوگئی۔ ہر دو فریق کو بالمقابل عدالت میں کھڑا ہونے کا حکم ملا۔ مولوی صاحب تو آخر نوجوان تھے اس بات کی کم پروا رکھتے تھے لیکن مرزاجی کی حالت پر رحم آتا تھا جبکہ بیچارے ملزموں کے کٹہرے پر تکیہ لگائے پشت دوتا کیے گھٹنوں پاؤں پر کھڑے نظر آتے تھے۔

مرزاجی کے مرید ہر چند اس بات پر پھولیں کہ آخرکار مرزاجی کا جرمانہ معاف ہوا لیکن درحقیقت مرزاجی کے لیے جو سزا قدرت نے مقدر کی تھی وہ بھگت چکے۔ مرزاجی کو مشکل سے وہ زمانہ بھولے گا جو آپ نے اس مقدمہ کے دوران میں دیکھا۔ کہاں وہ دارالامان قادیان کی عیش وعشرت اور کہاں گورداسپور کے ایام غربت۔ زن و بچہ سمیت آپ دربدر بھٹکتے پھرے۔ گورداسپور میں آپ کو بصد مشکل مکان بھی رہنے کے لیے ملا جیسا کہ الحکم میں بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا اور پھر عدالت میں روزانہ حاضری احاطہ عدالت کے سامنے درخت جامن کے نیچے بیٹھے بیٹھے دروازہ عدالت کی طرف ٹکٹکی باندھے دن بھر گذر جاتا تھا۔ کثرت کام عدالت کے باعث پچھلے پہر بلا کر حکم دیا جاتا تھا کہ کل حاضر ہو۔ ایک شاعر نے مرزاجی کے اس زمانہ کا نقشہ ایک دلکش نظم میں کھینچا تھا جو ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ نظم ہمیں اخبار میں درج کرنے کے لیے دی گئی تھی۔

نظم دلکش

ارے او میرزائے قادیانی　　بتا تیری کہاں وہ لن ترانی
کہاں تیری وہ کرسی ہائے کرسی　　ہمیشہ سنتے تھے تیری زبانی
کھڑا کیوں پاؤں پر ہے دست بستہ　　جھکا کر پیٹھ باصد ناتوانی
کٹہرا ملزموں کا تیری جا ہے　　کہاں وہ راحت دارالامانی
کہاں وہ کیوڑا صندل کے شربت　　نہ ملتا آپ کو ہے آج پانی
زمین و آسمان تھے تیرے تابع　　تجھے حاصل تھی نصرت آسمانی
زمانہ نے یہ کیا پلٹا ہے کھایا　　پڑی تجھ پر بلائے ناگہانی
رلایا در بدر تجھ کو خدا نے　　نہیں حاصل تجھے اب شادمانی
وہ بیت الفکر بیت الذکر بھولے　　ہے اب گورداسپور کی خاک چھانی
نہ مرزاجی ہی نکلے خود وطن سے　　مسافر ہوگئی ہے میرزانی
عیال ، اطفال سارے در بدر ہیں　　یہ بوڑھے باپ کی ہے مہربانی
یہ ساری ذلتیں جو دیکھتے ہو　　ہے مرزا جی سزائے آسمانی
عدالت میں تیری پیشی ہے ہر روز　　مصیبت ہے یہ گویا جاودانی
کمالی زور سے آکر پکارے　　ہو باجر جلد برجا کادیانی
ہیں حاکم یاں کے لالہ آتمارام　　عدالت جنکی ہے نوشیروانی
دکھا دینا ہے آخر دودھ کا دودھ　　انہوں نے صاف اور پانی کا پانی

دوران مقدمہ مرزاجی اوران کے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات

سماوی اورامراض مہیبہ میں مبتلا ہوتے رہے۔لیکن فریق ثانی کوان ایام میں سردردی تک بھی لاحق نہ ہوئی جواس بات کی روشن دلیل ہے کہ تائیدآسمانی فریق ثانی کے شامل حال تھی۔ مولوی صاحب جس مردانگی اورحوصلہ سے دوران مقدمہ میں ثابت قدم رہےاور باوجود بے وطن اورتن تنہا ہونے کے ہرایک مرحلہ پراستقلال سے لڑتے رہے،بجز تائیدایزدی کے یہ امر بالکل دشوار ہے۔کیامرزائیوں کووہ وقت یاد ہے جبکہ حکیم فضل دین اثناء تحقیقات مقدمہ میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہوگئے تھےاوران کے پیر بھائی اسی حالت میں چار پائی اٹھاکران کوکمرہ عدالت میں لائے تھےاوردن بھر بیچارے کمرہ میں لیٹے رہےاس روز بجائے انی مهین من اراد اهانتک کے انی مهین من اراد اعانتک کامضمون برابرصادق آتاتھالیکن فریق ثانی کوخدانےایسےابتلاؤں سے بالکل محفوظ رکھااورنہ مرزاجی کی کرامت منائی جاتی۔اورپھروہ زمانہ بھی آپ کویاد ہوگا جبکہ مرزاجی بیماری سنکاپی وغیرہ میں مبتلاہوکرغشی پرغشی کھاتے رہے(ان بیماریوں کی تصدیق مسل میں موجود ہے)

مسیحا سے شفا پاتے تھے بیمار　　مثیل اسکا مرض میں خود گرفتار
نہ سمجھے ہم ہیں یہ راز نہانی　　غشی کھا کر گرا کیوں قادیانی
عجب ان کو ہے تائید الٰہی　　مقابل میں کھڑا ہے اک سپاہی
پچھاڑا سامنے اس کے کئی بار　　خدا نے میرزا کو کرکے بیمار
کرشمے تھے یہ قدرت کے نرالے　　کہ سمجھیں راز اصلی ہوش والے
کہ مرزاجی کے دعوے سچ نہیں ہیں　　غلط فہمی میں ان کے تابعین ہیں

۴..... مرزاجی باوجودیکہ متوکل علی اللہ ہونے کے مدعی اورالہام الیس اللہ بکاف عبدہ کے تسلی یافتہ ہیں۔لیکن مقدمہ میں جوحوصلہ آپ نے دکھلایااس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری

کہنے کی باتیں تھیں۔ یوں تو آپ نے الحکم میں یہ الہام بھی چھپوا دیا تھا کہ خدا نے مجھے کہا ہے لا الہ الا انا فاتخذنی وکیلا لیکن جری اللہ فی حلل الانبیاء کو ایک دن بھی عدالت میں تنہا پیش ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جب تک کہ دائیں بائیں آگے پیچھے وکلاء کی جماعت نہ ہوتی تھی عدالت میں جانا محال تھا۔ اگر خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ آپ فتحیاب ہونگے اور یہ بھی کہ خدا ہی تمہاری امداد کو کافی ہے۔ اور پھر صریح فرمان ہے کہ میں ہی خدا ہوں مجھے وکیل بنانا تو پھر مرزا جی کو کیا ضرورت تھی کہ وکلاء کی امداد حاصل کرتے۔ یہ تو صریح خدا کی نافرمانی ٹھہری اور پھر یہ بھی نہیں تھا کہ آپ کے مقابل فریق کیساتھ کوئی جماعت وکلاء تھی بلکہ سچ پوچھو تو آیت مذکورہ پر مولوی صاحب مستغیث نے پورا عمل کیا کہ ہر ایک موقعہ پر اکیلے پیش ہوتے رہے ادھر جماعت وکلاء کی ہوتی تھی اور ادھر وہ مرد خدا اکیلا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتا تھا۔ پھر ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ فریقین میں سے متوکل علی اللہ و مؤید من اللہ کون ٹھہرا؟ اور نیز اگر بجز وکلاء کے حوصلہ نہ بندھتا تھا تو پھر اپنے دونوں حواری خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ہی کافی تھے۔ ان پر بھی بھروسہ نہ کیا۔ مسٹر اوگارمن صاحب، مسٹر اورٹیل صاحب اور بالآخر مسٹر بیچی صاحب کو بھی اپنا مددگار بنانا پڑا۔ بھائیو! یہ سوچنے کا مقام ہے خوب غور کرو۔

مثنوی

ہر کہ را باشد توکل بر اللہ — غیر را ہرگز نیارد در پناہ
میرزا را گفت چون رب جلیل — من خدائم بس مرا میداں وکیل
حاجت خواجہ کمال الدین چہ بود — راست گو مرزا توکل ایں چہ بود
این عجب مرشد گرفتار بلاست — حامی و شافع مرید باصفاست

دیں عجب ترچوں مسیحائے زمان — از نصاریٰ جوئید امداد و امان
او رٹیل او گارمن کردن وکیل — روئے پیچیدن ز فرمان جلیل
حل این عقدہ نیاید در خیال — ہست از مرزائیاں مارا سوال
ہست این رمزے شگرفای دوستان — ہیں بیاں سازید اے مرزائیاں
می شود عیسیٰ گرفتار و ذلیل — بہر خود دجال را سازد وکیل

۵..... اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی علمی قابلیت کے بھی جوہر کھل گئے اور بالکل واضح ہو گیا کہ آپ تقریر سے عاجز ہیں باوجود یکہ مخالف فاضل مولوی نے اثنا مقدمہ دھواں دھار تقریروں سے مخالف و موافق کو اپنی قابلیت کا قائل کر دیا۔ لیکن مرزا جی سے ایک دن بھی نہ ہو سکا کہ اس کے جواب میں تقریر کر سکیں۔ سچ پوچھو تو اگر مرزا جی کے قابل وکیل خواجہ کمال الدین صاحب مقدمہ کے پیروکار نہ ہوتے تو مرزا جی مخالف کی پرزور تقریروں کی دہشت سے حواس باختہ ہو جاتے۔ مولوی صاحب کو کچھ ایسی تائید ایزدی تھی کہ جرح گواہوں پر خود کی اور گواہوں کو حیرت زدہ بنا دیا۔ (حالانکہ مرزا جی کے گواہ بڑے بڑے وکیل ڈپٹی، جج، عالم فاضل مولوی تھے اور تقریروں کے موقع پر اپنی لیاقت کے وہ جوہر دکھائے کہ موافق و مخالف عش عش کر اٹھے اور خود خواجہ کمال الدین صاحب ایسے تجربہ کار مخالف وکیل نے ہمارے روبرو کئی دفعہ سر اجلاس مولوی صاحب کی فاضلانہ تقریروں کی داد دی)

ہمیں خوب یاد ہے کہ جب ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چندلال صاحب کے اجلاس میں تائید استغاثہ میں مولوی صاحب نے تقریر کی تھی۔ مرزا جی بھی خود سن رہے تھے تو مولوی صاحب نے اپنی حیثیت کا مقابلہ مرزا جی کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس بات کا کافی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ میں بہت سی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا

مالک ہوں اور مرزا جی اپنی تمام جائداد بیوی کے نام منتقل کر کے نرے مسیح ہی رہ گئے ہیں اور آپ اب اس حالت میں ہیں کہ اگر خدانخواستہ مریدان خوش اعتقاد برگشتہ ہو جائیں تو پھر مرزا جی روٹی کے لیے بھی سخت محتاج ہو جائیں اور چونکہ تمام مخلوق کو آپ نے ستایا ہوا ہے امید نہیں کہ گدا کرنے پر بھی آپ کو خیر ملے مستغیث نے تو ورثہ پدری کے علاوہ اور جائداد حاصل کی ہے لیکن مرزا جی ایسے لائق ہیں کہ ترکہ جدی بھی تلف کر بیٹھے ہیں اور بقول مرزا جی کے ان کا مکان رہائشی تو ایسا بے حیثیت ہے کہ دو روپیہ کرایہ ماہوار پر بھی اس کو کوئی نہیں لے سکتا۔ (دیکھو بیان مرزا بمقدمہ انکم ٹیکس) نیز مستغیث کی عزت اپنے ضلع و تحصیل کے حکام کی ان اسناد سے جو شامل مسل کرائی گئی ہیں ظاہر ہے۔ لیکن مرزا جی کی وقعت جو حکام ضلع کے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے۔ (دیکھو فیصلہ مسٹر ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور) ایسا ہی اپنی علمی فضیلت وغیرہ پر پرزور دلائل دے کر اخیر میں مولوی صاحب نے جرم استغاثہ کردہ بذمہ ملزمان ایسی زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ مرزا جی کو بھی گویا یقین ہوگیا کہ جرم سے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔

اس زبردست تقریر نے مرزا صاحب کے دل پر ایسا رعب ڈالا ایسے دہشت زدہ ہوئے کہ ڈیرہ پر جاتے ہی آپکو سخت بخار ہوگیا۔ چنانچہ دوسرے روز سرٹیفکیٹ بیماری پیش کیا اور مدتوں عدالت میں حاضری سے ٹال مٹال ہوتی رہی اور بالخصوص اس روز تو مرزا جی کی علمی لیاقت کی قلعی ہی کھل گئی۔ جبکہ بوقت شہادت مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ گواہ استغاثہ کے اس پرچہ کے جواب میں جو کہ لغات مغلقہ غریبہ جمع کر کے گواہ کے سامنے وکیل مرزا نے رکھا تھا کہ اس کا ترجمہ کردیں اور عدالت نے فضول سمجھ کر رد کر دیا تھا مولوی صاحب نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود سراجلاس مرزا صاحب کے پیش کیے تھے اور للکار کر

کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں تو میں سارے مقدمے چھوڑ کر اس وقت آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا اور بالکل سکتہ میں رہ گئے اگر آپ فصیح و بلیغ فاضل تھے اور پھر آپ کو امداد الٰہی بھی تھی تو پھر کیوں ایسے موقعہ پر مخالف کے للکارنے پر اٹھ نہ کھڑے ہوئے کہ لاؤ ہم پڑھتے ہیں اور ترجمہ سناتے ہیں اس واقعہ کے وہ سب لوگ گواہ ہیں جو اجلاس میں اس وقت موجود تھے۔ اس روز حاضرین کو یقین ہوگیا کہ فاضل مولوی کے مقابلہ میں بڑے بڑے دعاوی کا مدعی مرزا علمی میدان میں نکلنے کے ہرگز قابل نہیں ہے۔

لیاقت وہ جو میدان میں عیاں ہو　　ظہور علم وقت امتحاں ہو
وگرنہ گھر میں کہہ لینا ہے آسان　　نہیں مجھ سا کوئی عالم انساں
اگر مرزا میں کچھ تھی قابلیت　　مخالف کو دکھادیتے فضیلت
پکارا مولوی نے جب کئی بار　　کہ پڑھ کر تم سنا دو میرے اشعار
ابھی یہ ختم ہوجاتی ہے تکرار　　ہوں مرزا جی کی بیعت کو بھی تیار
نہ ہرگز میرزا نے لب ہلائی　　کہ لاؤ سامنے اشعار بھائی
مسیحا نے تو ایسا سر جھکایا　　کہ حیراں رہ گیا اپنا پرایا
کرشمہ تھا یہ قدرت ایزدی کا　　کہ توڑا ادعا اس مدعی کا

۶...... اس مقدمہ میں رائے چندلال صاحب کے سامنے فرد جرم کے موقعہ پر جو بزدلی مرزا جی نے دکھائی تھی وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بھروسہ نہ تھا، نہ ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی الہام ہوتا ہے آپ اس مرحلہ پر ایسے گھبرائے کہ رائے چندلال صاحب کے سامنے ہونا آپ نے موت کے برابر سمجھ لیا۔ اگر خدا سے مرزا جی کو اطلاع مل

چکی تھی کہ خدا ان کا مددگار ہے تو پھر ایک مجازی حاکم کے سامنے آنے سے گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی؟ آپ متواتر سٹرفکیٹ بھیجتے رہے اور بیماری کے عذرات ہوتے رہے اور پھر اس عدالت سے انتقال مقدمہ کی درخواست صاحب ڈپٹی کمشنر کے ہاں گذاری کہ اس حاکم سے مجھے ڈر ہے کہ میری مخالفت کرے گا اس درخواست کے لیے لاہور سے مسٹر اورٹیل صاحب بیرسٹرایٹ لاء بلائے گئے اور بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا آخر بمقام علیوال صاحب بہادر نے فیصلہ کیا کہ عذرات فضول ہیں درخواست نامنظور مقدمہ اسی عدالت میں رہے گا۔ پھر اس پر بھی صبر نہ کیا گیا بلکہ چیف کورٹ میں مرافعہ کیا گیا وہاں سے بھی ناکامی حاصل ہوئی تو دو متواتر شکستیں اٹھا کر مرزا جی کے وکیل پھر اسی عدالت میں پیش ہوئے اور مرزا جی کی غیر حاضری میں فرد جرم سنائی گئی۔ مرزا جی کے مرید کہتے ہیں کہ رائے چندلال صاحب مرزا جی کی دعا سے یہاں سے تبدیل ہوئے۔ حالانکہ رائے صاحب کی اپنی درخواست تھی کہ ان کو یہاں سے تبدیل کیا جائے۔ اور پھر اگر دعا پر کوئی بھروسہ تھا تو حکام کے سامنے درخواستوں پر اتنا روپیہ برباد کر کے ناکامی کی شرمندگی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔

اگر مرزا کو تھی نصرت خدا سے ۔۔۔ تسلی تھی حضور کبریا سے
عدالت سے وہ بھاگے کیوں بھلا تھے ۔۔۔ وہ سنکاپی میں کیوں پھر مبتلا تھے
جوان کے ساتھ وہ نعم المعینَ تھا ۔۔۔ اور ان کو اپنی نصرت کا یقین تھا
توچندلال صاحب سے ڈرے کیوں ۔۔۔ وہ اس دہشت سے غش کھا کر گرے کیوں
انہیں باتوں سے کھل جاتے ہیں اسرار ۔۔۔ سمجھ لیتا ہے دانا مرد ہشیار
کہ عالم میں جو مردان خدا ہیں ۔۔۔ وہ ہر حالت میں راضی بالرضا ہیں
کسی حالت میں وہ ڈرتے نہیں ہیں ۔۔۔ نہ وہ ایسے خدا سے بے یقیں ہیں

یہ مرزا جی تو کورے صاف نکلے ۔۔۔ وہ دعوے سب گزاف و لاف نکلے

…… پھر جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ہذا کے روز مرزا کی حالت کو بچشم خود مشاہدہ کیا ان پر تو بالکل روشن ہو گیا کہ مرزا جی ایک معمولی انسان جیسا بھی دل و گردہ نہیں رکھتے ان کی نحت مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ہونٹ خشک ہوتے جاتے تھے، چہرہ زرد تھا، بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی چونکہ صاحب مجسٹریٹ نے اس روز انتظام یہ کیا تھا کہ ایک سالم گارڈ پولیس معہ ایک سارجنٹ و ڈپٹی انسپکٹر کے بلوا لئے تھے جو کالی مہیب وردی پہنے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے کمرہ عدالت میں ۹ بجے صبح سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ مرزا جی کیا ان کی ساری جماعت کو یقین ہو گیا تھا کہ حالت نازک ہے۔ بلکہ جہاں تک ہم نے سنا ہے داروغہ جیل کو بھی بعض مرزائی مل آئے تھے کہ مسیح الزمان کی رونق افروزی پر ان کی رعایت کرنا کیا۔ اس روز تک یہ خبر وحی نے بند رکھی تھی کہ گھبراؤ نہیں جرمانہ ہو گا اور روپے تمہارے پاس کافی ہیں۔ اور پھر اس وقت کی حالت بالخصوص مشاہدہ کے قابل تھی جب اردلی نے مرزا جی کو زور سے پکارا کہ ''مرجا گلام احمد حاجر'' مرزا جی عدالت کی طرف جو چلے تو سچ مچ آپ ان اشعار کے مصداق نظر آتے تھے:

عجائب چال سے ظالم تیرا دیوانہ آتا ہے
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
لبیں ہیں خشک اور چہرے پہ زردی چھارہی دیکھو
جری اللہ کیوں اب بزدلی ایسی دکھاتا ہے

قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیسا
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسیحا خوف کھاتا ہے
تماشا دیکھنے آئی ہے خلقت آج مہدی کا
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم سناتا ہے
چو پہنچے پاس کمرہ کے کہا پولیس والوں نے
رہیں سارے حواری یاں اکیلا مرزا جاتا ہے
نمونہ حشر کا برپا تھا مرزا کے لیے گویا
نہ حامی رہ سکے کوئی جو نازک وقت آتا ہے
نکالو پانسو ورنہ تو بھگتو قید ششماہہ
یہ مرزا جی کو حاکم حکم اپنا پڑھ سناتا ہے
ادا کر اپنا جرمانہ نکل بھاگے مسیحا تب
بنے مجرم ہیں مرزا ہر کوئی یہ غل مچاتا ہے
مبارک آپ کو حضرت یہ تحفہ مجرمیت کا
ہے لائق اس سزا کے جو کسی کا دل دکھاتا ہے
یہ رکھنا یاد دن حضرت نہ ہر گز بھولنا ان کو
تمہارا حافظہ کمزور جلدی بھول جاتا ہے

۸......رہی یہ بات کہ مرزا جی کا جرمانہ معاف ہوگیا اور اس بات پر آپ کے حواری پھولے ہوئے جاموں میں نہیں سماتے اور نعرہائے شادمانی بلند کئے ہوئے گویا آسمان پھاڑ رہے

ہیں اور مرزا جی اخبارات اس دہن میں طرح طرح کے راگ گاتے اور لوگوں کو برا بھلا سناتے ہیں۔ ادھر میاں عبدالکریم تمام معزز اخبارات کو کوستے اور سارے صوفیا کرام اور علمائے عظام کو صلواتیں سناتے ہیں۔ (دیکھو الحکم ۷ جنوری ۱۹۰۵ء)

سو ہم کو مرزائیوں کی اس بیجا تعلّی پر نہایت سخت تعجب آتا ہے کہ کیوں اتنی جلدی وہ ساری ذلتیں اور شکستیں بھول گئے جو مرشد جی کی نسبت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے۔ اور ان کے سارے الہامات کی تکذیب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔ کیا صرف اتنی بات سے کہ مرزا جی کا جرمانہ اپیل میں معاف ہوگیا وہ ساری شدائد اور مصائب جو بھگت چکے تھے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے نسیاً منسیاً ہوگئے۔ صاحبان مرزا کے لیے قدرت کی طرف سے جو سزائیں مقدر تھیں وہ بھگت چکے۔ دنیا میں ان کے الہامات کی قلعی کھل گئی پھر اپیل سے جرمانہ معاف ہوگیا تو کونسی انوکھی بات ہوگئی بڑے بڑے ڈاکو، چور، خونی اپیل میں چھوٹ جایا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ان کی عزت ہوجاتی ہے اور مرزا صاحب نے تو بڑے زور سے آج سے پہلے کئی برسوں اس امر کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے کہ بریت وہ ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو۔ فرد جرم لگنے کے بعد کی بریت کسی کام کی نہیں۔ وہ تو عدالت کا رحم ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم تریاق القلوب مؤلفہ مرزا صاحب کی اصل عبارت درج ذیل کرتے ہیں۔

نقل عبارت تریاق القلوب مؤلفہ مرزا صاحب صفحہ ۸۴

بری! وہ ہے جس پر جرم ثابت نہیں اور اس کے مجرم ٹھہرانے کے لیے کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی اور مبرا وہ ہے جو اس کے مجرم ٹھہرانے کے لیے وجوہ پیدا تو ہوئیں مگر صفائی کی

۱؎ اس عبارت میں سوائے ان چند نوٹوں کے جو خطوط وحدانیہ کے اندر ہماری طرف سے ہیں باقی سب عبارت مرزا جی کی مصنفہ کتاب تریاق القلوب کی اصل عبارت ہے۔

وجوہ نے ان کو توڑ دیا اور ان پر غالب آ گئیں۔ لہٰذا یہ امر محقق اور فیصلہ شدہ اور قطعی اور یقینی ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے اور ایکٹ کا ترجمہ مبرا۔ دوسرے قسم کے بری پر جو انگریزی ایکٹ کہلاتا ہے، یہ زمانہ آ گیا کہ وہ مجرم بھی قرار دیا گیا اور اس پر فرد قرار داد لگایا گیا۔ (جیسا کہ مرزا صاحب پر یہ زمانہ آ چکا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ سزائے قید یا جرمانہ کا حکم بھی سنایا گیا) اور شاید وہ ایک مدت تک حوالات میں رہا اور شاید ہتھکڑی بھی پڑی۔ (یا یوں کہو کہ وہ مدت تک گھر سے جلاوطن رہا اور عدالت کے سامنے روزانہ کئی گھنٹوں تک کھڑا رہنے سے ٹانگیں کمزور ہو گئیں۔ اور اس پر یہ وقت بھی آیا کہ پانی طلب کرنے پر نہ مل سکا اور کہ قید یا جرمانہ کا حکم ہو جانے سے وہ حوالات میں گویا ہو چکا اور ہتھکڑی بھی گویا پڑ گئی) مگر یہ شخص جو ڈسچارج کیا گیا اسکی نیک چلنی کی چمک نے ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا۔ (افسوس نہ تو مرزا جی ڈسچارج کیے گئے اور نہ ان کی نیک چلنی کی چمک نے ان کو ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا) انتھی ملخصاً

تو پھر جب مرزا جی خود لکھ چکے ہیں کہ بریت وہی ہوتی ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو تو پھر حسب مقولہ مذکور مدعی سست گواہ چست۔ مرزائی اب کیوں مرزا جی کے اس مقررہ اصول کی مخالفت کر کے اپیل میں جرمانہ معاف ہونے پر ان کو اس ناقص بریت پر مبارکبادیاں دیتے اور ان کی فتح مناتے ہیں۔ جبکہ مرزا جی پر فرد جرم بھی لگ چکی اور اس کے بعد سزا بھی ہو چکی تو پھر عندالاپیل معافی جرمانہ کو داخل بریت سمجھنا مرزا جی کی سخت تکذیب کرنا ہے۔ کیا مرزا جی کا قرار داد اصول محولہ تریاق القلوب غلط اور جھوٹ ہے اور مرزائی سچے ہیں: ع

''ایں خیال است و محال است و جنوں''

غالباً مرزائیوں کو مرزا جی کی کتاب تریاق القلوب کی عبارت بھول چکی تھی اور مرزا جی کا حافظہ کمزور ہے ہی۔ اب ہم نے آپکو یاد دلا دیا ہے، امید ہے کہ من بعد ہرگز مرزائی صاحبان اپنے مرشد جی سے ہرگز یہ گستاخی روا نہ رکھیں گے وہ تو فرمائیں کہ فرد جرم لگنے کے بعد اگر کوئی چھوٹ جائے تو وہ بری سمجھے جانے کے لائق نہیں ہاں اسکو مبرا کہو تو کہو اور مرزائی یہ کہیں کہ نہیں فرد جرم تو کیا سزا یابی کے بعد بھی مرزا جی بری سمجھے جائیں گے۔ مرشد جی کے قول کے مقابل مریدوں کے قول کی کچھ وقعت نہیں ہو سکتی۔

جو خود تریاق میں ہیں لکھ چکے مرزا صراحت سے
کہ بعد از فرد کچھ عزت نہیں ہرگز بریت سے
تو کیا حاصل اپیلوں سے جو جرمانہ ہوا واپس
کہ مرزا جی سزا بھی پا چکے پہلے عدالت سے
یہ کیوں تکذیب مرشد کی ہیں کرتے احمدی ہو کر
عقیدت سے نہ یہ کہنا ہے بلکہ ہے عداوت سے
تعجب ہے کہ مرزا جی ہیں جھوٹے اور تم سچے
یہ گستاخی بڑی ہے باز آؤ ایسی جرات سے
ملی جو ذلتیں مرزا کو کیا کم تھی سزا اس کو
سزا تو ہو چکی تھی جو مقدر ہوئی قدرت سے
نہ مرزا جی کو بھولے گا زمانہ وہ کبھی ہرگز
بچائی جان بیچارہ نے مرمر کر مصیبت سے

الحاصل مرزا جی کا اپیل میں کامیاب ہونا ان کی کسی کرامت یا فتح کی دلیل نہیں اور نہ ہی اپیل میں کامیاب ہونے کی بابت مرزا جی نے کوئی الہام کیا ہوا تھا۔ اگر اپیل کے متعلق

صراحت سے بعد از فیصلہ مقدمہ مرزا جی کا کوئی الہام کسی اخبار میں شائع ہوا ہے تو براہ مہربانی پیش کریں۔ اور یہ بھی فرمائیں کہ اگر مقدمہ سے بریت کرامت نشانی ہے تو مولوی صاحب دو مقدمات میں بری ہو چکے تھے ان کی کرامت کیوں نہیں مانی جاتی۔

۹...... بہت بڑی بات جو ان مقدمات میں ظاہر ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ مرزا جی اور ان کی وہ جماعت جنکو خدا کی برگزیدہ جماعت کا خطاب دیا جاتا ہے اور جن کے منہ پر صداقت صداقت کا کلمہ ہر وقت جاری رہتا ہے کہاں تک اپنے دعویٰ صداقت میں سچے ہیں۔ مرزا جی اپنی متعدد تصانیف کے ذریعہ دنیا کے سامنے یہ دعویٰ زور سے کر چکے ہیں کہ عمر بھر میں کسی معاملہ دنیوی میں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اسلئے مان لینا چاہیے کہ وہ اپنے روحانی دعاوی میں بھی سچے ہیں لیکن ان مقدمات نے بہت بڑا راز جو کھولا وہ مرزا جی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا جی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں انہوں نے لکھائے ہیں بہت سے جھوٹ بولے ہیں جن کی ہم مکمل فہرست اس روئداد کے آخیر پر ہدیہ ناظرین کریں گے اور ساتھ ہی ان کے بعض ارکان نے جو کچھ اپنے بیانات میں غلط بیانیاں کی ہیں ان کی بھی فہرست دیں گے تا کہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راستباز بندہ یا ولی امام نبی وغیرہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہم ان بیانات کا جھوٹا ہونا مرزا جی کے اپنے ہی دوسرے بیانات یا تصنیفات سے اور ان کے اپنے حواریوں کے بیانات سے ثابت کریں گے تا کہ سوچنے والوں کو مرزا جی کے ادعائے مسیحیت، مہدویت، نبوت وغیرہ کے صدق و کذب کا معیار مل جائے۔ ایسے مقدمات میں جرمانہ کا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی باتیں نہیں ہیں ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب و صدق کا پرکھنا ہوتا ہے۔ جو کہ ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ فہرست ہدیہ ناظرین

ہوگی۔ اور اس سے ہمارا مطلب بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ پبلک کو فائدہ پہنچے اور وہ مرزا کے معاملہ میں غور کرنے کے وقت اس فہرست سے استفادہ کریں۔

اب ہم روئیداد مقدمہ کو لکھنا شروع کرتے ہیں۔ چونکہ اس مقدمہ میں بیانات مستغیث و گواہان فریقین مکرر سہ کرر جرح ہونے کے باعث اسقدر طویل ہوئے ہیں کہ ایک ایک بیان قریباً بیس تیس ورق پر نقل ہوا ہے۔ اس لیے ان بیانات کی نقل کی یہاں بالکل گنجائش نہیں اور نہ ہی ان کا اندراج چنداں باعث دلچسپی ناظرین ہوگا۔ اصل مقصود اندراج کیفیت مقدمہ سے مرزا صاحب قادیانی (مدعی نبوت) اور ان کے حواریوں کے کارناموں کا دکھلانا ہے جو مقدمہ ہذا سے ظہور میں آئے اور پبلک کو بھی اسی بات کے دیکھنے کا اشتیاق ہے کہ اتنے بڑے دعویٰ (نبوت) کے مدعی اور اس کے خاص الخاص حواریوں نے اس نازک موقع پر کیا کچھ نمونہ دکھلایا اسلئے ہم واقعات مقدمہ کے دکھلانے کے لیے نقل استغاثہ کے علاوہ لالہ آتما رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کے فیصلہ لکھ دینے پر اکتفا کریں گے جنہوں نے تمام واقعات کو اپنے فیصلہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور عدالت اپیل نے بھی اس تفصیل کا حوالہ اپنے فیصلہ میں دیا ہے اور سوائے تنسیخ حکم سزا اور چند ایک امور کے باقی امور مندرجہ فیصلہ عدالت ماتحت سے اتفاق کیا ہے۔ اور ان کاغذات کی نقول درج ہونگی جو مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں مثلاً ان کے عذرات بیماری اور سرٹفکیٹ پیشکردہ کی نقول اور ان درخواستوں کی نقلیں جو انتقال مقدمہ کے متعلق گذریں اور نقل حکم عدالت جس کے ذریعہ سے درخواستیں نامنظور ہوئیں وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب کے ان بیانات کی نقل جو بمقدمہ ایڈیٹر الحکم و مقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند شہادت ڈیفنس ہوا، ابھی یہاں ہی درج کی جائے گی۔ کیونکہ فہرست صداقت قادیانی میں جو اس مقدمہ کے اخیر

میں لکھی جائے گی، ان بیانات سے بھی حوالے دیے جائیں گے اور یا ان بیانات کی نقول درج کریں گے جو مرزا صاحب کے خاص الخاص حواریوں مثلاً مولوی نور الدین بھیروی وغیرہ کے ہوئے ان کے بعد نقل موجبات اپیل اور فیصلہ عدالت اپیل درج کیا جائے گا۔

قبل اس کے کہ اس مقدمہ کے متعلقہ بیانات لکھے جائیں۔ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے رکن اعظم حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب بھیروی کے بیانات جو ایک دوسرے مقدمہ عذر داری انکم ٹیکس کے متعلق ہیں، درج کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ ظاہراً ان بیانات کا تعلق ان مقدمات سے نہیں ہے لیکن چونکہ ان بیانات کا آخیر میں ریویو کے وقت انکے بیانات سے مقابلہ کرنا ہے جو ۱۴۱ والے مقدمات میں ہوئے ہیں اس واسطے ان کو پہلے درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے اس وقت ان بیانات پر مقدمہ متدائرہ کی متعلق رائے زنی نہیں کی جاسکتی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد انفصال مقدمہ اس پر مفصل ریمارک ہوگا۔ ہاں ان بیانات کے متعلق وہ نوٹس جو مقدمہ معہودہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے مختصراً ساتھ ساتھ عرض کر دیے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کا بیان[1] متعلقہ عذر داری انکم ٹیکس

نقل بیان مرزا غلام احمد بمقدمہ عذر داری ٹیکس اجلاسی ایف ٹی ڈکسن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور روبروئے منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار بٹالہ

مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء   فیصلہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۵ء   نمبر بستہ قادیان   نمبر مقدمہ ۵۵

مثل عذر داری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغل سکنہ قادیاں

[1] مرزا صاحب کے اس بیان پڑھنے سے ان کی ریاست اور زمینداری کی آمدنی کی قلعی کھل گئی، مدت سے رئیس رئیس سنا کرتے تھے لیکن   بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا
آخر ریاست کا زرا دعویٰ ہی نکلا۔

تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بیان مرزا غلام احمد صاحب: مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ذات مغل ساکن قادیان عمر ۶۰ سال تخمیناً پیشہ زمینداری باقرار صالح میرے تین گاؤں[1] تعلقہ داری کے ہیں۔ منی منگل اور کہارا انکی آمدنی سالانہ تخمیناً عـــــہ بیاسی روپے ۱۰ آنے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میری اراضی قریباً اسی گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی ہے جس کی آمدنی مل ملا کر تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے میرا باغ[2] بھی ہے۔ اسکی آمدنی مختلف ہوتی ہے چنانچہ کسی سال میں دو سو کسی سال میں تین سو کسی میں چار سو حد درجہ پانچ سو روپیہ سالانہ ہے ان آمدنیوں کے علاوہ میری کوئی آمدنی نہیں۔ میرا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس کا مجھے کرایہ آتا ہو۔ اس گاؤں میں یا کسی اور جگہ اگر میرا اسکونتی[3] مکان کرایہ پر دیا جائے تو تخمیناً دو روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی ہو۔ میرا نقد روپیہ اس قسم کا کوئی نہیں ہے جس کی مجھے آمدنی ہو بینک وغیرہ میں کوئی روپیہ نہیں ہے۔ میری[4] زوجہ کے زیورات تقریباً

[1] یہاں سے تو خیال گزرتا ہے کہ واقعی آپ ایک اچھے زمیندار ہونگے کہ تین گاؤں کی تعلقہ داری رکھتے ہیں لیکن پھر اسکے ساتھ یہ پڑھ کر کہ ان کی آمدنی سالانہ تخمیناً عـــــہ ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہوگیا ایک ادنیٰ زمیندار کی سی آمدنی بھی نہیں ہے شک تھا کہ اس تعلقہ داری کے علاوہ کوئی اور معقول حصہ جائیداد زرعی کا ہو لیکن وہ شک بھی رفع ہوگیا۔ جب یہ پڑھا اسکے علاوہ میری اراضی قریباً اسی گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی جسکی آمدنی مل ملا کر تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے بس ریاست کی پونجی ختم ہوگئی۔

[2] یہاں سے پھر وہم گذرا کہ آپ باغوں کے مالک بھی ہیں گو آمدنی تین سو روپیہ سالانہ کچھ بڑی بات نہیں لیکن آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ ان باغات کی ملکیت تو آپکی زوجہ محترمہ کے نام منتقل ہو چکی ہے اور آپ نرے مہدی ہی رہ گئے ہیں۔

[3] اوہو پھر تو آپ کی حالت قابل رحم ہے رئیس ابن رئیس اور مکان ایسا بے حیثیت۔

[4] کیوں مرزا جی یہی بیوی صاحبہ ہیں جن کو کبھی تو شہر بانو سے تشبیہ دی جاتی ہے اور کبھی بھرے موتبہ سے ان کو ام المومنین کا خطاب اور علیہا الصلوۃ والسلام کا تحفہ دیا جاتا ہے۔ کیا امہات المومنین بھی زینت دنیا کی دلدادہ اور زیورات غالیہ کی شیدا تھیں؟ کلا و حاشا۔ اور کیا عورت کو چار ہزار روپے کا زیور پہنانا اسراف نہیں ہے، اور آیت ان المبذرین...... الخ کا مضمون یہاں صادق نہیں آئیگا؟ اگر آپ سچے رسول ہوتے تو عورت کی اس زیور طلبی پر فوراً وہ ذات بتاتے جو ہمارے سید مولیٰ سچے نبی (فدہ امی و ابی) نے فرمائی تھی ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا...... الایۃ۔

چار ہزار روپیہ کے ہوں گے لیکن وہ میری ملکیت میں نہیں ہیں۔ میں[1] نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس رہن کر دیا ہے ابھی تک رجسٹری ہوئی ہے، داخل خارج نہیں ہوا لیکن قبضہ باغ کا دے دیا ہوا ہے۔ اس کے عوض[2] چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد میں نے وصول پایا ہے یہ زر رہن ابھی تک میں نے کہیں لگایا نہیں ہے میرے پاس پڑا ہے تخمیناً دو ہزار کا زیور میری زوجہ کا انکی والدہ نے دیا تھا اور باقی[3] کا دو ہزار روپیہ کا زیور چودہ سال میں میں نے اپنی زمینداری کی آمدنی سے ڈالا ہوا تھا۔ یہ دو ہزار کا زیور بھی میں اپنی زوجہ کی ملکیت میں کر چکا تھا میرے مریدوں سے مجھے تخمیناً پانچ ہزار دو سو روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی مجھے اس سال میں ہوئی جسکی بابت انکم ٹیکس لگائی ہوئی ہے اور اوسط سالانہ آمدنی قریباً چار ہزار روپیہ کی ہوتی ہے یہ تخمینہ میں نے یادداشت سے لکھوایا ہے۔ تحریری یادداشت میرے پاس کوئی نہیں ہے اس میں سے میں اپنے ذاتی خرچ میں کچھ بھی نہیں لاتا اور نہ مجھے ضرورت ہے میرا[4] اپنا ذاتی خرچ تو سات آٹھ روپیہ ماہوار میں ہوسکتا ہے یہ روپیہ مختلف مدوں میں خرچ ہوتا ہے جس میں سے بڑی مد لنگر خانہ ہے۔ لنگر خانہ میں جو آٹا خرچ ہوتا ہے اسکا حساب موضع ریہہ اور موضع پارو وال اور بٹالہ ساہوکاران اور مالکان گھورات سے دریافت ہوسکتا ہے۔ موضع ریہہ میں مہر سنگھ اور مہتاب سنگھ اور ٹہل سنگھ سے اور

---

[1] واہ صاحب واہ بیوی صاحبہ بھی آپ کی اچھی ہمدرد اور غمگسار ہیں، خاوند ایسا جو امامت نبوت بلکہ خدائی کا دعویدار اور گھر والوں کے نزدیک ایسا بے اعتبار کہ بیوی صاحبہ قرضہ تب دیتی ہیں کہ جائیداد پہلے رجسٹری کرالی جاتی ہے۔

[2] مگر یہ عقدہ حل نہیں ہوا کہ پانچ ہزار روپیہ کی مرزائی کو کون سی ضرورت پڑی تھی جسکے عوض اپنی جدی میراث اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے اور وہ روپیہ کن ضروریات دنیویہ یا دینیہ میں خرچ ہوا ہے۔

[3] بے شک آپکی جان نثاری تو قابل داد ہے کہ اپنی عمر بھر کی کمائی بیوی صاحبہ کے زیورات کی نذر کر دی البتہ ان کی سر دمہری پر افسوس ہے کہ آپ کو قرضہ دیتے وقت ساری جائیداد سنبھال لی۔

[4] شاید وہ افواہ غلط ہوگی کہ سال بھر میں ہزاروں روپیہ کا عنبر بھی اڑ جاتا ہے اگر اس افواہ کی بھی اصلیت ہے تو وہ کس مد میں خرچ شمار ہوگا۔

اسکے حصہ دار اور ٹھیکہ داران سے اور موضع پارو وال میں ٹھیکہ دار کا نام یاد نہیں ہے، وہاں سے اور قصبہ بٹالہ میں ویر بھان بانیہ ولد گنڈامل سے لیتے رہے ہیں جس سال کی بابت انکم ٹیکس تشخیص ہوا ہے اس سال میں آٹا بٹالہ میں ویر بھان ولد گنڈامل بانیہ سے اور دہاریوال میں مہتاب سنگھ و ٹہل سنگھ ٹھیکہ داران گھورات سکنائے امرتسر سے لیا گیا ہے حساب آمد آٹا کا ان کے پاس ہے ہمارے پاس مفصل نہیں ہے۔ البتہ ویر بھان کی زبانی اتنا درج ہے کہ اس سال ویر بھان سے تخمیناً چار سو کا آٹا آیا ہے۔ دہاریوال کے آٹا کا کوئی حساب معلوم نہیں ہے۔ یہ وہاں سے دریافت ہوسکتا ہے اس سال آٹا کے علاوہ مندرجہ بالا گندم دکان باغ کھتری آڑہتی ساکن قادیاں معہ [؟] سے من بحساب ساڑھے سولہ سیر فی روپیہ کی تخمیناً مارصہ ایک سو ستر روپیہ کی خریدی۔ اسی سال میں دھمپت اڑہتی سکنہ قادیان سے گندم تخمیناً تین سو روپیہ کی خریدی میں نے خرچ آٹا وغیرہ یعنی گوشت مصالح روغن زرد چاول چار دودھ و تیل مٹی و چارپائی مصری کھنڈ کا آٹے میں نقل کر کے داخل کیا ہوا ہے وہ تخمیناً لکھا گیا ہے، ملاحظہ ہوسکتا ہے۔ مہمان خانہ میں جو عمارتیں مہمانوں کے اترنے کے لیے پختہ اور خام بنی ہیں ان پر تخمیناً ۲۳ ۷ ا روپیہ خرچ اس سال میں ہوا ہے۔ جو آمدنی مدرسہ کی مد پر آتی ہے وہ اس آمدنی کے علاوہ ہے اور اسکا خرچ بھی اس خرچ کے علاوہ ہے۔ میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نور الدین صاحب کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ اور بذریعہ اشتہار چندہ دہنگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اسکا روپیہ براہ راست مولوی نور الدین کے نام ارسال کریں میں نے اپنی آمدنی پانچ ہزار دو سو روپیہ سالانہ مریدوں کے ذریعہ ٹھہرائی ہے اس میں مدرسہ کی آمدنی درج نہیں ہے اور وہ اس لحاظ سے کہ وہ آمدنی براہ راست مولوی نور الدین صاحب کے سپرد ہو کر انکو پہنچتی ہے۔ اس آمدنی اور خرچ مدرسہ کا حساب و کتاب ان

کے پاس ہے وہ حساب وکتاب باضابطہ ہے۔اس سال میں اکیس اشتہار مشتہر کئے گئے جن میں سے بعض کی تعداد سات سو اور بعض کی چودہ سو اور بعض کی دو ہزار ہے ان پر صرف ڈاک کا خرچ اس سال میں دو سو روپیہ تخمیناً ہوا ہے جواب خطوط رجسٹری وغیرہ پر اس سال میں تخمیناً دو سو چالیس روپیہ خرچ ہوا ہے۔خرچ مطبع اس سال میں تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہوا ہے جسکا حساب کوئی نہیں ہے۔اس میں مدات ذیل ہیں :

رولیا ماہوار للعہ/	اسقنجیا یا ماہوار ٦/	کل کش ماہوار ٦/
پریس مین ماہوار ے/	سنگ ساز ماہوار اعـ	کاپی نویس اعـ
کاغذ ماہوار معـ للعـ ۴/	سائر خرچ ماہوار للعہ/	

آمدنی مطبع کی حسب ذیل اس سال میں ہوئی ہے۔آمدنی فروخت کتب چار سو اٹھاسی روپیہ دس آنہ۔چنانچہ اس حساب سے خرچ مطبع آمدنی سے تخمیناً پانسو روپیہ کے قریب سے زیادہ آتا ہے یہ خرچ دوسری مدات میں سے دیا جاتا ہے۔کیونکہ مریدوں کی طرف سے مجھے اجازت ہے کہ حسب ضرورت ایک مد سے دوسری مد میں روپیہ خرچ کرلیا جائے۔جو بچت سال گزشتہ کی کبھی ہوتی ہے تو میں حسب ضرورت آئندہ سال اسکو خرچ کردیتا ہوں۔دینی ضرورت میں خرچ کیا جاتا ہے میرے ذاتی خرچ سے اس خرچ کا تعلق نہیں ہے۔مجھے کوئی حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے،کم ہے۔میں اپنی ذاتی آمدنی سے بھی مدات مذکورہ بالا میں خرچ کردیتا ہوں میری ذاتی آمدنی جس قدر مجھے باقی بعد از منہائی خرچ بچتی ہے وہ میں کسی دینی خدمت میں خرچ کردیتا ہوں تجارت وغیرہ کسی کام میں جہاں سے آمدنی ہو،خرچ نہیں کرتا اور کچھ بیان نہیں کیا۔

دستخط:	**دستخط:**
حاکم	مرزا غلام احمد بقلم خود
	۱۵اگست ۱۸۹۸ء

مولوی نورالدین صاحب کا بیان

نقل بیان حکیم نورالدین روبروئے تاج الدین صاحب تحصیلدار با اختیار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پرگنہ بٹالہ مشمولہ مسل عدالت مال با جلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کلکٹر بہادر ضلع گورداسپور مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۳ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر بستہ × نمبر مقدمہ ۵۵ تعداد ٹیکس مشخصہ تعداد ٹکس بوجہ فیصلہ عذرداری تعداد ٹکس بعد فیصلہ اپیل (اگر ہوا)......معاف شد۔

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضٰی ذات مغل ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔

بیان حکیم نورالدین ولد غلام رسول ذات قریشی فاروقی ساکن بھیرہ ضلع شاہپور باقرار صالح ۵ سال سے میں مرزا صاحب کی خدمت میں ہوں۔مرزا صاحب کا اپنا گذارہ باغ[۱] اور زمین سے ہے لوگ جو باہر سے بھیجتے ہیں وہ روپیہ مرزا صاحب اپنے ذاتی خرچ میں نہیں لاتے جو روپیہ مرزا صاحب کو علاوہ اپنی آمدنی کے باہر سے آتا ہے۔اس کو وہ پانچ مدوں میں خرچ کرتے ہیں۔اول جو مہمان باہر سے آتے ہیں انکی مہمان نوازی پر خرچ ہوتا ہے۔یہ مہمان خاص مرزا صاحب کے پاس آتے ہیں جہاں تک مجھے علم ہے کہ کل مہمان مرزا صاحب کے پاس علم دین سیکھنے کے لیے آتے ہیں کبھی ایسے مہمان بھی آجاتے ہیں جنکا ان سے محض دوستانہ تعلق ہے اور دین کی وجہ سے نہیں آتے بعض صورتوں میں مرزا صاحب

[۱] وہی باغ جو رہن ہو چکا ہے پھر اس کی آمدنی میں مرزا صاحب کو کیا دخل۔ ۱۲

کولوگوں سے ہدایت ہوتی ہے کہ انکا روپیہ مہمان نوازی میں خرچ ہو اور بعض صورتوں میں ایسی ہدایت نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود بخود مہمان نوازی میں روپیہ صرف کرتے ہیں جس روپیہ کی باہر کے لوگ تخصیص نہیں کرتے اسکی نسبت مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ پانچ مدوں میں سے جس مد میں چاہیں خرچ کریں۔ مرزا صاحب نے اول کتاب فتح اسلام اور توضیح مرام میں ان پانچوں مدوں کا ذکر کیا ہے میں مرزا صاحب کو اپنی گرہ سے روپیہ دیا کرتا ہوں لیکن تخصیص نہیں ہوتی کہ وہ ان پانچ مدوں میں سے فلاں مد میں خرچ کریں۔ جو روپیہ میں دیتا ہوں وہ ان مدوں میں ضرور خرچ ہوتا ہے۔ دوسری مد خط و کتابت کی ہے۔ تیسری کتابوں کی۔ چوتھی قیام مدرسہ۔ پانچویں بیمار اور مساکین کی امداد کے لیے۔ ان باقی ماندہ مدوں میں جو روپیہ خرچ ہوتا ہے کبھی بھیجنے والے تخصیص کر دیتے ہیں کبھی تخصیص نہیں کرتے مرزا صاحب کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پانچوں مدوں کے متعلق جس قدر روپیہ مرزا صاحب کے پاس آتا ہے، وہ خیرات کا ہے۔ لنگر خانہ میں سے مرزا صاحب خود کھانا اکثر کھالیا کرتے ہیں کیونکہ انکا روپیہ بھی ان مدوں میں خرچ ہوتا ہے ان مدوں کے روپیہ میں سے مرزا صاحب اپنا کپڑا نہیں بناتے۔ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لیے بطور ہدیہ[1] کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آمدنی تخمیناً سالانہ کتنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ ایسی آمدنی سالانہ پانسو روپیہ سے کم ہے یا زیادہ ہے۔ مرزا صاحب کے بال بچے ہیں تین لڑکے اور ایک لڑکی۔ ایک لڑکا پڑھتا اور دو چھوٹے ہیں ان کے لیے مرزا صاحب کی اپنی آمدنی کافی ہے۔ مرزا صاحب کے دو

[1] حکیم الامۃ صاحب کا یہ بیان ان کے مرشد صاحب کے بیان کے متناقض ہے۔ وہ تو صاف لکھاتے ہیں مجھے کوئی حاجت نہیں ہے کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے کم ہے۔ اور حکیم الامۃ فرماتے ہیں کہ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لیے بطور ہدیہ کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں۔ ان دونوں اقوال سے کس کا قول سچا اور کس کا جھوٹا ہے؟؟

لڑکے اور بھی ہیں لیکن ان سے مرزا صاحب کا کوئی تعلق نہیں۔ ابھی چھوٹے لڑکے کی تعلیم پر جو پڑھ رہا ہے کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ لڑکی بھی دودھ پینے والی بچی ہے۔ مرزا صاحب کے خسر پنشن یاب ہیں اور آسودہ حال ہیں نواب لوہارو کے رشتہ دار ہیں معلوم نہیں کہ قریبی یا بعیدی۔ اس وقت مرزا صاحب کی ایک عورت ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے خسر نے کیا زیور دیا؟ میں ساتھ نہیں گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کی عورت کا اسوقت کس قدر زیور ہے مجھے علم نہیں کہ اس سال میں یا کبھی پہلے کوئی زیور ان کی عورت کا بنا ہو۔ مرزا صاحب بیوپار وغیرہ نہیں کرتے۔ ۱۵ اگست ۱۹۹۸ء

دستخط : حاکم

ناظرین کو تمہید سے اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ بناء استغاثہ مرزا صاحب کی کتاب مواہب الرحمٰن ہے جو ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں تقسیم کی گئی تھی۔ سو اسکی بناء پر استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء جہلم میں بعدالت لالہ سنسار چند صاحب ایم اے مجسٹریٹ درجہ اول جہلم دائر ہوا۔ جس کی نقل ذیل میں ہے۔

نقل استغاثہ

ابوالفضل مولوی کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک و مطبع ضیاء الاسلام قادیان سکنائے قادیان جرم دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند جناب عالی! تمہید استغاثہ یوں ہے:

۱..... مستغیث فرقہ اہل سنت والجماعۃ کا ایک مولوی ہے اور مسلمانوں میں خاص عزت اور اعتبار رکھتا ہے۔

۲..... مستغیث نے ایک استغاثہ فوجداری بعلت ازالہ حیثیت عرفی برخلاف ملزماں نمبر

۱-۲۔نسبت اس ہتک وتوہین کے جوانہوں نے بذریعہ تحریرات مطبوعہ میرے بھائی و بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی مرحوم کی تھی عدالت لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم میں دائر کیا ہوا تھا۔جسکی تاریخ پیشی ۱۷جنوری ۱۹۰۳ءمقرر تھی۔

۳......ملزمان کو اس بات کا مجھ سے رنج تھا اس واسطے ملزم نمبرا نے اپنی مصنفہ مولفہ کتاب مواہب الرحمن کے صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ مذکور کی نسبت پیشگوئی کے پیرایہ میں ایک تحریر شائع کی جس میں میرا صریح نام لکھ کر میری سخت تحقیر وتوہین کی گئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہے۔اس نیت سے کہ اس مضمون کی اشاعت پر مستغیث کی نیک نامی اور عزت کو جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے،صدمہ پہنچے اور میری وقر وآبرو کو نقصان پہنچے چنانچہ تحریر مذکور کے فقرات ذیل قابل غور ہیں:

الف ...... ومن ایاتی ما انبأنی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم وبهتانه العظیم۔ ترجمہ: واز جملہ نشانہائے من انیست کہ خدا مرا در بارہ معاملہ شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد در صفحہ ۱۲۹ سطر ۳۔

اس فقرہ میں رجل لئیم جسکے معنی کمینہ شخص ہے اس سے ملزم نے مراد مستغیث کو رکھا ہے اور یہ لفظ مستغیث کی نسبت سخت توہین وتحقیر کا کلمہ ہے۔اور بهتانه العظیم کے لفظ سے ملزم نے میرے ذمے یہ خلاف واقع اتہام لگایا کہ میں جھوٹے بہتان باندھنے والا ہوں اور ایسا اتہام میرے ذمے میری سخت بے عزتی کا باعث ہے کیونکہ جھوٹا بہتان باندھنا ایک اخلاقی اور شرعی جرم ہے۔

ب......ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المهین۔ترجمہ: یہ بلا میرے دشمن پر پڑے گی جو کذاب (بہت ہی جھوٹا) اور اہانت کنندہ ہے۔اس فقرہ میں مستغیث کی نسبت

کذاب کا لفظ لکھا گیا ہے جسکا معنی بہت ہی جھوٹا ہے اور ایک سخت تحقیر کا کلمہ ہے جس سے کوئی زیادہ مزیل حیثیت عرفی اور دل آزار کلمہ نہیں ہوسکتا۔خصوصاً ایک مسلمان اور مولوی کی نسبت ایسا اتہام کہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے اسکی نیکنامی اور عزت کو بالکل غارت کردینے والا ہے۔

ج......فاذا ظهر قدر الله علی ید عدو مبین اسمهٗ کرم الدین ترجمہ: پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خداتعالی بردست دشمن صریح کہ نام او کرم الدین است۔

اس فقرہ میں تصریح ہے کہ الفاظ مذکورہ فقرہ جات بالا کا مصداق مستغیث ہی ہے۔

۴...... کتاب مواہب الرحمن جس میں مستغیث کی ہتک صریح کی گئی ہے۔۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو خاص شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے، کثرت سے شائع کی گئی اور خاص احاطہ کچہری میں یہ کتاب بہت سے لوگوں میں ملزمان نے مفت تقسیم کی۔ بلکہ ایک مجمع عظیم میں جس میں مستغیث موجود تھا مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کو جو ہمارے فرقہ کا ایک عالم شخص ہے، ملزم نمبرا نے ہمدست محمد دین کمپوڈر شفاخانہ جہلم جو اس کا مرید ہے، بھیجی۔ جس سے ملزم مذکور کی یہ نیت تھی کہ اس مجمع میں یہ کتاب پڑی جانے سے مستغیث کی نیکنامی اور عزت کو نقصان پہنچےگا اور عام مسلمانوں میں اس کی خفت ہوگی۔

۵......اس کتاب کی تحریر مذکور کی اشاعت سے میری سخت خفت اور توہین ہوئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہوا۔

۶......ملزم ۲ نے کتاب مذکور باوجود اس امر کے علم ہونے کہ اسمیں صریح لائیبل ہے اپنے مطبع ضیاء الاسلام قادیاں میں جسکا وہ مالک ومنیجر ہے، چھاپا اور اسکو شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے، بھیج کر شائع کیا۔

۷..... چونکہ ملزمان نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ جسکی تشریح دفعات ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، تعزیرات ہند میں ہے اسلئے استغاثہ ہے کہ بعد تحقیقات ان کو سزا دیجائے اور اگر واقعات سے ملزمان کسی اور جرم کے بھی مرتکب ثابت ہوں تو اس میں بھی ان کو سزا دیجائے۔

عرضی

فدوی مولوی کرم الدین ولد مولوی صدرالدین ذات آوان ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء۔

بعد قلمبند ہونے بیان سرسری مستغیث کے لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ نے حکیم فضل دین ملزم کے نام وارنٹ ضمانتی صمار اور مرزا غلام احمد ملزم کے نام سمن (جس میں اصالتاً حاضری کا حکم لکھا گیا) جاری کیا اور تاریخ حاضری ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ قادیاں میں اسکی اطلاع پہنچنے پر مرزا جی کے وکیل خواجہ کمال دین صاحب نے ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک تحریری درخواست منجانب مرزا غلام احمد ملزم گذرائی جسمیں استدعا کی گئی کہ ملزم مذکور کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جائے۔ مجسٹریٹ نے بعد غور کے درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ تاحکم ثانی ملزم کو ذاتی حاضری سے معاف کیا جاتا ہے، اس کی جانب سے اسکا وکیل پیروی کرے۔

۱۶ مارچ تاریخ ساعت مقدمہ پر فضل دین ملزم اصالتاً حاضر ہوا اور مرزا کی طرف سے اسکا وکیل پیش ہوا ملزمان کی طرف سے زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری درخواست بغرض التوائے مقدمہ دی گئی کہ وہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ ہذا کرنا چاہتے ہیں۔ عدالت نے ۲۸ اپریل ۱۹۰۳ء تک مہلت دی۔

۱۴، اپریل ۱۹۰۳ء کو عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال گذری جو

آخر کار نا منظور ہو کر مقدمہ بدستور سپرد عدالت لالہ چندلال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور ہوا۔

مرزا جی کی طرف سے یہ پہلی حیلہ جوئی تھی ان کے نقطہ خیال میں یہ تھا کہ مستغیث ایک دور دراز سفر کی تکلیف اٹھا کر غیر ملک غیر ضلع میں کہاں تک مقابلہ کر سکے گا آخر تھک کر رہ جائے گا اور مرزا جی کے الہامات کا نقارہ بجے گا۔ لیکن وہ کام جو مشیت ایزدی سے ہوں ایسے انسانی منصوبوں سے کبھی رک نہیں سکتے مستغیث کے دل میں حق تعالیٰ نے ایک فوق العادت ہمت پیدا کر دی اور وہ طرح طرح کی تکالیف سفر دیکھ کر بھی اپنی ہمت کو نہ ہارا۔

رائے چندلال صاحب کی عدالت سے طلبی ملزمان جہت حاضری ۱۸، اگست ۱۹۰۳ء کا حکم صادر ہوا اور تاریخ مذکور پر مرزا جی اور فضل دین ملزمان اصالتاً حاضر عدالت ہوئے۔ حاضر ہوتے ہی ایک تحریری درخواست مرزا صاحب کی طرف سے ان کے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب نے پیش کی کہ ملزم کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جائے اس پر وکلاء طرفین کی بحث ہوئی وکیل ملزم اس بات پر زور دیتا تھا کہ لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ جہلم نے بھی ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا تھا اور عدالت مذکور کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ ادھر سے شیخ نبی بخش صاحب اور بابو مولامل صاحب وکلاء منجانب استغاثہ پیروکار تھے انہوں نے بالتفصیل بیان کیا کہ ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ مستغیث اور اس کے گواہان ایک دور دراز ضلع جہلم سے آتے ہیں تو ملزم کو یہاں سے ۱۲ کوس (قادیاں) سے آنے میں کونسی مصیبت ہے۔ اگر لالہ سنسار چند صاحب نے اسکو اس بناپر حاضری سے مستثنیٰ کیا تھا کہ اسکو جہلم میں ایک دور جگہ

ضلع گورداسپور سے آنا پڑتا ہے تو اب وہ علت موجود نہیں بلکہ اب تو ملزم کی نسبت مستغیث کو دقت ہے کہ وہ بعید مسافت طے کر کے یہاں آتا ہے۔الغرض اس تاریخ کو بڑے معرکہ کی بحث وکلاء طرفین میں ہوئی اور مرزاجی اور ان کی جماعت کو یقین تھا کہ حاضری عدالت کی مصیبت سے ضرور مخلصی ملے گی۔لیکن جو بات قدرت نے حاکم عدالت لالہ چندلال صاحب کے دل پر ڈالی، وہ یہ تھی کہ اس شخص سے یہ رعایت ہونا منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ قدرت کی طرف سے یہ سلسلہ اس لیے شروع ہوا کہ زمین وآسمان بنانے کے مدعی کو ایک مجازی حاکم کی جوتیوں میں کھڑا کر کے اسکو قائل کیا جائے۔تو ایسا نہیں جیسا ادعا کرتا ہے بلکہ تو ایک حقیر عاجز انسان ہے اور یہ تیرا افتراء ہے جو تو کہتا ہے کہ الارض والسماء معک کما ھو معی۔کیا جس کے ساتھ زمین وآسمان ایسے ہوں جیسے خدائے ذی الجبروت کے تو وہ پھر یوں بیچارگی سے ایک مجازی حاکم کے سامنے پکڑا ہوا آسکتا ہے؟ اور اس کے آگے چیخ چیخ کر روتا ہے کہ اب مجھے حاضر رہنے کی تکلیف سے بچایئے۔

الغرض بموجب اس فیصلہ کے جو آسمانی عدالت بارگاہ رب العلمین سے صادر ہوا، حاکم مجازی مجسٹریٹ نے یہی فیصلہ کیا کہ ملزم کو حاضر رہنا پڑے گا اور اس کی درخواست نامنظور ہے۔حاضری کے لیے مچلکہ فوراً اس سے لیا جائے۔یہ حکم سنتے ہی مرزاجی کے اور انکی جماعت کے اوسان خطا ہو گئے اور ابتدائی شکست نے ان کے دلوں کو شکستہ کر دیا۔آخر حسب حکم عدالت مچلکہ داخل کیا گیا اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اور مستغیث کو حکم ہوا کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائے۔چنانچہ گواہان استغاثہ بادخال خرچہ طلبانہ طلب کرائے گئے۔

تاریخ مقررہ پر پھر مقدمہ پیش ہوا۔مرزاجی وفصلدین ملزمان معہ وکلاء خود حاضر

ہوئے۔اس تاریخ کو جری اللہ (مرزاجی بہادر) نے ایک اور منصوبہ سوچا (شاید اپنے ملہم نے بھی کچھ ہدایت کی ہو) کہ آج درخواست اس مضمون کی ہونی چاہیے کہ یہ مقدمہ تا انفصال دیگر مرزائی مقدمات کے ملتوی رہے۔چنانچہ درخواست پیش کی گئی اور اس پر بھی مرزاصاحب کے مخلص مرید خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے بڑی لمبی بحث کی اور قانون چھانٹے اور زور لگایا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے بڑا تعلق ہے جو حکیم فضل دین اور یعقوب علی مرزائیوں کی طرف سے مستغیث مقدمہ (مولوی کرم الدین) پر دائر ہیں، جب تک ان کا فیصلہ نہ ہولے یہ مقدمہ بھی ملتوی رہے۔حاضرین اس درخواست اور بحث پر تعجب کرتے تھے کہ ایسے فضول حیلوں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔کیوں نہیں مرزاجی سینہ سپر ہو کر سیدھے میدان میں نکلتے اور فضول ٹال مٹول کر کے اپنی بزدلی ظاہر کرتے ہیں۔الغرض بعد اختتام تقریر وکیل ملزمان کے وکلاء استغاثہ نے اپنی مفصل بحث میں اس درخواست کے فضول اور بے بنیاد ہونے پر دلائل دیے اور ثابت کیا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے کیا واسطہ۔یہ عجیب بات ہے کہ مرزائیوں کے مقدمے تو چلتے رہیں اور غریب الوطن مولوی کرم الدین ان مقدمات میں خراب ہوتے رہیں لیکن ان کا مقدمہ داخل دفتر رہے اور ان مقدمات کے انفصال پھر اس مقدمہ کی تحقیقات پر ایک ممتد زمانہ اور خرچ کیا جائے۔فی الجملہ بعد بحث وکلاء فریقین اس درخواست کا وہی حشر ہوا جو مرزاجی کی سابق درخواست کا ہوا تھا۔عدالت نے کہا مقدمہ چلے گا۔ملزم کی درخواست نامعقول ہے نامنظور کی جاتی ہے۔اس دوسری شکست نے تو جری اللہ کے حوصلہ کو اور بھی پست کر دیا مرزاجی وکلاء کی طرف اور وکلاء مرزاجی کے منہ کو دیکھنے لگے اور دل میں کہنے لگے۔ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اب سوال یہ ہے کہ اگر مرزا جی کے کان میں ہروقت آسمان سے ندا (وحی) پہنچا کرتی ہے تو کیوں فضول درخواستیں کر کے خواہ مخواہ اپنی خفت کرائی۔ کیا اس بارہ میں پہلے کوئی الہام نہ ہوا کہ تمہاری یہ محنت رائیگاں جائے گی، ایسی عبث درخواستیں کر کے اپنی سبکی مت کراؤ۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ مرزا جی ملہمیت نبوت تو بجائے خود ایک مومن کی سی بھی فراست نہیں رکھتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اتقوا فراسة المؤمن فان المومن ینظر بنور ربه (مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اپنے خدا کے نور سے دیکھتا ہے) اگر مرزا جی کو نورفراست سے بھی کچھ ذرہ ملا ہوا ہوتا تو وہ اپنی خداداد فراست سے بھی سمجھ لیتے کہ یہ فضول عذرات ہیں خلاصہ یہ کہ درخواست نامنظور ہوکر حکم ہوا کہ مقدمہ ۱۷ اکتوبر کو پیش ہو۔ اوراس تاریخ کو گواہان استغاثہ بھی حاضر ہوں۔ ۱۷ اکتوبر کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔ ملزمان بھی اصالتاً حاضر ہوئے اس تاریخ کو مستغیث کا بیان قلمبند ہوا اور مولوی برکت علی صاحب بی اے گواہ استغاثہ کی شہادت ہوئی۔ وکلاء ملزمان نے جرح محفوظ رکھی چونکہ دوسرے گواہوں کی اطلاع یابی نہ ہوئی تھی، مکرر طلب ہوئے اور تاریخ پیشی ۱۲۔۱۳۔۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ ۱۲ نومبر کی تاریخ پر ایک عجیب نظارہ پیش آیا۔ جس وقت فریقین کو پکار ہوئی تو مستغیث حاضر ہوا۔ اور ملزمان میں سے صرف مرزا جی حاضر ہوئے، فضل دین نہ آیا۔ وکیل نے کہا کہ فضل دین سخت بیمار ہے حاضری سے اسکو آج کی تاریخ کیلئے معاف کیا جائے وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ ملزم زیرضمانت ہے اسکو ضرور حاضر ہونا پڑے گا۔ آخر عدالت نے حکم دیا کہ ملزم کو آنا پڑے گا۔ اگر یوں نہیں آسکتا تو چارپائی پر اٹھا کر لے آؤ۔ آخر مجبوراً مرزا جی کے مخلص حواری حکیم فضلدین ملزم کو ان کے پیر بھائی چارپائی پر اٹھا کر لے آئے۔ اس وقت ایک عجیب اداسی کا عالم مرزائیوں میں چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ مرزا

جی ان کو ہمیشہ سنایا کرتے تھے انی معین من اراد اعانتک لیکن یہاں کچھ اور ہی نقشہ باندھا ہوا ہے۔ حکیم جی زبان حال سے کہہ رہے ہیں...... شعر

میں حاضر ہوں گو سخت بیمار ہوں — جو چاہو سزا دو سزا وار ہوں
اجی میرزا جی بتاؤ ذرا — میں کیوں اس بلا میں گرفتار ہوں
ہوں مخلص حواری تیرا جاں نثار — تو پھر اس قدر کیوں ہوا خوار ہوں
کہاں وہ اعانت کے دعوے ہوئے — میں الہاموں سے تیرے بیزار ہوں

الغرض فضل دین ملزم بحکم عدالت کمرہ عدالت کے باہر لٹائے گئے اور شہادت گواہان قلمبند ہونی شروع ہوئی۔ بیان گواہان ذیل قلمبند ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل، ملک تاج دین صاحب واصلباقی نویس جہلم، مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن سانیاں، مولوی اللہ دتہ ساکن سوہل وکیل ملزمان نے کہا کہ وہ گواہاں پر جرح محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ حاکم نے کہا کہ پھر آپ کو چارج لگنے سے پہلے جرح کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ وکیل نے کہا کہ نہیں مجھے حق ہونا چاہیے لیکن حاکم نے کہا کہ اگر جرح کرنی ہے تو کرو ورنہ بعد فرد جرم لگنے کے جرح کا موقع ملے گا۔ اس پر وکیل صاحب نے کہا کہ آج تیار نہیں ہوں کل جرح کرونگا۔ عدالت نے حکم دیا کہ کل کا خرچہ گواہاں آپکو دینا پڑے گا پہلے تو کچھ لیت ولعل کی گئی۔ آخر وکیل ملزمان نے خرچہ گواہاں دوسرے روز کا دینا تسلیم کیا اور دوسرے روز پر مقدمہ ملتوی ہوا۔

۱۳ کو مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث پر جرح شروع کی گئی جو ۱۴۔۱۵ تک جاری رہے اور ۱۶ کو ختم ہوئی۔ سوالات کی ترتیب دینے پر گویا مرزائیوں کی ساری کمیٹی متعین تھی مرزا جی سے لیکر ان کے سارے مولویوں کے مشورے سے سوال مرتب ہوکر وکیل

صاحب کو پرزہ کاغذ دیا جاتا تھا اور وکیل صاحب سوال کرتے تھے۔ سوال اگرچہ بڑی سوچ سے مرتب کیا جاتا تھا اور بڑا پیچیدہ اور لاینحل خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن مولوی صاحب کا جواب سن کر ساری جماعت شش و پنج میں پڑ جاتی تھی اور حیران رہ جاتی تھی کہ اس شخص کی طبیعت بھی بلا کی ہے کہ ہماری ساری محنت رائیگاں جاتی ہے چونکہ بیان بہت بڑا طویل ہے۔ اسکی نقل کرنے سے سوائے طوالت کے کوئی فائدہ نہیں اس لیے ہم اس بیان میں سے صرف اس فہرست کی نقل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو کہ مرزا صاحب نے اپنے عقائد کی فہرست تحریری دیکر مولوی صاحب سے ان کے بالمقابل استفسار کیا تھا۔ اس فہرست سے مرزا صاحب کے عقائد کا بھی پتہ چلے گا اور یہ بھی کہ استفسار عقائد میں باوجودیکہ مخالف کو زک دینے کے لیے سعی بلیغ کی گئی تھی لیکن مَاقَلَّ وَ دَلَّ جوابات ملنے پر وہ کوشش بھی سب خاک میں مل گئیں۔ وھو ھذا۔

فہرست عقائد مرزا غلام احمد قادیانی

مشمولہ مسل فوجداری بعدالت رائے چندلال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور مولوی محمد کرم الدین ساکن بھیں مستغیث بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین ساکن قادیان بنام (۵۰۰-۵۰۱ تعزیرات ہند)

عقائد مرزا غلام احمد قادیانی	مستغیث کا جواب
ا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں	ا۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔
۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتارے گئے تھے۔	۲۔ نہیں۔
۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔	۳۔ گئے۔
۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ کسی قوم سے وہ لڑائی کریں گے۔	۴۔ آسمان سے اتریں گے، اگر لڑائی کی ضرورت ہوگی تو لڑائی کریں گے، اگر امن کا زمانہ ہوا تو نہیں کریں گے۔
۵۔ ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آکر عیسائیوں اور دوسرے مذہب والوں سے جنگ کرے گا اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کر کے اسلام کو غلبہ دے گا؟	۵۔ مہدی آئیں گے اور ایسے زمانہ میں آئیں گے جب بدامنی اور فساد دنیا میں پھیلا ہوا ہوگا۔ فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کرینگے۔
۶۔ اس زمانہ میں جہاد کرنا، یعنی اسلام پھیلانے کیلئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔	۶۔ اس زمانہ میں برٹش انڈ میں جہاد کرنا حرام ہے کیونکہ زمانہ امن کا ہے۔
۷۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سوروں کو مارتا پھرے گا۔	۷۔ یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔
۸۔ میں مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی موعود اور امام زمان اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔	۸۔ میں نہیں مانتا۔

۹۔ مسیح موعود اس امت کے تمام گذشتہ اولیاء سے افضل ہے۔	۹۔ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں اور نہ وہ کسی سے افضل ہے۔
۱۰۔ مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دیے ہیں۔	۱۰۔ مرزا صاحب نہ مسیح موعود ہیں نہ ان میں اوصاف نبوت میں سے کوئی ہیں۔
۱۱۔ کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔	۱۱۔ بحث طلب ہے۔
۱۲۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔	۱۲۔ مہدی موعود قریش کے خاندان سے ہوگا۔
۱۳۔ امت محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ الگ شخص ہیں اور مسیح محمدی اسرائیلی مسیح سے افضل ہے۔	۱۳۔ مسیح ایک ہے اور وہ اسرائیلی ہے۔
۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔	۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کیے ہیں۔
۱۵۔ آنحضرت علیہ السلام کا معراج جسم عنصری کیساتھ نہیں ہوا۔	۱۵۔ آنحضرت ﷺ کا معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا۔
۱۶۔ خدا کی وحی آنحضرت ﷺ کیساتھ منقطع نہیں ہوئی۔	۱۶۔ منقطع ہوئی۔

مرزا غلام احمد — دستخط: حاکم — محمد کرم الدین

(بحروف انگریزی)

منجملہ فوائد کے جو اس مقدمہ سے ہوئے یہ بھی ہے کہ اب عقائد قادیانی کا پورا پتہ فہرست مذکورہ صدر سے ملے گا۔ یوں تو مرزا جی ایک عقیدہ ظاہر کرتے اور پھر دوسرے موقع پر اس سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن یہ فہرست عقائد جو عدالت میں انہوں نے خود مرتب کر کے داخل کر دی ہے اور جس کی نقل مصدقہ عدالت ہو بہو درج کر دی گئی ہے۔ اب اس سے انکار کرنا انکو مشکل ہے اور اگر اب انکار کریں گے تو یہ آئینہ ان کے منہ کے سامنے کر دینا کافی ہوگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسے عقائد مرزا جی کے سوا پہلے بھی کسی مسلمان کے ہوئے ہیں یا نہیں اور یہ عقائد کہاں تک شریعت غراء کی بنیاد کو اکھیڑنے والے اسلام کی مضبوط اور محکم دیوار میں رخنہ کرنے والے انبیاء عظام اور اولیائے کرام کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنے والے قرآن کریم کی صریح تکذیب کرنے والے ہیں۔

اگرچہ اس موقعہ پر اس فہرست پر بسط سے کلام کرنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمان بھائیوں کو توجہ دلانے کے لیے ذیل میں کسی قدر فہرست مندرجہ بالا کے بعض نمبرات پر مختصر بحث کی جاتی ہے امید ہے کہ ناظرین غور فرمائیں گے۔

عقیدہ نمبر ۲: مرزا جی نے یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتارے گئے۔ سو واضح ہو کہ یہ عقیدہ علاوہ اسکے کہ احادیث رسول اکرم ﷺ اقوال مفسرین اجماع جمیع مسلمین کے خلاف ہے، اس سے قرآن کریم کی آیات کی بھی سخت تکذیب ہوتی ہے خدائے پاک نے تو صلیب پر چڑھانے کی صریح الفاظ میں نفی فرمائی ہے۔ وما صلبوہ (انہوں نے اسکو صلیب پر نہیں چڑھایا) اور آپ اسکے خلاف کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے گئے حتی کہ غشی کی بھی نوبت پہنچی اس خیال باطل کی تسلیم سے

کہ یہودی اپنے منصوبہ شرارت میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ انہوں نے خدا کے سچے رسول (عیسیٰ) کو پکڑ کر صلیب پر کھینچ دیا۔ اور جان کندن کی حالت کو پہنچا دیا گو کسی حیلہ سے آخر وہ زندہ بچ گئے تو خدا کے اس برگزیدہ رسول کی کمال درجہ کی توہین اور یہودیوں کی فتح ثابت ہوتی ہے۔ ایسی زندگی سے تو مرجانا اچھا تھا جبکہ دشمن نے انکو سخت ایذائیں پہنچائیں ان کو صلیب دیکر نیم مردہ کر دیا تو پھر مسیح کی عزت اور رب العزت کا کمال قدرت کیا ثابت ہوا۔ خدائے پاک تو مسیح سے وعدہ کرے کہ میرے حضور میں تیری اسقدر عزت ہے کہ تیرے تابعین بھی تیرے مخالفین (یہود وغیرہ کفار) پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ (وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة) اور ادھر تابع تو کہاں متبوع کی یہ گت دشمن کے ہاتھ سے ہوتی ہے کہ الامان۔ مرزاجی قرآن کو سچا کہیں یا آپکو، اس فاسد عقیدہ سے تو قرآن کریم کی سراسر تکذیب ہوتی ہے۔ اور دیکھئے کہ خدائے کریم کا یہ بھی مسیح سے وعدہ ہے وہ مطهرک من الذین کفروا (میں تجھے پاک رکھنے والا ہوں کفار سے) تو جب مسیح ان ناپاک ہاتھوں (یہودیوں کے پنجہ میں) پھنسا دیئے گئے تو وعدہ تطہیر کہاں گیا۔ قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا ہے۔ انما المشرکون نجس تو پھر ان نجس ہاتھوں میں عیسیٰ کو اسیر کر دینا و مطهرک کے مضمون کے بالکل منافی ہے۔ نیز ایک اور صریح آیت بھی اس عقیدہ کا ابطال کرتی ہے جو خدائے پاک نے فرمایا و اذ کففت بنی اسرائیل عنک (میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ تجھے ایذا پہنچانے سے روک دیئے) اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل صلیب پر کھینچنا تو کجا مسیح علیہ السلام کو ہاتھ تک نہ لگا سکے۔ کف کا معنی ہی ہاتھ کو روک لینا ہے جیسا کہ دوسری آیت سے اسکی تصدیق ہوتی ہے اذ هم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیهم فکف ایدیهم عنکم.

ترجمہ: جسوقت قصد کیا ایک جماعت نے کہ دراز کریں طرف تمہاری ہاتھ اپنے کو پس بند کئے ہاتھ ان کے تم سے۔

اب یہ کہنا کہ یہودی مسیح کو پکڑ کر لے گئے اور صلیب پر کھینچ کر ان کو سخت اذیتیں پہنچائیں اور انکو آدھ موا کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باطل خیالات ان آیات مذکورہ بالا کی تکذیب کرتے ہیں۔ پھر افسوس ہے کہ ایسی صریح نصوص قرآنی پڑھنے کے بعد بھی مرزائی صاحبان مرزاجی کے فاسد عقیدہ کو تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔

چونکہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو مسیح کے نزول من السماء کے متعلق طرح طرح کے اعتراضات سے دق کیا کرتے ہیں اس لیے اس مسئلہ پر قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ مرزا صاحب اور انکے مرید کہتے ہیں کہ اگرچہ بعض احادیث سے مسیح کا نازل ہونا ثابت ہے۔ لیکن اس سے مراد نزول من السماء نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی حدیث میں لفظ من السماء نہیں ہے سو یہ ایک دجل اور فریب اور مغالطہ ہے۔ من السماء کا لفظ احادیث میں موجود ہے جیسا کہ عبارات ذیل سے ثابت ہوگا۔

۱..... عن ابن عباس ان رهطا من الیهود صلبوه فدعا علیهم لیسخنهم قردة و خنازیر فاجتمعت الیهود علی قتله فاجاره الله بانه رفعه الله الی السماء وطهره من الیهود (نسائی)

۲..... عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم (بیہقی)

۳..... فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء (کنز العمال)

۴..... فانه لم یمت بل رفعه الله الی السماء (فتوحات مکیہ)

5...... عن الحسن البصری ان عیسی لم یمت فانه راجع الیکم قبل یوم القیامة. (ابن کثیر و در منثور)

6...... اخرج البخاری فی تاریخه والطبری عن عبدالله بن السلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول الله و صاحبیه فیکون قبره رابعا.

ان احادیث میں تصریح ہے کہ یہود نے بغض وعناد کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کے لیے صلیب تیار کی اور ارادہ قتل کیا۔ لیکن خدا نے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور یہود کے پلید ہاتھ ان کو چھونے نہ پائے اور کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔ قیامت سے پہلے ان کا نزول اجلال ہوگا اور جب ان کی وفات ہوگی تو روضہ رسول میں دفن ہوں گے۔

مرزا صاحب خود بدولت براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اور آیت ،ھو الذی ارسل رسوله بالھُدیٰ و دین الحق لیظھره علی الدین کله کی تکمیل ہوگی۔ نیز: مرزا صاحب انی متوفیک کا معنی وہی لکھ چکے ہیں جو جمہور اہل اسلام نے کیا ہے: میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۸)

ایسا ہی آپکی الہامی کتاب توضیح مرام صفحہ ۳ میں درج ہے۔ (خلاصہ)

اب ہم صفائی بیان کے لیے لکھنا چاہتے ہیں کہ دو نبی ایلیا اور مسیح ابن مریم آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور یہ احادیث کے مطابق ہے۔

ایسا ہی ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۴-۲۹۵ میں ہے: میں مانتا ہوں اور بار بار مانتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال واقبال کے ساتھ آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔

اسی کتاب صفحہ ۲۹۸ میں ہے: ''ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے کہ جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آسکیں''۔

اب جب کہ مرزا صاحب خود توفی کا معنی پوری نعمت دینا پورا لینا اور بلند کرنا کرچکے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ احادیث کے ظاہری الفاظ سے مسیح کا نزول من السماء ثابت ہے۔ اور یہ ناممکن بھی نہیں تو پھر یہ ضد کہ مسیح کا اتنی مدت دراز زندہ رہنا آسمان پر جانے پر نازل ہونا بالکل ناممکن اور محال ہے، کہاں تک حق بجانب ہے۔

صرف کشف اور الہامات کی بنا پر احادیث نبویہ کی تکذیب اور جمہور اہل اسلام کے عقیدہ راسخہ بلکہ خود اپنے پہلے عقیدہ کی مخالفت ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ آپ خود فرماتے ہیں۔

1...... اس پر علماء اہل اسلام صوفیائے عظام اور اولیاء کرام کا اتفاق ہے کہ جو الہام اور کشف رسول اللہ ﷺ کے طریق کے خلاف ہو، شیطانی القاء ہے۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۲۱)

2...... جو شخص ایسی بات کہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو کچھ لینا چاہیے کہ شیطان اس سے کھیلتا ہے۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۲۱)

3...... سچے الہام بعض دفعہ کنجروں، ڈوموں اور رنڈیوں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر سچا وہی ہے جس کے سب الہام سچے ہوں۔ (توضیح مرام)

تو چونکہ مرزا صاحب کے اکثر الہامات مثلاً محمدی بیگم کے نکاح کا الہام، ثمانین حولاً کا الہام، شوخ و شنگ لڑکا کا الہام، خواتین مبارکہ کا الہام وغیرہ وغیرہ جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں۔ اس لیے آپ کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے آپ سچے ملہم نہیں ہیں۔

یہ بات کہ عیسیٰ علیہ السلام اتنی مدت دراز زندہ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ قدرت

ایزدی پر عدم ایمان کی دلیل ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی عمر والے انسان گذر چکے ہیں۔ چنانچہ ابوالبشر آدم کی عمر دو ہزار سال تھی ایک ہزار سال جنت میں اور ایک ہزار سال زمین میں رہے۔ تو پھر مسیح علیہ السلام جو بشہادت قرآن مثیل آدم ہیں، ان کی عمر پر اعتراض کیوں ہے۔ نوح علیہ السلام کی عمر بھی تو آخر ۵۰ کم ایک ہزار سال تھی۔ ملائکہ کی عمر کتنی لمبی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ہر ایک نبی و رسول کے پاس حتی کہ نبی آخر الزماں ﷺ تک منجانب اللہ وحی لاتے رہے، ملک الموت قابض الارواح کی درازی عمر میں کس کو کلام ہے۔ پھر مسیح جو بشری اور ملکوتی صفات کے جامع تھے ان کی درازی عمر پر اعتراض معترض کی جہالت کی دلیل ہے۔

ایک لطیف فلسفیانہ بحث

مرزا صاحب کہتے ہیں: اہل علم کبھی تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی خاکی جسم آسمان پر جائے اور لوٹ کر آئے یہ سنت اللہ کے بھی خلاف ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا بجسد عنصری آسمان پر جانا بالکل محال ہے۔

جواب: اہل علم سے مراد اگر علم جدید کے عالم اہل یونان مراد ہیں تو پھر آپ ان کے علوم کی تصدیق کرتے ہوئے قرآن کی پیروی چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ افلاک میں خرق والتیام کے بھی قائل نہیں ہیں حالانکہ قرآن کے رو سے قرب قیامت میں آسمانوں کا پھٹ جانا ثابت ہے۔ **فاذا انشقت السماء فکانت وردۃً کالدھان** ...... (الآیۃ) اور اگر اہل علم سے مراد اہل یورپ ہیں اور آپ مغربی علوم کو **وحی من السماء** سمجھے ہوں تو پھر فرمایئے علم مغرب کا کونسا اصول رفع جسمانی کا مانع ہے۔

آپ فرمائیں گے کہ ہر چیز کی کشش اس سمت کو ہوتی ہے جہاں اسکی اصل ہو اور جسم انسانی کی اصل زمین ہے اس لیے وہ اسکو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔ اور اوپر جانے

نہیں دیتی۔

جواب: زمین کی اصل بھی آسمان ہے۔ زمین اور اسکے ملحقات کو بواسطہ کائنات کھینچ رہی ہیں۔ سبع سمٰوٰت کے تو آپ بھی قائل ہونگے جن کا وسط فلک چہارم ہے جس کے دونوں طرف تین تین فلک ہیں اور چہارم ان کے بیچ میں ہے۔ چھ افلاک میں جس قدر سیارے ہیں سورج ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے دن بدن اسکی طرف کھنچے جا رہے ہیں اور قریب ہو رہے ہیں ان ہی سیاروں میں زمین بھی ہے رفتہ رفتہ اس قدر نزدیک آئے گی کہ سوا نیزے پر سورج ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ تمام اجسام جن کی عظمت زمین سے بھی زیادہ ہے۔ چوتھے آسمان کی طرف کھچے جا رہے ہیں تو پھر انسان بے مقدار کا کیا کہنا۔

چونکہ ہم سب زمین کے پاس ہیں اس لیے ہم پر اس کی کشش قوی ہے لیکن فالحقیقت جسم انسان دو جز سے مرکب ہے جسم اور روح جسم کی کشش نیچے کو اور روح کی کشش اوپر کو ہے پھر ان دونوں میں سے جس کی قوت زیادہ ہوگی دوسرے کو کھینچ لے گا۔ چونکہ ہم میں صرف ایک ہی جزو (روح) لطیف ہے، اس کے مقابل دو کثیف ہیں، ایک مادری دوسرے پدری۔ اس لئے ہم پر جذب زمین غالب ہے اور جذب علوی کا زور نہیں چل سکتا۔ لیکن اگر ان میں سے ایک کی کثافت کم ہو جائے یا دونوں لطیف ہوں تب ملائکہ کی طرح پرواز فلک سہل ہو جائے۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی صرف مادری جزو کثیف تھی لیکن پدری نہیں اس لیے لطافت میں کمال ہونے کے باعث چرخ چہارم تک جا سکے۔

لطافت جسم رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ کے ہردو اجزاء مادری و پدری بحکم ایز دمتعال لطیف ہو گئے تھے اس لیے آپکی پرواز بروز معراج فلک الافلاک تک پہنچ گئی۔ حضور علیہ السلام کی لطافت جسمی بدرجہ غایت پہنچی ہوئی تھی۔ جس پر حسب ذیل شواہد موجود ہیں۔

۱...... بطن مادر میں جسم کا کوئی بوجھ نہ تھا۔ ۹ ماہ گذر گئے آثار حمل نمودار نہ تھے شکم کی حالت وہی معمولی رہی۔

۲...... وقت تولد دردزہ ندارد۔ کیونکہ آپ کا تولد روح کی طرح ہوا تھا۔

۳...... جسم کی لطافت اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ آپ جو غذا کھاتے کثیف نہ ہونے پاتی، بول و براز کہیں نظر نہ آئے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کا بول و براز زمین نگل لیتی تھی۔ حقیقت میں بول و براز کی صورت ہی نہ تھی۔

۴...... ہجرت کے وقت دشمنوں کے محاصرہ سے نکل گئے کوئی دیکھ نہ سکا۔ آپ کا جسم ملکوتی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

۵...... غار ثور میں داخلہ ہوا تو مکڑی کا جالا بھی نہ ٹوٹنے پایا۔ یہ ٹھیک نہیں کہ مکڑی نے بعد میں جالا بنایا۔ آپ کی شان اس سے ارفع تھی کہ مکڑی کی رہین منت ہوں۔ صدیق کے جسم میں بھی جمال ہم نشین کے پرتو پڑنے سے وہی لطافت پیدا ہو گئی۔ دونوں یار داخل غار ہو گئے، تار عنکبوت ٹوٹنے نہ پایا۔

۶...... جس وقت دشمن غار کے سر پر جا کھڑے ہوئے تو بھی دونوں دوستوں کو بوجہ لطافت جسم دیکھ نہ سکے حالانکہ دونوں ان کو دیکھ رہے تھے۔

۷...... جنگ احد میں عبداللہ بن شہاب حضرت کو ڈھونڈتا تھا گو کہ آنجناب اسکے بازو بباز و کھڑے ہوئے تھے، دیکھ نہ سکا۔

۸...... ایک روز ابوجہل ایذا دہی کے لیے گیا۔ حضور ﷺ قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل کو نظر نہ آئے۔ بے نیل مرام واپس چلا گیا۔ (فاذا قرات القران جعلنا بينك وبين الذين لا يؤمنون بالأخرة حجابا مسطورا)

۹...... ہرچند آپ کا قد درمیانہ تھا مجمع میں جب آپ چلتے سب سے اونچے نظر آتے تھے چونکہ آپ مجسم روح تھے اس لیے چھوٹا بڑا ہو جانا کچھ دشوار نہ تھا۔

۱۰...... آپ کے جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھ سکتی تھی کیونکہ کثافت نہ تھی۔

۱۱...... اسی لطافت کے باعث آپ کا سایہ نہ تھا۔ (روح کا سایہ کس طرح ہو)

۱۲...... شق صدر ہو کر تمام سفلی آلائشوں سے پاک ہو گئے پھر معراج جسمی ہوئی اور عرش معلی تک جا پہنچے۔

رفع جسمی پر اعتراض اور اسکا جواب

۱...... چونکہ افلاک پر پانی اور ہوا نہیں اس لیے کوئی انسان وہاں پہنچ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ صرف یونانیوں کا خیال ہے قرآن میں وہاں انہار اور جنات کا موجود ہونا اور الوان نعمت کا مہیا ہونا ثابت ہے۔ پھر قرآن کو پس پشت ڈال کر فلسفہ یونان سے تمسک ایک مسلمان کا کام نہیں۔ دوم علوم جدیدہ بھی قرآن پاک کی تائید کر رہے ہیں۔ ہیئت دانوں نے جب دوربین لگا کر دیکھا تو چاند اور مریخ میں پہاڑیاں دریا اور آگ سب کچھ نظر آئے۔ پھر وہاں ہوا اور پانی سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے۔

مریخ میں چھوٹے چھوٹے خطوط نظر آتے ہیں، جو نہریں خیال کی جاتی ہیں۔

ایام بارش میں وہ چوڑی نظر آتی ہیں، پھر باریک ہو جاتی ہیں۔ غرض فلکیات میں آب و ہوا ہر جگہ موجود ہے جس سے انکار کرنا سخت نادانی ہے۔

۲..... فلکیات پر ہوا سے اوپر درمیان میں خلاء ہے پھر بغیر سانس لینے کے کیونکر گذر ہو سکتا ہے۔

جواب: شب معراج رفع جسم رسول اللہ ﷺ کی نوعیت سے آپ واقف نہیں آپ کی سرعت رفتار کی یہ حالت تھی کہ جب واپسی ہوئی زنجیر در ہل رہی تھی اور بستر ویسا ہی گرم تھا۔ باوجود اس قدر بعد مسافت اور پیشی رب جلیل حاصل ہونے کے گویا برق صفت ہفت افلاک کو چیر کر پھر واپس آ گئے۔ نہ سانس لینے کی ضرورت، نہ زمہریر کا کچھ اثر ہوا۔

دم زدن میں طے کیا نیلی رواق　　　برق سے بھی تیز تھا بے شک براق
کچھ نہ ہوئی بے ہوائی آپ کو　　　سانس کی نوبت نہ آئی آپ کو

ایسا ہی رفع عیسیٰ علیہ السلام بھی ہوا بجلی کی طرح ان کا گذر ہوا۔ کتب اسلامیہ میں لکھا ہے کہ واپسی بھی ایسی ہی ہوگی جیسے بجلی کی چمک شرق سے غرب کو ہوتی ہے۔

۳..... جسم خاکی کا گذر کرہ آتش سے ناممکن ہے کیونکہ آگ جلاتی اور خاکی جسم جل جاتا ہے۔

جواب: یہ درست ہے کہ آگ کا خاصہ اور اثر جلانے کا ہے اور دوسری چیزوں کا خاصہ آگ میں جا کر جلنا ہے۔ مگر یہ تب ہے کہ کسی چیز کے خواص اس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتے ہیں آگ کے دو خاصے ہیں جلانا اور روشن کرنا۔ دوسری اشیاء میں جلنا اور روشن ہو جانا رکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ آگ ایک خاصہ کے ساتھ پائی جائے یعنی صرف روشنی باقی رہے۔ دوسرا خاصہ جلانا مفقود ہو جائے جیسے ولایتی جاپانی پھول جھڑی یا دوسری

آتشبازیاں کہ ان میں آگ روشن ہے مگر اصلاً کسی چیز کو جلا نہیں سکتی۔ ایسا ہی بعض اشیاء سے جلنے کا اثر جاتا رہتا ہے۔ مثلاً سمندر (کیڑا) آگ میں ہی پیدا ہوتا اور آگ میں ہی رہتا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں: ع

بدریا نہ خواہد شدن بط غریق　　　سمندر چہ داند عذاب الحریق

انسانوں میں ایسے کئی شعبدہ باز ہیں جو دھکتے انگاروں پر چلتے ہیں آگ اپنے جسم پر ڈالتے اور آگ سے کھیلتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ماہ نومبر ۱۹۳۱ء میں لاہور اسلامیہ کالج میں ایک سید زادہ نے آتشیں کھیل دکھلایا تھا۔ پرنسپل صاحب موجود تھے۔ آگ سلگائی گئی بڑی بڑی لکڑیاں جلائی گئیں۔ سید زادہ صاف قدم قدم آگ میں سے گذر گیا، کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اب ایک شعبدہ باز کے جسم کو آگ جلا نہیں سکتی تو ایک مجسم روح اولوالعزم رسول علیہ السلام کو آگ سے گذر جانے کا کیا خطرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کفار کا جلتی آگ میں پھینک دینا، آگ کا گلزار ہو جانا، حضرت خلیل اللہ کا بال بیکا نہ ہونا، مشہور معجزہ ہے جس کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم غرض نور کو نار سے کیا ضرر؟ پیغمبر علیہ السلام محض نور تھے۔ لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین. پھر آگ کو کیا طاقت کہ نور کو جلا سکے، ایسا ہی روح اللہ سمجھئے۔ علاوہ ازیں آجکل محققین یورپ اس امر کے قائل ہیں کہ سورج میں مخلوق آباد ہے۔ پھر جب سورج کی گرمی میں مخلوق زندہ رہ سکتی ہے تو آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کے منکر اپنے پرانے اعتراضات پر کیوں اترا رہے ہیں۔

۴..... انسان بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اس قدر دراز عرصہ گذر جانے پر کھانے پینے کے سوا کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بوجہ اپنی ملکی صفت کے ہوا اور ملائک آسمان پر زندگی بسر کر رہے ہیں اور جو ان کی غذا ہے وہی عیسیٰ علیہ السلام کی سمجھئے۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے: **ابیت عند ربی هو یطعمنی و یسقینی** گاندھی جیسا شخص بغیر طعام کے کئی دن زندہ رہ سکتا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بغیر طعام کے کیوں ممکن نہیں۔ اصحاب کہف کا قصہ قرآن میں موجود ہے، جو تین سو نوے سال غار میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہے پھر وہی خدائے قدیر جو اصحاب کہف کو تین سو نوے سال بغیر خوراک کے زندہ رکھ سکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں آسمان پر بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رکھ سکتا۔

سوال: مرزا صاحب قرآنی آیات سے وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کا قرآن سے کیا ثبوت ہے۔

جواب: آیت: **و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته** حیات مسیح پر نص صریح ہے وفات مسیح اسوقت ہوگی جب ان کی آمد ثانی پر کل اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ مضارع پر لام تاکیدی مفتوح استقبال کی علامت ہے۔ مرزا صاحب کا یہ معنی کہ بوقت مرگ اہل کتاب مسیح پر ایمان لاتے ہیں، قطعاً غلط ہے کیوں کہ بشہادت قرآن ایسا ایمان کالعدم ہوتا ہے۔ نیز اگر ایسا ہو تو کوئی یہودی یا عیسائی وقت مرگ اپنے ورثاء کو بتا جائے کہ میں مسیح کو رسول خدا اور اس کا بندہ مانتا ہوں (بسا اوقات انسان کے آخری دم تک حواس قائم رہتے ہیں اور سانس بند ہونے تک بات چیت کر سکتے ہیں) نیز یہ بات قرآن کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **بل طبع الله بکفرهم فلا یؤمنون الا قلیلا**...... (الآیة)

سوالات

۱...... نزول عیسیٰ سے پہلے ہزاروں اہل کتاب مر چکے تو تمام اہل کتاب کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

۲...... ہزاروں اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جنگ میں ہلاک ہونگے تو تمام اہل کتاب مومن نہ ہوئے۔

۳...... کفار کا قیامت تک موجود رہنا ضرور ہے **لقوله تعالیٰ: وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو**...... (الآیة) **والقینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة**...... (الآیة)

۴...... دوران عہد محمد ﷺ میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا کیا مطلب؟

جوابات

۱...... ایجاب میں چونکہ وجود موضوع شرط ہے اس لیے وہی یہودی مراد ہیں جو اس وقت موجود ہونگے۔

۲...... آخر میں مومن ہونگے جیسا کہ **قبل موته** کا لفظ اشارہ کرتا ہے یعنی جنگ وجدال کے بعد جو موجود ہونگے، سب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔

۳...... **جاعل الذین** کا وعدہ بعدم وجود مقابل اچھا صادق آتا ہے۔ اور **یوم القیامة** سے **قریب القیامة** مراد ہے۔

۴...... جو مرزا پر ایمان لانے کا مطلب ہے، وہی مطلب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا سمجھو۔ حالانکہ امت محمدیہ کو جملہ انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ **لا نفرق بین احدٍ من**

رسلہ.

دوسری آیت و ما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ بھی حیات مسیح پر نص صریح ہے۔ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ بل کا ماقبل و بعد ہمیشہ ذہن متکلم میں متضاد ہوتے ہیں۔اب اگر رفع روحانی مراد ہوتو تضاد بین القتل رافع الروح باقی نہیں رہتا۔

سوال: آیت انی متوفیک ورافعک الی سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور رفع روحانی ہوا کیونکہ توفی کا معنی موت کے ہیں۔

جواب: توفی کا معنی بروئے لغت کسی چیز کو پورا کر لینے کے ہیں۔ چنانچہ کتب لغت کے حوالہ جات درج ذیل ہیں: ۱۔لسان العرب: توفیت المال منہ و استوفیت اذا اخذتہ کلہ چیز کو بالتمام پکڑنا۔ ۲۔تاج العروس:

ان بنی الدور لیسوا من احد　　ولا توفاھم قریش من العدو

فلا توفا رسول الکریٰ　　ودمت العینان فی الجفن

آیات: ۱.....ھو الذی یتوفکم بالیل o

۲.....اللہ یتوفّی الا نفس حین موتھا o

۳..... والتی لم تمت فی منامھا o

تاج العروس: و من المجاز "الموت".

اس سے معلوم ہوا کہ توفی کا اصل معنی کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔موت نیند وغیرہ سب مجاز ہیں۔جیسا قرینہ ہوگا ویسا معنی مراد ہوگا۔جہاں قرینہ نہیں وہاں وہی حقیقی معنی اخذ الشئ وافراً مراد ہوگا۔جیسا کہ آیت انی متوفیک میں ہے۔

اس آیت کا نزول اس وقت ہوا۔جب یہودی مسیح کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے تو

اگر اسکا معنی وفات کا لیا جائے تو بجائے اسکے عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے تسلی ہوان کو اور پریشانی لاحق ہونی چاہیے۔ گویا عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیجاتی ہے کہ یہود کیا ہم خود تم کو ماردیں گے۔ پھر یہود کی غرض تو پوری ہوگئی۔ مارنا تو بہر صورت خدا کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اسباب مہیا کر دیئے خدا نے مار دیا پس یہودی کامیاب ہوگئے۔

نہیں معنی آیت کا یہ ہے۔کہ ہم تجھے یہود مردود کے ناپاک ہاتھوں سے بچا کر آسمان کی طرف اٹھائیں گے۔اور ان کا منصوبہ خاک میں ملادیں گے۔اسی لیے اس سے پہلے وکان اللہ عزیزاً حکیماً لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے۔کیونکہ قرآن میں یہ کلمہ کسی مشکل کام کے سہل کرنے کے لیے آتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر متوفیک کا معنی ممیتک بھی ہوتو ہمارے مخالف نہیں۔ ایک دن ضرور آپ نے فوت ہوجانا ہے اور ظاہر ہے کہ واو حرف عطف میں ترتیب شرط نہیں ہے جیسے کہ ذیل میں چند امثلہ درج ہیں۔

۱.....واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ (کیا زکوۃ نماز پڑھ کر دی جائے)

۲.....وکذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک (کیا آنحضرت ﷺ کو دوسرے انبیاء سے پہلے وحی والہام ہوا)

۳.....یا مریم اقنتی لربکِ واسجدی وارکعی مع الراکعین (کیا مریم علیہا السلام پہلے سجدہ پھر رکوع کیا کرتی تھیں)

۴..... اقیمو الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین. (کیا نماز پڑھنے کے بعد ترک شرک ہوگا۔)

غرض آیت انی متوفیک ......الخ وفات مسیح کی ہرگز دلیل نہیں ہوسکتی۔

بلکہ اس سے آپ کا زندہ بجسدہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ متفقہ ہے۔

سوال: آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر رفع سماوی مانا جائے تو آیت کے معنی راست نہیں ہوتے۔

جواب: معنی آیت یہ ہے کہ جب تک میں قوم میں رہا ان کا نگران حال رہا۔ جب تو نے مجھے لے لیا یعنی رفع جسمانی ہو گیا پھر ان کے حال کا تو ہی واقف ہے۔ آیت میں مادمت فیھم ہے مادمت حیاً فیھم نہیں ہے۔

ایک دوسری آیت میں بھی رفع جسمی کا ثبوت ملتا ہے۔ واذکر فی الکتاب ادریس انه کان صدیقا نبیاً و رفعناه مکاناً علیا اس میں تصریح ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا رفع بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بجسدہ العنصری ہوا کیونکہ اگر اس سے رفع روحانی مراد ہو تو پھر ادریس علیہ السلام کا بالخصوص ذکر بے فائدہ ہے۔ جب کہ ہر ایک نبی ولی بلکہ ہر ایک مومن کا رفع روحانی بالیقین ہوا کرتا ہے۔ اور جب خصوصیت سے حضرت ادریس کا مکاناً علیًا میں مرفوع ہونا بیان کیا گیا ہے تو سوائے رفع جسمی اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔

رفع جنات

یہ بھی تو مسلّم ہے کہ جنات، جن کی خلقت نار سے ہے، وہ بھی ارضی مخلوق ہونے کے باوجود آسمان تک پہنچ سکتے تھے۔ اگرچہ بعثت رسول کے بعد اس سے روک دیئے گئے پھر اشرف المخلوق انسان جس کے سر پر لقد کرمنا بنی اٰدم کا تاج ہے، اس کا رفع کیوں محال ہے۔

قرآن سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ قطر سماء وارض سے انسان کا عبور ممکن ہے۔ جب کہ فضل ایزدی (سلطان) شامل حال ہو جیسا کہ فرمایا یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ الا بسلطان کا استثنا بتا رہا ہے کہ اقطار السمٰوٰت والارض سے انسان کا گذر ہو سکتا ہے۔ جب حق تعالیٰ اسکو قوت وقدرت عطا فرمائے جسکو اللہ تعالیٰ بطور ایک نعمت کے یاد دلاتا ہے۔

غرض حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا پھر قرب قیامت میں ان کا نازل ہونا جمہور اہل اسلام کے مسلمات سے ہے۔ زمانہ آنحضرت ﷺ سے لیکر تیرہ سو صدیوں تک مسلمانوں میں یہ عقیدہ مسلّم چلا آیا ہے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، ابدال، اقطاب سب اسی عقیدہ پر قائم رہے۔ بقول مرزا ہر صدی پر ایک مجدد ہوتا ہے کسی مجدد سے بھی اس عقیدہ کا انکار ثابت نہیں۔ حتیٰ کہ مرزا کا ابتدائی عقیدہ بھی یوں ہی تھا۔ پھر اس اجماعی یقینی اور قطعی مسئلہ سے انکار کرنا صاف الحاد زندقہ اور بیدینی ہے۔

علاوہ ازیں آیت وانه لعلم للساعة بھی اس کی بین دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ قرب قیامت ان کا نزول ہوگا، بعد میں وفات ہوگی، اگر مسیح کو فوت شدہ مان لیا جائے تو وہ علامات قیامت میں کس طرح شمار ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان کے گذشتہ دور حیات سے قیامت بہت ہی دور ہے۔

۲.....عقیدہ نمبر ۴، ۵، ۶، میں مرزا جی ایک گہری چال چلے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے جوابات میں حریف بڑی دشواری میں پڑے گا لیکن جوابات سنکر پھر حیرت میں رہ گئے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی سعی کیا کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظن کریں کہ وہ ایسے

مہدی ومسیح کے منتظر ہیں کہ جو آ کر عیسائیوں اور دیگر مذاہب والوں کو تہ تیغ کر کے اسلام کو غلبہ دے گا اور خود بدولت گورنمنٹ پر احسان جتلایا کرتے ہیں کہ آپ ہی ہیں جو گورنمنٹ کی خیر خواہی میں مسلمانوں کو ایسے مسیح یا مہدی کے انتظار سے روکتے ہیں اور خود ہی مہدی خود ہی مسیح ہیں۔ یہی غرض اس موقع پر تھی کہ اگر مولوی صاحب یہ کہیں گے کہ مہدی ومسیح وہ ہوں گے جو اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائیں گے اور عیسائیوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کو نیست ونابود کردیں گے تو گورنمنٹ کو بھی بدظنی ہوگی۔ اور مجسٹریٹ کو جو کہ ہندو مذہب ہے بھی ناراضگی ہوگی لیکن آفرین ہے اس شخص کی قابلیت پر جوابات میں کس لیاقت سے چالباز حریف کے منصوبہ کو خاک میں ملادیا۔ آپ نے جو جواب لکھائے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ غلط بات ہے جو مرزاجی گورنمنٹ اور دیگر مذاہب والوں کو کہہ کر مسلمانوں سے بد ظن کرنے کی کوشش کررہے ہیں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ مہدی ومسیح خواہ مخواہ بے وجہ تلوار چلاتے پھریں گے اور غیر مذاہب والوں کو قتل کرتے پھریں گے۔ ہاں اگر فساد اور بدامنی کا زمانہ ہوگا تو شر مٹانے اور امن قائم کرنے کے لیے انکو یہ کرنا پڑے گا کہ ایسے فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کردیں اور یہی ہر ایک باانصاف سلطنت کا اصول انصاف ہے۔ مرزاجی ہمیشہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی اور خونی عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ہیں۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ خونی کا لفظ کہاں سے انہوں نے لگایا۔ کسی حدیث میں یہ لفظ ان کی صفتوں میں نہیں آیا اور نہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ بلکہ ان کی اوصاف تو حکم، عدل احادیث میں لکھی ہیں اور یہ کہ وہ زمانہ جور وجفا کو امن وصلح سے بدل دیں گے۔ پھر مرزاجی کو کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیے کہ وہ کیوں مسلمانوں کے ذمے ایک بیہودہ تہمت لگاتے ہیں۔ علاوہ بریں گورنمنٹ پر مرزاجی ہر چند احسان شماری کریں اور مسلمانوں سے بدظن

کرنے کی کوشش کریں ان کے اس قول بے اصل کی کچھ بھی وقعت ہماری دوررس اور بیدار مغز گورنمنٹ کے سامنے نہیں ہوگی گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے۔ اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ مرزاجی جیسے مہدی مسیح وغیرہ بننے والے ہی کوئی نہ کوئی آفت سلطنت میں برپا کیا کرتے ہیں مسلمان تو یہ زمانہ مہدی ومسیح کا اقرار ہی نہیں دیتے۔ کیونکہ یہ امن اور انصاف وعدل کا زمانہ ہے اور خلق خدا کو ہر طرح سے اس سلطنت کے سایہ میں امن وآسائش حاصل ہے اور مہدی اور مسیح کے آنے کی جب ضرورت ہوگی کہ عنان سلطنت سخت ظالم اور جفا پیشہ بادشاہ کے ہاتھوں میں ہوگی اور روئے زمین پر کشت وخون اور فتنہ وفساد کا طوفان برپا ہوگا۔ اس وقت اسکی ضرورت ہوگی کہ الہ العالمین اپنی مخلوق کی حفاظت اور آسائش وامن گستری کے لیے کسی انصاف مجسم امام بادشاہ اسلام (مہدی مسیح) کو مبعوث فرمائیں لیکن مرزاجی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کردیا ہے کہ مہدی ومسیح کا یہی زمانہ ہے اور قادیاں ضلع گورداسپور میں وہ مہدی ومسیح بیٹھا ہوا ہے وہ کسر صلیب کے لیے مبعوث ہوا ہے تا کہ عیسویت کو محو کر کے اسلام کو روشن کرے۔ اور یہ بھی برملا کہتا ہے کہ خدا نے اسے بتلادیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کو ملنے والی ہے چنانچہ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ الہام وکشف سنایا ہے کہ خدا نے اسے بتلادیا ہے کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ بادشاہ اسے دکھائے بھی گئے ہیں۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہت مرزائیوں کی جماعت کو کسی زمانہ میں ملے گی۔

اب خیال فرمایئے کہ یہ خیال کہاں تک خوفناک خیال ہے جبکہ مرزاجی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیش گوئی کردی ہے کہ بادشاہ اسکے حلقہ بگوش ہوں گے اور بادشاہت

مرزائیوں کو ملے گی کیا عجب کہ ایک زمانہ میں مرزائیوں کو جو اسکی پیشن گوئیاں پورا کرنے کے لیے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں (جیسا کہ اپنے بیان میں وہ لکھا چکا ہے کہ اس کے مرید جان و مال اس پر قربان کئے بیٹھے ہیں) یہ جوش آ جائے کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا جائے اور وہ کوئی فتنہ و بغاوت برپا کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے۔ وہ دجال سمجھتے ہیں۔ تو نصاریٰ کو خر دجال کہتے ہیں تو ریلوے کو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ریلوے کس نے جاری کر رکھی ہے۔ جب یہ خر دجال ہے تو اس کے چلانے والے بادشاہ وقت کو ہی یہ دجال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اسکے برخلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے یہاں گنجائش نہیں ہم کسی وقت اس بارے میں مفصل بحث کر کے گورنمنٹ کو اس کے خطرناک خیالات سے مطلع کریں گے۔

۳...... عقیدہ نمبر ۸۔ میں مرزا نے بڑی وضاحت و صراحت سے رسالت اور نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ظلی کی قید جو یہاں نکالی ہے یہ محض مصلحت وقت کے لیے ہے ورنہ اس مقدمہ میں یہ صاف طور پر مرزا نے کہہ دیا ہے کہ وہ نبی اللہ اور رسول بلا کسی قید کے ہے چنانچہ اپنی تحریری بحث میں جو اسنے انگریزی میں داخل کی ہے یہ بھی ایک عذر کیا گیا تھا کہ چونکہ مرزا مدعی نبوت ہے اور نبوت کے مدعی کو کذاب کہنے والا کذاب ہوتا ہے اس لیے مستغیث کو جو اس کے دعویٰ کو جھوٹا سمجھتا ہے اس نے کذاب کہا چنانچہ اس کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''اصول اسلام کے بموجب اس معاملہ کی ایک اور حالت ہے وہ شخص جو ایک شخص مدعی رسالت کو جھوٹا جانتا ہے، کذاب ہے اور یہ بات شہادت استغاثہ سے مانی گئی ہے اب

تازیانۂ عبرت

مستغیث پورے طور پر جانتا ہے کہ ملزم نمبرا نے اس حیثیت (یعنی نبوت رسالت) کا دعویٰ کیا ہے اور باوجود اس کے مستغیث نے اسکی تکذیب کی پس مذہبی اصطلاح کی رو سے مستغیث کذاب تھا''۔

اب دیکھئے اس موقعہ پر دعویٰ رسالت کا بلا کسی قید کے بالصراحت اعتراف کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی وجہ سے وہ نبی رسول ہے اور اپنے جھٹلانے والے کو کذاب کہنے کا حق رکھتا ہے اور ایسا ہی اسکے مخلص حواری اور وکیل مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے پلیڈر نے اپنی شہادت میں یوں لکھایا ہے۔

''مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہیں اس کے مرید اسکو دعوے میں سچا اور دشمن اسکو جھوٹا سمجھتے ہیں۔'' پھر آگے چل کر گواہ مذکور اپنے بیان میں یوں لکھاتا ہے۔ ''مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں''۔ اب یہ بات نہایت وضاحت سے ثابت ہوگئی کہ مرزا جی قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے اب اگر مرزا جی یا ان کے مرید جو ہمیشہ ایسا کیا کرتے ہیں کہ جب انکو کہا جائے کہ مرزا رسالت و نبوت کا مدعی ہے تو وہ صاف کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور مرزا جی کا یہ مصرعہ پیش کر دیا کرتے ہیں: ع

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

لیکن اس مقدمہ میں یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ مرزا رسالت و نبوت کا کھلے طور سے مدعی ہے جیسا کہ فہرست عقائد اور تحریری بحث اور مولوی محمد علی کی شہادت سے ثابت ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ آیت صریح ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صریح تکذیب ہے۔ اور چودہ (۱۴) سو سال سے

جومسلمانوں کا بالتواتر مسلّمہ عقیدہ چلا آیا ہے، اسکی مخالفت ہے اور ایسی گستاخی اور سخت جرأت ہے، جو کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کے بعد آج تک نہیں کی۔ صحابہ کرام نے باوجود کثرت فضائل دروازہ نبوت کو ہرگز نہ کھٹکھٹایا۔ یا بڑے بڑے اولیائے کرام صاحب کرامات وخوارق ہوگذرے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ منصب رسالت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو کہہ دیا کہ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا توفلاں میرے صحابی ہوتے لیکن نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اللہ رے دلیری یہ گستاخی کی تو چودھویں صدی کے ایک مغل زادہ مرزا غلام احمد نے جو ختم نبوت کی مہر توڑنے لگا، منصب رسالت کی بےادبی کرنے لگا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرزا کے مریدوں کی تواب یہ حالت ہے کہ اگر روز روشن کو وہ رات کہدے تو مرزائی باوجود دیکھنے آفتاب عالمتاب کے یہی کہیں گے کہ بیشک اسوقت رات ہی ہے دیکھوتو ہمارے مرشد ومولا خدا کے سچے ملہم جو کہہ رہے ہیں۔ پھر اس ہٹ اور ضد کا کیا علاج ہے لیکن اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مرزا جی کے اس دعویٰ نبوت کی نسبت ان کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک فتویٰ کفر ناظرین کے سامنے کردوں تاکہ حسب مقولہ ''مشت خود ودہان خود'' مرزا جی کی اپنی تحریر انکو الزام دے۔ اور فتویٰ کسی ایسے زمانہ کا ہے جس وقت آپ نبوت اور رسالت کا کھلے طور پر دعویٰ کرنے سے ڈرتے تھے اور صرف ملہمیت اور محدثیت کے القاب اس وقت اپنے حق میں استعمال کرتے تھے۔ اب جوں جوں مریدان خوش اعتقاد ان کے دعاوی پر آمنا وصدقنا کہتے گئے۔ آپ کا حوصلہ وسیع ہوتا گیا اور آپ نے کھلے طور پر دعوی نبوت اور رسالت کا کردیا۔

۴......**عقیدہ نمبر ۹:** میں مرزا جی نے ایک بہت بڑا بیجا دعویٰ یہ کیا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے تمام گزشتہ اولیاء سے افضل ہیں تو گویا آپ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور حضرت غوث

الثقلین وغیرہ اولیاء کرام سے افضل ہیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر آپ کے دیگر صحابہ کرام درجہ بدرجہ اس پر نہ صرف احادیث رسول مقبول ﷺ ہی شاہد ہیں بلکہ قرآن کریم بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل پر ناطق ہے چنانچہ اس سے انکار کرنا گویا روز روشن میں آفتاب عالمتاب سے انکار کرنا ہے پھر کتنا بڑا غضب ہے کہ مرزا جی نے تمام اسلامی عقائد کو ملیامیٹ کر کے کھلے طور پر دعویٰ کردیا کہ وہ تمام صحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے افضل ہے بھلا کوئی اس اپنے منہ میاں مٹھو بننے والے سے یہ تو پوچھے کہ تم نے کونسی خدمت اسلام کی کی ہے۔ جس کے عوض تمہیں یہ کہنے کا حق پیدا ہوگیا ہے کہ تم آنحضرت ﷺ کے جان نثار آپ کے یاران غار صحابہ کرام جنہوں نے اسلام کی خدمت اور ہادی اسلام کی محبت میں اپنی املاک اپنی جانیں قربان کردیں اس سے افضل ہوگئے ہو؟ مرزا جی! کاش آپکو ایسی گستاخی سے شرم آتی۔ خدا کا خوف کیا ہوتا۔ بھلا تمہارے جیسے نفسانی شخص یا توتیاں اور عنبر اڑانے والے پلاؤزردے، مرغے انڈے کھانے والے حضرت صدیق اکبر جیسے تمام مال و جائداد خدا کے راستہ میں لٹا کر ایک کمبل پہن لینے والے اور سات سات روز فاقہ سے گذار دینے والے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے دلق پوش نفس کش اور دیگر صحابہ کرام سے دعوی افضلیت کا حق رکھتے ہیں۔ افسوس اور ہزار افسوس مسلمانو! مرزا کے اس عقیدہ نمبر ۹ کو پڑھ کر انصاف کرنا اور پھر ذرا مرزا کے مریدوں کے سامنے یہ عقیدہ رکھ کر ان سے پوچھنا کہ بھائیو چودہ (۱۴) سو سال سے اس قسم کی جرأت کسی مسلمان نے مسلمان کہلا کر کی ہے کہ وہ امت محمدیہ کے تمام گذشتہ اولیاء، جن میں صحابہ کرام اور دیگر اولیاء عظام سب داخل ہیں سے افضل

ہونے کا علی رؤس الاشہاد دعویٰ کرے۔ بھلا یہ تو بتلانا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو دریائے نیل کو رقعہ لکھ کر بھیجا تھا اور دریا نے گردن اطاعت خلیفۃ المؤمنین کے فرمان کے سامنے رکھ دی تھی۔ آپ کا کہنا تو معمولی انسانوں (ان حکام نے جن کی جوتیوں میں آپ کو کھڑا رہنا نصیب ہوا) نے بھی نہ مانا۔ آپ نے پانی مانگا اور نہ ملا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے ممبر پر کھڑے ہو کر ساریہ کو (جب وہ کفار کے نرغہ میں گھر گیا تھا) پکارا یا ساریة الجبل اور ان کی آواز سینکڑوں کوسوں پر ساریہ کے کانوں میں جا پہنچی اور اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنے پر پہاڑ کی آڑ لے لی اور کفار کے ہاتھ سے بچ گیا۔ لیکن مرزا کے مخلص مرید عبداللطیف کے کانوں میں آپ کی ندا دیار کابل میں ہرگز نہ پہنچی تاکہ اس کی جان بچ جاتی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے آپ افضل ہیں۔ ہاں مرزا جی صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بلند تر ہے ان کا ذکر رہنے دیجئے دیگر اولیاء کرام کی کرامات بھی آپکو معلوم ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم کا بھی آپ نے قصہ مثنوی مولانا روم میں پڑھا ہے کہ آپ نے اپنی سوزن دریا میں پھینک کر مچھلیوں کو جب پکارا تو: رباعی

صد ہزاراں ماہی اللّہی — سوزنِ زر در لب ہر ماہی
سر برون کردند از دریائے حق — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

ذرا آپ بھی تو کبھی ایک آدھ ہی خارق عادت کرامت دکھا دیتے۔ لیکن آپ کے پاس تو بخدا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ پھر آپ کے اس نرے دعویٰ کو آپ کے مریدان خوش اعتقاد شاید مان ہی جائیں (گو دل سے تو وہ بھی نہیں مانتے ہوں گے) لیکن دیگر مسلمانوں کو تو آپ کے ان عقائد نے آپ سے سخت متنفر کر دیا ہے اور آپ کے ایسے دعاوی پر جس

سے پیشوایان مذہب (صحابہ کرام) کی سخت توہین ہوتی ہے جو کچھ ان کے دلوں کو صدمہ پہنچ رہا ہے اس کا اندازہ دردمندان اسلام سے ہی پوچھئے...... والی اللہ المشتکی

۵...... عقیدہ نمبر ۹ میں تو صرف آپ نے صحابہ کرام اور دیگر اولیائے عظام کی توہین کی تھی لیکن عقیدہ نمبر ۱۰ میں تو آپ نے یہ کہہ کر کہ مسیح موعود (مرزا) میں خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں انبیاء عظام کی بھی سخت تحقیر کی ہے یعنی انبیاء میں تو فرداً فرداً کچھ کچھ صفات و فضائل تھے اور بعض سے بعض فضیلت میں برتر تھے تلک الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض لیکن مرزا میں تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کر دیئے گئے ہیں یعنی وہ سب انبیاء سے افضل ہے۔ حالانکہ آج سے پہلے مسلمانوں کے اعتقاد کے رو سے حضرت ختم المرسلین کے لیے یہ درجہ حاصل تھا کہ جملہ انبیاء کے فضائل خدا نے آپکو دیئے ہیں اور آپ افضل الرسل ہیں: ع

''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

۶...... عقیدہ نمبر ۱۲ میں مرزا جی کہتے ہیں کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے حالانکہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں المهدی من عترتی من اولاد فاطمه (ابو داؤد) یعنی مہدی میرے اہلبیت بنی فاطمہ سے ہوگا۔ اب کہیے مرزا جی آپ سچے ہیں یا رسول خدا سچے۔ آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ کے ہاتھ میں اس امر پر کیا ثبوت ہے کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے اور مرزائیوں کے خاندان سے ہونا چاہیے۔ جن لوگوں کو اپنے صادق و مصدوق ختم المرسلین نبی برحق پر ایمان ہے وہ کبھی بھی آنحضرت ﷺ کے قول پاک کی تکذیب کر کے آپ کی یہ بات نہ مانیں گے کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے نہ

ہونا چاہیے بلکہ اولاد النقوا سے ہونا چاہیے۔ علاوہ اس کے مہدی موعود کی نسبت تو آنحضرت ﷺ نے یہ پتہ دیا ہے کہ وہ عرب کے بادشاہ ہونگے۔ لا تذھب الدنیا حتیٰ یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمه اسمی (مشکوۃ) دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ عرب کی بادشاہت اس شخص (مہدی) کو حاصل ہو جو میرے اہلبیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ لیکن مرزا جی تو عرب کا نام سنکر کانپتے ہیں اگر آپ مہدی موعود ہیں تو آپ کو قادیاں (پنجاب) میں نہیں بیٹھ رہنا چاہیے بلکہ عرب میں تشریف لے جانا چاہیے اور عرب کی بادشاہت بھی حاصل کرنا چاہیے۔ پھر اگر آپ عرب کی ملک گیری میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر مسلمان اس امر پر غور کریں گے کہ آپ کو مہدی کہلانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اسکے علاوہ دوسری تعریف مہدی موعود کی آنحضرت ﷺ نے یہ بتلائی ہے یملأ الارض قسطاً وعدلا کما ملئت ظلما وجوراً۔

ترجمہ: زمین کو عدل وانصاف وامن سے بھر دے گا کہ وہ ظلم سے بدامنی سے پر ہوگی۔ (مرزا جی مسلمان اس مہدی کے معتقد ومنتظر ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ دنیا کو عدل و انصاف وامن سے پر کردیں گے۔ حالانکہ آپ گورنمنٹ کو مغالطہ دے رہے ہیں۔ کہ مسلمان خونی مہدی کے قائل ہیں کیا آپ برخلاف اس تعریف کے جو اس تعریف میں ہے مہدی کی تعریف میں خونی کہیں دکھلائیں گے) حالانکہ مرزا جی نے تو دنیا میں شور وشرارت بدامنی سے نمونہ قیامت برپا کردیا ہے پھر کس طرح مانا جائے کہ وہ مہدی موعود ہیں اس تعریف سے جو حدیث بالا میں مہدی موعود کی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ بعثت مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہی وہ ہوگا جب کہ دنیا ظالم اور جفا کار بادشاہوں کے ہاتھ سے نالاں

ہوگی اور زمین پر بدامنی اور فساد پھیلا ہوا ہوگا اور اس وقت مہدی معہود اس فتنہ وفساد کو دور کرکے امن قائم کریں گے۔ حالانکہ اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ (حضور ملک معظم قیصر ہند) کا ہاتھ ہے جس کے انصاف وعدل اور امن گستری کے مخالف وموافق قائل ہیں اور مسلمان اس کے سایہ امن وامان سے اپنے مذہبی فرائض بجالاتے ہیں، جمعہ عیدیں اطمینان سے پڑھتے ہیں اور بیوت اللہ (مساجد) کو آباد کیے ہوئے ہیں یعنی ہم کو اپنے مذہبی امور کی بجا آوری سے بالکل آزادی ہے۔ پھر اگر مسلمان اس زمانہ میں کسی مہدی کی ضرورت سمجھیں تو وہ حدیث رسول ﷺ (جو اوپر ذکر ہو چکی ہے) کی تکذیب کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اب فرمایئے کہ مہدی علیہ السلام کے متعلق جو عقیدہ ہم مسلمانوں کا ہے گورنمنٹ کے نزدیک قابل اطمینان ہے یا وہ عقیدہ جو آپ نے پھیلا رکھا ہے کہ مہدی ومسیح اس وقت ہندوستان میں اور خاص قادیاں ضلع گورداسپور میں بیٹھا ہوا ہے مسلمان اس کے ساتھ ہولیں تاکہ کسر صلیب کا کوئی انتظام کیا جائے۔ اور دجال کا خروج بھی ہو چکا ہے وہ کون؟ نصاریٰ انگریز ہیں اور ان کی ریل دجال کا گدھا ہے اور عنقریب بادشاہت اسی مہدی کے گروہ میں آنے والی ہے اور خدا نے اس مہدی سے کہہ دیا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور ان بادشاہوں کی صورتیں بھی خدا نے اس مہدی کو دکھادی ہیں۔ سو یہ ایک خطرناک عقیدہ ہے جو قادیانی مہدی نے مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دے کر یہ عقیدہ منوانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کسی کو موت کی دھمکی دیجاتی ہے اور کسی کو سخت ذلت کی کہیں زلزلوں کے حوادث سے ڈرایا جاتا ہے اور کہیں طاعون کا تازیانہ دکھایا جاتا ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کا

ہندوستان میں اس زمانہ امن میں ضرورت مہدی اور ظہور مہدی کا عقیدہ قائم کرنا ایک خوفناک عقیدہ ہے جس سے کسی آنے والے فتنہ کا سخت خوف ہے۔ اللّٰھم احفظنا من الفتن واھدنا الصراط المستقیم.

۷.....عقیدہ نمبر ۱۴ میں مرزا نے حضرت عیسیٰ ایک اولی العزم مقتدر رسول سے افضل ہونے کا کھلے طور پر دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ کوئی شخص غیر رسول، رسول سے افضل نہیں ہوسکتا خواہ وہ کیسا ہی عارف زاہد صاحب کمالات کیوں نہ ہو (یہ مسلمانوں کا عقیدہ مسلّمہ ہے) اور پھر ایسے رسول سے جو صاحب شریعت وکتاب ہو اور جس کے فضائل پر قرآن شریف شاہد ہو اور جس کے معجزات کی ایک دنیا معترف ہو اور اُدھر افضلیت کے مدعی کی یہ حالت ہو کہ اس کی منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) اغیار کے ہم آغوش ہو اور مسیحیت کا دعویدار دیکھ دیکھ کر خون جگر کھا رہا ہو اور آسمانی عدالت میں اسکی اس قدر بھی شنوائی نہ ہو کہ وہاں سے عزرائیل ملک الموت ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ ایک وارنٹ گرفتاری بھیج کر اس کے رقیب کو فوراً عالم برزخ کی جوڈیشنل حوالات میں لے جا کر اپنے برگزیدہ نبی (معاذ اللہ) کی منکوحہ اس کو واپس دلائی جائے مرزا جی جب تک آپ کا محمدی بیگم والا الہام پورا نہ ہو کون عقلمند ہوگا جو آپ کو رسولوں سے افضل صاحب کرامت ومعجزہ تسلیم کرلے۔ آپ خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگو اور رو رو کر درخواست کرو کہ آپ کی آسمانی منکوحہ جلد تر بموجب الہام آپ کو عطا ہو ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ آپ اپنے ایام زندگی کو بسر کر کے آنجہاں کو چلدیں اور آپ کی دلی آرزو آپ کے ساتھ ہی خاک میں مل جائے پھر آپ کے مرید تو شاید یہ کہہ کر دل کو تسکین دیدیں کہ کیا مضائقہ ہے جو دنیا میں محمدی بیگم دوسروں کے قبضہ میں رہی آخر اس نے بھی مرنا ہے اور پھر

اس جہان میں تو مسیح کے قابو میں آہی جائے گی۔ لیکن مرزا جی کی تربت سے تو اس وقت یہی ندا آئے گی : شعر

جب مرچکے تو آئے ہمارے مزار پر پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار

۸.....عقیدہ نمبر ۱۵ میں مرزا جی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا حالانکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ احیاء موتیٰ کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ مُردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کرتے تھے۔ اس بارے میں ہم قرآن کریم کو ہی حکم کرتے ہیں اور آیت قرآن پیش کردیتے ہیں: وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ میں مادرزاد اندھوں کو تندرست کرتا ہوں اور کوڑھی کو اور مُردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔ اب ناظرین اس نص قرآنی کو پڑھیں اور بدون اس کے کہ کسی تفسیر کی طرف رجوع کرنے کی ہمیں ضرورت ہو صرف آیت کے صریح معانی کو ہی لینے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حقیقی مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولقد یسرنا القران للذکر تو پھر اگر موتیٰ کے معنی کی نسبت اس کے صریح اور حقیقی معنی کو چھوڑ کر ہم مجازی معانی کی طرف دوڑیں تو پھر یسرنا القران کے کیا معنی ہوں گے۔ پھر تو قرآن کے الفاظ ایک معمہ لاینحل بن جائیں گے حالانکہ ایسا خیال کرنا بالکل واہی ہے۔ مُردوں سے مراد اگر یہاں پر جیسا کہ مرزا جی تاویل کرتے ہیں وہ لوگ ہوں جن کے دل مردہ ہوں۔ اور ان کو زندہ کرنے سے یہ مراد کہ ان میں ایمان واسلام کی روح پھونک دی جاتی ہے۔ تو یہ ہر ایک نبی کی صفت میں آسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس صفت کو مخصوص کرنا چہ معنی دارد؟ یہ تو سارے انبیاء بلکہ اولیاء اور علماء ربانیین کا کام

ہے کہ وہ مردہ دلوں کو اپنے انفاس مقدسہ کی برکت سے نئی زندگی بخشتے ہیں۔ اور آیت
موصوفہ میں اس وصف احیاء موتی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت فرما کر آگے خدا
تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان فی ذلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین یہ تمہارے لئے نشان
ہے اگر تم مومن ہو۔ آیت (نشان) وہی ہوتا ہے جو خارق عادت اور غیر معمولی ہو۔ اور
علاوہ ازیں اس بات پر چودہ (۱۴) سو سال سے مسلمان متفقہ عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب موضح
القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے جو وہ مردے جلائے تھے ان میں سے ایک حضرت
نوح علیہ السلام کے بیٹے بھی تھے جن کی وفات کو چار ہزار برس گزرے تھے۔

مرزاجی کا اپنی نسبت اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ کفر

ہم اب اس فتویٰ کو لکھتے ہیں جس کا وعدہ صفحہ کے اخیر پر کیا گیا تھا۔ اور یہ وہ فتویٰ
ہے جو مرزاجی نے گویا اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے کفرنامہ پر مہر کردی ہے اور اب مسلمانوں کو
کوئی ضرورت نہیں ہے کہ امام الزمان (مرزا قادیانی) کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے فتویٰ
تکفیر کے مقابلہ میں دوسرے علماء سے فتوی پوچھتے پھریں کہ مرزاجی کافر ہیں یا نہ؟

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مرزاجی نے اب صریح طور پر دعویٰ نبوت و رسالت کر دیا
ہے جیسا کہ اثنائے مقدمہ میں انہوں نے اپنی بحث تحریری میں لکھ دیا ہے اور پھر ان کے
مخلص حواری مولوی محمد علی وکیل نے اپنی شہادت میں کہہ دیا ہے اور پھر فہرست عقائد میں بھی
رسالت کا دعویٰ کیا گیا گو بروزی کی قید ہی سہی لیکن مرزاجی پر ایک ایسا زمانہ بھی تھا جس
وقت آپ کو دعویٰ نبوت و رسالت پر ان کی کانشس ملامت کرتی تھی اور آیات قرآنی آپ

کو اس بیجا ادعاء پر ڈانٹ بتلاتی تھیں اس زمانہ میں آپ پکار پکار کر کہتے تھے کہ: مجھے اللہ جل
شانہ کی قسم ہے میں کافر نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن
رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے۔

(کرامات الصادقین مؤلفہ مرزا صفحہ ۲۵)

بلکہ آپ نے صاف طور پر لکھ دیا تھا: اعلم یا اخی انی ما ادعیت النبوۃ
وما قلت لھم انی نبی (حمامۃ البشری نمبر ۷۹) ترجمہ (بھائی میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا
اور ان کو نہیں کہا میں نبی ہوں۔ اور پھر اسی کتاب کے صفحہ مذکور پر دعویٰ نبوت کرنے کو کفر لکھا
اور خود کو اپنے دعویٰ کفر سے بری کیا۔ ان کی وہ عبارت عربی بجنسہ درج ذیل کر کے اس کا
ترجمہ دیا جاتا ہے۔: وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق
بقوم کافرین وھا انی لا اصدق الھاما من الھاماتی الا بعد ان اعرضہ علی
کتاب اللہ واعلم انہ کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد و زندقۃ
فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین. ترجمہ: مجھے کیا حق ہے کہ نبوت کا دعویٰ
کروں اور اسلام سے خارج ہوں اور قوم کفار میں شامل ہوں اور میں اپنے کسی الہام کو سچا
نہیں کہتا جب تک اسکو کتاب اللہ پر پیش نہ کروں اور واضح ہو کہ جو کچھ قرآن کے مخالف ہے
وہ جھوٹ ہے الحاد و بیدینی ہے۔ پھر میں کیوں کر دعویٰ نبوت کر سکتا ہوں حالانکہ میں مسلمان
ہوں۔

اب ناظرین سے بادب التماس ہے کہ مرزا صاحب کی اس عبارت کو غور سے
پڑھیں ایک دفعہ نہیں بلکہ دو تین مرتبہ پڑھیں اور جو حضرات عربی نہیں جانتے وہ ترجمہ اردو کو

دیکھیں جو ہم نے بلاکم کاست کیا ہے یا اس پر اعتبار نہ ہو تو کسی عربی دان سے ترجمہ کرالیں۔ اور پھر اس بات کا خود فیصلہ کریں کہ یہ عبارت آپ کی نسبت زمانہ حال میں جبکہ آپ نے دعویٰ نبوت کر دیا ہے کیا فتویٰ تجویز کرتی ہے؟ صاف کہنا پڑے گا کہ آپ کی یہ تحریر آپ کے برخلاف بوجہ ادعاء نبوت کفر الحاد زندقہ خروج عن الاسلام لحوق بالکفار کا فتویٰ تجویز کرتی ہے۔

عبارت بالا جو قدرت نے کسی زمانہ میں مرزاجی کے اپنے ہاتھ سے لکھائی ہے مسائل ذیل کا تصفیہ کرتی ہے۔

۱..... مرزاجی کو ادعائے نبوت کا کوئی حق نہیں (وما کان لی ان ادعی النبوة)

۲..... مدعی نبوت کا خارج از اسلام ہے (واخرج من الاسلام)

۳..... نبوت کا دعویٰ کرنے والا کفار سے ملحق ہے (والحق بقوم کافرین)

۴..... مرزاجی کے وہ سب الہامات جو دعویٰ نبوت کے باعث ہوئے ہیں کتاب اللہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم (وھا اننی لا اصدق الھاما ..... الخ)

۵..... ایسا دعویٰ اور الہام جو قرآن کے خلاف ہو کذب، الحاد، زندقہ ہے (واعلم انه کلما یخالف القران) اس لیے مرزاجی کا دعویٰ نبوت جھوٹ الحاد بیدینی ہے۔

۶..... مرزاجی دعویٰ نبوت کے بعد مسلمانوں میں شمار نہیں ہوسکتے (فکیف ادعی النبوة وانا من المسلمین) سب مرزاجی اور ان کے مرید اور تمام مسلمان انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزاجی کی نسبت فتویٰ تکفیر کے لیے کسی اور مفتی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہے یا ان کے وجوہات کفر پر کسی اور دلیل دینے کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ مرزاجی کی تحریر مندرجہ بالا ہی اس بارہ میں کافی حجت ہے اور ان کے حق

میں فتویٰ کفر کے لیے یہ انکا اپنا ناطق فیصلہ موجود ہے۔ کیا مرزاجی کا کوئی مرید جرأت کرسکتا ہے کہ امام الزمان کے اس فیصلہ کو رد کرے اور مرزاجی کو تو اب اپنی تحریر دیکھ کر اس شعر کا ورد کرنا پڑے گا۔ شعر

مردم از دست غیر نالہ کنند قادیانی ز دست خود فریاد

۱۵، دسمبر ۱۹۰۳ء کی پیشی

مستغیث پر جرح ہونے کے بعد آئندہ تاریخ پیشی ۱۵، دسمبر ۱۹۰۳ء قرار پائی تھی اس تاریخ پر گواہان استغاثہ بھی حاضر آئے اور مرزاجی بھی معہ اپنے حواری کے اصالتاً حاضر تھے۔ مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال کی شہادت شروع ہوئی۔ اثنائے شہادت گواہ موصوف میں عدالت نے مناسب سمجھا کہ مرزا غلام احمد ملزم سے کچھ استفسار کیا جائے چنانچہ مرزا صاحب سے کہا گیا کہ آپ سے استفسار ہوتا ہے آپ سامنے ہو کر لکھائیں مرزا جی ادھر ادھر جھانکنے لگے۔ آپ کے وکیل نے کہا کہ میں مشورہ نہیں دیتا کہ میرا موکل بیان لکھائے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے کیوں مرزاجی جواب دو گے یا نہیں؟ مرزاجی کے اعضاء پر کچھ رعشہ سا آ گیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ آپ کو وکیل کے مشورے کے خلاف عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور آپکا بیان قلمبند کیا گیا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

بیان مرزا غلام احمد ملزم

سوال: کیا مواہب الرحمن آپ کی تصنیف ہے؟

جواب: میری تصنیف ہے۔

سوال: یہ الفاظ لئیم کذاب، بہتان عظیم مندرجہ صفحہ ۱۲۹ کلمات تحقیر ہیں کہ نہیں؟

جواب: جو شخص ان الفاظ کا مصداق نہ ہو اس کی نسبت تحقیر کے کلمات ہیں۔

سوال: صفحہ ۱۲۹ کا مضمون مستغیث کی نسبت ہے کیا؟

جواب: ہاں مستغیث کی نسبت ہے۔

سوال: کیا آپ مستغیث کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے؟

جواب: ہاں سمجھتا تھا۔

سوال: کیا آپ نے یہ کتاب جہلم میں تقسیم کی؟

جواب: جہلم میں یہ کتاب تقسیم ہوئی تھی جو میرے سامنے میرے آدمیوں نے شائع کی تھی مفصل بیان میں تحریری بذریعہ وکیل دینا چاہتا ہوں جو بعد میں دیا جائے گا۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن جس میں الفاظ لئیم وغیرہ آئے ہیں کس تاریخ کو آپ نے لکھا اگر ٹھیک تاریخ یاد نہیں ہے تو قریباً قریباً تاریخ اس صفحہ کی تحریر کی کونسی ہے؟

جواب: ۱۲۔۱۳۔۱۴۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو یہ صفحہ میں نے لکھا تھا مختلف صفحوں کا مضمون مختلف تاریخوں پر لکھتا رہا ہوں جیسا مضمون بنتا گیا ویسا لکھتا گیا۔ تاریخوں کی کوئی یادداشت میرے پاس نہیں ہے۔ مگر زبانی یادداشت سے مجھ کو یہ تاریخیں یاد ہیں۔

سوال: کیا آپ نے اس کتاب کا کوئی مضمون ۶، اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے بھی لکھا تھا؟

جواب: میں اسکو اچھی طرح سے بیان نہیں کر سکتا یعنی مجھ کو یہ یاد نہیں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ لکھا ہو یا نہ لکھا ہو۔ مورخہ ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ العبد مرزا غلام احمد بحروف فارسی میں نے

خود پڑھ کر دستخط کئے۔

دستخط: حاکم

مولوی برکت علی صاحب منصف کی شہادت

ملزم کا بیان لکھا جانے کے بعد پھر مولوی غلام محمد صاحب کی شہادت ہو کر جرح ختم ہوئی۔ دوسرے روز ۱۶ دسمبر کو جناب مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ کی شہادت شروع ہوئی چونکہ مولوی صاحب ایک بڑے لائق اور فاضل مشہور شخص ہیں آپکی شہادت سننے کے لیے بہت سے لوگ اہلکاران وغیرہ جمع ہو گئے اور کمرہ عدالت میں ایک خاصہ ہجوم ہو گیا مرزا جی کے لائق وکلاء بامداد مرزائی جماعت مولویوں کے بہت کچھ سوالات جرح لکھ رکھے تھے اور انکا خیال تھا کہ زبردست جرح سے فاضل گواہ کی شہادت میں سقم پیدا کر دیں گے۔ اور اگرچہ منصف صاحب کی قابلیت علم انگریزی میں تو مسلّم تھی لیکن کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ آپکی لیاقت عربی علوم میں کیسی ہے اور اس شہادت میں سوالات عربی علم ادب کے متعلق ہونے تھے اور الفاظ استغاثہ کردہ جو عربی تھے انکی تشریح لغت گرامر اور علم ادب کے رو سے ہونی تھی اس لیے مرزائی سمجھے ہوئے تھے کہ گواہ سوالات جرح کے جوابات میں چکر کھا جائے گا لیکن جس وقت خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزم نے گواہ مذکور پر جرح کرنی شروع کی تو اس قابلیت اور لیاقت سے فاضل گواہ نے جواب دینے شروع کئے کہ تمام عربی دان فضلاء جو کمرہ عدالت میں موجود تھے سنکر حیرت زدہ ہو گئے۔ آپ نے الفاظ استغاثہ کردہ کی تشریح بموجب علم صرف ونحو کے جس وقت بیان کی تو کونسلر (وکیل جرح کنندہ) کو ساری جرح بھول گئی اور کچھ پیش نہ جا سکی آخر تھک کر رہ گئے اور جرح ختم

کردی۔ منصف صاحب کی گواہی مستغیث کی اعلیٰ حیثیت اور الفاظ استغاثہ کردہ کے سخت مزیل حیثیت الفاظ ہونے اور ان سے مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی ہونے کے متعلق تھی۔ منصف صاحب کی شہادت سے (جو بالکل آزادنہ اور بے لاگ شہادت تھی) عدالت کو معلوم ہوگیا کہ واقعی الفاظ بنائے استغاثہ سخت سنگین ہیں اور مستغیث کی حیثیت کا ازالہ کرتے ہیں یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اثناء جرح میں وکیل ملزمان نے ایک چھپی ہوئی عربی تحریر (جس کو مرزا جی نے مشکل لغات جمع کر کے مرتب کیا تھا) مصنف صاحب کے سامنے رکھی کہ آپ اسکا ترجمہ کریں مصنف صاحب اسکا ترجمہ کرنے پر تیار ہوگئے لیکن عدالت نے یہ سوال فضول سمجھ کر رد کردیا کہ اسکا ترجمہ کرانے کی گواہ سے کچھ ضرورت نہیں اس وقت مستغیث نے ایک عربی نظم ہاتھ میں لیکر مرزا صاحب سے درخواست کی کہ اگر معیار لیاقت عربی تحریروں کے ترجمہ کرنے پر ہے تو آپ جو عربیت میں فاضل وقت ہونے کے مدعی ہیں، اس نظم کا ترجمہ کردیں۔ میں آپ کا اس وقت مرید بنتا ہوں اور مقدمات چھوڑتا ہوں لیکن جیسا کہ تمہید میں ذکر ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب نے سر نیچے کردیا اور زبان تک نہ کھولی کہ لاؤ ہم ترجمہ کرتے ہیں۔

بحث استغاثہ

۱۳، جنوری کو بحث فریقین سننے کے لیے کمرہ عدالت میں جم غفیر شرفاء شہر گورداسپور اور اہلکاران وغیرہ مردمان کا جمع ہوگیا اور پہلے استغاثہ کی طرف سے بحث شروع ہوئی۔ ۱۱ بجے سے بحث منجانب استغاثہ شروع ہوگئی چنانچہ پہلے بابو مولامل صاحب وکیل نے قانونی بحث نہایت قابلیت سے کی بعد ازاں خود مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث نے واقعات کی بحث کی اور اس لیاقت و قابلیت سے تقریر کی کہ موافق و مخالف عش عش کر

اٹھے چونکہ مرزا جی ابھی اصالتاً حاضر تھے اور بحث سن رہے تھے مولوی صاحب کی زبردست تقریر کا ان کے دل پر سخت رعب پڑا اور ایسی دہشت پڑی کہ ڈیرہ پر پہنچتے ہی تپ شدید میں مبتلا ہوگئے اور دوسرے روز مرزا جی عدالت میں حاضر نہ ہوئے اور ان کے وکیل نے بیماری کا سرٹیفکیٹ پیش کیا۔ اور ساتھ ہی فضل الدین ملزم کی طرف سے وکیل نے درخواست دی کہ زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری مقدمہ کو ملتوی کیا جائے کیونکہ ملزم عدالت ہذا سے مقدمہ انتقال کرانے کی درخواست عدالت عالیہ میں کرنا چاہتا ہے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ اس مرحلہ پر اب التواء نہیں ہوسکتا مگر مجسٹریٹ نے انکی درخواست کو سنکر حسب ذیل حکم کے ذریعہ ۱۴، فروری ۱۹۰۴ء مقدمہ ملتوی کیا۔

نقل حکم ظہری درخواست ملزمان نسبت التوائے مقدمہ

آج یہ درخواست وکیل ملزم فضل الدین نے پیش کی شہادت استغاثہ ختم ہو چکی تھی اور بحث وکیل مستغیث اس امر کی بھی ختم ہو چکی ہے کہ آیا ملزمان پر فرد جرم مرتب ہو یا نہ؟ اور ملزمان کی طرف سے آج بحث ہونی تھی کہ فرد جرم مرتب کی جائے یا نہ کی جائے کہ وکیل ملزم نے یہ درخواست دی کہ ہم مقدمہ انتقال کرانا چاہتے ہیں مہلت مل جائے۔ فریق ثانی اس درخواست پر اعتراض کرتا ہے کہ مہلت نہیں ہوسکتی مگر دفعہ ۵۲۶ میں حکم ہے کہ ایسی درخواست کی صورت میں التواء لازمی طور پر کردینا چاہیے اسلئے حکم ہوا کہ ایک ماہ کی مہلت ملزمان کو دیجائے کہ درخواست انتقال کر کے حکم التواء کا لائیں مقدمہ ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو پیش ہو۔
مورخہ ۴ جنوری ۱۹۰۴ء۔

دستخط: حاکم

اس کے بعد ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

میں درخواست انتقال مقدمہ کی گئی جو کہ بذریعہ مسٹر اورٹیل صاحب ایڈووکیٹ گذری جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل درخواست انتقال مقدمہ

جناب عالی!

وجوہات درخواست حسب ذیل ہیں :

۱..... جبکہ مجسٹریٹ نے بروئے فیصلہ خود بمقدمہ دغا برخلاف مستغیث یہ قرار دیا تھا کہ مستغیث ہی ان خطوط کا لکھنے والا جن میں مبینہ دستخطی نوٹ محمد حسن فیضی متوفی کا ذکر ہے۔ اور نیز وہ ان چٹھیوں کا بھی لکھنے والا تھا جو اسکے مضمون سراج الاخبار میں شائع ہوئیں مجسٹریٹ کومقدمہ ہذا شروع ہی میں خارج کر دینا چاہیے تھا۔

۲..... یہ کہ برخلاف اسکے عدالت ماتحت نے غیر معمولی جلدی کیساتھ مقدمہ شروع کیا اور اپنا مصمم ارادہ ملزمان پر فرد جرم لگانے اور مجرم قرار دینے کا ظاہر کیا۔

۳..... یہ کہ تمام دوران مقدمہ میں مجسٹریٹ نے استغاثہ کی طرف رعایت ظاہر کی ہے۔ مثلاً

(الف) مستغاث علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو اصالتاً حاضری کیلئے مجبور کرنا جبکہ حاضری معاف ہو چکی تھی اور مقدمہ خفیف سے خفیف تھا اور ان کی اصالتاً حاضری بالکل غیر ضروری تھی۔

(ب) کئی مواقع پر مرزا غلام احمد صاحب کا استفسار لیا گیا باوجودیکہ وکیل نے اعتراض کیا کہ اس استفسار کی غرض استغاثہ کی شہادت کی کمی کو پورا کرنا تھا۔

(ج) مستغاث علیہ حکیم فضل دین کو عدالت سے باہر رہنے کا حکم دینا جبکہ فضل دین کی

صحت خطرناک حالت میں تھی۔

(د) ثناء اللہ گواہ کی جرح کو پورا کرنے کی اجازت نہ دینا اور مقدمہ کو جلد ختم کرنے میں بڑی بے صبری ظاہر کرنا۔

(ہ) مستغاث علیہم کے تحریری بیان لینے سے ایک طرح انکار کرنا جبکہ اس کے تحریری بیان میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ان کے برخلاف کوئی جرم نہیں۔

(و) الفاظ استغاثہ کردہ کے ایسے معانی کے ثابت کرنے کی اجازت دینا جو استغاثہ میں نہیں ہے باوجودیکہ زبانی حکم کے ذریعہ اس کے برخلاف خود فیصلہ عدالت نے کر دیا تھا۔

(ز) مستغاث علیہم کو شہادت استغاثہ کی جرح کے لیے ایک حد تک اخراجات کا ذمہ دار کرنا۔

۴..... یہ کہ متعلقہ مقدمہ دغا میں برخلاف مستغیث کے مجسٹریٹ نے جن مبینہ بیانات شہادت استغاثہ و بیان مرزا غلام احمد صاحب پر ملزم کو بری کیا وہ بیانات مسل میں نہیں۔

۵۔ لہذا سائلان کو سخت خطرہ ہے کہ ان کا مقدمہ بے رو و رعایت بعدالت مجسٹریٹ صاحب ہو سکے لہذا درخواست ہے کہ مقدمہ عدالت حضور میں انتقال ہو۔

عرضی فضل دین حکیم سائل ۴ فروری ۱۹۰۴ء

اس درخواست کے گذرنے پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مستغیث کے نام نوٹس جاری کیا اور تاریخ پیشی مقدمہ ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء قرار پائی۔ اس تاریخ کو مقدمہ بمقام ملیوال (جہاں صاحب موصوف دورہ پر تھے) پیش ہوا اس تاریخ پر بہت سے مریدان باصفا آ پہنچے تھے اور علاوہ خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب وکلاء کے مسٹر اورٹیل

صاحب بہادر بیرسٹرایٹ لاء بھی آ گئے تھے۔ اور ادھر سے مستغیث اوران کے وکیل بابو مولامل صاحب بھی پہنچ گئے تھےاور علیوال اوران کے اردگرد کے بے تعداد مسلمان یہاں مولوی کرم الدین صاحب کے استقبال کے واسطے پہلے ہی منتظر کھڑے تھےاور مولوی اللہ دتہ صاحب ومولوی محمد علی صاحب سوہلی بھی پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے۔ مولوی صاحب اور ان کی جماعت کے واسطےفرش وفروش کے علاوہ بہت سی کرسیاں بھی مہیا کررکھی تھیں چنانچہ مولوی صاحب اور انکے وکیل صاحب معہ اپنے خاص دوستوں کے کرسیوں پر اور دیگر مسلمان فرش پر بیٹھ گئے۔ لیکن افسوس کہ مرزائی جماعت کی طرف سے یہاں کوئی انتظام فرش وکرسیوں وغیرہ کا نہ کیا گیا تھاجس کی وجہ سے انکی جماعت کے معززین کو بڑی تکلیف ہوئی صرف ایک کرسی بھی صاحب بہادر کے لیے بڑی مشکل سے دستیاب ہوئی۔ دوسرے جنٹل مینوں نے کھڑے کھڑے اِدھراُدھر ٹہل کروقت گذارا۔قریب گیارہ بجے کے مقدمہ بلایا گیا اور صاحب بہادر نے ایک گھنٹہ تک وکلائے فریقین کی تقریریں سن لیں ملزمان کی طرف سے مسٹراورٹیل صاحب نے بڑی بحث کی کہ رائے چندلال صاحب کی عدالت سے مقدمہ ضرور انتقال ہونا چاہیے۔ دوسری طرف سے بابومولامل وکیل صاحب وکیل مستغیث نے بڑی معقولیت سے اسکی تردید کی اور ثابت کیا کہ انتقال مقدمہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اور انتقال مقدمہ کی صورت میں مستغیث کوسخت تکلیف ہوگی جوکہ دوردراز ضلع سے آتا ہے اور ملزمان اسکوتکلیف میں ڈالنے کے واسطے ہی انتقال مقدمات کی درخواستیں کررہے ہیں۔ بعد سماعت بحث ہردوفریق کے صاحب بہادر نے مرزائیوں کی درخواست کونامنظور کیا اور حکم دیا کہ اسی عدالت میں مقدمات سماعت ہونگے۔ اس وقت مرزائیوں کی حالت دیکھنے کے قابل تھی اورندامت اورحسرت کے آثار چہروں سے نمودار ہورہے تھے۔ ذیل میں ہم

میجرسی ایم ڈالس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے فیصلہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

ترجمہ چٹھاانگریزی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

بحث وکلائے فریقین سنی گئی کرم الدین کا وکیل انتقال کی بابت اس وجہ پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ مقدمات ایک مجسٹریٹ نے ایک حدتک سماعت کئے ہیں میراموکل جو جہلم سے آتا ہے اسکودوبارہ گواہوں کے بلانے سے بلاوجہ سخت حرج اور تکلیف ہوگی۔ یہ درست ہے۔

کیا کوئی وجوہات ہیں جن سے فرض کیا جائے کہ مجسٹریٹ نے پہلے ہی سے اس مقدمہ کا فیصلہ سوچ لیا ہوا ہے۔ میں ایسا خیال نہیں کرتا اس نے ان مقدمات کو بہت کچھ سن لیا ہے لیکن ہنوزان مقدمات میں فردنہیں لگایا تینوں مقدمے ایک ہی حدتک پہنچے ہوئے ہیں یعنی استغاثہ کی شہادتیں ختم ہوگئیں ہیں صرف وکلائے کی بحث کا انتظار ہے پس یہ ممکن نہیں کہ اس حد پر یہ کہا جاسکے کہ مجسٹریٹ فردلگانا چاہتا ہے یا نہیں۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے فیصلہ کرنے میں بہت دیرلگائی ہے اس واسطے یہ وجوہات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مرزائی جماعت کوکوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مگر میں یہ بات نہیں دیکھتا۔

یہ توقف طویل بحث اور جرح طرفین کے باعث سے ہوئی ہے اور بیماری کی وجہ سے التواء کی درخواستیں کرنے کے باعث اور آخرکار انتقال کی یہ درخواستیں دینے پر میں نہیں دیکھتا کہ ایک طرف کودوسرے کی نسبت زیادہ الزام دوں مقدمات کی کیفیت کی بابت مجھے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ ان کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرسکتا ہوں جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ ان مقدمات کے انتقال کی بابت ہے۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجسٹریٹ نے مرزا غلام احمد یا

فضل دین کی بابت کوئی کمی کی ہو مرزا عدالت کی حاضری سے جب تک کہ اسکی حاضری ضروری ہو، معاف کیا گیا ہے اور پھر دوسرے فریق کی درخواست پر اسکو بلایا گیا ہے جب تک کہ ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ سے نہیں دکھایا گیا کہ وہ بوجہ بیماری حاضری سے معذور ہے۔ حکیم فضل دین نے درخواست کی کہ وہ بیمار ہے اسکو باہر لیٹنے کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ عدالت میں کھڑا نہیں ہوسکتا اسے یہ اجازت دی گئی۔ مجسٹریٹ نے ان دونوں جنٹلمینوں کی بابت ہر ایک رعایت کی ہے لیکن ان مقدموں کے انتقال کرنے سے انکار کرنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مجھے انصافاً یہ مناسب معلوم ہوا ہے کہ یہ تمام مقدمات اسی مجسٹریٹ کو فیصل کرنے چاہئیں۔ اور خاص کر جبکہ اس نے ان مقدمات کو اس قدر سن لیا ہے۔ ان مقدمات میں سے جو جہلم میں دائر کیا گیا تھا چیف کورٹ کے حکم سے اس ضلع میں تبدیل کیا گیا ہے اور معزز ججوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کا ایک ہی جج فیصلہ کرے اور مجھے اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ مجسٹریٹ نے کوئی تعصب کیا ہے میں اس موقعہ پر اور زیادہ اس امر کو مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمات یہی مجسٹریٹ فیصلہ کرے اور ان کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو جلدی کیا جائے۔ مذکورہ بالا دلائل سے انتقال کی درخواستیں تینوں مقدمات کی بابت نامنظور ہیں۔ (علیوال ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء)

دستخط: صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور۔

جب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی عدالت سے درخواست انتقال نامنظور ہوکر عدالت رائے چندلال صاحب میں مسلیں واپس آئیں تو عدالت موصوف نے ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کرکے فریقین کو نوٹس روانہ کئے کہ تاریخ معہود پر

حاضر عدالت ہوکر پیروی مقدمہ کریں۔

تاریخ مذکور سے ایک روز پہلے مرزا صاحب معہ اپنے اسٹاف کے گورداسپور میں آگئے۔ لیکن یہاں پہنچ کر پھر ایسی لاچاری ہوئی کہ کچہری تک جانا محال ہوگیا گورداسپور کی آب وہوا میں کچھ ایسی نحوست ہوگئی کہ باوجودیکہ ۱۴ کوس کے فاصلہ کے سفر کرنے سے کسی بیماری نے مرزاجی کو نہ روکا۔ لیکن گورداسپور میں آتے ہی بیماری دامنگیر ہوگئی اور ایسی حالت پر پہنچادیا کہ کچہری تک جانے سے خطرہ جان پیدا ہوگیا۔ چنانچہ عدالت میں مرزاجی کے وکیل نے سرٹیفکیٹ طبی پیش کیا کہ مرزاجی ایک سخت بیماری قلب میں مبتلا ہیں اسواسطے حاضری عدالت سے معذور ہیں۔ مجبوراً عدالت نے ایک ماہ تک مرزاجی کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا اور وکیل نے ان کی طرف سے پیروی کرنے کا اقرار کیا اتنے میں لاہور سے مسٹر اورٹیل صاحب کا تار آیا کہ انہوں نے چیف کورٹ میں منجانب ملزمان درخواست انتقال مقدمات داخل کردی۔ اس واسطے عدالت نے کارروائی مقدمہ کو ملتوی رکھا اور ۲۳ فروری تاریخ مقرر کی۔ ادھر جان چیف کورٹ نے بھی درخواست انتقال مقدمات کو نامنظور کردیا اور شکست پر شکست اٹھاکر ۲۳ فروری کو مرزائی جماعت پھر اسی عدالت میں حاضر ہوئی۔ عدالت نے ۸ مارچ تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کی۔ اس تاریخ پر مقدمہ پیش ہوا خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزمان نے تردید استغاثہ میں تقریر کی اور استغاثہ کی طرف سے ۸ اورق کی تحریری بحث مستغیث نے جواب میں ۱۰ مارچ کو داخل کردی۔ صاحب مجسٹریٹ نے بعد غور کے فرد قرارداد جرم دونوں ملزمان پر مرتب کرکے سنادی اور فضل دین ملزم کا جواب بھی لیا گیا۔ مرزاجی کو جواب کے لیے ۱۴ مارچ کو طلب کیا گیا اس فرد جرم کے لگنے

سے مرزائیوں کے چھکے چھوٹ گئے سخت اداسی کا عالم طاری ہوگیا کیونکہ مرزا جی اپنی تصانیف میں لکھ چکے تھے کہ فرد جرم لگنے سے پہلے چھوٹ جانے کو ہی بریت کہتے ہیں بعد فرد جرم لگنے کے چھوٹ جانا داخل بریت نہیں اس واسطے ادھر ادھر بھاگے پھرے مریض بھی بنے سٹرفکیٹ بھی پیش ہوئے لیکن آخر کار فرد جرم کا داغ لگ ہی گیا۔ ذیل میں فرد قرارداد جرم کی نقل درج کی جاتی ہے۔

نقل فرد جرم بنام مرزا غلام احمد قادیانی

میں لالہ چندولعل صاحب مجسٹریٹ اس تحریر کی رو سے تم مرزا غلام احمد ملزم پر حسب تفصیل ذیل الزام قائم کرتا ہوں کہ تم نے کتاب مواہب الرحمٰن تصنیف کر کے شائع کی جس میں صفحہ ۱۲۹ میں مستغیث کی نسبت الفاظ لئیم بہتان عظیم اور کذاب استعمال کئے جو اسکی توہین کرتے ہیں۔ اور یہ کہ تم نے تاریخ ۱۷ ماہ جنوری ۱۹۰۳ء کو یا اس کے قریب موقعہ جہلم میں شائع کئے لہٰذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ میں مقرر ہے اور جو میری سماعت کے لائق ہے اور میں اس تحریر کے ذریعہ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز بر بنائے الزام مذکور عدالت موصوفہ کے (یا ہمارے) روبرو عمل میں آئی۔ عدالت صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء۔

(مہر عدالت)   **دستخط** رائے چندلال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول،

(بحروف انگریزی)

نوٹ: ملزم عدالت کی اجازت سے غیر حاضر ہے اسکو واسطے جواب کے بتقرر ۱۴ مارچ

۱۹۰۴ء طلب کیا جائے۔

دستخط حاکم

۱۴ مارچ کو امید تھی کہ اب تو مرزا صاحب ضرور تشریف لائیں گے لیکن اس تاریخ کو بھی آپ نہ آئے اور بیماری کا سٹرفکیٹ پیش کیا گیا۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ یہ روزمرہ کے عذرات بیماری محض مقدمہ کو تعویق میں ڈالنے کے لیے ہیں۔ اگر مرزا جی کی حالت واقعی خطرناک ہے تو سول سرجن صاحب کی شہادت پیش کی جانی چاہیے۔ بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد سول سرجن صاحب کی شہادت لئے جانے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ کپتان مور صاحب سول سرجن گورداسپور کی شہادت حسب ذیل گذری۔

نقل بیان کپتان پی، سی، مور صاحب سول سرجن گورداسپور

میں نے بمقام قادیان مرزا غلام احمد کا ملاحظہ کر کے ۱۳ مارچ ۱۹۰۴ء والا سٹرفکیٹ دیا تھا جو کچھ سٹرفکیٹ میں لکھا تھا اس پر میری رائے اب تک قائم ہے۔ میری رائے میں مرزا غلام احمد اب بھی گورداسپور تک سفر کرنے کے ناقابل ہے۔ گورداسپور تک سفر کرنا اسکی صحت کے لیے خطرناک ہے۔

جرح: اس سے قبل دو دفعہ میں نے اسکا ملاحظہ کیا تھا گورداسپور میں ہی دیکھا تھا جب میں نے پہلی دفعہ اسکو دیکھا تھا اسکو دو ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے جب دوسری دفعہ اسکو ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء میں دیکھا اسکو اسوقت پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا میں نے سٹرفکیٹ میں بیماری کا نام نہیں لکھا جس میں اب مبتلا ہے اسکی عام جسمانی صحت کی حالت سے میری یہ رائے ہے کہ وہ عدالت میں آنے کے قابل نہیں۔ خطرناک کہنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ سردی یا

کمزوری کے باعث ممکن ہے کہ وہ مرجائے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جگہ صحیح وسلامت حاضر ہوسکے۔۱۵ مارچ ۱۹۰۴ء۔

دستخط: کپتان مور صاحب سول سرجن **دستخط:** حاکم

ڈاکٹر صاحب کی اس شہادت پر کہ مرزا جی کے گورداسپور تک سفر کرنے میں انکے مرجانے کا امکان ہے عدالت کو مجبوراً تاریخ بدلنی پڑی۔ چنانچہ ۱۰ اپریل تک مقدمہ کی تاریخ ایزاد کی گئی۔

اب ہم اس موقعہ پر اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر مرزا جی کو خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ خدا ان کے ساتھ ہے اور کوئی شخص ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور کہ اس مقدمہ میں آخر انہوں نے بچ جانا ہے تو پھر یہ حیلہ بازیاں اور عذر سازیاں کیوں ہوئیں؟ سینکڑوں روپے ڈاکٹروں کی فیسوں پر اڑ گئے۔ سول سرجن صاحب کو قادیان میں ڈبل سفر خرچ اور فیس دیکر بلانا اور پھر اخیر تک سٹیفکیٹ پیش ہوتے رہنا یہ ہرگز ایسے شخص سے نہ ہونا چاہیے تھا۔ ان باتوں سے صاف واضح ہوگیا کہ مرزا جی بہت ڈرپوک کمزور دل شخص ہیں۔

رائے چندو لال صاحب کی عدالت کے رعب نے انکو ایسا خوفزدہ کیا کہ ساری دنیا کی امراض مسیح الزمان کو لاحق ہوگئیں کہیں سنکاپی (دل کے فعل کا رک جانا) کا حملہ ہوجاتا تھا۔ کبھی کرانک برنکائٹس (پرانی کھانسی کی تیزی) کا دورہ ہوجاتا ہے اور کبھی گورداسپور تک سفر کرنا حضور والا کی موت کا امکان دلاتا تھا باوجودیکہ آپ کو خدا نے اطلاع دی ہوئی کہ ابھی آپکی عمر کے سال پورے نہیں ہوئے پھر کیوں ایسی گھبراہٹ تھی۔ مرزا جی اگر متوکل علی اللہ ہوتے تو سیدھے میدان میں نکلتے اور ہرگز بیماری کے عذرات نہ کرتے۔

فی الجملہ مرزا جی کا مرض دور نہ ہوا۔ جب تک کہ آپ کو یہ خبر نہ پہنچی کہ رائے چندو لال صاحب یہاں سے تبدیل ہوگئے ہیں اور ان کی جگہ رائے آتما رام صاحب آگئے ہیں۔

رائے چندو لال صاحب کی تبدیلی

اگرچہ مرزا جی نے خود کسی جگہ نہیں لکھا لیکن مرزائی عموماً کہتے ہیں کہ رائے چندو لال صاحب کی تبدیلی مرزا جی کی بددعا کی وجہ سے ہوئی اور حضرت جی کا یہ بڑا بھاری معجزہ ہوا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رائے چندو لال صاحب تنزل ہوکر گورداسپور سے تبدیل ہوئے۔ سو واضح ہو کہ صاحب موصوف کی تبدیلی بموجب انکی اپنی درخواست کے ہوئی تھی۔ مرزا جی کی دعا یا بددعا کا کوئی اثر نہیں تھا اور پھر اسی تنخواہ پر وہ گورداسپور سے ملتان کو تبدیل ہوئے اور وہاں انکو اختیارات جج عدالت مطالبہ خفیفہ بھی عطا ہوئے۔

پس مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزا جی کی بددعا کا اثر ہوا ایک خیال باطل ہے۔ جب ایک شخص کی اپنی خواہش اور استدعا سے کوئی امر وقوع میں آئے تو اس میں اسکی کوئی سبکی متصور نہیں ہوسکتی۔ اور پھر مرزا جی کی دعا نے انکو فائدہ کیا بخشا کہ جس بات کا انکو اس حاکم سے خوف تھا وہی سلوک ان سے دوسرے حاکم نے بھی کیا یعنی آخر کار فرد جرم کی تکمیل کی اور پھر سزا بھی دیدی۔ ہاں مرزا جی کی کرامات کے ہم بھی قائل ہوجاتے اگر رائے چندو لال صاحب کی تبدیلی پر کوئی مرزا جی کا مخلص مرید یہاں آجاتا اور وہ آتے ہی مرزا جی کو مصیبت مقدمہ سے مخلصی بخش کر ان کو رخصت کر دیتا۔ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہوا کہ جو آرام و آسائش مرزا جی کو پہلے حاکم کے وقت حاصل تھے دوسرے حاکم نے وہ سب سلب کر دیئے پہلے آپ

مزے سے کرسی پر ڈٹ کر بیٹھتے تھے، ٹھنڈے شربت اور دودھ نوش کرتے رہتے تھے
دوسرے حاکم نے کٹہرا پر کھڑا رہنے کا حکم دیدیا پانی تک پینے کی اجازت نہ دی۔ مرزا جی کی
دعا کا اثر تو الٹا پڑا پھر یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرزا جی کی دعا کا اثر نہیں بلکہ ان کو ان
آسائشوں کی ناشکری کی سزا ملی کہ خدا نے ان پر ایسا بارعب حاکم مسلط کیا کہ جسکی نسبت وہ
خود اعتراف کرتے ہیں کہ ہر ایک طرح کی تکلیف انکو دی گئی۔ حاکم کا کیا قصور یہ تو قدرت کی
طرف سے سزا تھی جو انکو ملی لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید٥

لالہ آتمارام صاحب کی عدالت میں پہلی پیشی

نئے حاکم کے اجلاس میں ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو مقدمہ پیش ہوا مرزا جی بھی حاضر
ہوئے چونکہ وکلاء ملزمان نے درخواست کی تھی کہ کارروائی از سر نو شروع ہو اسلئے عدالت نے
دوبارہ شہادت لینی شروع کی اور مرزا جی ملزموں کے کٹہرے میں معہ اپنے حواری فضل دین
کے کھڑے کئے گئے۔ مولوی محمد علی گواہ استغاثہ کی شہادت شروع ہوئی ۱۱ بجے سے شروع
ہو کر ۴ بجے تک مقدمہ پیش رہا اور اتنا عرصہ مرزا جی پاؤں پر کھڑے رہے۔

رائے آتمارام صاحب نے یہ قاعدہ کر لیا کہ مقدمہ روز پیش ہوا کرے مرزا جی
روزمرہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے تھے۔ ایک درخت جامن کے نیچے برلب سڑک
ڈیرہ ڈال رکھا تھا، دن بھر وہاں پڑے رہنا پڑتا اور مقدمہ پیش ہو کر پھر حکم ہو جاتا کہ کل حاضر
ہو۔ الغرض اسی طرح روزانہ حاضری فریقین ہوتی رہی اور شہادت گواہان ذیل منجانب
استغاثہ ماہ اگست ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی۔ مولوی محمد جی صاحب قاضی تحصیل جہلم مولوی غلام محمد
صاحب قاضی تحصیل چکوال۔

فردِ جرم کی تکمیل

ہر چند مرزا صاحب اور انکے حواری امیدوار تھے کہ مقدمہ اسی مرحلہ پر خارج
ہو جائے گا اور مرزا جی کی فتح و نصرت کا دنیا میں ڈنکا بجے گا چنانچہ اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء
میں حسب ذیل الہامات بھی اسی امید پر شائع کر دیئے گئے تھے۔

۱...... مبارک سو مبارک۔

۲...... میں تجھے ایک معجزہ دکھاؤنگا۔

لیکن آخر کار پردہ غیب سے جو بات ظہور میں آئی اس نے انکی سب امیدوں کو خاک میں
ملا دیا۔ یعنی لالہ آتمارام صاحب مجسٹریٹ کی عدالت سے ۶ اگست ۱۹۰۴ء کو فرد جرم کی تکمیل
ہو گئی اور مرزا جی کا جواب بھی قلمبند ہو گیا۔ اس روز مرزا صاحب کی گھبراہٹ انتہائی درجہ کو
پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے چلا کر کہا کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا وغیرہ
وغیرہ لیکن جو ہونا تھا ہو گیا۔ فرد جرم سنا کر مرزا جی سے شہادت صفائی وغیرہ طلب کی گئی اور
پوچھا گیا کہ کیا آپ گواہان استغاثہ کو بھی طلب کرانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ مرزا جی نے کچھ دن
اور مقدمہ کو طوالت دینے کی خاطر اور مستغیث کو تنگ کرنے کی غرض سے گواہان استغاثہ کو
دوبارہ طلب کرنے کی درخواست کر دی باوجود یہ کہ جرح وغیرہ میں کچھ کسر نہ رہ گئی تھی چونکہ
قانوناً فرد جرم کے بعد ملزمان کا حق ہوتا ہے کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائیں اسلئے مجبوراً
عدالت نے بموجب ان کی درخواست کے بعض گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کیا اور حسب
ذیل گواہوں پر دوبارہ جرح کی گئی۔ مولوی محمد جی صاحب، مولوی برکت علی صاحب

،منصف بٹالہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل گواہان استغاثہ پر جرح مکرر کا مرحلہ بھی طے ہو چکا تو اب مرزا صاحب کے گواہان صفائی کی نوبت پہنچی۔ ملزمان کی طرف سے ۲۶ اگست کو ایک لمبی چوڑی فہرست داخل کی گئی جس میں ۴۴ گواہان دور دراز فاصلہ سے بلوانے کی استدعا تھی گواہی میں کئی سیشن جج اور اعلیٰ عہدہ دار بھی درج کئے گئے تھے اور حضرت پیر صاحب گولڑوی کو بھی لکھایا گیا تھا اور بڑا زور دیا گیا تھا کہ پیر صاحب کو ضرور طلب کیا جائے اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر پہلے پیر صاحب کی طلبی کا منصوبہ پورا نہیں ہوا تو اب ضرور ہی کامیابی ہوگی۔ جب ملزم اپنی صفائی میں ایک گواہ کو بلواتا ہے تو عدالت مجبور ہوتی ہے کہ اس گواہ کو بلائے لیکن خدا کی قدرت کہ اس مرحلہ پر بھی مرزائیوں کی مراد پوری نہ ہوئی حاکم نے تمام دور دراز فاصلہ کے گواہوں کو چھوڑ دیا اور پیر صاحب کو بھی ترک کیا گیا۔ صرف گیارہ گواہ جو قریب فاصلہ کے تھے اور جن کے آنے میں زیادہ دقت نظر نہ آتی تھی، بلانا منظور کیا۔ افسوس کہ مرزائیوں کو پیر صاحب کو بلوانے کی نسبت یہ آخری ناکامی ہوئی اور قطعاً مایوسی ہوگئی۔ اب ان کا کوئی چارہ باقی نہیں رہا اور طوعاً و کرھاً انکو راضی بالرضا ہونا پڑا۔

شعر

ولو انه قال مت حسرة　　لسارعت طوعاً الٰی امرہٖ

شہادت گواہان صفائی

۱۰ ستمبر سے شہادت گواہان صفائی شروع ہوگئی جن اصحاب کی شہادت قلمبند ہوئی ان میں سے حسب ذیل اصحاب کے نام ہمیں یاد ہیں۔ ڈاکٹر محمد الدین صاحب لاہوری،

بخشی رام لبھایا صاحب مالک اخبار دوست ہند بھیرہ، چوہدری نصر اللہ خاں صاحب پلیڈر سیالکوٹ، مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور، شیخ علی احمد صاحب پلیڈر گورداسپور، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، مولوی فیروز دین صاحب ڈسکوی، سید محمد شاہ صاحب پلیڈر، منشی احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ، ڈاکٹر محمد حسین صاحب، خان محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ، مفتی محمد صادق بھیروی، مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی، شیخ نور احمد صاحب وکیل، منشی عزیز الدین صاحب پنشنر تحصیلدار، میاں حسین بخش صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ۱۹ ستمبر تک شہادت گواہان صفائی ختم ہوگئی صفائی اس امر کے متعلق تھی کہ الفاظ استغاثہ سنگین نہیں خفیف ہیں کہ مستغیث کی نسبت ملزمان کو ایسا کہنے کا حق تھا۔ گواہاں اگرچہ بڑے بڑے قابل شخص وکیل ڈپٹی وغیرہ تھے لیکن اس بات کے موافق ومخالف معترف ہوگئے کہ مولوی کرم الدین صاحب مستغیث جسوقت جرح کرتے تھے گواہان حیرت میں رہ جاتے تھے مولوی فیروز الدین صاحب ڈسکوی کی شہادت کے وقت یہ عجیب لطف ہوا کہ جو معانی آپ نے شہادت میں حسب مدعا ملزمان لکھائے ان کے برخلاف ان ہی کی مصنفہ کتاب لغات فیروزی سے فاضل مستغیث نے معنی دکھا کر انکی تردید کی۔ اور مجسٹریٹ صاحب نے مولوی فیروز دین سے پوچھا کہ آپ کے یہ معنی صحیح ہیں جو اب لکھائے ہیں یا وہ جو کہ لغات فیروزی میں ہیں؟ اس وقت بیچارہ مولوی کچھ دیر تو سکوت میں رہا آخر بتایا کہ یہ صحیح ہیں جو میں نے اب لکھائے ہیں اپنی کتاب کے لکھے ہوئے کو شہادت کی خاطر اپنے منہ سے غلط کہنا پڑا۔ ایسا ہی بعض دیگر گواہوں کی شہادت میں عجیب لطیفے ہوتے رہے چونکہ گواہوں کے بیانات بہت ہی طویل ہوئے ہیں ان کے نقل کرنے سے طوالت ہوتی ہے اس لیے باقی

گواہوں کے بیانات کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہاں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کا بیان ضرور لکھنے کے قابل ہے اور اسکے پڑھنے سے ناظرین بہت کچھ دلچسپی اٹھائیں گے۔ اسلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نقل بیان مولوی نورالدین صاحب

نورالدین ولد غلام رسول قریشی عمر ۶۵ سال پیشہ طبابت سکنہ قادیان بجواب وکیل ملزمان میں بارہ سال سے قادیاں میں رہتا ہوں اس سے پیشتر بھوپال وجموں میں نوکر تھا طبیب تھا جموں میں میری تنخواہ ماہوار مالہ سے سنمار[1] روپیہ تک تھی یعنی مالہ سے سمار تک ہوگئی عربی کی معلومات میری اس حد تک ہیں جسکا نام[2] ندارد۔ مکہ[3] مدینہ، یمن وغیرہ میں تعلیم پائی تدریس کرتا ہوں ہر ایک قسم کے علوم جو عربی میں پڑھا تا ہوں کہ کذاب کے معنی جھوٹا ہے بروزن فعال۔ مفعال بھی مبالغہ کا وزن ہے اگر ایک فعل ایک وقت کے بعد دوسرے وقت کیا جائے تو اس کے لیے فعال آتا ہے اگر عادت کے طور پر کیا جائے تو اس کیلئے مفعال آتا ہے (روئے شرح حماسہ تبریزی) اسکو علم نحو لغت میں معرفت تامہ بھی ہے۔ بہتان کے معنی بے جا الزام کے ہیں لئیم کے معنی بخیل وغیر کریم کے ہیں اسلام نے لئیم کے لفظ کو محدود معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لئیم کے معنی خلاف تقوی ہے۔ غیر متقی، جھوٹ بولنا بہتان لگانا خلاف تقوی ہیں لئیم صفت مشبہ ہے صفت مشبہ اس

[1] مولوی صاحب نے اس بیان میں جو بمقدمہ ۱۴۷ تعزیرات ہند لکھایا تھا اپنی تنخواہ ۵ سے ۵ روپیہ لکھائی تھی (ملاحظہ ہو صفحہ مقدمہ مذکور) اب چھ سو روپیہ لکھاتے ہیں کا صریح جھوٹ ہے اس بیان میں حکیم الامت کے جھوٹوں کا یہ نمبرا سمجھنا چاہئے۔

[2] ہر ایک انسان کی معلومات کی کوئی حد ہوتی ہے لا یحیطونہ بشئی من علمہ صرف اللہ العالمین کی صفت ہے مولوی صاحب کی عربی معلومات جن کا نام ندارد کی نسبت کیوں نہ کہا جائے کہ انکا وجود ہی نہیں۔

[3] ہم کیوں انکار کریں کہ مدینہ بلکہ بیت المقدس میں بھی آپ تعلیم پاتے رہے ہونگے لیکن آخری تعلیم نے جو قادیاں میں آپ نے پائی سب کو کان لم یکن کردیا ع ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد۔

صفت مشتق کو کہتے ہیں جسکو اسم فاعل کیساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے اول فاعل کے وزن پر آتا ہے سہ حرفی لفظوں میں جو فاعل کے وزن پر نہ ہو وہ صفت مشبہ ہوتا ہے دوسرا صفت مشبہ میں زمانہ حال میں وہ معنی موجود ہو ماضی او استقبال میں ہوں یا نہ ہوں۔ سراج الاخبار میں نے[2] پہلے پڑھا ہے غالباً دو سال ہوئے کاتب مضمون کا چال وچلن مجھے بہت ناپسند ہوا اور افسوس ہوا کیا بلحاظ الفاظ کے اور کیا بلحاظ کارروائی کے وہ الفاظ کذاب لئیم بہتان باندھنے والا کا مصداق بھی میری رائے میں ہے۔ (الحکم ۷ استمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴، ۵ دکھائے گئے) دو سال سے زائد عرصہ ہوا میں نے[3] یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے تاریخ سننے خطوط کی معلوم نہیں نہ یہ کہ کتنے دن بعد پہنچنے کے ۶ اور ۱۳ اکتوبر کے سراج الاخبار پہنچنے کے بعد اکثر ذکر آتا تھا۔ میں نے یہ کتاب مواہب الرحمن پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

۱......ایک لئیم اور بہتان والا آدمی کے متعلق۔

۲......وہ تیری آبروریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

[1] کتب صرف بالتمام اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت شبہ میں ثبوت پھر اسکے الٹ یہ کہنا کہ صفت مشبہ کا اطلاق زمانہ حال کے رو سے ہوتا ہے ماضی واستقبال میں وصف ہو یا نہ ہو مکہ، مدینہ، یمن وغیرہ کی تعلیم کی رو سے نہیں بلکہ قادیانی درسگاہ کی تعلیم کا فیضان ہے۔

[2] مولوی صاحب اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۱۴۷ لکھایا مضمون سراج الاخبار کا صرف مرزا صاحب کی مجلس میں ذکر ہونا بیان کرتے ہیں اور کہ انکو یاد تک نہیں کہ اخبار مرزا جی کی مجلس میں پڑھا بھی گیا یا نہیں۔ اب آپ لکھاتے ہیں کہ انہوں نے خود پڑھا تھا یہ ہے جھوٹ نمبر ۲۔

[3] مولوی صاحب پہلے بیان میں لکھاتے ہیں کہ میں نے اس وقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے اور جسکو میں نے اب پڑھا ہے۔ اب آپ اسکے برخلاف فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خطوط قادیاں میں پڑھے تھے یہ ہے جھوٹ نمبر ۳۔

۳......آخر وہ تیر انشانہ بنے گا۔

۴......کہ اس نے تین حامی تجویز کیے ہیں جنکے ذریعہ سے تیری اہانت ہو۔

۵......کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں۔

۶......آخر میں نجات ہوگی۔

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اسکو پڑھ کر یقین نہیں ہوسکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے کرم الدین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر نہ رکھا جائے۔صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم دین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے۔اور اس ارادہ کے بعد اس نے استغاثہ کی تجویز کی ہے اور وکلاء کیلئے کچھ مال رکھا گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے واقعات کے لحاظ سے میں نے یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا الخطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوتا ہے اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط واخباروں کا نتیجہ ہے آخر وہ نشانہ بنا ہے اس مقدمہ سے جو اس پر کیا گیا ہے مرزا صاحب جہلم گئے تھے آخر نجات مقدمہ کے بعد دی گئی۔قضیہ سے مراد وہ معاملہ ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۲۹ پر ہے اور نیز خطوط واخبار انبا کے معنی خبر دینا ہے انباء واحد ہے۔پھر کہا کہ ضمیر واحد ہے انبا جمع ہے اس لفظ سے کم سے کم تین پیشگوئیاں ہوسکتی ہیں۔کسی محاورہ میں دو بھی آسکتے ہیں بعض انباء ظاہر ہوچکی ہیں صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کے متعلق پیشگوئیاں یہ ہیں۔

۱......آبروریزی مقدمہ کے ذریعہ۔

۲......کرم الدین کا مدعا علیہ ہونا۔

۳......مرزا صاحب کا اس محکمہ میں حاضر کیا جانا۔صفحہ ۱۳۰ پر قضیہ جسکا ترجمہ مقدمہ ہے وہ اس پیشگوئی کے متعلق ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے یعنی ۶ پیشگوئیاں لفظ ثم کے معنی پھر کے

ہیں۔ف کے معنی پس ہیں۔

بجواب مستغیث

میں نے پیشتر مستغیث کے مخالف کی طرف سے گواہی دی تھی اس کا[1] پورا علم نہیں ہے کہ وہ مقدمہ خارج ہوگیا۔جموں میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ چلے[2] جاؤ شاید تین دن کے اندر میں نے عربی کا کوئی امتحان نہیں دیا میرے وقت میں کوئی امتحان نہ تھے۔ میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ عادی جھوٹے کو کذاب کہتے ہیں ایسے شخص کو مکذب بولیں گے ابن خلقان نے کہا ہے۔ میں نے ابن خلقان میں بھی دیکھا ہے میرے نزدیک دو دفعہ جھوٹ بولنے سے کذاب[3] ہوجاتا ہے کتاب تبریزی میں اسکا ترجمہ: وقتاً بعد وقتٍ جھوٹ بولے۔ کاذب کا لفظ وسیع اور کذاب کا خصوصیت رکھتا ہے کاذب تھوڑا یا بہت بولنے والے کو کہیں گے خواہ جھوٹ بولے یا ایک یا دو سے زیادہ۔کذاب دو دفعہ جھوٹ بولنا ضرور ہے جو

[1] جس مقدمہ کی نسبت خود بدولت گواہ ہوں اور آپکا ہم وطن مخلص بھائی فضل دین بھیروی مستغیث ہو اور جسکی نسبت فتح و نصرت کے الہامات روزانہ ازیں مقدمہ سے برس رہے ہوں اور جس میں مرزا صاحب آپکے مرشد نے ۴۔۵ گھنٹہ کھڑے ہوکر شہادت دی ہو اسکے خارج ہونے کی نسبت آپکو پورا علم نہ ہو۔کیوں حضرت اسکو سفید جھوٹ سے تعبیر کیوں نہ کیا جائے اس مقدمہ کے خارج ہونے پر قادیاں میں کئی روز سوگ رہا ہوگا اور آپ خود لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی مجلس میں روزانہ آپکی حاضری ہوتی ہے پھر یہ کس طرح سچ مان لیا جائے کہ آپ کو اسکے خارج ہونے کا پورا علم نہیں ہوا۔یہ ہے جھوٹ نمبر ۴۔

[2] افسوس کہ جس ملازمت کا یہ انجام ہوا ہو کہ ملازم کے خلاف شاہی حکم صادر ہو کہ تین دن کے اندر باران پتھروں سے نکل جاؤ اور اسکا بار بار تذکرہ کرکے ایک فراموش شدہ ذلت کو ازسر نو تازہ کیا جائے۔

[3] بہت اچھا لیکن قبلہ یہ تو فرمایئے کہ آپ کے حلفی بیان میں اگر دو سے زیادہ جھوٹ ثابت ہوں جیسا کہ اوپر کی گنتی سے واضح ہے اور آئندہ بھی آئیں گے تو پھر آپ کو بھی کذاب کا خطاب دے دینا ہو جب آپکے اس فتوٰی کے نادرست تو نہیں؟ مبارک باد۔

شخص سودفعہ جھوٹ بولے وہ بھی کاذب ہے اور کذاب بھی ہے۔ کریم رحیم خدا کی صفات ہیں۔

یہ لفظ صفت مشبہ ہیں خدا کو کریم بلحاظ۱ حال کے کہا جاتا ہے صرف لفظ کریم سے دوام نہیں نکلتا یوسف کو پیغمبر صاحب نے اپنی حدیث میں کریم بلحاظ۲ حال کے کہا ہے، قبل و بعد کا تعلق نہیں ہے۔ پیغمبر صاحب کے وقت میں یوسف۳ موجود تھے۔ کذاب لئیم بہتان

۱ ہائے غضب مولوی صاحب نے ایسا کہنے کی کیوں جرات کی ہے ایک جاہل سے جاہل شخص بھی اس بات سے واقف ہوگا کہ خدا تعالیٰ زمانہ حال میں ہی کریم نہیں بلکہ پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ جیسا کہ اسکی ذات ازلی ابدی ہے ویسے ہی اسکی صفات پاک بھی ازلی ابدی ہیں پھر اس سے بڑھ کر جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا پاک کو صرف بلحاظ زمانہ حال کریم کہا جائے۔ جسکا صاف یہ معنی ہے کہ پہلے کریم نہیں تھا اور آئندہ بھی نہیں ہوگا۔ کیوں حضرت یہ مکہ، مدینہ، یمن کی تعلیم کا اثر ہے یا درسگاہ دارالامان قادیاں کا؟ آپ ایسے فاضل وقت کے منہ سے ایسا کلمہ نکلنا نہایت ہی سخت افسوس کے قابل ہے۔ آپکو یہ مجبوری صرف اس لیے پیش آئی کہ صفت مشبہ کی نسبت آپ نے الٹا قاعدہ ایجاد کیا کہ اسکا اطلاق موصوف پر بلحاظ زمانہ حال کے ہوتا ہے اسلئے آپ یہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو گئے کہ خدا کو بھی کریم بلحاظ زمانہ حال کے کہا جاتا ہے اسکے خلاف اگر کہتے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں کریم ہے تو قاعدہ مخترعہ ٹوٹتا تھا مولوی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ خواہ راستی کا خون ہو، ایمان کو نقصان پہنچے لیکن قاعدہ موضوعہ نہ ٹوٹے ایسا کلمہ کہنے کی جرأت کی ہے۔ مرزائیو! انصاف سے کہنا! کیا اب بھی مولوی صاحب سے اس قول میں آپ متفق ہونگے کہ خدا تعالیٰ صرف بلحاظ زمانہ حال کے ہی کریم ہے۔ افسوس! مولوی صاحب کی اس جرأت پر رونا چاہیے۔ یہ ہے جھوٹ نمبر۵۔

۲ یک نہ شد دو شد حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے رسول اکرم ﷺ کے زمانہ سے کئی صدیاں پہلے فوت ہو چکے تھے پھر آپ ان کو کریم بلحاظ زمانہ حال کے کس طرح کہتے تھے۔ مگر مولوی صاحب کیا کرتے قاعدہ کو تو قائم رکھنا تھا۔ گو دنیا آپکی ایسی بے تکی باتوں پر کیوں نہ ہنسے۔ شرم۔۔۔ یہ ہے جھوٹ نمبر۶۔

۳ اجی حضرت آپ ہوش میں تو ہیں کیا فرما رہے ہیں فاضل مولوی (مستغیث) کی جرح نے ایسا رعب ڈالا کہ حکیم الامۃ صاحب کے ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ مولانا! یوسف پیغمبر کے زمانہ میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کو فوت ہوئے کئی قرن گذر چکے تھے آپکی تبحر علمی کا تو سارا پردہ ہی فاش ہو گیا۔ ع

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

یوسف کا پیغمبر صاحب کے وقت میں موجود ہونے کا دعا تو ایک ایسا جھوٹ ہے جو ہزار جھوٹوں سے بھی زیادہ وزن رکھتا ہے۔ یہ ہے جھوٹ نمبر۷۔

بڑے سخت توہین کے کلمات ہیں۔ میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں تاریخ پہنچنے سراج الاخبار کی قادیاں میں یاد نہیں۔ میں نے اخبار۱ سنا اور پڑھا تھا خطوط۲ میں نے دیکھے تھے تاریخ یاد نہیں خطوط اخبار سے پہلے دیکھے تھے۔ تعداد خطوط یاد نہیں۔ کرم دین وہ لکھا ہے جس کے ہاتھ پر تقدیر خدا کی ظاہر ہوئی۔ وہ تقدیر وہ ہے جس کا ذکر پہلی سطروں میں ہے یعنی جو خواب کے ذریعہ سے مرزا صاحب کو ظاہر ہوئی۔ امور متذکرہ خواب میں عدالت میں پکڑے ہوئے جانا شامل ہے اسکا ظہور بھی اسی کرم دین کے ہاتھ پر ہوا عدالت میں پکڑے ہوئے جانا بذریعہ استغاثہ کے ہوتا ہے اب پتہ لگ گیا کہ کرم دین وہ ہے جس نے استغاثہ مرزا صاحب پر کیا اور اس میں مرزا صاحب عدالت میں گئے آگ میں جلانا اور دن کو رات کرنا متعلق ارادہ ہیں جو ارادہ متعلق مقدمہ خطوط و اخبار کے ہے۔

معلوم کرنے کے وقت بھی آدمی جمع کئے جاتے ہیں واقعات کے لحاظ سے استغاثہ سطر۲ صفحہ ۱۳۰ سے مراد اس استغاثہ کی ہے جو جہلم میں کیا گیا تھا بوقت تصنیف اس کتاب مواہب الرحمٰن کے وہ استغاثہ دائر تھا۔ نشانہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کوئی بات آنے والی اور وہ آبروریزی کے بعد یہ معنی نہیں ہیں کہ نشانہ بن گیا۔ ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو واقعات کے رو سے کرم دین نشانہ بن چکا تھا یعنی اس کے اوپر بھی ایک مقدمہ کیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کو نجات ہوئی کرم الدین کو جس غرض کا نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی۔ صفحہ ۱۲۹ پر ذلک اشارۃ واحد ہے اسکی تعیین خواب میں نہیں ہوئی واقعات نے تصریح

۱ حالانکہ آپ پہلے بیان مقدمہ ۱۴۷ صرف اخبار کے مضمون کا ذکر سننا لکھا چکے ہیں۔ اب اخبار سنا اور پڑھا تھا کہنا اس کے متناقض ہے۔ جھوٹ نمبر۸۔

۲ یہ قول آپ کا آپ کے بیان جو کتاب میں مذکور ہوا، کے خلاف ہے۔ جھوٹ نمبر۹۔

نہیں کی کہ کیا ہیں واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین پیر صاحب اور ایڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں۔ ارادہ توہین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بمقام جہلم کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں لگتا۔ وکیل[1] مددگار نہیں ہوا کرتے اگر کوئی[2] ساری عمر میں تین جھوٹ بولے تو اسکو کذاب کہیں گے۔

بجواب وکیل ملزمان

یوسف کو کریم بلحاظ حال کے سمجھ کر کہا گیا۔ عربی میں ظہور کے معنی مشاہدہ کے نیچے آ جانا۔ کرم دین کا تعین واقعات کے رو سے میں نے کیا ہے۔ متعلق عدالت میں حاضر ہونے کے جس غرض کیلئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون اخبار کرم دین کا قرار دیا گیا۔ العبد نور الدین۔

دستخط: حاکم

بجواب عدالت

جب کوئی عربی لفظ اردو میں استعمال کیا جائے تو کبھی اسکے معنوں میں فرق پڑے گا اور کبھی نہیں ہر لفظ کی نسبت ایسا نہیں ہے کہ میں مرزا صاحب کا مرید ہوں قریباً ۲۰ سال سے اردو قواعد دانوں نے عربی کی اصلاحیں کی ہیں اور بہت کچھ عربی کے مطابق کرنے

---

[1] یہاں ایک بدیہی امر کا انکار کیا گیا ہے ساری دنیا جانتی ہے کہ وکیل موکل کا مددگار ہوتا ہے، اس بات پر کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں، لیکن مکہ، مدینہ، یمن وغیرہ کے تعلیم یافتہ حکیم الامت صاحب فرماتے ہیں کہ وکیل مددگار نہیں ہوتے۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۱۰۔ (تلک عشرۃ کاملہ)

[2] حضرت بے ادبی معاف، جب ساری عمر میں تین دفعہ جھوٹ بولنے والا کذاب ہوتا ہے تو آپ نے صرف ایک روز میں (اور شاید ایک گھنٹہ کے اندر) عشرہ کاملہ تک نمبر حاصل کئے ہیں پھر آپ کے لئے کونسا خطاب تجویز کیا جائے جو کذاب سے کچھ زیادہ فضیلت رکھتا ہو، اور ابھی آپ کے پہلے بیان حلفی کے نمبر شمار میں نہیں آئے، اُن کی گنتی ان شاء اللہ تعالیٰ اس فہرست اکاذیب میں آئے گی جو آخر میں درج ہوگی۔

کی کوشش کی۔ العبد نور الدین۔

دستخط: حاکم

اب ہم مولوی صاحب کا وہ حلفی بیان بھی درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۱۴۱/۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ استغاثہ عدالت میں دیا۔

نقل بیان مولوی نور الدین صاحب گواہ استغاثہ مقدمہ ۱۴۱/۷ تعزیرات ہند

مرجوعہ ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء، فیصلہ نمبر بستہ متدائرہ، نمبر مقدمہ ۵۱/۲

حکیم فضل دین ولد کرم دین سکنہ موضع قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغیث

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح، نور الدین ولد غلام رسول قوم قریشی سکنہ قادیان عمر ۶۰ سال پیشہ طبابت قریباً بارہ سال سے میں قادیان میں مقیم ہوں اس سے پہلے میں بھیرہ ضلع شاہپور میں تھا وہاں میرا اصلی وطن تھا پہلے میں جموں میں ملازم تھا خاندان شاہی کا طبیب تھا پندرہ سال میں طبیب شاہی رہا تخمیناً ہزار روپیہ ماہوار میری آمدنی تھی تنخواہ سرکاری ۵۷۵ روپیہ تھی اس سے پہلے ریاست بھوپال میں ملازم تھا وہاں بھی خاص بیگم صاحب کا طبیب تھا۔ جب سے قادیاں میں رہتا ہوں بہت سی ریاستوں نے مجھ کو ملازمت کے لیے کہا، منجملہ ان کے بہاولپور کی ریاست ہے وہ مجھکو بطور تنخواہ کے ۵۰۰ روپیہ ماہوار اور بہت سی زمین دینا چاہتی تھی، میں نے منظور نہیں کیا۔ صرف اس وجہ سے کہ میں مرزا صاحب کے پاس رہنا چاہتا تھا۔ ملزم کرم دین سے میں واقف ہوں ان دنوں جب میں جموں میں تھا اور الگ ہونے والا تھا کرم دین ملزم میرے پاس تشریف لائے تھے میرے پاس کچھ دن رہے طبابت پڑھنے کے واسطے یاد پڑتا ہے، آئے تھے۔ جب میں قادیان میں آیا تو گاہے گاہے وہ مجھ کو خط لکھا کرتے تھے۔ میں خطوط کی، جو ان کی طرف سے آئے تعداد نہیں

بتا سکتا۔ انکی طرف سے جو خطوط آتے تھے بمقابلہ اپنے خطوط کے جو میں انکو لکھتا تھا لمبے ہوتے تھے۔ یہ اخبار میں نے دیکھا الحکم ہے، یہ اخبار قادیان سے نکلتا ہے، جو کچھ اس اخبار میں میری نسبت لکھا ہے وہ بہت صحیح ہے۔ (یہ اخبار ۱۷دسمبر ۱۸۹۹ء ہے) میں کرم دین کے دستخط پہچان سکتا ہوں۔ پی نمبر ۴ مولوی کرم دین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، دستخطی ہے پی نمبر ۹، پی نمبر ۱۱، پی نمبر ۱۲، پی نمبر ۱۳ کا معہ لفافہ مولوی کرم دین کے دستخط ہیں، پی نمبر ۱۴ کا بھی مولوی کرم دین کے دستخطی ہے، پی نمبر ۴ اور پی نمبر ۱۴ ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں جو ایک خط موضع بھین سے قادیاں میں آیا ہوا ہے۔ مجلس میں پڑھا گیا یہ مولوی کرم الدین کی طرف سے تھا مولوی عبدالکریم نے پڑھا تھا۔ میں نے اس وقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے جو پی نمبر ۴ میں ہے اور جس کو میں نے اب پڑھا ہے۔ اس خط کے مضمون پر عملدر آمد ہوا۔ اس خط کو یقینی سمجھا گیا۔ اس وقت[1] مرزا صاحب نے کہا کہ کسی کو جانا چاہیے تب حکیم فضل دین ایک ہمارے بھائی ہیں جو مقدمہ میں مستغیث ہے۔ انہوں نے کہا اس خدمت کو میں اپنے ذمہ لیتا ہوں پھر وہ چلے گئے اس سے پہلے حکیم فضل دین کا ارادہ قادیان کو چھوڑنے کا نہیں تھا جس طرح سے میں اپنا رہنا وہاں ضروری سمجھتا ہوں اس طرح سے اسکا رہنا وہاں ضروری ہے حکیم فضل دین قادیاں میں مستقل رہتے ہیں مطبع ضیاء الاسلام کا مالک حکیم فضل دین ہے جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اس مطبع کے نفع نقصان سے اور کسی کو کچھ تعلق نہیں ہے ایک کتاب نزول المسیح اس مطبع میں چھپی تھی کن ایام

[1] حکیم الامۃ صاحب مع اپنے بھائی بھیروی (مستغیث) کے تو متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریک اور حکم سے حکیم فضل دین بھین کو گئے جیسا کہ مستغیث کا یہی بیان ہے اس وقت مرزا صاحب نے کہا کہ انکے مریدوں میں سے کوئی ایسا ہے جو مولوی کرم دین کے پاس جائے مرزا صاحب کی اس خواہش کی تعمیل میں، میں نے اپنی خدمات پیش کیں، دیکھو ص ۱۰ سطر ۱۰، الیکن مرزا جی اپنے بیان مورخہ ۱۹ اگست میں اسکے برخلاف یوں لکھاتے ہیں کہ اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں نے کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ کے طور پر مجھ سے حکیم فضل دین نے کہا کہ اس کارروائی میں میرا فائدہ ہے میں نے انکو کہا کہ آپکا اختیار ہے کہ آپ جائیں۔ فرمائیے بر سہ اصحاب میں سے کس کا قول سچا مانا جائے؟؟ تناقص صریح ہے۔

میں چھپی تھی معلوم نہیں ہے۔

سرقہ[1] تصنیف میں اسکو کہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کا کلام جو وہ مشہور نہ ہو اور اسکا کلام بھی مشہور نہ ہو ایسی جماعت میں پیش کیا جائے جو اس پیش کرنے والے کی نسبت خیال کرسکیں کہ اسی متکلم کا کلام ہے اس نے کسی اور سے نہیں لیا۔ لیکن جب کوئی کلام اس متکلم کے سوا کسی اور شخص کا کلام مشہور ہوا اور وہ متکلم بھی مشہور تو پھر اس کلام کو اپنے کلام کے اندر لانا سرقہ نہیں ہوسکتا۔ متکلم کا ذکر کرنا خوبی نہیں ہوتا ہے۔ ملزم کے مضمون مندرجہ سراج الاخبار مؤرخہ ۱۶ اکتوبر میں جو فقرات عربی اور فارسی کے درج کئے گئے ہیں انکو سرقہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ فقرے مشہور ہیں اور ان کے متکلم مشہور ہیں۔ میں نے سیف چشتیائی پی آر نمبر ۵ اور اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے نوٹوں کا مقابلہ کیا ان نوٹوں کی نقل سیف چشتیائی میں قریباً برابر ہے سیف چشتیائی کے چھپنے سے پہلے جو مضمون جو نوٹوں میں ہے میں نے قطعاً کہیں نہیں دیکھا۔

سوال: اعجاز المسیح کے نوٹ اگر سیف چشتیائی کے مصنف کے نہ ہوں اور یہ فرض کیا جائے کہ انکے لکھنے والا مصنف چشتیائی نہیں ہے تو یہ سرقہ ہے کہ اقتباس؟

جواب: سرقہ ہے کیونکہ وہ کلام مشہور نہیں ہے

جرح: میں نے اپنے وطن کی سکونت بالکل ترک کردی ہے اور فضل دین صاحب نے بھی جو مستغیث ہیں ترک کردی ہے میں نے اپنی مذہبی اصلاح کیلئے بہت ضرورت سمجھی کہ یہاں

[1] مولانا آپکی لیاقت وفضیلت کی تو ایک دنیا قائل تھی لیکن سرقہ کی یہ نرالی تعریف کرکے آپنے ہمیں سخت غیر معتقد کردیا ہم نے تو بیان ومعانی کی ساری کتابیں چھان ماریں آپکی یہ تعریف اور شہرت وعدم شہرت کی قیود کہیں نہیں ملتیں آپ نے مطول اکبر مرشدی کا نام لیا تھا، سو مطول میں تو یہ تعریف ہرگز نہیں۔ مرشدی کی سمجھ نہیں آئی کہ اسکا معنی آپکے مرشد مرزا صاحب مراد ہیں یا کسی کتاب کا نام ہے اکبر کوئی کتاب معانی کی دنیا میں نہیں ہے۔ مولانا پر فرض ہے کہ مرشدی اور اکبر اگر کوئی کتابیں ہیں اور ان میں سرقہ کی یہ من گھڑت تعریف ہے، تو دکھائیں اور اپنے ذمہ سے یہ غلط بیانی کا دھبہ اٹھائیں۔

قادیاں میں رہوں وطن میں وہ اصلاح نہیں ہوسکتی تھی جو یہاں ہوسکتی تھی اور ہوتی ہے۔

سوال: وکیل ملزم۔ یہاں کیا اصلاح ہوتی ہے؟ وکیل مستغیث اعتراض کرتے ہیں۔

فیصلہ: یہ سوال بہت مبہم ہے اور اسکا جواب طول طویل بحث ہوگا اسلئے نامنظور دنیا کے رشتہ داروں سے میں مرزا صاحب کو بڑھ کر سمجھتا ہوں مرزا صاحب کے پاس دو دفعہ میں حاضر ہوتا ہوں انکے ساتھ چار نمازوں میں بھی شریک ہوتا ہوں ان میں سے دو دفعہ زیادہ حاضر ہونے کا موقعہ ملتا ہے ان دو وقتوں میں اس کو بھی وہاں دیکھتا ہوں میری شادی ثانی میں مرزا صاحب شریک[1] تھے۔ مجھ کو اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے تحریک کر کے یہ شادی کرائی میں مرزا صاحب کا مرید ہوں اور مستغیث بھی ان کا مرید ہے۔ میں مرزا صاحب کے احکام کی تعمیل خدائی حکموں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حکموں اور اپنی جسمانی[2] سخت ضرورتوں کی ماتحت پسند کرتا ہوں اگر ماتحت نہ ہوں تو تعمیل ضروری نہیں سمجھتا ہوں مرزا[3] صاحب نے مجھ کو کوئی خطاب عطا نہیں کیے ہیں۔ حکیم امت میرا خطاب نہیں ہے مرزا صاحب کو جو لوگ بُرا کہتے ہیں انکو میں اچھا نہیں سمجھتا، میں ایسے مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، سلام[4] علیک گوان سے کرتا ہوں ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب کو برا کہتا ہے میں مرزا صاحب کی ہدایت کے مطابق پڑھوں گا یعنی اگر مرزا صاحب فرما دیں

[1] شرکت کا معنی سمجھ میں نہیں آیا ذرا تشریح فرما دیجئے گا۔

[2] پھر مرزاجی کا وہ قول درست نہ نکلا جو ازالہ اوہام فتح اسلام وغیرہ میں آپکی نسبت درج فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا مال و جان وعزت مرزا صاحب پر قربان کردی ہوئی ہے جسمانی ضروریات کو آپ نے اپنے رسول (مرزاجی) کے احکام پر مقدم رکھا تو پھر آپ کا ایمان اُن سے صدیقی اور فاروقی ایمان کے رتبہ کو تو نہ پہنچا۔

[3] پھر آئینہ کمالات میں جلی قلم سے فاروق اور ایسا ہی ازالہ اوہام میں لکھنا محض غلط ہوا، اور حکیم الامۃ کی قید تو الحکم کے ہر پرچہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔

[4] سلام علیک کرنے میں بھی آپ مرزاجی کے نافرمان ہیں، ان کا تو حکم ہے کہ مخالفوں سے نہ سلام دو نہ لو۔ دیکھو الحکم

گے تو پڑھونگا ورنہ نہیں پڑھونگا۔ مرزا صاحب کے الہام اور پیشگوئیوں کو میں سچا سمجھتا ہوں اور ان کو یعنی الہام اور پیشگوئیوں کو منجانب اللہ سمجھتا ہوں میں شام کے وقت اور ظہر کے وقت ضرور مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ خطوں کا قاعدہ یہ ہے کہ خط کئی قسم کے آتے ہیں بعض خطوں کا جواب مرزا صاحب گھر کے اندر دیتے ہیں اور ہمیں اسکی اطلاع کبھی نہیں ہوتی اکثر خطوط مولوی عبدالکریم کے سپرد کرتے ہیں جن کو پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں۔ جو خط مرزا صاحب کے نام خطوط ہوتے ہیں سب انکو ملتے ہیں بعض خطوط بغیر پڑھنے کے اور بعض پڑھ کر مولوی عبدالکریم کے سپرد کرتے ہیں وہ جواب لکھتے ہیں انکی اطلاع مجھ کو نہیں ہوتی بعض بعض خطوط کا مجلس میں ذکر آتا ہے جو ذکر مرزا صاحب یا مولوی عبدالکریم کرتے ہیں بعض وقت زبانی ذکر ہوتا ہے اور بعض وقت خط بھی پڑھا جاتا ہے یہ خط اکثر ظہر کے وقت پڑھے جاتے ہیں بعض خطوط کا تذکرہ شام کو بھی آتا ہے۔ قادیاں میں میں دو کام کرتا ہوں ایک طبابت کا کام دوسرا درس وتدریس۔ میری طبابت کی فیس سالانہ پانچ چھ سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے یہ سال گزشتہ کی آمدنی بتائی ہے محرم سے لیکر محرم ایک سال سمجھتا ہوں۔ مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا۔ مدرسہ[1] کے چندہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے کبھی میرے سپرد نہیں ہوا۔ چندہ میرے نام کبھی نہیں آتا۔ ایک شخص محمد رضوی

[1] ناظرین مولوی صاحب کا یہ بیان بغور پڑھیں اور پھر بیان مرزا صاحب متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس مندرجہ صفحہ ۴ سطر ۱۱ لغایت ۱۵ بھی پڑھیں جس میں مرزاجی مدرسہ کی آمدنی کی نسبت لکھاتے ہیں میں نے انتظاما وہ کام مولوی نوردین کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب وکتاب رکھتے ہیں اور بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ برائے راست مولوی نورالدین کے نام ارسال کریں وہ آمدنی برائے راست مولوی نورالدین صاحب کے سپرد ہوکر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی اور مدرسہ کا خرچ کا حساب وکتاب ان کے پاس ہے وہ حساب وکتاب باضابطہ ہے اور یہاں مولانا فرماتے ہیں: ''کہ مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا مدرسہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے میرے سپرد نہیں ہوا، چندہ میرے نام نہیں آتا۔'' کوئی صورت تطبیق کی ہوسکتی ہے تو کیجئے۔

کبھی کبھی میری معرفت چندہ بھیجتا ہے۔ مرزا صاحب[۱] کو جو چندہ آتے ہیں انکا مجھ کو کچھ علم نہیں ہے۔ خط جو مجلس میں پڑھے جاتے ان کے مطالب بعض یاد رہ سکتے ہیں اور رہ جاتے ہیں اور ان آدمیوں کے نام بھی یاد رہ جاتے ہیں۔ مجھ کو اس طرح سے کوئی خط یاد نہیں ہے کہ اس دن جس دن کرم الدین کا خط مجلس میں پڑھا گیا یا اس سے آٹھ دن پہلے یا آٹھ دن بعد ایسے خطوط تاریخوں کے ساتھ کسی شخص کا خط مجلس میں پڑھا گیا ہو میں جنوری ۱۹۰۳ء یا فروری ۱۹۰۳ء میں جو خط مجلس میں پڑھے گئے انکے مضمون ان تاریخوں کے ساتھ قید لگا کر نہیں بتا سکتا۔ اپریل اور مئی گذشتہ میں ہمارے دوست عبدالرحمٰن کا خط آیا اور مجلس میں اسکا ذکر کیا گیا اپریل میں آیا یا مئی میں آیا یہ نہیں کہہ سکتا ایک خط اور ایک بار ان ہی گذشتہ مہینوں میں ڈاکٹر اسمٰعیل اور ان کے خسر کی بیماری کے متعلق آئے تھے اور مجلس میں انکا ذکر آیا تھا کل خط کتنے آئے تھے مجھ کو یاد نہیں ہے۔ جو لڑکے میرے پاس جموں میں پڑھتے رہے ان میں سے بہتوں کے نام یاد ہیں اور بہتوں کے یاد نہیں ہیں جو ہمیشہ میرے پاس رہتے تھے آٹھ دس لڑکے تھے۔ کبھی کوئی چلا بھی جاتا تھا اور کبھی نیا آ بھی جاتا تھا۔ آٹھ دس وہ تھے جو ہمارے یہاں پرورش پاتے تھے باقی بھی میرے یہاں کھانا کھاتے ایسے پانچ چار طالب علم رہتے تھے ان دنوں کے طالب علموں کے نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں ہیں جو اس وقت جب کرم دین میرے پاس آئے میرے پاس تھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کتنی مدت میرے پاس پڑھتے رہے کرم دین نے کوئی کتاب شروع نہیں کی تھی۔ مہینے سے کم کرم دین میرے پاس ٹھہرے تھے کچھ دن وہ ٹھہرے تھے جسکی تعداد مجھ کو یاد نہیں ہے میرے سامنے کرم دین نے

---

۱ بے شک آپ کو صدمہ ہوگا، لیکن مولانا آپ نے اپنے بیان متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس میں تو چندوں کی نسبت اپنا پورا علم لکھا دیا ہے، اور پانچ مدوں کا تذکرہ کر کے اقسام چندہ کی تفصیل بھی بتائی ہے اور یہاں بالکل بے علمی۔ کیا وہ بات تو نہیں لکیلا یعلم بعد علم شیئا، ناظرین اس مولوی صاحب کا بیان مندرجہ کتاب ملاحظہ فرما کر داد دیں کہ مولوی صاحب کی کوئی بات سچ ہے۔

کبھی کچھ نہیں لکھا تھا۔ اس کے بعد کرم دین پھر مجھ کو کبھی نہیں ملا مجھ کو تاریخ یاد نہیں کہ آخری خط کرم دین کا میرے پاس کب آیا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کتنی مدت ہوئی کہ انکا آخری خط آیا مجھ کو کرم دین کے خطوط کی تعداد یاد نہیں ہے جو میرے پاس انکے آئے ان طالب علموں میں سے جو میرے پاس پڑھتے بعضوں کے خط میرے پاس آئے غلام محمد جو گلگت میں رہتا ہے اور ایک غلام محمد جو پشاور میں رہتا ہے، ان دو کا مجھ کو یقین ہے کہ ان کے خطوط میرے پاس اب تک آتے ہیں اور کسی کا یاد نہیں ہے۔ جو مریضوں کے خط بھی میرے پاس آئیں اور انکے نسخے بھیجوں انکے نام بھی یاد نہیں رکھتا کیونکہ ضروری نہیں سمجھتا۔ اگر چاہوں تو یاد رکھ سکتا ہوں بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے خط میرے پاس آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ بند کیا گیا ہو تو پھر اگر انکا لکھا ہوا میرے سامنے آئے تو میں اسکو اچھی طرح پہچان لیتا ہوں اور پہچان سکتا ہوں۔

سوال: جو خط آپکے پاس آتے ہیں انکی دوائر شکلیں کششیں وغیرہ اپنے دماغ میں جما لیتے ہو۔

جواب: قرائن مجموعی ہیئت اور مضامین مجمل طور پر میرے دماغ میں جم جاتی ہے جن کو مکرر دیکھنے سے میں یقین کرتا ہوں کہ اس پہلے آدمی کا خط ہے سطروں کلمات کی بندش عبارت کا طرز اور حرف کی صفائی یا انکا بالکل بدخط ہونا یا خوش خط ہونا ذہن میں رہ جاتے ہیں۔ بعض بعض آدمیوں کے دوائر اور کششیں بھی یاد رہ جاتی ہیں اور بعض کے نہیں رہتے جس کے ساتھ کوئی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے ان کے یاد رہ جاتے ہیں۔ خطوں کے ملانے کا مجھ کو موقعہ ہوا ہے چند میرے دوستوں نے میری طرز پر لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن میں ان کے خطوں کو تمیز کر سکتا ہوں خطوں کی پہچان کے لیے ایک دفعہ میں سیالکوٹ میں مبصر کے طور پر

ایک سیشن جج کے روبرو بلایا گیا تھا بخشی رام لبھایا مدعی تھا اور وکٹوریہ پیپر کا ایڈیٹر مدعا علیہ تھا۔ کئی ہزار روپیہ کا مقدمہ تھا یاد نہیں کئی سال ہوئے۔ نتیجہ اسکا وہی ہوا جو میں نے بتایا تھا جن خطوں کا اس مقدمہ میں مقابلہ کرنا تھا میں نے دیکھے ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں کے خط میرے پاس آتے جاتے تھے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ میرے سامنے ہی لکھتے۔ جو طالب علم میرے پاس پڑھتے تھے انکے خطوں کی مجموعی ہیئت بھی یاد ہے سامنے آجائے تو پہچان لوں ان کا نام بھی نہ لکھا ہوا ہوئے تو بھی پہچان لوں بعض کو پہچان لوں خط اے[1] نمبر ۷ کی حیثیت مجموعی کو میں نے دیکھا میں نے پہچانا نہیں کہ کس کا ہے اس خط کے نیچے میرے دستخطی کچھ لکھا ہوا ہے۔ اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے صفحہ ا کے حاشیہ پر جو تحریر ہے میں نہیں پہچان سکتا کہ کس کا ہے پی نمبر[2] ۳ سے پی نمبر ۱۰ تک میں نے پہلے نہیں دیکھے اخیر کے تین خط پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ دیکھے تھے پی نمبر ۱۴ اور پی نمبر ۱۵ میں نے پہلے عدالت میں نہیں دیکھے میں نے پی نمبر ۱۱ اور پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ کا میلان خط کیا ہے ان کے مضمون کی بندش کلموں کی پیوستگی اور طرز ادائے مطلب دیکھ لیا ہے اور یہ تینوں خط ایک کے ہی معلوم ہوتے ہیں ہر ایک شخص کے لیے کلموں کی پیوستگی علی العموم مخصوص ہوتی ہے بعض مل جاتے ہیں یعنی بعضے خط مل جاتے ہیں اے نمبر[3] ۸ اور نمبر ۹ دونوں کارڈ شاید مولوی عبدالکریم کے ہوں جو قادیان میں رہتا ہے کیوں کہ مجھ کو انکے خط کی ہیئت مجموعی سے خیال آتا ہے کہ یہ کارڈ انکے ہوں مجھے ان کے بہت دفعہ

---

[1] اے نمبر ۷ ایک چٹھی ہے منجانب مولوی نورالدین صاحب بنام مولوی کرم الدین۔

[2] مولوی صاحب پہلے اپنے بیان میں لکھا چکے ہیں کہ پی نمبر ۴ سے ۱۴ تک سب دستخطی مولوی کرم الدین ہیں اب سوائے پی نمبر ۱۱، پی نمبر ۱۲، پی نمبر ۱۳، باقی کے دیکھنے سے بھی انکار فرماتے ہیں ان هذا لشی عجاب۔

[3] اے نمبر ۸ کارڈ ہے منجانب قاضی فضل احمد صاحب ایڈیٹر اخبار "چودھویں صدی" بنام مولوی کرم الدین اور اے نمبر ۹ ایک کارڈ ہے منجانب خادم حسین بنام مولوی کرم الدین۔

خط دیکھنے کا موقعہ ملا ہے انکے خط کی ہیئت مجموعی سے مجھے آگاہی ہے۔ اے نمبر ۱۰[1] کارڈ یقیناً مولوی فضل دین مستغیث کا ہے اے نمبر ۱۱ مولوی فضل دین کا معلوم ہوتا ہے مگر میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا اے نمبر ۱۸، اے نمبر ۱۹، اے نمبر ۱۰، اے نمبر ۱۱، ان چاروں کارڈوں کے صرف پتے دکھائی گئے ہیں۔ نزول المسیح اے نمبر ا پیش کردہ ملزم اور نزول المسیح پیش کردہ مستغیث ان دونوں کا خط ایک ہے، ٹائٹل پیج سے بظاہر ایک معلوم ہوتا ہے مگر صفحہ ۸۰ دونوں کا جو میں نے مقابلہ کیا وہ ایک معلوم نہیں ہوتا۔ نیز اس صفحہ پر ایک ہی فٹ نوٹ دیا ہوا ہے اور دوسرے میں نہیں ہے۔ دونوں کاپیوں کا کاتب صفحہ ۴۰ میں ایک ہی معلوم ہوتا ہے صفحہ ۸۰ اور ۹۷ کے کاتب دونوں کاپیوں کے الگ الگ ہیں۔ اب وقت تنگ ہو گیا ہے خزانہ کے کام کا وقت ہے۔ کل پیش ہوئے۔ ۲۴۔۰۶۔۱۹۰۳ء۔

دستخط: حاکم

اگر کوئی کتاب پہلے تھوڑی تعداد میں چھاپنی منظور ہو اور چھپنی شروع ہو جائے اور پھر زیادہ تعداد کی چھاپنی منظور ہو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کاتبوں اور حرفوں میں فرق پڑھ جائے گا یا نہیں قادیان میں میرے خیال میں شاید تین چار مطبع ہیں سوائے ضیاء الاسلام کے۔ ایک الحکم کا مطبع ہے۔ جس کا نام انوار احمد یہ ہے، البدر کا اپنا مطبع ہے جس کا نام یاد نہیں ہے اور ایک شیخ نور احمد کا مطبع ہے جسکا نام بھی مجھ کو معلوم نہیں۔ سب سے پہلے ضیاء الاسلام جاری ہوا ان کے جاری ہونے کی ترتیب مجھ کو معلوم نہیں کیونکہ ایسی باتوں سے مجھ کو دلچسپی نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ الحکم کا مطبع الحکم کے ساتھ جاری ہوا کہ کب البدر کا مطبع البدر کے بعد جاری

---

[1] اے نمبر ۱۰ ایک کارڈ ہے جس کے نیچے خاکسار نورالدین لکھا ہے، بنام مولوی کرم الدین اور اے نمبر ۱۱ خادم حسین کا لکھا ہوا ہے بنام مولوی کرم الدین۔

ہوا۔ مرزا صاحب کو کام کی جب کثرت ہوتی ہے تو شیخ نور احمد کو تلاش کرتے ہیں۔ اس واسطے اس نے ایک کل چھاپہ کی رکھ چھوڑی ہے۔ حضرت صاحب اسکو کئی دفعہ بلاتے تھے۔ حضرت صاحب کی کتابیں مستغیث حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتی ہیں اور ان کے اشتہار بھی حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتے ہیں۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ اجرت کے بارے میں انکا آپس میں کیا معاملہ ہے۔ حضرت صاحب کا اپنا مطبع کوئی نہیں ہے[1]۔ جموں میں جتنی دیر میں رہا اسکی سند یا تحریر میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ جموں کے حاکم اعلیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا تھا کہ ریاست سے چلے جاؤ۔ جب مستغیث قادیان سے چکوال کی طرف گیا معلوم نہیں کتنے دن بعد واپس آیا۔ جو باتیں عام جماعت مرزا صاحب کے متعلق ہوتی ہیں۔ ان کا ذکر زیادہ تر مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتا ہے اور کچھ ظہر کی نماز کے وقت۔ مستغیث نے واپسی پر حضرت صاحب سے اپنی واپسی کا تذکرہ کس وقت کیا مجھ کو معلوم نہیں۔ پہلا خط جب پڑھا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے بلکہ دو دفعہ اسکا ذکر آیا۔ ظہر اور مغرب کے۔ وقت جب بہت سے آدمی اس خط کی بابت اٹھے تو میں نے بھی توجہ کی اس وقت ۷۰، ۸۰، ۹۰ کے درمیان تعداد حاضرین کی ہوگی۔ خط کا ذکر پہلی دفعہ ظہر کے وقت ہوا، جب پہلی دفعہ میں نے سنا خبر نہیں ہے کہ حکیم صاحب کے جانے کا اول دفعہ ذکر ظہر کے وقت آیا یا مغرب کے پھر کہا اول دفعہ انکے جانے کا ذکر ظہر کے وقت ہوا تھا پھر مغرب اور عشاء کے درمیان۔ حکیم صاحب کے جانے کا حکم حضرت صاحب نے کس وقت دیا، یہ مجھ کو اس وقت یاد نہیں حکیم صاحب جو کچھ وہاں سے لائے عدالت میں آنے سے پہلے چھوٹی مسجد میں ظہر کے وقت

---

[1] حضرت صاحب بیان متعلقہ انکم ٹیکس میں مطبع کی آمدنی وخرچ کا حساب بالتفصیل لکھا چکے ہیں اور ملازمان پریس کی فہرست معہ تنخواہ وغیرہ کے مفصل لکھا چکے ہیں اور باوجود اسکے بقول حکیم الامت حضرت صاحب خود بدولت مالک مطبع بھی نہیں ہیں پھر روایۃ استفتیٰ وغیرہ کا ذکر کیوں؟ حالانکہ فضل دین کے مطبع کا تو بقول اسکے کوئی روایہ استفتیا ہے ہی نہیں۔

دیکھا، میں نے منگوا کر الگ دیکھے تھے۔ اعجاز المسیح کو میں نے اس وقت دیکھا تھا اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔ الحکم کو جو میرے مضمون کے متعلق ہو یا اس مضمون کو جو مرزا صاحب نے فرمایا ہو اور میں اس وقت موجود نہ ہوں تو میں اس مضمون کو پڑھ لیتا ہوں سارا اخبار پڑھنے کی مجھ کو عادت نہیں ہے۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء کا الحکم میں نے پڑھا تھا کہ نہیں مجھ کو یاد نہیں جمعہ کے مضمون کی کاپیاں الحکم دکھلا لیتا تھا چھپنے سے پہلے جو لفظ الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء میں حکیم الامت کا لفظ جو میری نسبت لکھا ہوا ہے میں نے نہیں کاٹا، یہ خطاب مرزا صاحب کا دیا ہوا نہیں ہے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے سراج الاخبار میں جو مضمون کرم دین کا چھپا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے کہ مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا گیا کہ نہیں۔ حضرت کی مجلس میں اس مضمون کا ذکر آیا اور آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ یہ لوگ تقویٰ سے کام نہیں لیتے جو مضمون الحکم میں مرزا صاحب کے موافق یا مخالف ہو اسکے پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں۔ اور نہ اسکی ضرورت سمجھتا ہوں، جو نوٹس کرم دین نے مرزا صاحب کو اگر دیا ہو اسکا ذکر میرے سامنے مجلس میں کبھی نہیں آیا۔ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ جہلم کے مقدمات کا مجلس میں کبھی ذکر آیا کہ نہیں ان مقدمات کا جو اس وقت دائر ہیں مرزا صاحب کی مجلس میں میرے سامنے کبھی ذکر نہیں آیا[1]۔ یہ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ خواجہ کمال دین کو مشورہ کے لئے بلایا ہو حکیم صاحب جب کبھی سفر میں جاتے ہیں تو مجھ کو خبر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ جب وہ لکھنؤ کے سفر پر گئے تھے تو مجھ کو خبر نہیں تھی اور نہ وہ مجھ کو کہہ کر گئے، جب وہ جہلم گئے تھے تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ وہاں کی کوئی فرمائش ہو تو لاؤں۔ ایک بیوی انکی قادیاں میں رہتی ہے کئی مہینے ہوئے کہ ان

---

[1] کاہے کو ذکر ہوتا تھا جہلم کے مقدمات کوئی اتنی بڑی بات تھی لیکن حضرت مسیح کے سر پر تو اس وقت قیامت برپا تھی اور دن رات ایک ہوگئے تھے جیسا کہ مواہب الرحمن میں لکھا ہے یجعل نھارنا اغشی من لیلۃ داجیۃ الظلم اور حواری ہیں کہ انکو خبر تک بھی نہیں اچھا یوں ہی سہی۔

کی دو بیویاں یہاں تھیں ۔ سال کے اندر کی بات ہے کہ انکی دو بیویاں یہاں تھیں ۔ معلوم
نہیں ہے انکی دوسری بیوی آجکل کہاں ہے۔ سرقہ کی تعریف جو میں نے کی ہے وہ مرشدی
اور دیگر بیان کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جیسے مطول اکبر مختصر معانی ایک چھوٹی کتاب ہے
مگر بہت مختصر ہے جو تعریف سرقہ کی میں نے سنائی تھی وہ نثر کے لیے عام طور پر ہے اور نظم
میں بھی آتی ہے ہر قسم کی نثر میں بھی آتی ہے۔ مختصر معانی میں عام سرقہ کی تعریف اس جگہ
نہیں لکھی جو مجھ کو وکیل ملزم نے دکھائی ہے۔ اعجاز المسیح پی نمبر ۶ اور سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کا
آپس میں مقابلہ کیا۔ یعنی پی نمبر ۵ کے ۱۸۷ صفحہ تک اور پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۰ سے صفحہ ۸۰ تک
اکثر مقام بعینہ ہیں یعنی جیسے سیف چشتیائی میں ویسے ہی اعجاز المسیح میں کہیں کہیں تھوڑی سی
عبارت سیف چشتیائی میں زیادہ ہے اور کہیں کہیں اعجاز المسیح کے حاشیوں میں زیادہ ہے یعنی
کہیں کہیں بہت خفیف کم وبیشی ہے لفظوں کی کم وبیشی ہے وہ بھی بہت کم۔ اعجاز المسیح کے
صفحہ ایک کے نوٹ سیف چشتیائی میں نہیں ہیں۔

سوال: سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۷۶ کے اخیر تک جو عبارت ہے وہ
اعجاز المسیح کے نوٹوں میں کہیں ہے؟

جواب:[۱] یہ عبارت اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے حاشیہ پر نہیں ہے۔

سوال: نزول المسیح کے صفحہ ۷۲ کے حاشیہ پر جو نوٹ ہے۔ آٹھ سطروں کا وہ آپ پڑھ کر اور
نیز الحکم مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ پر جو نوٹ قبل از خطوط کے تیسرے کالم میں درج ہے،
اس کو پڑھ کر بتائیے کہ دونوں ایک ہیں کہ نہیں؟

جواب: دونوں ایک ہیں، نزول المسیح ابھی شائع نہیں ہوئی اور الحکم شائع ہو چکی ہے پس

[۱] پھر تو مضمون بلکہ ورقوں کا فرق نکل آیا۔ آپ تو لفظوں کی کم وبیشی اور وہ بھی بہت کم فرماتے تھے۔ ۱۲

جس جماعت میں نزول المسیح جائے گی جس میں الحکم پہلے خوب طرح شہرت پا چکی ہے اس
لیے سرقہ نہیں ہے۔

سوال: مشہور اور شہرت سے آپکی کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن کا کوئی کلمہ ان لوگوں کے سامنے جو قرآن جانتے اور حدیث کا کوئی فقرہ جو
حدیث جانتے ہیں شعراء کا کلام ان لوگوں میں جو اس قسم کے اشعار کو پڑھتے ہیں اور ادیب
لوگوں کے فقرے اور کسی زبان کی ضرب المثلیں ان لوگوں میں جو اس زبان کی ضرب
المثلوں اور کلمات کے واقف ہوں اور اسی طرح کسی حکیم کا فقرہ ان لوگوں میں جو حکماء کے
فقروں سے آگاہ ہوں بلا اس کے کہ مصنف کا نام بھی وہ مشہور ہوتا ہے اسی طرح سے کوئی
کلام جب کسی قوم میں شہرت پا جائے وہ کلام مشہور کہلاتا ہے۔ ایک فقرہ کی نسبت دو نقطہ
چینوں کو یا شارحین کو ممکن ہے کہ توارد ہو جائے۔ اعجاز المسیح کو میں معجزہ مانتا ہوں وہ علی العموم
مرزا صاحب کا کلام ہے کہیں کہیں فقرہ خاص کوئی الہام کا بھی ہوگا۔ جو شرائط مرزا صاحب
نے معجزہ کے واسطے بیان کی ہوں ان شرائط کی پابندی سے وہ سارا کام نہیں ہو سکتا، معجز نما
کلاموں میں بھی دوسرے مصنفوں کی عبارات اور فقرات داخل ہو جاتے ہیں۔

جرح ختم ہوئی۔ ۲۵-۶-۱۹۰۳ء۔

دستخط: حاکم

گواہ نے کل اظہار پڑھ کر ایک صفحہ پر اپنی العبد کی اور صفحہ ۵۵ اور صفحہ ۵۶ پنسل
کے نوٹ کر دیئے اور ریڈر کے سامنے نوٹ کئے گئے جن کے مواجہہ میں گواہ نے اظہار
پڑھا۔ **دستخط**: حاکم

الحاصل شہادت گواہان صفائی ملزمان ختم ہونے پر عدالت نے حکم دیا کہ ۲۰ ستمبر کو بحث سنی

جائے گی۔ چنانچہ ۲۰ کو ۱۰ بجے سے خواجہ کمال الدین صاحب وکیل ملزمان نے بحث شروع اور ۴ بجے کو ختم کی۔ مرزائی جماعت خواجہ صاحب کی تقریر پر فدا ہو رہے تھے اور ان کے ہر ایک فقرہ پر جھوم جھوم کر واہ واہ اور سبحان اللہ سبحان اللہ کی آواز انکے منہ سے نکلتی تھی گو اونچی آواز نکالنے سے رعب حاکم مانع تھا۔ ۲۱ کو ۹ بجے صبح سے شروع کر کے ایک بجے تک مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث نے نہایت قابلیت سے واقعات کی بحث کی۔ عدالت نے مولوی صاحب کی تقریر کا فقرہ فقرہ نوٹ کر لیا۔ سامعین مستغیث کی تقریر سن کر حیران ہوئے اور سب قائل ہو گئے کہ لیاقت اسی کا نام ہے مرزائی جماعت کے بہت سے ارکان بھی بیٹھے ہوئے تقریر سن رہے تھے جن میں سے بعض قانون پیشہ اور بعض عہدیداران سول بھی تھے۔ مولوی صاحب کی تقریر سے ساری مجلس متاثر ہو رہی تھی مولوی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر بابو مولا مل صاحب پلیڈر نے قانونی بحث تائید استغاثہ میں بہت پرزور کی عدالت نے حکم دیا کہ یکم اکتوبر کو حکم سنایا جائے گا۔ لیکن یکم اکتوبر کو چونکہ فیصلہ مکمل نہ ہو چکا تھا۔ اس لیے عدالت نے ۱۸ اکتوبر حکم سنانے کے لیے مقرر کی۔

۱۸ اکتوبر کو خلق خدا دور دور سے آخری فیصلہ سننے کیلئے آ گئی اور شہر گورداسپور کے تمام لوگ بھی اپنی اپنی دکانیں وغیرہ بند کر کے آ گئے۔ صاحب مجسٹریٹ نے ایک گارڈ پولیس منگوائی جنہوں نے سویرے ہی کمرہ عدالت کے اردگرد گھومنا شروع کر دیا۔ سب نے وردی پہنی ہوئی، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لی ہوئیں تھیں، جنہوں نے ایک عجیب ہیبت ناک نظارہ قائم کر دیا تھا۔ مرزا جی معہ اپنی جماعت کے ۱۰ بجے کے قریب احاطہ عدالت میں آ پہنچے مرزا جی کی حالت قابل دید تھی، بار بار پیشاب کا دورہ ہوتا اور چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ آخر ۳ بجے کے قریب فریقین کو بلایا گیا مرزا جی کو پیش ہوتے ہی

تازیانہ عبرت

صاحب مجسٹریٹ نے حکم سنایا کہ مرزا غلام احمد ملزم پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کرے یا چھ ماہ قید محض بھگتے اور فضل دین ملزم دو سو روپیہ جرمانہ دے یا پانچ ماہ قید محض میں رہے ہر طرف غل مچ گیا کہ مرزا جی سزایاب ہو گئے اور ایسی نرالی سزا ملی کہ کسی الہام کی بھی تصدیق نہ ہو مرزا جی نے ایک یہ الہام بھی شائع کر رکھا تھا کہ انک لانت یوسف لیکن چونکہ جرمانہ کی سزا ہوئی اس لیے مشابہت یوسفی بھی نہ ہو سکی۔ کیا کسی نبی کو آج تک سزائے جرمانہ ہوئی ہے؟

صاحب مجسٹریٹ کا فیصلہ لکھنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا جی کے اس بیان کی نقل ذیل میں درج کریں جو بمقدمہ ایڈیٹر الحکم انہوں نے بحیثیت گواہ ڈیفنس لکھایا کیونکہ اس بیان کا ذکر اس فہرست میں ہونا ہے جسکا آخیر میں لکھا جانے کا وعدہ ہم کر چکے ہیں لیکن اس بیان کی نقل کرنے سے پہلے مرزا صاحب کی وہ چٹھی جو انہوں نے اخبار عام میں شائع کرائی تھی نقل کی جاتی ہے کیونکہ بیان میں اس چٹھی کا حوالہ ہے۔ یہ چٹھی پڑھنے کے قابل ہے اسکے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا جی محض ایک نفسانی شخص ہوا و ہوس کے بندے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ ہر وقت انہی کی تعریفیں ہوتی رہیں اس چٹھی میں مرزا جی نے بہت سے ایسے جھوٹ لکھے ہیں جن کی تکذیب انکے مریدان باصفا کی تحریرات بلکہ ان کے بیان مصدقہ عدالت سے بھی ہوتی ہے۔ اس چٹھی کے لکھنے کی ضرورت آپکو اسلئے عائد ہوئی کہ سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کے بہرہ لوکل میں ایک مختصر مضمون حسب ذیل شائع ہوا تھا۔

۱۷ جنوری کو جہلم میں اس معرکہ کے مقدمہ کی پیشی تھی جس میں مولوی محمد کرم الدین صاحب مستغیث اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وغیرہ مستغاث علیہ تھے۔ مرزا صاحب کی جماعت ۱۶ کو ۲ بجے کی گاڑی پر پہنچ گئی تھی اس مقدمہ کو سننے کے لیے بے حد خلق

خدا جہلم میں جمع ہوگئی تھی۔ بازاروں اور سڑکوں پر آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔ مولوی محمد کرم الدین صاحب معہ اپنے معزز گواہان کے ۱۰ بجے بگھی کی سواری میں ہمراہی چوہدری غلام قادر خان سب رجسٹرار جہلم و راجہ محمد خان صاحب رئیس سنگھوئی کچہری کی طرف روانہ ہوئے خلق خدا شہر سے شروع ہوکر کچہری تک دورویہ صف بستہ مولوی صاحب موصوف کے دیدار کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔ سب لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے اس مضمون کی نقل اخبار عام مطبوعہ ۲۷ جنوری میں شائع ہوئی اور مرزا جی اس میں اپنے فریق مقابل (مولوی محمد کرم الدین صاحب) کا ذکر پڑھ کر نار حسد سے ایسے جل بھن گئے کہ ایڈیٹر اخبار عام کے نام اپنی دستخطی ایک چٹھی لکھی کہ آپ نے یہ بے نظیر جھوٹ شائع کیا ہے کہ جہلم میں لوگ مقدمہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اور کرم الدین کے دیدار کو بھی آتے تھے بلکہ یہ سب لوگ تو میرے دیکھنے کے لیے آئے تھے وغیرہ وغیرہ۔

اب ناظرین خیال فرمائیں! کہ جو لوگ اہل اللہ ہوں وہ ایسے خواہشات نفسانیہ کے کب مغلوب ہوتے ہیں وہ تو محض بے نفس ہوتے ہیں اور دنیوی اعزاز کو وہ بمقابلہ اس سچی عزت کے جو بارگاہ الٰہی میں ان کو حاصل ہوتی ہے، بالکل ہیچ سمجھتے ہیں۔ خودستائی اور تعلی ان سے کبھی سرزد نہیں ہوتی۔ لیکن مرزا جی ہی وہ شخص ہیں جو چاہتے ہیں کہ دینی اور دنیوی عزتیں انہی کو حاصل ہوں اور ان کے سامنے کسی دوسرے شخص کا نام تک نہ لیا جائے۔ امید ہے کہ ناظرین اس چٹھی کو غور سے پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مرزا جی کو روحانیت سے مس تک نہیں اور وہ نفسانیت کے زنجیر میں از سرتا پا جکڑے ہوئے ہیں۔

مرزا جی کی چٹھی اخبار عام میں

مقدمہ جہلم کی غلط فہمی

ایڈیٹر صاحب! بعد ما وجب آج آپ کے پرچہ اخبار عام مورخہ ۲۷ جنوری میں وہ خبر پڑھ کر جو جہلم کے اخبار سے آپ نے لکھی ہے، سخت افسوس ہوا۔ ہم نے آپکے اخبار کا خریدنا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ اس میں سچائی [1] کی پابندی ہوگی مگر آج کے اخبار میں جس قدر صریح جھوٹ کو آپ نے شائع [2] کیا ہے شاید دنیا میں اسکی کوئی نظیر ہو یا نہ ہو۔ اخبار نویس کا فرض ہے کہ گو بد منقولات کچھ درج کرے تاہم جہاں تک ممکن ہو اسکی تحقیق کرلے کیونکہ ہر ایک روایت قابل [3] اعتبار نہیں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ اکثر لوگ دہریہ طبع ہوگئے ہیں۔ ہر ایک راست پسند کا فرض ہے کہ بے تحقیق خلاف واقعہ لکھ کر اپنے اخبار کی عزت پر بٹہ نہ لگا دیں اب میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ حال واقعی یہ ہے کہ کرم الدین جسکو جہلم کے خود غرض اخبار نے اس قدر اوپر چڑھا دیا ہے ایک معمولی [4] آدمی ہے

[1] آپ یوں کیوں نہیں کہتے کہ آپ کے اخبار کے خریدار ہم اسلئے بنے تھے کہ آپ ہماری نبوت و مسیحیت کی تشہیر میں مدد دیں اور آپکے اخبار کے ہر ایک کالم میں ہمارا ہی ذکر خیر ہوا کرے گا۔ لیکن آپ کے اخبار میں تو ہمارے مخالفین کا بھی ذکر ہونے لگا ہے۔ رہی سچائی کی پابندی سو اس سے جب مسیح الزمان کو ہی کچھ غرض نہ ہو تو اخبار نویس پر کیا الزام آپکی سچائی کی قلعی اسی چٹھی سے کھلتی ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

[2] جس مضمون میں آپکے مخالفین کا تذکرہ ہو، وہ تو ایسا جھوٹ ہوجاتا ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی لیکن جس مضمون میں آپکی مسیحیت نبوت کی بانگ دی جائے اس میں تمام جہان کی صداقتیں بھر جاتی ہیں۔

[3] بس وہی روایت قابل اعتبار ہے جسکے راوی خود بدولت مرزا جی بہادر ہوں یا ان کی امت سے کوئی ہو خواہ مرشد و مریدین اس روایت میں خود ہی ایک دوسرے کی تکذیب کررہے ہوں۔ کما سیاتی ۱۲۔

[4] آج کوئی جا کر حضرت جی سے پوچھے کہ کرم الدین کیسا ایک معمولی آدمی ہے جس نے حضور انور کو دو سال تک آرام نہ لینے دیا اور جس کی لیاقت و قابلیت کے آپ اور آپ کے وکلا بھی معترف ہوگئے۔

نہ گورنمنٹ[1] میں اسکو کرسی ملتی ہے اور نہ قوم نے اس کو[2] اپنا امام یا سردار مانا ہوا ہے محض عام لوگوں میں سے ایک شخص ہے ہاں اپنے گاؤں میں مولوی کر کے مشہور ہے. جس طرح امر تسر[3] لاہور وغیرہ میں بھی بہت سے لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں ہر ایک مسجد کے ملایا واعظ کو لوگ مولوی کہہ دیا کرتے ہیں۔

مگر بقول جہلم کے اخبار کے گویا ہزار ہا مخلوق کرم دین کے دیدار اور زیارت کے لیے اور مقدمہ کے تماشہ کے لیے اکٹھے ہوئے تھے یہ ایک[4] بے نظیر جھوٹ ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ جو تخمیناً تیس[5] ہزار یا چونتیس ہزار کے قریب ہوں گے یہ

---

[1] فرمایئے حضرت کیا آپکو بھی گورنمنٹ سے کرسی ملتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر آپ نے اس وقت حاکم سے کیوں استدعا نہ کی جب گورداسپور میں لالہ آتمارام صاحب کے اجلاس میں دن بھر کھڑے رہنے سے آپکی ٹانگیں خشک ہو جاتی تھیں۔

[2] بیشک مولوی صاحب کو قوم اپنا پیشوا سمجھتی ہے جیسا کہ آپ کے معزز گواہان استغاثہ اس مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اور نیز ان کاغذات سے ظاہر ہوتا ہے جو اسلامی انجمنوں کے اشتہارات شامل مسل ہوئے ہیں ہاں ایسے امام اور سردار قوم آپ ہی ہیں جن پر عرب وعجم کے مسلمانوں نے فتویٰ تکفیر لگا کر دائرہ اسلام سے بھی خارج کیا ہوا ہے ایسی امامت و سرداری آپکو مبارک ہو۔

[3] امرتسر ولاہور وغیرہ میں جو لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں (جنسے آپکی مراد آپ کے مخالف مولوی ہیں) دنیا ان کی عزت و تعظیم کرتی ہے ہاں وہ عزت جسکا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے انکو حاصل نہیں اس عزت کا تمغہ مسیح الزمان کو ہی جچتا ہے اور بس۔

[4] جو کچھ اخبار جہلم میں لکھا تھا وہ بالکل صحیح تھا اگر مرزا جی اور انکے مریدوں کے سوائے کوئی ایک شخص بھی جہلم کا باشندہ اسکی تکذیب کرے تو ہم جوابدہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روز ہزار ہا لوگ مولوی صاحب کی زیارت کیلئے آئے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ کون بہادر شخص ہے جس نے ایک ایسے بڑے دعویٰ (نبوت) کے مدعی کو گرفتار کرا کر جہلم میں منگایا ہے اس بات کو جھوٹ کہنا ایسا بینظیر جھوٹ ہے جسکی تصدیق سوائے مرزا صاحب کے کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ ۱۲

[5] یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو امام الزمان (مرزا جی) کے قلم سے نکلا ہے جسکو عقل بھی باور نہیں کر سکتی بھلا جہلم کے محدود احاطہ کچہری میں تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) ہزار آدمی کس طرح سما سکتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ مرزا جی اپنے بیان میں جو آگے آئے گا اپنے منہ سے اسکی تردید کرتے ہیں چنانچہ وہاں لکھاتے ہیں کہ میری دانست میں دس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اگر مرزا جی کا حلفی بیان سچا ہے تو آپ کے قلم نے جو بیس (۲۴) ہزار کا جھوٹ لکھا ہے کیا اتنے بڑے جھوٹ لکھنے والا بھی امام مجدد، مہدی مسیح کہلانے کے قابل ہو سکتا ہے۔ یہ ہے مسیح الزمان کا جھوٹ نمبر ا۔ ۱۲

سب محض میرے[1] دیکھنے کے لیے آئے تھے۔

جب[2] لاہور سے آگے میرا گذر ہوا تو صدہا لوگ میں نے ہر ایک اسٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس[3] ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذار اسٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے اور پھر جہلم میں سردار ہری سنگھ صاحب کی کوٹھی میں اترا اور قریب سات سو کے میرے ساتھ میرے مخلص دوست تھے تب جہلم اور گجرات اور دوسرے اضلاع سے اس قدر مخلوق میرے دیکھنے کے لیے جمع ہوئی کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا وہ بیان کرتے ہیں کہ چونتیس[4] ہزار یا تیس ہزار کے قریب لوگ ہونگے۔ جب میں کچہری جاتا تھا اور جب کوٹھی آتا تھا تو وہ لوگ ساتھ ہوتے تھے چنانچہ حکام نے اس کثرت کو دیکھ کر دس یا پندرہ کانسٹیبل اس خدمت پر مقرر کر دیئے تھے کہ کوئی امر مکروہ واقع نہ ہو اور خاص جہلم کے تحصیلدار غلام حیدر خاں اس خدمت میں سرگرم ہیں اور دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر بھی اس خدمت پر لگے ہوئے تھے

---

[1] یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب محض آپکے دیکھنے کیلئے آئے تھے۔ کیا آپ نے ایک ایک کو بلا کر پوچھ لیا تھا اور انہوں نے آپکے پاس یہ بیان لکھ دیا تھا کہ وہ صرف آپکی زیارت کیلئے آئے تھے۔ ان کے دل کا حال خدا کو معلوم ہے جو علیم بذات الصدور ہے۔ پھر بلا کسی ثبوت کے آپکا یہ لکھنا کہ یہ سب محض میرے دیکھنے کے لیے آئے تھے جھوٹ صریح ہے۔ جھوٹ نمبر ۲

[2] کیوں حضرت کیا وجہ کہ لاہور سے آگے گذر کر صدہا لوگ ہر ایک سٹیشن پر آپکو دیکھنے جمع ہو گئے اور لاہور سے ورے کوئی بھی سلامی نہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لاہور سے ورے کے لوگ تو سمجھتے ہیں کہ آپ ایک معمولی شخص ہیں اور پیٹ کی خاطر کچھ کی کچھ باتیں بناتے رہتے ہیں ہاں لاہور سے آگے بھولے بھالے لوگ آپکو ایک غیر معمولی شخص سمجھ کر آپکو دیکھنے چلے آئے تو اس سے کیا حاصل۔ عزت تو وہ ہوتی ہے جو گھر میں اور پڑوس میں ہو۔

[3] یہ بھی اس پہلے جھوٹ کا ہم پلہ جھوٹ مسیح الزمان کے قلم سے نکلا ہے بھلا چالیس ہزار کی تعداد لاہور سے جہلم تک کے اسٹیشنوں پر سمانے کی بھی گنجائش رکھتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جھوٹ نمبر ۳۔ ۱۲

[4] یہ وہی پہلا جھوٹ آپکے قلم سے نکلا ہے اس لیے اسکا نمبر بھی مکرر شمار میں آنا چاہیے۔ جھوٹ نمبر ۴۔

ان لوگوں میں سے قریب ایارہ سو آدمی یہیں بیعت میں داخل ہوئے یعنی میرے مرید ہوئے۔ اور باقی کل ۲ مریدان کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے آخر جب مقدمہ پیش ہوا تو میں اپنے وکیلوں کے ساتھ گیا اس وقت میں نے ایک شخص ۳ سیاہ لنگی سر پر حاکم عدالت کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا معلوم ہوا کہ وہی کرم دین ہے مگر تعجب ہے کہ حاکم نے مجھے دیکھتے ہی کرسی ۴ دی لیکن وہ شخص جو بقول اخبار جہلم اس قدر معزز تھا کہ ہزار ہا آدمی اسکو سجدہ کرتے تھے اسکو قریباً چار گھنٹہ ۵ تک حاکم نے اپنے سامنے کھڑا رکھا اور

۱ جہلم میں بارہ سو مرد ماں کا داخل بیعت ہونا بھی ڈبل جھوٹ ہے جسکی تردید مرزا جی کے اپنے مخلص مرید کرتے ہیں۔ اخبار الحکم مطبوعہ ۳۱ جنوری میں لکھا ہے کہ تمام سفر جہلم میں جس قدر زن و مرد نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی انکی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ اور رسالہ ریویو آف ریلیجز مطبوعہ ۲۰ فروری کے صفحہ ۸۰ پر بیعت کنندگان جہلم کی تعداد چھ سو (۶۰۰) درج ہے۔ اب ان شاہدان عدل کی شہادت سے صاف ثابت ہوا کہ مرزا جی کا بیعت کنندگان جہلم کی تعداد بارہ سو لکھنا ایک سفید جھوٹ ہے۔ جھوٹ نمبر ۵۔

۲ یہ بھی صریح جھوٹ ہے جو لوگ اس روز دور دراز سے یہاں مقدمہ کا تماشہ دیکھنے آئے تھے انہیں سے بجز معدودے چند اشخاص کے جو مرزا جی کے مرید ہوں باقی کل آپکے عقیدہ کے مخالف لوگ تھے پھر آپ کا یہ کہنا کہ باقی کل مریدان کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے کیسا صریح جھوٹ ہے۔ اور باقی بعض یا اکثر کی قید ہوتی تو بھی کچھ صداقت کا احتمال ہوتا باقی کل کی قید تو ضرور ہی اس جملہ کو جھوٹا بنا دیتی ہے۔ حضرت جی یہ تو بتائیں کہ وہ ۳۰، ۳۲ ہزار خلقت کس میدان میں جمع ہو کر آپکے پیچھے نماز پڑھ سکتی تھی؟ اس میدان کا بھی پتہ بتایا ہوتا چونکہ حضور والا نے یہ چٹھی ایسے وقت میں لکھی جب غصہ کے غلبہ نے عقل و ہوش ٹھکانہ نہ رہنے دیئے تھے۔ اس لیے ایسی دور دراز قیاس باتیں لکھ کر آپ نے ناحق راستی کا خون کیا۔ جھوٹ نمبر ۶

۳ جناب والا! اس روز آپکے مخالف مولوی نے نہ سیاہ بلکہ سفید زردی لنگی سر پر باندھی ہوئی تھی لیکن صرف حضرت اقدس کی آنکھوں میں فوجداری مقدمہ کی ہیبت سے سارا جہان سیاہ نظر آتا تھا جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں اعتراف کیا ہے وان یجعل نھارنا اغشی من اللیل داجیۃ الظلم (مولوی کرم دین نے چاہا کہ ہمارے روز روشن کو شب دیجور سے تاریک تر کردے) اس لیے آپ نے سفید لنگی کو بھی سیاہ ہی سمجھا اسلئے آپکو اس بارے میں معذور سمجھ کر اس غلط بیانی کا مزید نمبر نہیں دیا جاتا۔ ۱۲

۴ ہائے کرسی ہائے کرسی افسوس آپ کا یہ غرور بھی آخر خدا نے توڑ دیا۔ مرزا جی سچ بتایئے گا لالہ آتما رام صاحب مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں کتنے کتنے گھنٹے آپکو کھڑا رہنا پڑا۔ منشی سنسار چند صاحب نے تو نہ صرف آپکو بلکہ تمام حاضرین کمرہ کے لیے کرسیاں اور بنچیں بچھوا دیں تھیں جن پر ہر کہ و مہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ۱۲

۵ یہ بھی سفید جھوٹ ہے مولوی صاحب بھی کرسی پر ہی بیٹھے رہے تھے۔ صرف بیان لکھانے کے وقت کھڑے ہوئے تھے جس پر چار منٹ بھی نہ خرچ ہوئے تھے چار (۴) گھنٹہ کھڑا رہنا ایسا جھوٹ ہے جسکی تصدیق کوئی شخص بھی نہ کرے گا۔ جھوٹ نمبر ۷۔ ۱۲

آخر دونوں مقدمے اسکے خارج کیے اور پھر غلام حیدر ۱ خاں نے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کے لیے موجود تھے جب میں واپس کوٹھی میں آیا وہ سب میرے ساتھ تھے گویا میری کوٹھی کے اردگرد ایک لشکر اترا ہوا تھا اور سردار ہری سنگھ ۲ صاحب نے سات سو آدمی کی دعوت سے جو نہایت مکلّف دعوت تھی ثواب کا بڑا حصہ لیا یہ واقعات ہیں جن کو عمداً چھپایا گیا ہے۔ آپ پر اعتراض صرف اس قدر ہے کہ آپ نے فراست سے کام نہ لیا کہ کرم دین اس قدر شہرت کا آدمی تھا تو آپکو ایک مدت سے اسکا حال معلوم ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس کو ہزار ہا انسان سجدہ کرتے ہیں وہ چھپ نہیں سکتا اخبار جہلم نے بڑا گندہ ۳ جھوٹ بولا ہے اور واقعات ۴ کو عمداً چھپایا ہے آپکو چاہیے کہ اس جھوٹی نقل کا کچھ تدارک کریں میرے نزدیک اس طرح پر پورے یقین تک پہنچ سکتے ہیں کہ آپ بلا توقف ۵

۱ اسکی تردید منشی غلام حیدر صاحب نے اپنے حلفی بیان میں جو انہوں نے بمقدمہ ایڈیٹر الحکم لکھایا صاف طور پر کردی ہے اسلئے ہم ایک معزز گواہ (جسکو مرزائیوں نے پیش کیا ہے) کے مقابلہ میں مرزا جی کی اس تحریر کو سچا نہیں سمجھ سکتے اور نیز اسلئے بھی کہ مرزا جی نے خود اپنے حلفی بیان میں لکھایا ہے کہ مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے۔ جھوٹ نمبر ۸

۲ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے سردار ہری سنگھ صاحب اس روز جہلم میں ہی نہ تھے جیسا کہ منشی غلام حیدر صاحب نے اپنے بیان میں لکھایا ہے، کوئی دعوت سردار صاحب نے نہیں کی بلکہ تین دن مرزا جی جہلم میں ٹھہرے تھے تینوں دن انکے مریدوں نے ہی دعوت کی چنانچہ ایڈیٹر الحکم نے اپنے اشتہار میں صاف کہا ہے ”مختصراً ہم اپنی جہلم کی جماعت کی مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تین دن تک ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی روزانہ دعوت کا فیاضی سے انتظام کیا“ سو یہ بڑی بے انصافی ہے کہ جن غریبوں نے زر کثیر خرچ کر کے مرزا جی کو پلاؤ، زردے کھلائے انکا نام ہی نہ دارد مفت کا ثواب ملتا ہے تو سردار صاحب کو۔ جھوٹ نمبر ۹۔

۳ اخبار جہلم کو جھوٹ کہنے والے صرف مرزا جی ہیں، جسپر اور کوئی ثبوت انکے پاس نہیں لیکن مرزا جی کے جھوٹ جس قدر اس چٹھی میں ہیں اس کا جھوٹ ہونا ان کے اپنے بیان یا مخلص حواریوں کی تحریرات وغیرہ سے ظاہر ہے پھر آپ خود انصاف کریں کہ گندہ جھوٹ بولنے والا اخبار جہلم ہے یا حضرت مسیح الزمان والا شان دام اقبالہ۔

۴ بیشک جن فرضی واقعات کے لکھنے کی جرأت کی اخبار جہلم انکی گھڑت سے معذور تھا۔

۵ افسوس کہ ایڈیٹر اخبار عام نے امام الزمان کے حکم کی تعمیل نہ فرمائی ورنہ جہلم میں آ کر دریافت کرنے سے انکو معلوم ہو جاتا کہ بے نظیر جھوٹ وہ ہے جو اخبار عام نے سراج الاخبار سے نقل کیا ہے یا وہ چٹھی جو حضور انور نے اخبار عام میں شائع کرائی ہے۔

جہلم چلے جائیں اور غلام حیدر خاں اور ڈپٹی انسپکٹر دیوی سنگھ صاحب اور منشی سنسار چند صاحب ایم اے مجسٹریٹ جن کے پاس مقدمہ تھا اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع اور تمام پولیس کے سپاہیوں اور شہر کے معزز رئیسوں اور بازار کے معزز مہاجنوں سے دریافت فرماویں کہ اس قدر مخلوقات کس کے لیے جمع ہوئی تھی تب آپ پر اصل حقیقت کھل جائے گی اور امیں[1] آپکو اگر آپ جہلم جائیں آمدورفت کا کرایہ اپنی گرہ سے دے دونگا۔ انٹر میڈیٹ کے حساب سے جو کرایہ ہوگا آپ کو بھیج دوں گا۔ اور آپ پوری تحقیقات کے بعد اس خبر کو رد نہیں کریں گے تو پھر آپکے اخبار سے ہمیں دستکش[2] ہونا پڑے گا۔ آپکو واضح ہو کہ ایڈیٹر اخبار جہلم اس گروہ میں سے ہے جو مجھ سے سخت دشمنی رکھتا ہے دوسرے سال میں میری جماعت میں سے اسپر ایک نالش فوجداری کر رکھی ہے اسلئے قابل شرم[3] جھوٹ اس نے شائع کیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس روز کرم دین نے جہلم میں نالش کی اُس دن اسکی زیارت کے لیے کوئی نہ آیا اور پھر جس دن بذریعہ[4] وارنٹ وہ جہلم میں ہی پکڑا گیا اس دن بھی ایک آدمی نے بھی اس کو سجدہ نہ کیا اور کئی بار وہ جہلم میں آیا مگر کسی نے نہ پوچھا لیکن جس دن میں جہلم میں پہنچا تب ہزار ہا آدمی اس کو سجدہ کرنے

---

[1] لیجئے جناب اب آپ اور کیا چاہتے ہیں مرزاجی تو یہاں تک فیاضی دکھاتے ہیں کہ ایڈیٹر اخبار عام کو آمدورفت کا کرایہ بھی عنایت کئے دیتے ہیں اور وہ بھی انٹرمیڈیٹ کے حساب سے فراخدلی اسی کا نام ہے۔

[2] اوہو آپ تو چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آئے اگر حسب منشائے مرزاجی اس مضمون کی تردید نہ ہوئی تو پھر اپنی جانب اخبار بند کردینگے بس آپ کے اخبار بند کرنے کی دیر ہے کہ مالک اخبار کا رزق بند ہو جائیگا اس سے عالیجناب کی وسیع الظرفی کا پتہ ملتا ہے ایسی دھمکیاں تو معمولی حوصلے کے دنیا دار بھی نہیں دیا کرتے۔

[3] اپنے جھوٹوں پر نظر فرما کر بتایئے گا کہ قابل شرم جھوٹ شائع کرنیوالا کون ہے۔

[4] شکر ہے کہ حضور والا کے نام بھی آخر وارنٹ ہی جاری ہوگئے اور ضمانت داخل کرنی پڑی اور اب آپکو دوسروں کی نسبت طنز کرنے سے شرم آئیگی۔

کے لیے موجود ہو گئے حالانکہ وہ جہلم کے ضلع کا باشندہ ہے اور اکثر ضلع میں رہتا ہے اب میں ختم کرتا ہوں اور منتظر رہوں گا کہ آپ اس جھوٹ کا دفعیہ کس پختہ طریق سے کرتے ہیں۔

آپکا ہمدرد خیر خواہ مرزا غلام احمد۔ ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء

نقل بیان مرزا غلام احمد قادیانی

بمقدمہ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و مالک اخبار الحکم بنام ابوالفضل مولوی کرم الدین دبیر۔ و مولوی فقیر محمد مالک سراج الاخبار، مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ مغل عمر[2] ۶۵ سال پیشہ زمینداری سکنہ قادیان بجواب کرم الدین۔

میں مستغیث کو دس یا گیارہ سال سے جانتا ہوں وہ میرا مرید ہے الحکم اخبار مستغیث کی ہے اسکے اپنے پریس سے نکلتا ہے اس پریس کا نام[3] معلوم نہیں ہے۔ (الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء دکھایا گیا) یہ اخبار مطبع[4] انوار احمدیہ سے نکلتا ہے یہ مطبع میرے نام پر منسوب

---

[1] آپکے اس انتظار کو ایڈیٹر اخبار عام نے رفع نہ کیا، بجز اسکے کہ آپکی اصل چٹھی ہی چھاپ دی۔ جس نے حضور اقدس کی صداقت کی ساری قلعی کھول دی ہے۔

[2] آپ اپنی کتاب اعجاز احمدیہ کے صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہوتے وقت آپکی عمر اسکی عمر کے برابر تھی اور اسکی عمر ۶۴ سال اس وقت تھی تو پھر نہایت تعجب ہے کہ اس وقت سے قریب ۱۲ سال کے بعد پھر آپکی عمر ۶۵ سال ہے گویا ۱۲ سال میں آپکی عمر میں صرف ایک سال کا اضافہ ہو۔ وھذا شیء عجیب بہر حال یا اعجاز احمدی کی تحریر جھوٹی ہے یا یہ بیان جھوٹ ہے۔ جھوٹ نمبر ۱۰

[3] ناظرین غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پریس کا نام معلوم نہیں ہے یہ کہاں تک سچ ہو سکتا ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ انوار احمدیہ پریس جس میں الحکم چھپتا ہے اس سے مرزا صاحب لاعلم ہوں کیونکہ اس میں آپکی متعدد تصانیف شائع ہوئیں اور اخبار الحکم جس میں آپکے دربار صبح و شام کی کیفیت روزانہ چھپتی ہے اس پریس سے ہفتہ وار نکلتا ہے، یہ لاعلمی صرف اس لئے ظاہر کی گئی تھی کہ آپ اخبار اور پریس سے بالکل بے تعلق ثابت ہوں۔ جھوٹ نمبر ۱۱۔

[4] پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا جب آپ جانتے تھے کہ زبردست کو پیچھو (جرح کنندہ) نے زبردستی سے بھی بلا لینا ہے۔

ہے بحیثیت مسیح و مہدی کے میرا لقب حکم بھی ہے نام اخبار میں وہی الفاظ[1] ہیں۔ (روئیداد جلسہ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء اے نمبر ۱۳ مقدمہ دفعہ ۴۲۰ کا صفحہ ۳ دکھایا گیا) اسکے سطر ۱۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اخبار جاری کرنے کی تجویز ہوئی تھی نیز مطبع کے صفحہ ۲۰ سے ظاہر ہے کہ مطبع کیلئے چندہ جمع ہوا تھا صفحہ ۱۹ سے ظاہر ہے کہ ایک پرچہ اخبار بھی شائع ہوا کرے گا۔ اس تجویز کے بعد پہلے الحکم[2] قادیان سے جاری ہوا اور بعدہ البدر۔ یاد نہیں کتنا عرصہ بعد الحکم کے البدر جاری ہوا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرتا ہے (نوٹ[3]: پہلے گواہ نے کہا تھا کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا) معلوم[4] نہیں الحکم کا مطبع کبھی میرے مکان میں رہا ہو۔ کسی پریس[5] واقعہ قادیان سے میرا ذاتی تعلق نہیں ہے۔

---

[1] ذرا غور فرمایئے گا الہام الزمان کس ایر پھیر کیساتھ سوال کا جواب دیتے ہیں بجائے اسکے کہ صاف طور پر کہہ دیتے کہ اخبار میرے ہی لقب حکم پر نامزد ہوا ہے آپ جواب لکھاتے ہیں تو کس طرز سے کہ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں، اس جواب سے حضرت ہی کی علمی لیاقت کی بھی قلعی کھلتی ہے۔ حکم ایک لفظ ہے نہ بہت الفاظ، پھر آپکا فرمانا کہ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ آپکو مفرد اور جمع کی تمیز بھی نہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر علمی پردہ دری اور ذلت کیا ہوگی۔ جرح کے چکر میں آکر ہوش و حواس ایسے کھو بیٹھے کہ حکم ایک لفظ کو الفاظ سے تعبیر کرنے لگے، اگر وہی حروف کہتے تو کوئی وجہ ہوتی وہی الفاظ کہنا تو ایک شرمناک غلطی ہے۔ (مرزائیو کوئی جواب دے سکتے ہو؟)

[2] اس سے تو صاف ثابت ہے کہ چندہ کرکے آپ نے اسی سے اخبار جاری کیا حالانکہ آپ فرماتے ہیں کہ الحکم اخبار مستغیث کا ہے اور اسکے اپنے پریس سے نکلتا ہے۔

[3] عدالت کا یہ نوٹ مرزا صاحب کی صداقت کیلئے ایک ایسا تمغہ ہے جو قیامت تک آپکی سچائی کو ظاہر کرتا رہیگا آپ خود فرما چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ (دیکھو بیان مرزا جی بمقدمہ فضل دین) عدالت نے آپکی نسبت صاف نوٹ کیا ہے کہ آپ ایسے راستباز ہیں کہ عدالت کے سامنے سر اجلاس پہلے یہ کہہ کر کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا۔ پھر آپکو صداقت صداقت کہتے شرم نہیں آئیگی۔ جھوٹ نمبر ۱۲

[4] یہ معلوم نہیں راستی کا خون کس غرض سے کیا گیا ہے بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کے مکان میں کوئی کارخانہ جاری رہا ہو اور اسکو علم تک نہ ہو کہ اس کے مکان میں کارخانہ رہا یا نہیں۔ الحکم کا مطبع پہلے مرزا صاحب کے مکان میں ہی جاری ہوا اور ایک عرصہ رہا اور اسی لئے جرح کنندہ نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ یہ کارخانہ درحقیقت آپ ہی کا ہے یہ سوال اٹھایا تھا جس کا جواب بالکل غلط دیا گیا۔ جھوٹ نمبر ۱۳۔

[5] حالانکہ آپ کے اس بیان کے رو سے جو آپ نے بمقدمہ انکم ٹیکس شیخ تاج الدین صاحب تحصیلدار کے سامنے لکھایا تھا۔ صاف ثابت ہے کہ مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان آپ ہی کا مطبع ہے چنانچہ آپ نے اسکی آمد و خرچ کی وہاں تفصیل بھی بتادی ہے پھر اگر آپکا وہ بیان درست ہے تو آپ کا یہ فرمانا کہ کسی پریس واقعہ قادیان سے آپکا تعلق نہیں ہے، صاف جھوٹ ہے۔ جھوٹ نمبر ۱۵

الحکم سے میرا کسی طرح کا تعلق[1] نہیں ہے۔ میں الحکم میں الہامات شائع نہیں کراتا عام طور پر لوگ شائع کردیتے ہیں شاذ و نادر کوئی مضمون میں کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں (مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۹ دکھایا گیا) سطر ۷ میں درج ہے کہ میں نے شائع کیا جو مجھ پر خواب آئی اور مجھے الہام ہوا۔ اس کے ظہور سے پہلے اخبار الحکم میں میں اخبار نویسی کو معزز اور راست[2] بازی کا پیشہ سمجھتا ہوں کسی ایڈیٹر کی نسبت جس نے کوئی امر خلاف واقعہ نہیں لکھا یہ کہنا کہ اس نے جھوٹ لکھا ہے، اس سے اسکی توہین ہوتی ہے اور اگر خلاف واقعہ لکھا ہے تو یہ کہنا کہ اس نے خلاف واقعہ لکھا ہے اسکی کوئی توہین نہیں ہے جو ایڈیٹر سچے واقعات لکھتا ہے اور دوسرا جھوٹے واقعات لکھتا ہے دونوں کی حیثیت میں فرق ہوگا۔ اول الذکر قابل عزت ہوگا آخر الذکر قابل عزت نہیں ہے۔

جو ایڈیٹر جھوٹے واقعات عمداً لکھنے میں شہرت پاچکا ہے اسکی نسبت یہ کہنا کہ تو نے جھوٹے واقعات لکھے ہیں، اسکی توہین نہیں ہوتی۔ یہ مقدمہ غالباً[3] میرے مشورہ سے دائر ہوا ہوگا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے دینی امور میں میرے مشورہ سے کام کرتے ہیں خانگی

---

[1] یہاں تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ الحکم سے مجھے اسقدر بے تعلقی ہے کہ میں اس میں کوئی الہام بھی خود شائع نہیں کراتا لوگ ہی شائع کردیتے ہیں لیکن جب مولوی صاحب جرح کنندہ کے ہاتھ میں کتاب مواہب الرحمن دیکھی تو آپ کو وہ فقرہ یاد آگیا، ثم اشعت کلما رایت فی جریدۃ یسمی الحکم ...... الخ تو پھر یہ کہہ دیا کہ شاذ و نادر کوئی مضمون کبھی کبھی شائع کردیتا ہوں کیسے راستبازوں کا یہی وطیرہ ہوتا ہے، افسوس۔

[2] لیکن آپ اپنی کتاب الہدیٰ میں اسکے برخلاف تحریر فرما چکے ہیں۔

[3] مقدمہ کا مشورہ دینے کی نسبت غالباً کی قید لگانا اور کہنا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے بھی بالکل غلط ہے ساری خلقت جانتی ہے کہ مقدمہ آپنے دائر کرایا اور وکیل وکلا، سب آپ کے حکم سے پیروی کے لئے گئے، پھر آپ کیوں صاف نہیں فرماتے۔ یقیناً میرے مشورہ سے مقدمہ دائر ہوا۔ جھوٹ نمبر ۱۶

امور میں اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں میں نے اس مقدمہ کے لیے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا۔ لیکن جو چندہ اس سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دیدیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے۔ اس امید پر کہ مستغیث میرا مرید ہے میں نے لکھا ہے کہ وہ مقدمہ داخل دفتر کرانے کی بابت میرا کہنا مان لے گا۔ اشتہار ۱۴ جون ۱۹۰۴ء مدخلہ ملزم میری طرف سے ہے۔ اس نے میرے اوپر جہلم میں مقدمہ کیا تھا۔ اس میں مستغیث حال بھی ملزم تھا۔ میں نے سنا[2] تھا کہ غلام حیدر تحصیل دار واسطے انتظام کے بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر آیا تھا۔ میری دانست میں دس[3] ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ کئی سو آدمی مرد و عورت جہلم میں میرے مرید ہوگئے تھے۔ غلام حیدر مرید نہیں ہوا مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے یا نہیں (اخبار عام ۲ فروری ۱۹۰۲ء دکھایا گیا) اس کے صفحہ ۴۔۵ پر مضمون مقدمہ جہلم کی غلط فہمی میرا ہے اس میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ پھر تحصیل دار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے لوگ کہتے تھے کہ قریباً تمیں[4] ہزار (۳۰۰۰۰) آدمی ہونگے۔

---

[1] شاید آپ کا یہ کہنا کہ میں نے اس مقدمہ کیلئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا۔ تو شاید مان لیا جائے کیونکہ آپ اپنی جیب خاص سے ایک پائی بھی خرچ کرنیوالے نہیں لیکن آپکا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دیدیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے کیونکہ یہ امر محال ہے کہ جو چندہ سلسلہ میں وصول ہو وہ آپکی بے اجازت دیا جائے، اور آپکو اسکی خبر نہ ہو۔ جھوٹ نمبر ۱۷

[2] یہ سنا تھا کہنا اس غرض سے ہے کہ غلام حیدر سے بے لگاؤ ہونا ثابت ہو حالانکہ چٹھی مطبوعہ اخبار عام میں صاف طور پر لکھا چکے ہیں کہ پھر تحصیلدار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ہزار ہا آدمی دکھائے جو میرے دیکھنے کیلئے موجود تھے، ناظرین انصاف کریں کہ کیا یہی آیت ولا تکتموا الشهادة کی تعمیل ہے۔

[3] حالانکہ چٹھی میں آپ تمیں پچیس ہزار آدمی شائع کرچکے ہیں۔ شرم شرم

[4] اب جب چٹھی دکھائی گئی اور آپکی آنکھ کھلی تو آپ گویا تحقیق اس طرح دینا چاہتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ قریباً تمیں ہزار (۳۰۰۰۰) آدمی ہونگے، جب آپ اپنے بیان میں دس ہزار کی تعداد بتلاتے ہیں تو پھر لوگوں کے غلط اندازہ تمیں پچیس ہزار کو اخبار عام میں آپنے کیوں شائع کرایا اور صحیح اندازہ سے اسکو کیوں تعبیر کیا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ کفی بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع.

اس وقت میرے مرید دو لاکھ[1] سے زائد ہونگے۔ (تحفہ غزنویہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء دکھایا گیا) اسکے صفحہ ۱۷ پر درج ہے کہ تمیں (۳۰۰۰۰) ہزار آدمی کی جماعت اب میرے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ (تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۳ دکھایا گیا) اس میں لکھا ہے کہ میری امت میں سے تمیں ہزار کا نام خرد جال رکھا ہے اس وقت تمیں ہزار آدمی میرے مرید تھے (تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶، اکتوبر ۱۹۰۲ء کا صفحہ دکھایا گیا)۔ اس میں لکھا ہے تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ مختلف مقامات میں یہ کتاب بھی میرے تصنیف ہے نیز تحفہ گولڑویہ (مواہب الرحمن صفحہ ۱۲۰ دکھایا گیا) اس میں لکھا ہے کہ جماعت

---

[1] تعداد مریداں کی نسبت مرزا جی اور ان کے مریدوں کے بیانات میں عجیب گڑبڑ ہے، اور اس قدر مبالغہ اور جھوٹ سے کام لیا گیا ہے جس کی کوئی نظیر بمشکل مل سکے، ۱۹۰۰ء میں جب منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار انکم ٹیکس کے مقدمہ کی تحقیقات کے لئے قادیاں میں گئے ان کے سامنے تعداد مریدان ۳۱۸ بتائی چنانچہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں تعداد مریدان مرزا صاحب تمیں ہزار لکھی جیسا کہ اپنے اس بیان میں تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن کتاب تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ بتائی گئی اب اگر تحفہ غزنویہ کی تحریر سچ ہے تو تحفہ ندوہ کی تحریر صریح جھوٹ ہے، کیونکہ دونوں کتابیں ایک ہی سن اور ایک ہی ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی ہیں، پھر مواہب الرحمن میں جو ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں تصنیف اور طبع ہوئی اس میں بھی وہی تعداد ایک لاکھ سے زائد بتائی گئی پھر الحکم ۷ مئی ۱۹۰۳ء میں دو لاکھ کی تعداد بتائی گئی، گویا تین ماہ میں ایک لاکھ کی تعداد بڑھ گئی لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں جو مرزا جی کی تحریر چھپی ہے اس میں تعداد مریدان تین لاکھ بتائی گئی ہے، مگر ۶ جولائی ۱۹۰۴ء جس روز مرزا جی پر بیان حلفی ہوا آپ تعداد مریدان دو لاکھ بتاتے ہیں۔ اب اگر یہ بیان درست ہے تو اس سے ایک سال پہلے الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں تین لاکھ تعداد بتانا ایک بے نظیر جھوٹ ہے، اور ہاں ہم جب آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ تعداد کس بناء پر آپ بتاتے ہیں کیا آپ کے پاس کوئی رجسٹر ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں اب اس موقعہ پر اکاذیب کے نمبر بے تعداد ہوجاتے ہیں لیکن ہم رعایتاً ایک نمبر اس جھوٹ کا لگاتے ہیں جو تحفہ غزنویہ اور تحفہ ندوہ کے تعارض سے پیدا ہوا دوسرا وہ جو مرزا صاحب کے بیان حال اور الحکم ۱۰ جولائی والی تحریر کے تخت تعارض ظاہر ہوتا ہے، اور تیسرا نمبر وہ شمار کرتے ہیں جو آپکے اس بیان کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں ہے اور پھر باوجود عدم ثبوت کے تعداد بیان کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے آپکے جھوٹوں کی تعداد کا آخری نمبر ۲۰ ہوگیا۔

ہماری ان تین برسوں میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ کتاب ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کی ہے اور میری تصنیف ہے۔ (الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا صفحہ ۱۰ دکھایا گیا) اس میں بروئے مردم شماری کے کاغذات کے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت تین سو تیرہ ہیں یا ایک لاکھ کے قریب ہے میں نے کاغذات نہیں دیکھے میں نے اندازاً کہا ہے (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ دکھایا گیا) اس میں لکھا ہے کہ ۱۰ فیصد بھی الحکم لینے والے ہوں تو دو لاکھ کی جماعت الحکم کی اشاعت بیس ہزار ہونی چاہئے (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ دکھایا گیا)۔ اس میں تعداد ہماری جماعت کے قریباً تین لاکھ لکھی ہے۔ (الحکم مذکور دکھایا گیا) اس میں بطور تقریر میری کے لکھا ہے۔ (ایک واقعہ کا اظہار دکھایا گیا) اس میں تعداد مریداں دو لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ یہ ۱۴ جون ۱۹۰۴ء کی تصنیف میری ہے۔ میرے ~~ا~~پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں ہے~~ل~~ لیکن مولوی صاحب عبدالکریم نے ایک ایسا رجسٹر چند ماہ سے بنوایا تھا شاید ۱۰ ماہ سے بنوایا ہے۔ مریدان آمدہ سے تعداد معلوم ہوتی ہے۔ مسمّی شہاب الدین موضع بھین میں میری مریدی ظاہر کرتا ہے وہ ملزم کا شاگرد ہے میں نے صرف سنا ہے کہ شہاب الدین مریدی کے خط بنام مولوی عبدالکریم بھیجتا رہا ہے شہاب الدین قادیان میں ہرگز

۱ لیکن آپ کا خاص الخاص حواری مولوی عبدالکریم اپنے اس بیان میں جو اس نے بمقدمہ فضل دین ۱۲ جولائی ۱۹۰۳ء کو لکھایا۔ آپ کے اس بیان کو جھوٹا ثابت کرتا ہے چنانچہ اس نے صراحت سے لکھا دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر ہے جو اور صاحب کے سپرد ہے ملاحظہ ہو کیفیت مقدمہ اولی۔ تو اب اگر عبدالکریم سچا ہے تو مرزا جی نے اس بیان میں ۳ جھوٹ بولے پہلا یہ کہنے میں کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں ہے دوسرا یہ کہنے میں کہ مولوی عبدالکریم نے رجسٹر بنایا ہے، تیسرا یہ کہ ۱۰ ماہ سے وہ رجسٹر بنا ہے حالانکہ مولوی عبدالکریم کا بیان آپ کے اس بیان سے پہلے ایک سال لکھا گیا اور اس وقت وہ رجسٹر کا موجود ہونا اور دوسرے کے سپرد ہونا بیان کر چکا ہے اب آپ کے جھوٹوں کا نمبر ۲۳ تک پہنچ گیا۔

نہیں آیا۔ نہ اس ~~ا~~نے مجھے مریدی کا خط لکھا ہے۔ (الحکم مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶ دکھایا گیا) اس میں شہاب الدین سکنہ بھین کا نام زیر بیعت درج (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶ دکھایا گیا) اس میں چند نام سکنہ بھین ~~۲~~ کے درج ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔ ۶ جولائی ~~۱۹۰۴ء~~۔

دستخط: حاکم

الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱ کالم اول پر جس خط کا ذکر ہے معلوم نہیں کہ یہ خط میرے نام آیا تھا یا مولوی عبدالکریم کے نام (پہلے ۳ کہا تھا کہ یہ خط مجھے پہنچا تھا) مجھے یاد نہیں ۴ کہ یہ میں نے کہا یا نہیں کہ اسکو کہہ دو تمہاری دھمکی تم پر ہی پڑے گی یا دوسرے مولویوں پر۔ جو دوسرے مولویوں پر پڑا ہے وہی تم پر پڑے گا۔ الحکم ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ نمبر ۶ پر جو واقعہ درج ہے مجھے ۵ یاد نہیں کہ صحیح ہے یا نہیں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں ۶/۱۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے سراج الاخبار کے پرچے یعقوب علی کے نام پہنچے تھے۔ اور میرے روبرو پڑھے

۱ جب اس نے آپکے نام مریدی کا کوئی خط نہیں لکھا تو پھر آپ کا الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء میں اس کا نام بیعت کنندگان میں شائع کرنا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے، اور چونکہ ایڈیٹر الحکم کی یہ جرأت نہیں کہ بغیر اجازت آپ کے وہ کسی کا نام مریدوں میں شائع کرے اس لئے یہ جھوٹ بھی آپ کی طرف ہی منسوب ہوگا، جھوٹ نمبر ۲۴

۲ جن آدمیوں کے نام الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء میں لکھے گئے، اور انکی سکونت بھین لکھی گئی ان ناموں کے کوئی آدمی موضع بھین میں ہرگز نہیں ہیں، اگر مرزا جی یا انکا کوئی مرید ثابت کردے کہ بھین میں ان ناموں کے کوئی آدمی ہیں تو ہم انکو پانسو روپیہ انعام دینے کا مؤکد وعدہ کرتے ہیں، یہ جھوٹ صریح جو الحکم میں شائع ہوا یہ بھی آپکی ہی طرف منسوب ہوگا، جھوٹ نمبر ۲۵

۳ عدالت کا یہ ثبوت آپ کے لئے دوسرا تمغہ صداقت ہے کہ آپ ایسے راستباز ہیں کہ عدالت میں پہلے کچھ کہتے ہیں اور پھر برخلاف اسکے کچھ اور کہہ کر اپنی راست بیانی کا ثبوت دیتے ہیں۔ لیجئے حضرت مبارک بعد مبارک، جھوٹ نمبر ۲۶۔

۴ دیکھنا حضرت مسیح الزمان کا یہ "یاد نہیں" کا ورد کہاں تک ٹھیک ہے جہاں آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی بات برخلاف پڑتی ہے وہاں یاد نہیں کہہ کر ٹال دیتے ہیں بہت اچھا، ہم یہ بات آپ کے ایمان پر چھوڑتے ہیں حالانکہ آپکے اخبار الحکم میں آپکی طرف سے ایسا کہنا چھپا ہوا موجود ہے پھر آپ فرماتے ہیں یاد نہیں۔

۵ اس یاد نہیں کی نسبت پھر وہی عرض ہے جو پہلے لکھا جا چکا ہے اتنا بڑا واقعہ ہو اور دوسرے مرید اپنی شہادت میں اسکی تصدیق بھی کریں لیکن آپ یاد نہیں کہہ کر "اظہار حق" سے کنارہ کش ہوں۔ افسوس ہے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۱۲

گئے تھے اسکی وجہ یہ تھی چونکہ پہلے کرم الدین نے ایک خط میرے نام لکھا تھا جو۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کا تھا کہ پیر مہر علی شاہ نے جو کتاب سیف چشتیائی بنائی ہے وہ مولوی محمد حسن بھین کے نوٹ چرا کر بنائی گئی ہے۔اب ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا مضمون جو کرم الدین نے شائع کیا ایسا ہی ۱۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ وہ خطوط جعلی ہیں میری طرف سے نہیں ہیں۔ جب کرم دین کے نام سے وہ مضمون تھا تو یقین کیوں نہ ہوتا مجھے کوئی نظیر یاد نہیں ہے کہ ایک اخبار کا ایک شخص نامہ نگار بھی ہو اور ہفتہ وار اخبار بھی پہنچتی ہو۔ پھر دوسرا شخص اس کے نام پر مضمون چھپا دے اور وہ اس حال تک خاموش رہے۔ کتاب حقیقت المہدی میری بنائی ہوئی ہے صفحہ ۱۵ اسکا میں نے دیکھ لیا ہے۔ عبارت ذیل اس میں درج ہے۔اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی لاہوری اور ابوالحسن تبتی کے نام سے چھپوا دیئے۔ ایسا کرنے والا محمد حسین تھا۔ نزول المسیح صفحہ ۶۷ پر عبارت ذیل حاشیہ پر درج ہے میں نے بھی اسی قدر مضمون لکھا تھا کہ مجھے آج ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھین سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھین کا خط ملا اس خط کا لفافہ مولوی عبدالکریم کے نام تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ یہ خط مولوی عبدالکریم نے مجھے دیا یا نہیں پڑھا گیا تھا۔ نزول المسیح صفحہ ۲۷ پر درج ہے کہ شہاب الدین کچھ ارادت[1] رکھتا ہے اسلئے پیر مہر علی کے سرقہ کے برآمد کرانے کے لیے کوشش کی اس خط کے علاوہ میرے نام اور کوئی خط نہیں آیا مجھے یاد نہیں ہے ملزم کرم دین کا خط میرے نام آیا تھا اور اسکا لفافہ میرے نام تھا۔ وہ خط پڑھ کر میں نے مولوی عبدالکریم کو دے دیا۔ سراج الاخبار مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲ کالم اول میں راقم

[1] حالانکہ آپ اپنے بیان حلفی میں برخلاف اسکے کہہ چکے ہیں کہ وہ آپکا مرید نہیں نزول المسیح والی تحریر جھوٹ کہیں یا بیان کو دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے نا؟ جھوٹ نمبر ۲۔

مضمون لکھتا ہے کہ الحکم کا پرچہ ایڈیٹر نے اس کے پاس نہیں بھیجا۔اس بات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جھوٹے اور فرضی خط میرے اور میرے شاگرد میاں شہاب الدین کے نام سے اس اخبار میں درج کئے ہیں اسی اخبار کے صفحہ ۶ سطر ۳ میں لفظ اور کا کلمہ ابتداء کے واسطے ہے عطف کے واسطے نہیں[1] پچھلے فقرہ کے ساتھ اور کسی بعد کے فقرہ کا تعلق ہے۔ میں نہیں[2] جانتا کہ اور کس قسم کا ہے اگر اور کا کلمہ عطف کا ہو تو اس کے مابعد کا جملہ معطوف اور یہ جملہ معطوف علیہ ہوگا۔ ہر حال[3] میں معطوف تابع معطوف علیہ کا نہیں ہوتا۔ سطر تین میں اور کے لفظ کے مابعد کا جملہ پہلے جملہ کا تابع نہیں ہے مابعد والے میں زیادہ بیان ہے ماقبل میں کم۔ جھوٹ اور افتراء کلام کے مفہوم سے تعلق رکھتا ہے جو نہیں الفاظ سے نکالا جاتا ہے۔ اخبار سراج الاخبار ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ میں یہ شعر:

کچھ جھوٹے خطوط گھڑ کے خود ہی — یہ بات ہے ملک میں اڑائی
پہنچے ہیں خطوط مجھ کو بھی ان سے — فیضی کی ہے ہتک جن میں پائی

میں ان خطوط[4] کا ذکر ہے جن سے فیضی کی ہتک پائی گئی۔ ان دو شعروں میں

[1] ساری دنیا جانتی ہے کہ اور کا کلمہ عطف کے واسطے ہوتا ہے لیکن امام الزمان اس سے انکار کرتے ہیں کیوں اسلئے کہ اگر حرف عطف میں تو مستغیث کے استغاثہ میں سقم آتا ہے واہ صاحب واہ چہ خوش۔

[2] کس قدر شرم کی بات ہے کہ باجود از عاہمہ دانی کے آپ کی لیاقت وقابلیت کا یہ حال ہے کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ اور کہ میں کہ کس قسم کا ہے ع بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

[3] یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا تابع ہوتا ہے لیکن مرزا جی کی علمیت پر ہزار افسوس ہے کہ آپ یہ بھی جانتے کہ معطوف تابع معطوف علیہ کا ہوتا ہے۔ ع چو باتنگ دلی ہو لم از دور بود۔ — ہلیت ورم عیب مستور بود
مرزائیو! کیا اپنے مرشد کی یہ علمی پردہ دری دیکھ کر پھر بھی آپکے اعتقاد میں کچھ فرق نہ آئیگا۔

[4] اگرچہ آپ کا یہ کہنا مستغیث کے مفید مطلب نہ تھا، اور آپ ایسا کبھی کہنے والے نہ تھے لیکن مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کسی طرح راستی کے طرف جھکنے والے نہیں ہیں تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان اشعار کی آپ ترکیب بتائیں تب مرزا جی نے سمجھا کہ ترکیب تو ہو سکے گی نہیں اور مفت کی پردہ دری ہوگی، چلو اسکے مفید مطلب بات کہہ کر جان چھڑالو تب آپ یہ بیان کرنے پر مجبور ہو گئے ع ''جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے''۔

انہی دو خطوط کا گھڑ نا لکھا ہے۔ صفحہ ۵ میں جو اشعار ہیں ان میں صرف انہیں خطوط کا ذکر ہے جن میں فیضی کی ہتک پائی جاتی ہے۔

سوال: جو خط شہاب الدین کا ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار صفحہ ۶ پر چھپا ہوا ہے۔ کہ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ کسی فتنہ باز نے محض شرارت سے یہ چالبازی کی تھی خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس قسم کی عادت سے بیزار ہوں میں نے کوئی خط نہیں لکھا جس میں یہ لکھا گیا ہو کہ مولوی صاحب مرحوم کی موت ایسی ہوئی تو اس عبارت میں راقم خط اس خط کو چالبازی قرار دیتا ہے اور اسکے لکھنے سے انکار کرتا ہے جو الحکم میں فیضی کی ہتک کے متعلق چھپا یا نہیں (وکیل استغاثہ کا اس سوال کی نسبت اعتراض کرتا ہے مگر جو حوالہ پیش کیا گیا ہے اسکی تائید میں وہ اسکی قطعی ممانعت نہیں کرتا اسلئے سوال پوچھنے کی اجازت دی گئی)۔

(حوالہ جلد ۶، الہ آباد صفحہ ۲۲۰)۔

جواب: اس خط میں شہاب الدین اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی خط میرا بھیجا گیا ہو جو الحکم میں درج کیا گیا جسمیں مولوی محمد حسن کی ہتک لکھی گئی ہو یاد نہیں کہ جس وقت مضمون نظم سنایا گیا تھا اس وقت خط بھی سنایا گیا کہ نہیں۔ میں نے شہاب الدین کو ملزم گردانے جانے کا مشورہ نہیں دیا۔

دستخط: حاکم

نوٹ: اب پانچ بج گئے ہیں۔ اس لیے پرسوں یہ مقدمہ پیش ہو۔ ۱۸ جولائی ۱۹۰۴ء۔

دستخط: حاکم

نوٹ: ہماری آنکھوں میں درد ہے اسلئے بمواجہ اور سماعت خود مسلخواں سے بیان تحریر کرایا ۲۰ جولائی ۱۹۰۴ء فریقین حاضر۔ مولوی کمال دین و منشی محمد علی وکلاء استغاثہ۔

دستخط: حاکم

گواہ صفائی نمبرا: باقرار صالح۔ مرزا غلام احمد میں نے کرم الدین ملزم کو کبھی لکھتے ہوئے نہیں دیکھا جس خط کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے پہلے کوئی خط و کتابت ملزم کے ساتھ میری نہیں ہوئی۔ میں ملزم کے خط کی پہچان بھی نہیں سکتا۔ بیان مؤرخہ ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین روبروئے رائے چندلال صاحب میں نے سن لیا وہ بیان میرا ہے، اور درست ہے۔ اے نمبر ۳ میں نے پڑھ لیا ہے اس میں پہلا خط میرے نام ہے اور دوسرا مولوی عبدالکریم کے نام۔ میں نے کوئی خط مشمولہ خط اول ہاتھ سے نہیں لکھا، لکھوا دیا تھا۔ مولوی عبدالکریم نے لکھا اس واسطے میں نے کہا ہے کہ میرا قاعدہ ہے کہ انہیں سے یعنی مولوی عبدالکریم سے ہر ایک خط لکھوا دیا کرتا ہوں مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کوئی خط مولوی عبدالکریم سے لکھوایا ہو۔ اگر لکھا ہوگا تو میری اجازت سے لکھا ہوگا مجھے یاد نہیں کہ کوئی خط میرے نام آیا کہ نہیں[2]۔ کارڈ پی نمبر ۵ وہ کارڈ ہے جو مولوی کرم الدین کے خط میں مجھ کو ملا ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کو لکھا ہے (پہلے یہ کہا تھا کہ یہ کارڈ پی نمبر ۵ پیر مہر علی شاہ کے خط میں پہنچا) نزول المسیح صفحہ ۶۸ سطرے پر یہ عبارت درج ہے۔ اور بلکہ اس نے خود پیر مہر علی شاہ کا دستخطی ایک کارڈ بھیج دیا تھا[3] اس فقرہ میں اس نے سے مراد شہاب دین ہے اس کارڈ سے مراد پی نمبر ۵ ہے۔ ضلع جہلم میں میرے مرید ہیں مجھے زبانی یاد نہیں کہ تحصیل چکوال میں

---

[1] یہ سبق آپکو حکیم الامۃ صاحب کی شہادت سے ملا ذرا آپ بھی خطوط شناسی کے دعویدار بنتے اور حکیم جی کی طرح آپکی بصری کی قلعی بھی کھلتی حکیم جی نے بہت بڑے ادعا خطوط شناسی کے بعد جس قدر سخت ٹھوکریں خطوں کے پہچاننے میں کھائی تھیں وہ ان کے بیان بمقدمہ فضل دین پڑھنے سے ظاہر ہے حتی کہ عدالت نے اپنے فیصلہ میں بھی اس امر کا نوٹ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ امام الزمان نے خطوط شناسی کا دعویٰ کرنیکی جرأت نہ کی۔

[2] حضرت یہ تیسرا تمغہ صداقت ہے جو عدالت کی طرف سے آپکو عطا ہوا ہے، مبارک مبارک آپ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ حق الیقین سے سمجھ لے کہ آپکو بیشک جھوٹ کہنے میں تامل نہیں ہے، حتی کہ سر اجلاس عدالت بھی آپ اس عادت سے باز نہ آئے۔ جھوٹ نمبر ۲۸

[3] نزول المسیح میں آپ لکھ چکے ہیں کہ وہ کارڈ اس نے (شہاب الدین نے) خود بھیجا تھا اور بیان میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی کرم دین نے بھیجا ہوا تھا، یا آپکی نزول المسیح والی تحریر جھوٹ ہے یا بیان جھوٹا ہے اسلئے ہم مجبور ہیں کہ ایک اور نمبر آپکے جھوٹوں میں ایزاد کر دیں۔ جھوٹ نمبر ۲۹

میرے مرید ہیں یا نہیں۔ کتاب ضمیمہ رسالہ انجام آتھم میری کتاب ہے یعنی میری تصنیف ہے مضمون اسکا درست۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء میں جو مضمون عبدالعزیز نمبردار بٹالہ کی طرف سے ہے یہ عبدالعزیز میرا مرید تھا پھر برگشتہ ہوگیا جو اسکی طرف سے مضمون ا؎ ہے وہ

ا؎ منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے جن کو بمنزلہ اصحاب بدر قرار دیا ہے اس بدری صحابی نے جو پوست کندہ حالات مرزا جی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے اسلئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۶ رنومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۰، ۱۱ پر ہے باصلہا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے، یہ پرچہ شامل مسل ہو چکا ہے۔ ''مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور۔ السلام علیکم الحکم کے ایڈیٹر نے آپکے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہوکر بہت زہر اُگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کیلئے زور دیا ہے چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں اسلئے انکو قلمبند کرکے ارسال خدمت کرتا ہوں آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تاکہ ایڈیٹر الحکم اور اسکے ہم خیالوں کیلئے تسلی کا موجب ہو۔ اوّل اپنے راسخ الاعتقاد ہو چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسکے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو اس کا مفصل بیان رسالہ الجلال میں ہوگا، اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خاں صاحب مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آکر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں اسکا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے اسکی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے اگر اسکو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کریگا اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعے فرق آگیا ہوتا اور اب گووہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی ہے تو مرزا صاحب جو ملہم ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور انکی ہر ایک بات وحی تصور کی جاتی ہے خدا تعالیٰ سے اس امر کی ضرور اطلاع پاتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔ دوم میرے راسخ الاعتقاد ہونیکا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے۔ مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا صاحب گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں صبح کو ہوا خوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کیلئے کوئی دوسرا امر دمقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی، اب ایڈیٹر صاحب اسکا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔ سوم مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی اپنی ہمجولوں کیساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی جو ''کوڈ کبڈی'' میں شامل ہوتی تھی ایسے پرخطر وقت میں جبکہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں (جاری)

(بقیہ) انکی حفاظت کا کام میرے ذمہ ہی ہوتا تھا، ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا، پھر جناب مرزا صاحب خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔ **چہارم** میں ان کے ۳۱۳ اصحاب کبار میں سے ہوں جنکی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ انکا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا، ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کیساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا کے ساتھ صاحب نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔ **پنجم** مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کیساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی، ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے، **ششم** جب مرزا صاحب پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو تار دیا، اور سب نے بٹالہ آکر کئی روز ڈیرہ کیا، اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اُٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارا کیا، اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدوں کیلئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیاں جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیاں سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صلوق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔ **ہفتم** مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدامت گذاریاں جتاؤں خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے، اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کے مٹانے کو ضروری تھا، کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے گیند کے پھاڑنے سے چھرے ہی نکلیں گے، آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت المہدی کا جواب لکھ کر دو صد روپیہ پائیں اب رہا باغ کا معاملہ سو اس کا علم ایڈیٹر صاحب کو کوئی حاصل ہے، خود مرزا صاحب نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپکی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہوا ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ انکو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں اسلئے انہوں نے اپنے فائدہ کیلئے باغ میرے سپرد کیا، اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں، اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں بلکہ آتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کیلئے بھی لیجاتی رہی ہیں ایڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی اسکے آگے کئی دفعہ میوہ جات نظر کئے ہونگے ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تاکہ انکو اور انکی ہمجولوں کو کوئی تکلیف نہ ہو علاوہ اسکے پھل کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے اس بات کی مرزا صاحب بھی تصدیق کر سکتے ہیں میں نے مرزا (جاری)

میری توہین ہے۔عبدالعزیز کا دوسرا نام نبی بخش ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۴۲ پر فہرست مریدان میں صفحہ ۶۷ پر وہی منشی چوہدری نبی بخش صاحب معہ اہل بیت بٹالہ درج ہے تھوڑے دنوں سے اس نبی بخش نے پھر توبہ نامہ شائع کیا تھا۔ اب اس وقت باہر آیا ہوا ہے۔

نوٹ: فقیر محمد ملزم نے کوئی سوال نہیں کیا۔

بجواب: وکیل استغاثہ خواجہ کمال الدین:۔ پی نمبر ۴ وہی خط ہے جو ڈاک میں میرے نام آیا اور مجھے ملا تھا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ جعل میں نے نہیں کیا۔اس

(بقیہ) صاحب کے باغ پر صد ہا روپے لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمینداری کا ذرا خیال نہیں کیا، کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیاں میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو؟ اب رہا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ انکے عقائد مخالف اسلام ہیں اور انکا دعویٰ پیغمبری کا ہے اور اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی ہاں مرزا صاحب محض علمائے اسلام کے سب وشتم کے تحریر کرتے وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں مگر حج جو عین فرض ہے اسکو ضروری نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی نور الدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے، شیخ صاحب کی طرف دیکھئے ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں زکوٰۃ بھی مرزا صاحب نے نہیں دی حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھوڑا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے، علاوہ اسکے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی جماعت کیساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں لیکن اس بات کو میں ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نور الدین صاحب محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کیلئے اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضا شخص کو امام بنایا جائے جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی انکے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں، میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بنا اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا صاحب من گھڑت کر کے اپنے اوپر لگاتے ہیں۔

ایک ورق ابتدائے حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے اس میں میرے عقیدے کا مفصل بیان ہے ایک ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔

خاکسار مولوی عبدالعزیز نمبردار ورئیس بٹالہ ضلع گورداسپور

میں یہ لکھا ہے پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے۔ **باصلہا** جناب کے ملاحظہ کیلئے روانہ کر دی۔ جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لفافہ اسکا میرے پاس نہیں ہے۔ خط پی نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم نے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے دیا جس میں پیر صاحب گولڑوی کی سیف چشتیائی کا ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی اور آخر میں یہ لکھا ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد السلام علیکم مضمون واحد ہے۔ پی نمبر ۳ میں درج ہے دوسرے خط میں گولڑوی کا کارڈ ہے جو اسنے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مولوی کرم الدین صاحب کو روانہ کیا ہے ملاحظہ ہو۔ پیر مہر علی شاہ سے براہ راست میری خط و کتابت نہیں جو دو لاکھ یا زیادہ میں نے مرید لکھائے ہیں ان میں سے بہت تھوڑے یعنی[1] دو سو یا تین سو سے کم ایسے مرید ہوں گے جنکو پوری طرح سے میں شناخت کرتا ہوں۔ کتاب تحفہ گولڑویہ میں نے ۱۹۰۰ء میں لکھنا شروع کی اور اکثر حصہ اس سن میں چھپ گیا یاد نہیں کس ماہ میں۔ کتاب واقعات ضمیمہ مطبوعہ نومبر ۱۹۰۰ء کا مؤلف منشی محمد صادق میرا مرید ہے۔ اشتہار جو صفحہ ۵۱، ۵۲، پر درج ہے وہ میں نے دیا ہے۔ اور انہی دنوں میں یعنی ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء میں اس میں یہ درج ہے میں نے پیر مہر علی شاہ کے لیے بطور تحفہ ایک رسالہ تالیف کیا ہے جسکا نام میں نے تحفہ گولڑویہ رکھا ہے۔ اخبار الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم ۳ پر فقرہ ذیل درج ہے۔ امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ تحفہ گولڑویہ نے

---

[1] ایک نہ شد دو شد جب آپ دو سو یا تین سو سے کم مریدوں کو پوری طرح سے شناخت کرتے ہیں تو پھر ضمیمہ انجام آتھم میں تین سو سے زائد مریدوں کے؛ معہ ہر ایک کو اصحاب بدر کے مثل قرار دینا آپکا بے بنیاد اور رجماً بالغیب ہوا، اور پھر ان ہزار ہا مریدوں کو جو آپ سے بیعت کئے جاتے ہیں اور چندوں پر چندے دیئے جاتے ہیں بیعت فسخ کر دینا چاہئے، جب مرشد ہی دنیا میں انکی پوری شناخت نہیں کرتے تو قیامت میں تو انہوں نے کان پر ہاتھ دھرنے اور صاف کہہ دینا ہے۔ **لا تلوموني ولوموا انفسکم**۔ یہ غور کرو اور پھر غور کرو۔

ہمیشہ کیلئے پورا کردیا ہے۔تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۵ پر تمیں ہزار آدمی کا ذکر کیا ہے۔الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر ذیل کی عبارت ہے حضرت اقدس وغیرہ وغیرہ اور تحفہ گولڑویہ کی تصنیف کے کام میں مصروف ہیں تحفہ مذکور ۶۴ صفحہ تک پریس میں جا چکا ہے۔الحکم مورخہ ۲۴، اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۴ کالم ۳ پر درج ہے۔تحفہ گولڑویہ عنقریب تیار ہوا چاہتا ہے اب خاتمہ لکھا جارہا ہے، امید کی جاتی ہے کہ ۱۵ نومبر تک ختم ہوکر شائع ہوگا۔الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶ کالم ۳ پر درج ہے تحفہ گولڑویہ کا کام آج کل چندروز کے لیے ملتوی ہے اسکے بعد بند پڑا رہا اور پھر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔تحفہ غزنویہ بھی ۱۹۰۰ء لکھی گئی اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔الحکم ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۸ کالم اول میں لکھا ہے۔عبدالحق غزنوی کے اشتہار کی حقیقت کھولنے کے لیے حضرت اقدس نے تحفہ غزنویہ نامی ایک رسالہ چھاپنا شروع فرمایا۔الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ میں لکھا ہے۔تحفہ غزنویہ عبدالحق غزنوی امرتسری کے جواب میں لکھا گیا۔ایک بے نظیر رسالہ ہوگا۔اس رسالے کا بھی بہت بڑا حصہ طبع ہو چکا ہے۔تریاق القلوب میری تصنیف ہے ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا اسکے صفحہ ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفحہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔الحکم ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۳، کالم ۳ پر ایک مضمون شروع ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہے ۱۸۹۹ء پر ایک نذیر اسکے نیچے ایک عنوان ہے تصنیفات وتالیفات اس میں یہ درج ہے ایسا ہی کتاب تریاق القلوب وغیرہ وغیرہ چھپنی شروع ہوئی۔میرے مریدوں کی تعداد ۱۸۹۸ء میں بڑھنی شروع ہوئی اور کثرت خاص کر ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء میں ہوئی اور اعلان مریدوں کو بیعت میں داخل کرنے کا ۸۹، ۱۹۸۸ء میں کیا تھا۔کتاب براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے جسکو عرصہ قریباً ۲۲ یا ۲۳ سال کا ہوگیا ہے دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردے گا حملوں سے مراد طاعون کا زمانہ ہے۔الحکم نمبر ا جلد ا مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۷ء اول مرتبہ امرتسر سے شائع ہوا اسکا ساتواں دستور العمل یہ ہے۔جملہ خط وکتابت وترسیل زر ڈاکخانہ کے قواعد

کے مطابق شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر وپروپرائیٹر الحکم امرتسر کے نام ہونی چاہیے۔اور انکی دستخطی رسید وغیرہ مصدقہ ہوگی (البدر نمبر ا جلد ا) ۱۳، اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔پیسہ اخبار ہمیشہ میری مخالفت کرتا ہے۔ضمیمہ شحنہ ہند میں بھی میری مخالفت ہوتی ہے جعفر زٹلی ہمیشہ کا مخالف ہے ان اخباروں میں جو الحکم کی مخالفت ہوتی ہے وہ میری مخالفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔الحکم ۳۱ اگست، ۱۹۰۱ء صفحہ ۳ کالم ۲، ۳ میں جو اعلان نسبت خارج ہونے نبی بخش نمبردار بٹالہ کا ہے وہ درست ہے۔پیسہ اخبار مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء میں نبی بخش المعروف عبدالعزیز نے میری مخالفت میں لکھا ہے۔الحکم ۱۳، ستمبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۳ کالم ۳ پر جو جلی قلم سے اخبار الحکم کے متعلق ہر قسم کی خط وکتابت خواہ وہ ترسیل زر کے متعلق ہو یا کسی قسم کی شکایت پر مبنی ہو خواہ کسی اصلاح کاری کے لیے ہو وہ خاکسار ایڈیٹر کے نام آنی چاہیے، حضرت اقدس کے نام مطلق نہ ہو۔کیونکہ حضرت اقدس کو بحیثیت مالک یا مینیجر ہونے کے اخبار سے تعلق نہیں ہے۔

بجواب: کرم دین ملزم۔پی نمبر ۴ کو میں مضمون کے لحاظ سے شناخت کرتا ہوں کہ یہ وہی خط ہے جو کرم دین نے میرے نام بھیجا اور جو نزول المسیح کے صفحہ ۷۵ پر درج ہے۔لفافہ اس خط کا ضائع ہوگیا۔یہ خط ۲۱ جولائی ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا تھا۔اور ۲۵، ۲۶ جولائی ۱۹۰۴ء کو پہنچا ہوگا۔جتنے پرچہ اخبار الحکم پیش ہوئی ہیں وہ میرے سامنے طبع نہیں ہوئے۔۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایک ہزار (۱۰۰۰) [1] سے بھی کم تھی اور پھر ۱۸۹۹ء میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) [2] کے قریب ہوئی اور ۱۹۰۰ء میں تمیں ہزار (۳۰۰۰۰) کے قریب ہوگئی۔

[1] یہ کہتے ہوئے شاید آپکو شرم آتی ہے کہ کل تعداد مریدان ۳۱۸ تھی جیسا کہ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار نے بعد کامل تحقیقات کے اپنی رپورٹ میں ظاہر کیا اور جیسا کہ تھوڑی دیر آگے چل کر آپکو اپنے منہ سے قائل ہونا پڑیگا اور نیز آپ کا مخلص حواری ایڈیٹر رسالہ ''ریویو آف ریلیجز'' رسالہ مذکور جلد ۲ نمبر ا بابت جنوری ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳۸ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں اس فرقہ کی تعداد صرف چند سو تک تھی۔

[2] کیا کوئی صاحب عقل تسلیم کرسکتا ہے کہ ایک مدت دراز کی کوشش کے بعد ۱۸۹۸ء تک تو تعداد مریدان بمشکل ۳۱۸ کو پہنچی لیکن ۱۸۹۹ء میں صرف چند ماہ کے بعد دس ہزار کے قریب ہوگئی، حالانکہ ۳۱۳ کی تعداد اخیر ۱۸۹۸ء یعنی ماہ ستمبر میں ثابت ہوئی تھی۔ دیکھو رپورٹ تحصیلدار موصوف یہ ایک صریح جھوٹ ہے جھوٹ نمبر ۳۰

کتاب ضرورۃ الامام صفحہ ۴۳ سطر ۲۱ پر عبارت ذیل درج ہے۔ اس فرقہ میں حسب فہرست منسلک ہذا تعداد تین سو اٹھارہ آدمی ہیں یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ یہ نقل رپورٹ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور کا مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس تاریخ فیصلہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۸ء ہے۔ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۳۲ سطر ۸ پر میرے مریدوں کی تعداد آٹھ ہزار ۱ (۸۰۰۰) لکھی ہے۔ ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو یہ تعداد درج ہوئی مجھے ذاتی علم ہے نسبت تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کے لکھے جانے اور اکثر حصہ چھپ جانے کے جو ۱۹۰۰ء میں واقعہ ہوا۔ طاعون کا حملہ قریب چھ (۶) سال سے شروع ہوا ہے۔ مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۰ سطر ۳ کا ترجمہ ذیل ہے، باوجود اس کے کہ وہ جماعت ابتدائی دنوں میں تین سو (۳۰۰) ۲ کے قریب تھی اس سے اوپر یہ درج ہے کہ ہماری جماعت انہیں سالوں ۳ میں ۱۹۰۰ء، ۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء میں ایک

ل آپ اپنے پہلے بیان میں تسلیم کر چکے ہیں کہ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریداں ایک ہزار سے بھی کم تھی پھر جنوری ۱۸۹۷ء کو ضمیمہ انجام آتھم میں تعداد مریداں آٹھ ہزار لکھنا ایک سیاہ جھوٹ ہوا۔ جھوٹ نمبر ۳۱۔

۲ شعر کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

آپ کی یہ تحریر ثابت کرتی ہے کہ واقعی ۱۸۹۸ء، ۱۸۹۹ء میں تعداد مریداں ۳۳۰ کے قریب تھی کیونکہ ترقی تو بقول آپ کے ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے کے سال ابتدائی دنوں میں شمار ہیں حالانکہ آپ تو اپنے حلفی بیان میں ابھی کہہ رہے تھے کہ ۱۸۹۹ء میں دس ہزار کے قریب تھی اور پھر ۱۹۰۰ء میں تیس ہزار ہوگئی۔

۳ اب اپنے منہ سے قائل ہونا پڑا کہ ترقی ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی ہے تو پھر ۱۸۹۹ء یا ۱۸۹۷ء کی تعداد بیان کردہ تعداد کے جھوٹا ہونے کے تو آپ خود ہی قائل ہوگئے، شرم۔ شرم حضرات مرزاجی کی راستبازی کا اسی سے قیاس کر لینا چاہئے کہ مریدوں کی تعداد بتانے میں کس قدر جھوٹ سے آپ نے کام لیا اور اپنے بیان میں انکو اپنے جھوٹوں کو تسلیم کرنا پڑا پھر ایسا ہی سمجھئے کہ انکے دعاوی بھی سارے کے سارے جھوٹے ہیں جب ایک امر میں ایک شخص کا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اس کی راستبازی مشتبہ ہو جاتی ہے۔ کجا یہ بات کہ جھوٹوں کے نمبر ۳۰ سے بڑھ جائیں، یہ تو صرف ایک چٹھی اور ایک بیان سے جو بمقدمہ یعقوب علی ہوا اس سے دکھائی گئی ہیں جو آپکا دوسرا بیان بمقدمہ فضل دین ہوا ہے اس میں اس سے بھی زائد جھوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ کیا یہی صداقت تھی جس پر ہمیشہ مرزاجی فخر کرتے ہیں اور بڑے زور سے اپنی تصانیف میں دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بھر میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں کہا، ۳۱ جھوٹ تو آپ کے تفصیل سے اوپر ثابت ہو چکے ہیں اگر بایں ہمہ آپ پھر بھی سچے اور راستباز ہیں تو آپ کی راستبازی کو ہمارا اسلام ہے۔

لاکھ ۱ سے بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔

دستخط : حاکم

یہ بیان گواہ نے خود پڑھ لیا اور پڑھ کر درست تسلیم کیا اور دستخط کر دیئے۔

دستخط : حاکم

اب ہم حضرت جی کا وہ حلفی بیان درج کرتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ صفائی عدالت میں دیا تھا۔

نقل بیان مرزا غلام احمد صاحب گواہ صفائی

حکیم فضل دین ساکن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ مستغیث بنام محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ملزم جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند بیان گواہ صفائی با قرار صالح۔

مرزا غلام احمد (چونکہ گواہ ملزم کا مخالف گواہ ہے اسلئے اسکو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ سوالات بہ شکل جرح کرے) میں مولوی کرم دین کو اسوقت سے جانتا ہوں اور دیکھا ہے جب مقدمہ جہلم میں کیا گیا تھا اس سے پہلے جب مولوی کرم دین کا ایک خط میرے نام آیا تھا۔ اس وقت مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ کرم دین ہے۔ مگر میں خط سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اسکا خط ہے میں نے کوئی ایسا طریقہ نہیں نکالا جس سے معلوم ہو سکے کہ خط کے لکھنے والا وہی ہے جسکا وہ لکھا ہوا ہے یہ الہام انی مهین من اراد اهانتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا۔ یعنی ان مقدمات سے کئی سال پہلے ہوا۔ یہ پیشگوئی من کان للجواب وتنمر

ل یہ بھی جھوٹ محض ہے رپورٹ مردم شماری ۱۹۰۱ء میں تعداد فرقہ احمدیہ کل تیرہ سو (۱۳۰۰) درج ہے دیکھو رپورٹ سرکاری صفحہ ۱۴۳ پیراگراف ۳۹ اور سرکاری تحقیق کے مقابلہ میں تعداد مریدان کے متعلق مرزاجی کے سخت متناقض اور ''الکل پچو'' اقوال کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

فسوف یری انه تندم وتدمر فیضی اکی نسبت نہیں ہے یہ اس شخص کی نسبت ہے جو اعجاز المسیح کا جواب لکھے۔ پہلا الہام عام ہے۔

مگر جو شخص ہماری واقعی اہانت کرے اسکی نسبت وہ خاص الہام ہے یعنی اس شخص سے نفس الامر میں ایک فعل اہانت کا صادر ہو۔ فعل میں اہانت بذریعہ تحریر بھی داخل ہے خط پی نمبر ۴ کے مضمون سے ان الہامات کا کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس خط میں کوئی اہانت نہیں ہے اور نہ مقابلہ ہے اس خط میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جو ان الہامات سے کچھ تعلق رکھتا ہو اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں[2] نے کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ کے طور پر مجھ سے حکیم فضل دین نے کہا کہ اس کارروائی میں میرا فائدہ ہے کیونکہ اس کتاب نزول المسیح میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے، میں نے ان کو کہا کہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ جائیں کتاب نزول المسیح کا مصنف میں ہوں اسکی تصنیف میں اپنے طور سے اپنی طرف سے کرتا تھا مگر اگر کوئی امر نیا پیش آئے جو میری کتاب کو زیادہ مفید بنا سکتا ہو میں اس کو بھی لیتا ہوں۔

سوال: اس کتاب میں آپ نے اوروں سے اس طور سے مدد لی ہے جیسا کہ آپ نے اوپر بیان کیا ہے؟

[1] مرزائیو! غور کرنا آپکے مرشد جی کیسے صاف مکر گئے، باوجودیکہ اخباروں اور تصنیفوں میں شور مچا چکے ہیں کہ فیضی ہماری دعا کا نشانہ ہو کر مر گیا، اب عدالت میں اس کی تسلیم سے چوکتے ہیں، کیا راستبازی اسی کو کہتے ہیں؟

[2] فضل دین مستغیث اور حکیم نورالدین گواہ مرشد جی کے بیان کی تکذیب میں صاف لکھاتے ہیں کہ مرزا جی کے حکم کی تعمیل کے لئے فضل دین بھیجن کو گیا۔ دیکھو بیان مستغیث و بیان مولوی نورالدین گواہ، لیکن "مرزا جی بیان فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں بھیجا۔ مرشد و چیلوں میں یہ تناقض کیوں؟ کوئی منصف مرزائی بتائے ان میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟

جواب: میں[1] نے جب کرم دین کا خط آیا تھا تو اس خیال سے کہ اس کا خط صحیح ہوگا۔ وہ تذکرہ نزول المسیح میں کیا تھا مگر جب سراج الاخبار (خود بخود[2]) میں اس نے اسکے برخلاف لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا۔ بعض[3] باتیں میرے حافظے سے فرو ہو جاتی ہیں۔ میں انکو بتلا نہیں سکتا۔ فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی اور ضعف[4] دماغ ہے۔

سوال: یہ دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے یا نہیں؟ یہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ؟

جواب: پہلے[5] میں نے قبل سراج الاخبار کے شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں[6] نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیشگوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

سوال: ان دو پیشگوئیوں کا مصداق اور معیار آپکی رائے ہے یا کہ اور کوئی چیز بھی ہے

جواب: چونکہ یہ دونوں پیشگوئیاں مجمل ہیں اسلئے محض رائے سے خیال کیا گیا کہ انکا

[1] صاحبان! سوال و جواب کو بغور دیکھئے اور پھر انصاف کیجئے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسماں والا معاملہ ہے یا نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ نزول المسیح میں آپنے دوسروں سے مدد لی ہے یا نہ۔ لیکن مرزا جی اس سوال کا جواب لا و نعم سے نہیں دیتے کچھ اور ہی راگ گانا شروع کیا، جواب کیوں دیں تصنیف کی قلعی کھلتی ہے اور جو الزام سرقہ کا دوسروں پر لگاتے ہیں اسکے خود ملزم بنتے ہیں۔ ہائے غضب کیا راستبازوں کا یہی وطیرہ ہے اور ولا تکتموا الشهادة کی یوں ہی تعمیل کیا کرتے ہیں چہ خوش۔

[2] کورٹ کا خود بخود والا نوٹ قابل غور ہے بے پوچھے مطلب کی باتیں بتائی جاتی ہیں لیکن سائل کے سوال پر التفات نہیں ہوتی۔

[3] کیا ایسے کمزور حافظہ والا نبوت کا استحقاق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نبی کے لئے حافظہ کی قوت ضروری ہے تاکہ تبلیغ میں فرق نہ آئے۔

[4] ٹھیک فرمایا ضعف دماغ ہی نے تو یہ آفت دنیا میں برپا کی، آپ کا دماغ صحیح ہوتا تو کبھی آپ مسیحیت و مہدویت وغیرہ کا سودا نہ کرتے خدا رحم کرے۔

[5] اس جواب میں ملہمیت کی ساری قلعی کھل گئی۔ واہ صاحب واہ الہام کیا ہے موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر دو۔

[6] جب آپ کو اپنے الہام کی غلطی پر یقین ہو گیا تو پھر مواہب الرحمن میں یہ الہام ۱۲ جنوری کو شائع کرنا آپکی دیانت پر حرف لاتا ہے۔

مصداق اور معیار صرف رائے قرار دی گئی۔

سوال: کس کی رائے؟

جواب: یہ میری رائے تھی کرم الدین کی تحریک سے اس وقت تک جب تک اس کا بیان مخالف سراج الاخبار میں شائع نہیں ہوا تھا۔

سوال: جو مضمون نزول المسیح کے حاشیہ صفحہ ۶۷ سے لیکر صفحہ ۸۱ تک ہے یہ آپنے کس بنا پر لکھا۔ خطوں کی بنا پر یا کسی اور بنا پر؟

جواب: کرم الدین کے خط اور شہاب الدین کے خط کی بنا پر اور ایک کارڈ کی بنا پر جو کرم الدین کے خط میں ملفوف تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کارڈ پیر مہر علی کا ہے۔ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ اعجاز المسیح کے حاشیہ کے نوٹوں کی نقلیں مجھ کو مل چکی تھیں کہ نہیں مگر مجھ کو انکی نسبت خبر مل چکی تھی۔ صفحہ ۷۰ کی عبارت خطوں[1] کی بنا پر ہے۔ خطوں پر یقین کر کے ایسا لکھا گیا۔ ان سے استنباط کیا گیا۔

سوال: وہ کونسے خطوط ہیں؟

جواب: پی نمبر ۳ اور پی نمبر ۴ خطوط سے استنباط کیا گیا تھا۔

سوال: ۱۶ اکتوبر کا سراج الاخبار آپ نے کب پڑھا؟

جواب: میرے[2] پاس سراج الاخبار نہیں آتی ہے کچھ دیر کر کے آئی ہوگی اور پھر مجھ کو اطلاع ہوئی ہوگی۔ الحکم میں نہیں پڑھا کرتا۔

---

[1] پہلے ابتدائی بیان میں آپ لکھا چکے ہیں کہ میں خط سے نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اُسی کا خط ہے اب یہاں آ کر خطوں پر یقین ظاہر کرتے ہیں۔ کیا کریں حافظہ کا قصور اور ضعف دماغ کی مجبوری۔

[2] فضل دین اور عبدالکریم سراج الاخبار اکتوبر کا دو تین دن کے بعد مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا جانا بیان کرتے ہیں مرزا جی یہاں کچھ مہلت نکالنا چاہتے ہیں۔

سوال: تحفہ ندوہ ان واقعات کے بعد یعنی واقعات مندرجہ سراج الاخبار مطبوعہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء آپ نے لکھا کہ کیا؟

جواب: تحفہ ندوہ[1] میں نے ۱۶ اکتوبر کو لکھا۔ ساتھ ہی چھپ گیا۔

سوال: اس کتاب تحفہ ندوہ کی اشاعت ۶ اکتوبر کے سراج الاخبار کے مضمون کی اطلاع ہونے کے بعد ہوئی یا پہلے؟

جواب: ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو کتاب تحفہ ندوہ شائع ہوئی۔ مواہب الرحمن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی۔ تاریخ لکھنے[2] کی یاد نہیں ہے۔ کیونکہ بشریت ساتھ ہے مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کب یہ کتاب چھپی میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب لکھی گئی اور

---

[1] ہم اس جواب کی طرف ناظرین باانصاف کو خاص توجہ دلانا چاہتے ہیں اور مرزا جی کی صداقت کی قلعی انہی کی تحریر سے کھولنا چاہتے ہیں اس موقعہ پر مرزا جی کتاب تحفہ ندوہ کی تصنیف لکھائی چھپائی اشاعت سب کی تاریخ ۱۶ اکتوبر کا دن بیان فرماتے ہیں لیکن تحفہ ندوہ پکار رہی ہے کہ میرا مصنف مقدمہ بنانے کیلئے جھوٹ لکھ رہا ہے میری تصنیف تو ۱۲ اکتوبر کو شروع ہوئی ہے اور ۱۶ اکتوبر کو ختم۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الندوہ، مطبوعہ ضیاء الاسلام صفحہ ا شروع سطر میں صاف لکھا ہے آج ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار مجھے ملا...... الخ پھر صفحہ ۸ پر لکھا ہے، المولف مرزا غلام احمد ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور اخیر صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے المولف مرزا غلام احمد قادیانی ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ ۵ ورق کی کتاب ۱۲ اکتوبر سے شروع ہو کر ۱۶ اکتوبر تک پانچ دن میں صرف تصنیف ہوئی ہے پھر کاتب کی لکھائی اور چھپائی کیلئے بھی چند دن درکار ہونگے لیکن بایں ہمہ مہدی معہود مسیح موعود اپنے حلفی بیان میں صرف ایک دن کی ساری کارروائی بیان فرماتے ہیں۔ اب مرزائی صاحبان سے ادب سے پوچھا جاتا ہے کہ بتایئے مرزا صاحب کے حلفی بیان کی تکذیب کریں یا انکی تحریرات مندرجہ تحفہ ندوہ کی۔ دونوں صورتوں میں مرزا جی کی صداقت پر حرف آتا ہے یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جب تحفہ ندوہ جیسی ۵ ورق اردو کتاب پر مرزا جی کے پانچ دن صرف ہو گئے تو پھر وہ ساری شیخیاں کہ چند دنوں میں سو اشعار عربی لکھے جاتے ہیں سب فرضی دعویٰ ماننا پڑا۔

[2] یہاں تو آپکی غرض سراج الاخبار ۶، اکتوبر سے تجاہل کی ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ مواہب الرحمن گو جنوری میں چھپی لیکن لکھنے کی تاریخ یاد نہیں یعنی ممکن ہے کہ سراج الاخبار ۶، اکتوبر کی اطلاع سے پہلے کی لکھی ہو لیکن جب مقدمہ لائبل کیس آپکا استغاثہ بحیثیت ملزم ہوا تو پھر اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اس کتاب کے ص ۱۲۹ کی تحریر جس کی بناء پر آپ پر استغاثہ دائر ہے سراج الاخبار ۶، اکتوبر کی اطلاع کے بعد کی ثابت کیجائے تو وہاں آپ نے لکھدیا کہ یہ تحریر ۱۲۔ ۱۳ یا ۱۴ جنوری کی لکھی ہوئی ہے، کیا ایسی ایر پھیر کرنا راستبازی کا تقاضا ہے۔

کب شروع ہوئی البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھا۔ اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہے۔

سوال: ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے اخبار سراج الاخبار جہلم کا مضمون معلوم ہونے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری رائے یا میرا اجتہاد در بارہ صداقت والہامات کے غلط ہے تو کتاب مواہب الرحمٰن کے اندراج صفحہ ۱۲۶ اور ۱۲۷ کا کیا جواب ہے؟

جواب: مجھے معلوم نہیں ہے کہ سراج الاخبار میرے پاس کب پہنچا اور کب اسکے مضمون سے مجھ کو اطلاع ہوئی ماسوا اسکے جیسا کہ میں نے پہلے خطوط پر یقین کر لیا تھا ایسا ہی سراج الاخبار پر ایک خیالی یقین[1] تھا اگرچہ وہ خیال غالب ہوا مگر عدالت کے ذریعہ اس کا تصفیہ کرانا ضروری تھا اس لئے قطعی طور پر مجھے انکار نہیں ہوا کہ شاید خطوط مرسلہ کرم الدین حقیقت میں سچے اور اس سے بھی انکار نہیں تھا کہ شاید مضمون سراج الاخبار سچا ہو۔

سوال: یقین اور خیالی یقین کے کیا معنی ہیں؟

جواب: یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔ اول علم الیقین جیسے ایک جگہ دھواں اٹھتے دیکھیں تو خیال ہوگا کہ یہاں آگ ہوگی اسکو خیالی یقین کہتے ہیں۔ دوسری قسم عین الیقین جب ہم آگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ تیسری قسم حق الیقین وہ یہ کہ آگ میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھ لیں

[1] واہ حضرت واہ خیالی یقین کی نرالی قسم ہی ایجاد فرمائی ہم تو سنا کرتے تھے کہ جہاں یقین آجائے وہاں خیال و وہم کی گنجائش ندارد۔۔۔۔۔ ع ''بدر و یقیں پردہائے خیال'' لیکن چودھویں صدی کو بناوٹی مسیح نے جہاں دنیا کو اور نئے شگوفے سنائے یہ بھی خوب ہی نئی گھڑت سنائی۔ مرزائیو! مسیح صاحب کی اس قابلیت کی ضرور داد دیجئے گا۔

کہ جلانے والی شے ہے، پس عین الیقین اور حق الیقین عدالت[1] کے ذریعہ سے میسر آتے ہیں کرم الدین کے جب خط آئے تھے۔ انکو میں نے خیالی یقین[2] سے یقین کیا تھا۔

سوال: جب ۱۶ اکتوبر کا سراج الاخبار آپکو معلوم ہوا تو خطوں اور اخبار کی نسبت وزن کرنے یعنی مقابلہ کرنے میں آپکا کیا خیال یعنی کیسا یقین پیدا ہوا یعنی مقابلتاً ان دونوں میں سے کون سچ ہے اور کون جھوٹ؟

جواب: اگرچہ ہم سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد قطعی فیصلہ نہیں کر چکے بلکہ صرف کشمکش میں تھے، لیکن یہ ترجیح سراج الاخبار میں پائی گئی کہ جو خطوط مجھ کو بھیجے گئے تھے وہ ایک خفیہ کارروائی تھی، جس کی نسبت کرم الدین نے بار بار تاکید کی تھی کہ اسکو ظاہر نہ کرنا۔ لیکن

[1] بہت اچھا کیا ایک ملھم من اللہ مدعی رسالت بھی کسی دنیوی عدالت کا محتاج ہے باوجودیکہ دعویٰ یہ ہے کہ آپ خود بدولت دنیا میں حکم عدل ہو کر آئے ہیں۔ مرزا جی سچ فرمایئے گا شرعی امور کے فیصلہ کیلئے کتاب اللہ سنت الرسول کو چھوڑ کر کونسی عدالت میں رجوع فرمائے گا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کا تو امر ہے فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول اور ومن لم یحکم بما انزل اللہ۔۔۔۔۔ الخ۔ مرزا جی یہاں تو آپ عدالت کو حق الیقین کا ہادی مانتے ہیں لیکن تصانیف سے کچھ اور ہی ظاہر ہے جیسا کہ آپکا مخلص حواری مولوی عبدالکریم اپنی کتاب سیرۃ المسیح میں عدالتوں اور اسکے متعلقین کی نسبت یوں رقمطراز ہیں۔ کچہریاں مقدمہ بازی نے تقویٰ، دیانت امانت اور اخوت اور ہمدردی ان سب اخلاق فاضلہ کا خون کر دیا ہے اور گھر گھر اور کوچہ بکوچہ اور گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں بنی آدم کے لباس میں گرگ پلنگ اور گیدڑ اور کتے پیدا کر دیئے ہیں اس اپیل نویس اور عرضی نویس عموماً وکلاء بیرسٹر مختار مقدمات کی ترغیب دیتے ہیں ان صورتوں میں کہاں خدا کا خوف دلوں میں سمائے ہر ایک مکان میں (کاش آخر کار دارالامان بھی اس سے بچا نہ رہا) مقدمہ بازی کیلئے رات دن جھوٹے منصوبے اور مشورے ہوتے ہیں، اور دین اور کار دین مہمل چھوڑ دیا گیا۔ دیباچہ سیرۃ المسیح صفحہ ۵،۷ حکام اور سربر آوردہ لوگوں کا عام میلان الناس علیٰ دین ملوکھم۔ چونکہ حکام محض فسادی اور دنیا داروں کے کیڑے ہیں اور خدا اور معاد سے انکو ذرا بھی تعلق نہیں اسلئے ضروری ہے کہ رعایا پر بھی وہی اثر پڑے لاجرم اکثر افراد رعایا کے سراسر کلاب الدنیا ہو گئے۔ ایضاً صفحہ ۸ جائے غور ہے کہ دوسروں کو تو مقدمہ بازی سے منع کیا جاتا ہے اور حکام سے بدظن کیا جاتا ہے اور جب اپنی مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے تو اسکو جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عدالتوں کے ذریعہ حق الیقین کی تلاش ہوتی ہے۔

[2] کیسا پر لطف جملہ ہے۔ خیالی یقین سے یقین کرنا۔ کیوں جی کبھی پہلے آپ نے سنا۔

سراج الاخبار میں کھلے طور پر شائع کیا کہ میں نے انکو دھوکہ دیا اسلئے ہم کو سراج الاخبار کے مضمون کو مجبوراً ترجیح دینی پڑی، مجھ کو کچھ یاد نہیں ہے کہ دربار شام مندرجہ الحکم میں مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کوئی ذکر نسبت مضمون مولوی کرم الدین کا ہوا کہ نہیں، کیونکہ صدہا باتیں ہوئی ہیں الحکم میں دربار شام کی بابت کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کچھ نا سمجھی سے سہو ہو جاتا ہے کہ ایک تقریر پوری یاد نہ رہے ادھوری لکھ دی۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ الحکم میں کبھی خلاف واقعہ دربار شام کی بابت لکھا ہو، اگر درستی کرنا ضروری سمجھوں تو درستی کر دوں، اگر ضروری نہ سمجھوں تو نہ۔[1]

سوال: الحکم مؤرخہ ۱۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۰ پر جو مضمون نسبت وفات محمد حسن و پردہ دری پیر گولڑوی چھپا ہے جو کچھ اس میں آپ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ سچ ہے؟

جواب: مجھ کو[2] یاد نہیں ہے تحفہ گولڑویہ یہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیر مہر علی شاہ کے مقابلہ پر لکھی ہے۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔

سوال: جن لوگوں کا ذکر صفحہ ۴۸ لغایت ۱۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اسکا مصداق ہیں؟

جواب: خدا کے فضل اور رحمت سے میں اسکا مصداق ہوں۔

سوال: ان روحانی طاقتوں کو کام میں لا کر جس سے جھوٹے اور سچے ہیرے شناخت کئے گئے آپ نے کرم الدین کے دونوں خطوں کو پرکھا، یعنی پی نمبر ۴ اور مضمون مندرجہ سراج

[1] آپکا کمزور حافظہ اس موقعہ پر آپکی یاد سے بہت بڑا واقعہ زائل کرتا ہے جو کہ ۳۱ ؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو چکا ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک لطیف مضمون سراج الاخبار ۶ ؍ اکتوبر کی تردید میں شاہ کے دربار میں حضرت جی کو سنایا گیا اور آپنے از بس پسند کیا۔ تعجب ہے کہ ایسا واقعہ مسیح الزمان کے حافظہ سے ایسا زائل ہو جاتا ہے کہ باوجود یاد دہانی کے بھی یاد نہیں آتا اور الحکم کے لکھے ہوئے پر بھی بے اعتباری ہے اور تو غیر مرزائی کے درباریوں خصوصاً ایڈیٹر الحکم سے بہ ادب پوچھا جاتا ہے۔ انصاف سے بتائیں کہ مرزا جی کا "یاد نہیں" ہے کا عذر آپکے نزدیک بھی ٹھیک ہے۔

[2] بیشک ایسے موقعہ پر ایسے تان پڑھنے سے ہی کام نکلتا ہے۔ یاد کا ہے کو ہو حافظہ جو کمزور ہوا۔

الاخبار جہلم اور نیز نوٹ ہائے مندرجہ حاشیہ اعجاز المسیح۔

جواب: میں نے اپنا ان صفحات میں اور نہ کسی اور جگہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں عالم الغیب ہوں۔

سوال: صفحہ ۲۹ پی نمبر ۱ سطر ۶ سے جو مضمون چلتا ہے، وہ آپ نے اپنی نسبت لکھا ہے؟

جواب: میں اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں صفحہ ۸۹ پر بھی جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی نسبت لکھا ہے۔

سوال: بلحاظ اندراج صفحات ۲۹-۳۰-۴۸-۴۹-۵۰-۸۹ تحفہ گولڑویہ آپ نے کرم دین کے خطوں کو اور محمد حسن کی تحریر کو پرکھا؟

جواب: ایسی[1] عام طاقت کا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

سوال: جو طاقت چند پیسوں کے کھوٹے ہیروں پر برتی گئی تھی اور جس سے وہ ہیرے شناخت کئے گئے تھے، وہ عام تھی یا خاص؟

جواب: وہ خاص طاقت تھی کبھی انسان وہ دھوکہ کھالیتا ہے اور اپنی فراست سے ایک بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔

سوال: روحانی طاقت سے جو کچھ غیب ظاہر ہوتا ہے اس میں غلطی ہوتی ہے؟

جواب: آپ نے اپنے رسالہ دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ صفحہ ۶ پر یہ سطر ۸ تمام دنیا کو چیلنج کیا ہے یا نہیں؟ کہ اگر تم کو میری بات میں یا میری اخبار غیب میں جو خدا کی طرف سے مجھ کو پہنچتی ہیں شک ہے تو میرے ساتھ مقابلہ کر لو؟

جواب: میں نے چیلنج کیا ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں ہر ایک بات میں عالم الغیب

[1] افسوس سوال کا جواب ہرگز نہیں دیا گیا۔

[2] یہاں بھی سوال کا جواب نہ دیا۔

ہوں۔ مقابلہ کے وقت میں ضرور خدا مجھ کو غلبہ دے گا۔

سوال: یہ جواب آپ نے لکھا ہے کہ پیر مہر علی شاہ بجائے اسکے مجھ پر الزام سرقہ لگاتا ہے خود تمام وکمال کا سارق بن گیا۔ یہاں آپ نے کسی اطلاع پر لکھا تھا یا خود ہی فیصلہ نونوں کا کیا تھا؟

جواب: میں[1] نے میاں کرم الدین کی اطلاع پر لکھا تھا مجھے نونوں کے مقابلہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور نہ مجھے فرصت تھی میں نے اعجاز المسیح میں کئی جگہ پیر مہر علی شاہ کو چیلنج کیا ہوگا کہ وہ اسکا جواب لکھیں۔ میں نے صفحہ ۱۹، ۲۲ میں یہ چیلنج کیا ہے۔ مطبع ضیاء الاسلام میرے خیال میں ۱۸۹۵ء سے جاری ہوا۔ میں[2] نے جاری نہیں کیا حکیم فضل دین اسکا مالک تھا۔ ۱۸۹۵ء سے لے کر آج تک وہ ہی مالک ہے اسکے نفع اور نقصان کا وہ ہی ذمہ دار ہے۔ صرف یہ بات ہے چونکہ وہ میرا مرید ہے اسلئے بغیر نفع لینے کے میری کتابیں اصل لاگت پر چھاپ دیا کرتا ہے اشتہارات مفت چھاپ دیتا ہے ابتدا سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ کسی مطبع کے ساتھ قادیان میں سوائے چھپوائی کے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ اجنبی پریسوں میں نفع بھی دینا پڑتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں ایک دفعہ اشتہار دیا تھا کہ لوگ مطبع کے لیے چندہ دیں تاکہ مطبع تیار کیا جائے اور کچھ روپیہ بھی آیا تھا۔ مگر وہ بات ملتوی رہی وہ روپیہ کسی اور جگہ خرچ کیا گیا۔ جو[3] بیان میرا روبرو تحصیلدار صاحب بٹالہ بمقدمہ عذرداری انکم ٹیکس (آر نمبر ۱۶) میں نے پڑھا اس میں جو مطبع کا ذکر ہے اس سے مراد ہی

---

[1] کسی خط میں ہرگز یہ درج نہیں ہے کہ پیر صاحب ساری کتاب کے سارق ہیں اگر ہے تو بتایئے۔

[2] پھر مولوی عبدالکریم صاحب کیوں اپنے بیان میں لکھاتے ہیں کہ پہلے یہ مطبع مرزا صاحب کا تھا حالانکہ وہ ثقہ حواری ہیں۔

[3] ناظرین مرزا صاحب کا بیان متعلق انکم ٹیکس غور سے پڑھیں خصوصاً جہاں مطبع کا حساب وکتاب لکھایا ہے۔ اور پھر اس بیان سے مقابلہ کریں۔

یہ ہے کہ جو مطبع میں کتابیں چھپوائی جاتی ہیں۔ مطبع[1] عربی لفظ ہے جس کے معنی چھپوائی ہے اور جائے طبع بھی ہے لفظ مطبع جو اس بیان میں آتا ہے اس سے مراد چھپوائی ہے آمدنی مطبع سے مراد کتابوں کی فروخت کی آمدنی ہے۔ آمدنی مطبع سے مراد آمدنی فروخت کتب سے ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں۔ انکی فروخت میرے کسی آدمی کے ذریعہ ہوتی تھی مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل دین کے سپرد کردیں اور انکو یہ فہمائش کی کہ میں ان کتابوں کی قیمت آپ سے نہیں چاہتا۔ تم ان کتابوں کی وقتاً فوقتاً فروخت کر کے اپنے مطبع کو جو ہمارے سلسلہ کی خدمت کرتا ہے ترقی دو۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے میری کتابیں مطبع ضیاء الاسلام میں چھپتی تھیں اور میری لاگت سے چھپتی تھیں ۱۹۰۱ء سے پہلے مطبع ضیاء الاسلام میں جہاں تک میرا علم اور خیال ہے میری ہی کتابیں چھاپتے تھے۔ شاید اور کوئی کتابیں بھی چھاپتے ہوں اور اسکا مجھ کو علم نہیں ہے۔ مختلف آدمیوں کی معرفت میری کتابیں فروخت ہوتی تھیں میں ان کے نام نہیں بتا سکتا۔ خریداران اکثر حکیم فضل دین کو کتاب کے واسطے لکھ دیتے تھے اور بعض مجھ کو لکھ دیتے تھے۔ کتابوں کی چھپوائی پر مریدوں کی آمدنی خرچ ہوتی تھی، نزول المسیح کی چھپوائی کے واسطے سیّد ناصر نے صرف[2] ان کتابوں کی چھپوائی کے لیے جو میری طرف سے چھپتی تھیں پانچ سو روپیہ یا کم وبیش دیا

---

[1] مطبع کا معنی چھپوائی کرنا بھی خوب گھڑت ہے۔ ناظرین للہ انصاف کیجئے کہ آج تک کسی لغت میں آپ نے بھی یہ نرالا معنی سنا یا اس لفظ کو اس معنی سے کہیں کسی نے استعمال کیا۔ مرزا جی تناقض بیانات کو رفع کرنے کیلئے غضب کی چالاکی کیا چاہتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ مجلس میں بڑے بڑے فاضل موجود ہیں وہ آپکی اس لغو تاویل پر افسوس کرتے ہیں اچھا یہ بھی کسی مطبع کا معنی چھپوائی ہی لیجئے لیکن اس بیان میں تو آپ نے روٹیا، اسفنج، ہنگسز، کاپی نویس، پریس مین وغیرہ کی تنخواہوں کی میزان بھی لگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیا تاویل فرمائیے گے۔ ۱۲

[2] غلط ہے۔ الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء میں چھپ چکا ہے کہ سارا خرچ اس رسالہ کا سیّد ناصر نے دیا۔

تھا، کچھ اور روپیہ بھی اس پر لگایا گیا تھا، یہ روپیہ بھی آیا تھا۔ میں یہ تخمینہ نہیں کرسکتا کہ اگر ۲۹۰۰ جلد تیار ہوجاتی تو اس پر کیا لاگت آتی، میری نیت یہ تھی کہ نزول المسیح مفت شائع کروں۔ مگر متمول آدمی قیمت دیدیں تو میں لے لیتا ہوں اور اشاعت پر ہی خرچ کرتا ہوں کبھی کوئی روپیہ بچ گیا تو دوسری کتاب کی اشاعت پر خرچ ہوجاتا ہے مجھ کو تاریخ یاد نہیں ہے کہ نزول المسیح کب چھپنی شروع ہوئی۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ جو مضمون میں نے سرقہ شدہ نوٹوں پر لکھا ہے وہ فضل دین کے کسی خط کے آنے پر لکھا ہے یا ان کے خود آنے کے بعد میں او رمسودہ تیار کرتا ہوں اور کاتب کو جو میرے پاس ہوتا ہے دے دیتا ہوں اور وہ کبھی اور کا اور لکھ جاتا ہے کبھی باقی رہ گیا۔ تو اسکے ساتھ اور دے دیا۔ نزول المسیح کے چند صفحات میں بھی مجھے اس لیے درستی کرنی پڑی کہ ایک صفحہ میں میں نے پیر مہر علی صاحب کے بیان کو اپنے لفظوں میں لکھا تھا۔ پھر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ انہی کے لفظ حرف بحرف شائع کئے جائیں تاکہ کسی کو شک نہ ہو اور ساتھ ہی یہ غلطی معلوم ہوئی کہ ایک جگہ لکھا گیا تھا، کہ میاں کرم الدین کو ؏ روپے دیئے گئے، مگر دراصل چھ روپے دیئے گئے تھے۔ اس غلطی کی اصلاح بھی ضروری تھی۔ ایک دوسطر میں کچھ الفاظ مجھے سخت معلوم ہوئے انکی تبدیلی بھی ضروری معلوم ہوئی، اس لیے دو یا تین صفحہ جتنے تھے مجھے بدل دینے پڑے میں ہر ایک کتاب پر چھپنے کے وقت نظر ثانی کرلیا کرتا ہوں۔ بعض وقت کاپی کو دیکھ کر بعض وقت پروف کو دیکھ کر اور بعض وقت چھپ چکے کاغذ کو دیکھ کر بدلنا پڑتا ہے۔

سوال: کاپی پروف اور چھپنے کے بعد آپ تینوں حالتوں میں کتاب کو دیکھتے ہیں یا کہ ایک حالت میں؟

جواب: بعض وقت تینوں دیکھتا ہوں کیونکہ بعض وقت کاپی سے غلطی معلوم ہوجاتی ہے

بعض وقت پروف سے اور بعض وقت چھپی ہوئی کتاب سے غرض یہ کہ تینوں حالتوں میں دیکھنا پڑتا ہے۔ حکیم[1] فضل دین سے معلوم ہوا تھا کہ کرم دین نے اول ؏ کا مطالبہ کیا تھا، مگر بعد میں معلوم ہوا تھا کہ صرف چھ روپے دیئے گئے۔ شہاب الدین کا سب سے پہلا خط جو اس بارے میں پہنچا ہے میرے پاس نہیں ہے مولوی عبدالکریم کی تحویل میں خط رہتے ہیں میں نہیں بیان کرسکتا کہ اس عرصہ میں کہ حکیم فضل دین بھین کو گئے اور وہاں سے واپس آئے مجھ کو کوئی الہام ہوا کہ نہیں ہوا۔ نوٹوں کے ایک دو صفحے دیکھے تھے مقابلہ نہیں کیا۔ مولوی محمد حسن کے خط سے میں واقف نہیں ہوں میں[2] نے اسے نالش کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس مقدمہ[3] کا خرچ مستغیث کرتا ہے۔ غالباً[4] اس مقدمہ کے خرچ کے واسطے اس آمدنی سے دیا ہوگا جو خود ان لوگوں کے ایک چندہ کی آمدنی ہے۔ اپنی ذات سے میں[5] نے ایک پیسہ نہیں دیا میں وثوق[6] سے نہیں کہہ سکتا کہ کچھ روپیہ اس مقدمہ کے واسطے دیا ہے کہ نہیں؟ مقدمات[7] کے خرچ کے واسطے کوئی چندہ نہیں آتا مجھے اختیار ہے کہ اور چندوں میں

---

1. حکیم فضل دین ایک ہی شخص ہے کہ جو کبھی نمبر۲ بنتا ہے کبھی ۶/۷ ایسے کس قول پر اعتبار کیجئے گا؟
2. حواری تو اس راز کو اپنے بیانات میں مخفی کرتے رہے ہیں لیکن مرزا جی نے بھانڈا پھوڑ دیا اور مان لیا ہے کہ میرے ہی مشورہ سے یہ نالش ہوئی ہے۔
3. بھلا کوئی مان سکتا ہے کہ مقدمہ کے اخراجات فضل دین کے خرچ سے پورے ہوتے ہیں وہی فضل دین جو بقول عبدالکریم صاحب لنگری روٹیاں توڑا کرتے ہیں۔ چندہ دینے والو! کبھی نہ کبھی تو آپس میں بیٹھ کر تو غور کرو کہ مرشد جی کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔
4. ادھر غالباً (ترجیح کا حکم) کی قید اور ادھر یقیناً ہوگا (کلمہ شک) عجیب جملہ ہے۔ افسوس راستگوئی بہت مشکل ہے۔
5. ہاں یہ مان لیجئے آپ کی ذات کا ہے تو پیسہ دیں؟ آپ پیسے لینے والے ہیں نہ کہ دینے والے۔۱۲
6. غالباً کہہ کر پھر وثوق اڑ گیا مسیح از مان کا بیان بھی عجیب مزے کا ہے کوئی بات بھی ٹھکانے کی نہیں ہوتی۔
7. اس کی تصدیق کے لئے مرزائی صاحبان کی مصنف ان کو رفرمائیں کیا آپ لوگوں نے مقدمات کے خرچ کے واسطے چندہ نہیں دیا۔ حالانکہ شیخ رحمت اللہ صاحب اپنے بیان میں مقدمہ کے لئے چندہ دینا تسلیم کر گئے ہیں۔

سے مقدمہ کے خرچ کے واسطے دوں یا نہ دوں چندوں کی آمدنی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے جو لوگ بیعت کرتے ہیں وہ جان و مال قربان کرتے ہیں تھوڑے عرصہ سے مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر آمدنی چندہ کا بنایا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کب سے۔ میرے پاس چندہ کی کوئی یادداشت نہیں ہے اور نہ میں لایا ہوں۔ عبدالکریم والی کتاب عبدالکریم لایا ہے میں نہیں لایا جرحہ وکیل مستغیث جرح نہیں کرتے۔ ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء۔ العبد مرزا غلام احمد۔

دستخط رائے چندلال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول۔

فیصلہ

بعدالت لالہ آتمارام مہتہ بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مولوی کرم الدین ولد مولوی صدرالدین قوم آوان ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث۔

بنام مرزا غلام احمد وحکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغاث علیہم جرم زیر دفعہ (۵۰۲، ۵۰۱، ۵۰۰) تعزیرات ہند۔

یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور اس ضلع میں بموجب حکم چیف کورٹ ۲۹، جون ۱۹۰۳ء کو منتقل ہوا۔ اس مقدمہ میں ایک غیر معمولی عرصہ تک طول کھینچا کسی قدر تو مجسٹریٹوں کی تبدیلیوں کی وجہ سے طوالت ہوئی اور زیادہ تر فریقین کی کاروائی کی طوالت کے باعث یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۱ پر ہے اور زیر دفعہ ۵۰۱، ۵۰۲، تعزیرات ہند ملزم نمبر ۲ پر۔ فریقین مسلمان ہیں اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے شمشیر بکف ہیں۔ مستغیث اس فرقہ سے ہے جسکا سرپرست پیر مہر علی شاہ

(صاحب) ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ یہ فرقہ اپنے پرانے مذہبی اعتقادات کا پورا معتقد ہے۔ ملزم نمبر ۲ ایک نئے فرقہ کا جسکا نام احمدی یا مرزائی کہتے ہیں بانی اور مذہبی پیشوا ہے اور اسکے بہت سے مرید ہیں۔ اسکا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر مسیح موعود ہوں اور خداوند تعالیٰ سے مجھے مکالمہ حاصل ہے اور مجھے الہام یا وحی اسکی طرف سے اترتی ہے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں وہ وقتاً فوقتاً پیشگوئیاں کرتا رہتا ہے ملزم نمبر ۲، ملزم نمبر ۱ کے خاص مریدوں میں سے ہے نیز مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیاں ضلع گورداسپور کا مالک ہے۔ دوسرا فریق ملزم نمبر ۱ اور اسکے معاونین کے دعاوی کی تردید کرتا رہتا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں ملزم نمبر ۱ یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جسکا نام اعجاز المسیح (مسیح کا معجزہ) ہے، طبع کی۔ اس میں اس نے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اسکی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھ دے اور ساتھ ہی بطور پیشگوئی کے یہ دھمکی دی کہ جو شخص ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کرے گا وہ زندہ نہیں رہے گا مگر اسکے مقابلہ میں پیر مہر علی شاہ (صاحب) ساکن گولڑہ نے ایک کتاب مسمی بہ سیف چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی اور شائع کی اس کی تردید میں مرزا غلام احمد نمبر ۱ نے ایک کتاب لکھنی شروع کی جسکا نام نزول المسیح (مسیح کا اترنا) رکھا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد ملزم نے ایک اور کتاب شائع کی جسکا نام مواہب الرحمن ہے، جو ملزم نمبر ۲ کے مطبع واقع قادیاں میں چھپی۔ یہ کتاب مقدمہ کی اصل بناء ہے، یہ کتاب عربی زبان میں مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہے اور بین السطور فارسی میں ترجمہ کیا ہوا ہے، مضمون بنا استغاثہ صفحہ ۱۲۹ پر درج ہے اور ذیل کا اقتباس جو لیا گیا ہے مضمون بناء استغاثہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں ملزم اس طرح لکھتا ہے۔ میری نشانیوں میں سے ایک ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے ایک لئیم آدمی اور اسکے بہتان عظیم سے اطلاع دی ہے اور مجھے الہام کیا کہ مذکورہ بالا آدمی میری

عزت کونقصان پہنچائے گا اور مجھے یہ خوشخبری بھی دی گئی تھی کہ وہ بدی لوٹ کر میرے دشمن پر پڑے گی جو کہ الکذاب المہین ہے۔ لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ اس عربی کتاب کی پانچویں اور آٹھویں سطر میں ہیں بیان کیا گیا ہے کہ یہ مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی کرتے ہیں اور ملزم نے مستغیث کی عزت کونقصان پہنچانے کی نیت سے چھاپے ہیں۔ ملزم نمبر ا نے اقرار کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا مصنف ہے اور یہ کہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو چھاپی گئی اور ۱۷ جنوری کو جہلم میں تقسیم کی گئی اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ الفاظ زیر بحث مستغیث کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں اور یہ الفاظ بنفسہ مزیل حیثیت ہیں۔ ملزم نمبر ۲ تسلیم کرتا ہے کہ یہ کتاب اسکے مطبع میں اور اس کے زیر اہتمام چھاپی گئی اور اس نے اسکی جلدیں فروخت کیں۔ فرد قرارداد جرم برخلاف ملزماں زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند مرتب کی گئی ہر دو ملزم ارتکاب جرم سے انکاری ہیں۔ اور وہ حسب ذیل صفائی پیش کرتے ہیں۔

الف..... یہ کہ مستغیث نے اپنے آپ کو جھوٹا اور دھوکہ باز جعلساز بہتان گو وغیرہ سراج الاخبار جہلم کے مضمونوں میں جو اس نے ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو اخبار مذکور میں دیئے۔ مشہور کرنے سے اپنی تمام عزت ضائع کر دی ہے اور یہ کہ جب اسکی کوئی عزت باقی نہیں تو مستغیث کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ کہتا کہ عوام میں اُس کی عزت کم ہوگئی ہے کیونکہ کوئی عزت باقی نہ رہی تھی جو کم ہوتی۔

ب..... بفرض محال اگر مستغیث کی کچھ عزت ہے بھی جسکا ازالہ ہوسکتا تھا۔ تاہم زیر مستثنیات نمبر ۱، ۳، ۶، ۹، دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند ملزم کا یہ کام درست اور حق بجانب ہے۔

ج..... الفاظ زیر بحث ان الفاظ کے جواب میں کہے گئے ہیں جو مستغیث نے خود سراج الاخبار میں استعمال کئے ہیں آئندہ واقعات کے انکشاف اور مقدمہ کو آسان کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک مختصر بیان ان واقعات کا لکھا جائے جو فریقین کے درمیان واقعہ ہوئے۔

نزول المسیح کی تالیف کے اثناء میں مرزا اور اس کے دو مریدوں کو بھین سے چند خطوط پہنچے جو مستغیث کی جائے سکونت ہے۔ جو خطوط ایک دوسرے مقدمہ کی مسل میں شامل ہیں (فضل دین بنام کرم دین جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند) اور جو بظاہر ثابت ہوا ہے کہ بعض تو اسی مستغیث کے لکھے ہوئے تھے اور کچھ مستغیث کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے تھے (دیکھو فیصلہ عدالت ہذا بمقدمہ یعقوب علی بنام کرم دین وفقیر محمد) یہ خطوط حقیقت میں ایک بڑی حکمت عملی[1] پر مبنی تھے جو مرزا کی پیشگوئیوں اور الہاموں کے دعاوی کو آزمانے کے لیے

[1] عدالت کا یہ نوٹ قابل غور ہے مرزا جی کا مقدمہ بازی کا سوانگ کھڑا کرنے سے اصل منصوبہ یہ تھا کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی کی نسبت یہ اتہام ثابت ہو کہ آپ نے کتاب سیف چشتیائی میں مضامین فیضی کا سرقہ کیا ہے۔ مقدمہ بازی کی ساری تکالیف برداشت کرنے اور اخراجات کثیر کا زیر بار ہونے کو مرزائی پارٹی نے صرف اسی غرض کیلئے گوارا کیا تھا اور عدالت سے اسی امر کا فیصلہ کرانا مطلوب تھا اور اس امر کے ثبوت میں وہ خطوط شامل مسل کرائے گئے تھے، جو مولوی محمد کرم الدین صاحب کی طرف منسوب کئے جاتے تھے۔ (گو مولوی صاحب موصوف کو ان کے لکھنے سے انکار تھا) لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ مرزا جی اور انکی امت نے اس مدعا میں سخت ناکامی حاصل کی عدالت نے یہ تو فیصلہ کیا کہ خطوط مولوی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں گو عدالت کا ایسا قرار دینا بھی محض قیاسات پر مبنی تھا لیکن ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ فرما دیا کہ ان خطوط میں یہ لکھا جانا کہ پیر صاحب نے فیضی کے کسی مضمون کو سیف چشتیائی میں نقل کیا ہے محض مرزا کے الہام اور پیشگوئیوں کے امتحان کی غرض سے تھا، انکی الہام اسکو اصلیت کا بھی کچھ پتہ دیتے ہیں یا نہیں۔ اب مرزائی دوست خود ہی اس امر کا فیصلہ کریں کہ انکے پیر و مرشد اس مقدمہ بازی میں جیتے یا ہارے فیصلہ عدالت سے پیر صاحب سرقہ ثابت نہ ہوا اور مرزا جی طرح طرح کی مصائب میں دو سال تک مارے مارے پھرے آخر عدالت نے پیر صاحب کو اتہام سرقہ سے پاک قرار دیا اور خطوط میں سرقہ کی شکایت محض بغرض امتحان قرار دی عدالت اپیل نے بھی اسکی کوئی تردید نہیں کی بلکہ اپنے فیصلہ میں واقعات کی نسبت تفصیل فیصلہ ماتحت کو ہی صحیح سمجھ کر اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا اور مرزا جی اپنے حلفی بیان میں مان چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعے ہی ہوتا ہے اب ان کو بروئے فیصلہ عدالت قائل ہونا چاہئے کہ پیر صاحب کی نسبت اتہام سرقہ لگانے میں وہ جھوٹے تھے اور انکو اس امر کی معافی پیر صاحب سے مانگنا چاہئے۔ الغرض یہ ناکامی مرزا جی اور ان کی جماعت کو ایسی حاصل ہوئی کہ جسکی حسرت گور میں بھی انکے ساتھ جائیگی ادھر حضرت چشتی کی کرامت شمس نصف النہار کی طرح روشن ہوئی مخالف نے منصوبہ تو یہ باندھا تھا آپکو عدالت کے ذریعہ تکلیف پہنچانے کا لیکن خیر الحافظین نے حضرت والا کو ہر طرح سے محفوظ رکھا اور انکے مخالفین کو طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کر دیا۔ سچ ہے وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر۔

برتی گئی۔ گو بظاہر ان سے یہ غرض معلوم ہوتی تھی کہ پیر مہر علی شاہ کی تصنیف سیف چشتیائی کے علمی سرقہ کے ظاہر کرنے میں معاون ہوں۔ یہ خطوط مرزا نے اس وجہ سے اپنی کتاب نزول المسیح میں شائع کئے اور یعقوب علی نے جو مرزا کا مرید ہے اور ایڈیٹر بھی ہے اپنے اخبار الحکم مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء میں کاتبوں کے نام پر شائع کردیئے۔ اس اخبار میں ایک مضمون بھی تھا جس میں محمد حسن فیضی کی وفات پر جو مستغیث کا بہنوئی اور تایازاد بھائی ہے رنج دہ لفظوں میں نکتہ چینی کی گئی تھی اسکے بعد سراج الاخبار جہلم میں ۶ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو مضمون مستغیث کی دستخطی سے چھاپے گئے ایک نثر میں تھا دوسرا نظم میں، جو ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی تردید میں تھے انہوں نے فریقین کے درمیان مقدمات کرادیئے۔ اسکے تھوڑا ہی عرصہ پہلے یعنی ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو بمقام جہلم ان دو مخالف فریقوں میں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مذہبی مباحثہ ہوا ہے اس مباحثہ میں ایک طرف مستغیث اور ایک اور آدمی تھا اور دوسری طرف مبارک علی اور ایک اور کوئی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس علمی جھگڑے میں آخر الذکر[1] کو شکست ہوئی اس شکست نے جلتی آگ پر اور لکڑیاں ڈالیں اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے ملزم نمبر ۲ یا یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کے نام ایک گمنام کارڈ بھیجا جس میں انکو دھمکی دی کہ میں تم کو اس مضمون کی وجہ سے جو تم نے اپنے اخبار میں لکھا ہے، عدالت میں کھینچوں گا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو فضل دین نے جو ملزم نمبر ۲ ہے ایک استغاثہ بنام مستغیث زیر دفعہ ۴۲۰، ۴۱۷، تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو استغاثے زیر دفعہ

[1] لیجئے مرزائی صاحبان آپ کے پیر و مرشد (مرزا جی) نے مقدمہ بازی کر کے عدالت سے اس امر کا بھی ناطق فیصلہ کرالیا کہ مباحثہ جہلم میں مرزائی جماعت شکست یاب ہوئی جہلم کے اہلسنت والجماعت بھائیوں کو یہ فتح مبارک ہو جہلم کے مرزائی فرمائیں ان کو علماء اہل سنت و جماعت جہلم کی اس فتح یابی میں کسی قسم کے کلام کی گنجائش باقی ہے؟ کیونکہ یہ عدالت کا فیصلہ ہے اور مرشد جی حلفاً اقرار کر چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند بنام موجودہ مستغیث و فقیر محمد جو کہ ایڈیٹر و مالک سراج الاخبار جہلم ہے دائر کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو مستغیث کے مقدمات جہلم میں پیش ہوئے ہیں۔ جہاں کہ ملزم نمبر ۱ نے کتاب مواہب الرحمٰن کی اشاعت کی اس سے پہلے کہ ان عذرات پر جو صفائی کی طرف سے پیش ہونے ہیں بحث کی جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ کے معنی صاف کیے جائیں تمام الفاظ جو استغاثہ کردہ ہیں وہ برے معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں۔ اس بات کو فریقین مانتے ہیں اختلاف صرف اس میں ہے کہ کسی درجہ کی برائی کی حد کو وہ پہنچتے ہیں مستغیث تو ان کے معنوں کی تعبیر مبالغہ آمیز طرز میں کرتا ہے اور ملزم انکے معمولی معنی بیان کرتا ہے۔ مثلاً لئیم کا لفظ ایک فریق بیان کرتا ہے کہ اس کے معنی کمینہ اور پیدائشی کمینہ کے ہیں۔ دوسرا فریق اسکے معنی صرف کمینہ کرتا ہے۔ بہتان عظیم کے معنی بڑا اور حیران کرنے والا جھوٹ ہے اور ایک بڑا بہتان لگانے والا یا افتراء کرنے والا ہے۔ اور کذاب المہین کے معنی ایک بڑا اور عادی جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے اور جھوٹا اور اہانت کرنے والا ہے۔ دونوں طرف سے سندات پیش ہوئی ہیں جو ہر ایک فریق کے معنی کی تائید کرتے ہیں ہم ان الفاظ کو سخت معنوں میں لینے کی طرف مائل ہیں اور یہ صرف ویسی عربی سندات کی بنا پر ہی نہیں (ڈکشنریاں اور قواعد کی کتابیں جنکا حوالہ مستغیث نے دیا ہے) بلکہ ان معنوں کی بنیاد پر بھی جن میں خود کتاب کے مصنف نے ان الفاظ کو اور جگہ بھی استعمال کیا ہے اور نیز مصنف کے دل کی اس حالت کی بنیاد پر بھی جس وقت مصنف اس کتاب کو لکھ رہا تھا۔ لفظ لئیم ایک بڑی حقارت کا لفظ ہے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس میں تمام برائیاں مستقل طور پر پائی جاتی ہوں اور یہ لفظ ملزم نمبر ۱ نے مصر کے فرعون کی بابت استعمال کیا ہے جس نے اپنے آپ کو خدا مشتہر کیا اور شیطان اور گدھے کی نسبت بھی۔ بہتان عظیم بلحاظ اپنی ماخذ کے اس آدمی کو کہتے ہیں جو جھوٹے اور سخت قسم کے الزام

لگانے کا عادی ہو۔ کذاب کا لفظ مبالغہ کے صیغہ کا ہے اور یہ بڑے یا عادی جھوٹے کے معنی ظاہر کرتا ہے۔ **المھین** کے معنی اہانت کنندہ یعنی توہین کرنے والا ہے۔ **مضمون** مندرجہ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مصنف نے جب ان دونوں صفحوں کو لکھا اس وقت سخت رنج وغصہ اور کینہ میں مبتلا تھا جیسا کہ آگے چل کر بتلایا جائے گا۔ فریقین میں اس وقت سخت دشمنی تھی اور کوشش کرتے تھے کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹ ڈالیں۔ ایسے حالات میں یہ امید نہیں ہوسکتی کہ مصنف اعتدال اور صفائی کو برتتا۔ اب صفائی کے عذرات وغیرہ اس امر کے فرض کر لینے پر مبنی ہیں کہ سراج الاخبار کی ۶ اور ۱۱۳ کتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین اور صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ مواہب الرحمٰن کے متن کو باہم تعلق ہے دراصل یہ عذر اٹھایا گیا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ جو مواہب الرحمٰن میں ہیں ان الفاظ پر مبنی ہیں جو کہ مستغیث نے اپنے مضمونوں میں لکھ کر ملزم نمبر ۱ اور اسکی جماعت پر حملے کئے ہیں لیکن واقعہ میں یہ بات نہیں ہے ذیل کے دلائل ان عذرات کی تردید کرتے ہیں۔

اول: ذرا سا بھی حوالہ صریحاً یا کنایۃً قریبی یا بعیدی ان مضامین کی طرف نہیں ہے، جو سراج الاخبار ۶، ۱۳ کتوبر ۱۹۰۲ء میں ہیں یا ان کے مدعا کی طرف۔

دوم: مضامین کے سخت معنوں کے لحاظ سے اور بنظر اس مدعا کے جو اپنی جماعت کو بچانے کے لئے یا اپنے چال چلن کو ان الزاموں سے پاک کرنے کے لیے ضروری تھی، یہ بہت غیر اغلب ہے اگر غیر ممکن نہ ہو کہ مصنف بالکل کوئی اشارہ صریحاً یا معنیً انکی طرف یا ان خطوط کی طرف نہ کرتا، جو الحکم میں شائع ہوئے۔

سوم: اس کتاب کے ۱۲۶، ۱۲۷ صفحہ پر (مواہب الرحمٰن) مصنف نے محمد حسن فیضی کی موت کو بطور پیشگوئی کے بیان کیا ہے لیکن ایسا بیان ممکن نہیں ہے کہ وہ لکھتا۔ اگر سراج الاخبار کا

مضمون اسکے دل میں ہوتا، کیونکہ سراج الاخبار کے مضامین میں اس بیان کی تردید کردی گئی تھی۔ دیکھو ملزم کا بیان جو اس نے ۲۹ اگست ۱۹۰۳ء کو دیا ہے جو اس مقدمہ کی مسل میں شامل ہے۔ جو زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند ہے۔

چہارم: ملزم کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ خطوط کے مضمون جو الحکم میں چھپے تھے اور وہ مضامین جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں درست ہیں اپنے دل کی ایسی حالت میں مصنف ممکن نہ تھا ایسے خیالات کے ظاہر کرنے کی جرأت کرتا جو اس کتاب کے ۱۲۹، ۱۳۰ صفحہ میں ہیں جیسا کہ اس نے ظاہر کئے ہیں۔

پنجم: ملزم نمبر ۱ سراج الاخبار کے مضمونوں کی بناء پر کس طرح الزام لگا سکتا تھا جبکہ ان مضمونوں کے مصنف کا قرار دینا زیر بحث تھا اور یہ امر عدالت نے فیصلہ کرنا تھا جو ابھی عدالت نے نہ کیا تھا۔

ششم: سراج الاخبار کے مضمون ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے آغاز میں لکھے گئے۔ وہ صفحات جن میں مزیل حیثیت عبارت ہے قریباً چار ماہ کے بعد نکلے، اگر یہ صفحے ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے تو یہ ضروری تھا کہ اس سے بہت پہلے لکھے جاتے۔

ہفتم: اب کتاب پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے۔ یہ ملزم کے بیان کی تردید کرتی ہے، صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ کے متن سے اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ سراج الاخبار کے خطوط کے جواب میں نہیں لکھی گئی کیونکہ اس عبارت میں انکی بابت کوئی ذرہ بھی اشارہ نہیں ہے بلکہ ان مقدمات کی طرف اشارہ ہے جو مستغیث نے جہلم میں دائر کئے۔ سطر ۶ صفحہ ۱۲۹ میں مقدمات کا صاف حوالہ ہے (عربی یا فارسی) جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں (ملزم نمبر ۱) ایک عدالت میں گرفتاروں کی طرح حاضر ہونگا کیونکہ ملزم کے نام وارنٹ جاری ہوا تھا۔ اور

سطر۲ اور ۸ صفحہ ۱۳۰ میں مستغیث نے جو مقدمہ دائر کیا تھا اسکا صاف ذکر ہے۔ اور مستغیث کا نام صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں لکھ دیا ہے اور ۱۲۹ صفحہ کی سطر ۵ میں ان تین وکلاء کا حوالہ دیا ہے، جو مستغیث نے کئے تھے اور پھر سطر ۲ صفحہ ۱۳۰ میں بھی ذکر ہے اور صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۴ میں مقدمات دائر کرنے کی غرض منجانب مستغیث لکھی ہے اور اس صفحہ کی سطر ۵ میں وکلاء کرنے کی غرض مندرج ہے اور استغاثوں کی فتحیابی سے جو نتائج ہونے ممکن تھے انکی طرف اشارہ صفحہ ۱۲۹ کی اخیر سطر میں اور صفحہ ۱۳۰ کی پہلی سطر میں ہے۔ مقدمہ کا نتیجہ (یعنی اپنی آخری فتح) صفحہ ۱۲۹ سطر ۷ میں بیان کی گئی ہے کیونکہ مقدمے خارج ہو چکے تھے۔ صفحہ ۱۲۹ کے سطر ۱۰ میں استغاثہ دائر کرنے کا وقت ایک سال بعد اس پیشگوئی کے بیان کیا گیا ہے یہ پیشگوئی ۳۱ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کی گئی اور یہ مقدمات ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے گئے۔ صفحہ ۱۳۰ کی سطر ۷ میں مصنف بڑی خوشی سے شائع کرتا ہے کہ وہ جیل خانہ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی کالے پانی کو بھیجا جائے گا اور آخری سطر میں وہ تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث کی اس حرکت سے اس کو غصہ آ گیا تھا۔

ہشتم: ایک اور امر بھی ہے جو میرے نتیجہ کی تائید کرتا ہے مستغیث نے اپنے مقدمات جہلم میں ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے اور ملزم نمبر ۱ نے اپنی کتاب کے صفحات ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۲، ۱۳ یا ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو تالیف کی اور یہ کتاب ۱۴ تاریخ کو شائع کی اور ۱۷ ماہ مذکور کو جہلم میں تقسیم کی، یعنی اس دن جبکہ مقدمات کی پیشی تھی یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان مقدمات اور اس کتاب میں باہمی تعلق ہے مستغیث کے مقدمات برخلاف ملزم دائر تھے ملزم وارنٹ کے ذریعہ گرفتار ہو کر عدالت جہلم میں حاضر ہوا اور یہ توہین تکلیف تردد، بے عزتی، ذلت وغیرہ کے موجبات موجود تھے ان سب امور کی شکایت کی گئی ہے۔

نہم: مستغیث کے استغاثہ جات جہلم کے جواب میں ملزم مضحکہ خیز اور سفلہ جرأت کرتا ہے کہ کتاب کے ان صفحات اور سراج الاخبار ۶، ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے درمیان تعلق ثابت کیا جائے اور اس غرض کے لیے دھینگا زوری کی دور از قیاس تاویلات پیش کرتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گواہوں کے بیانات کو اختلاف سے بہت قابل ذلت ناکامی کا منہ ملزم نے دیکھا۔ مواہب الرحمٰن کی مزیل حیثیت عبارت اور سراج الاخبار کے مضامین یا خطوط میں مطلقاً تعلق نہ ہونے کی وجہ سے صفائی کا پہلا عذر بالکل خاک میں مل جاتا ہے اب دوسرے عذر کی بابت ذکر ہوتا ہے جن مستثنیات پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ ایک، تین، چھ، نو ہیں۔

الف...... ان تمام مستثنیات پر اعتبار کرنے سے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ ملزم کا فعل سراج الاخبار جہلم کے مضامین کی بنیاد پر ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں لیکن صفائی سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

ب...... پہلی استثناء کی بابت یہ ضرورت ہے کہ وہ عبارت جس میں الزام لگایا گیا ہے وہ سچی ہونی چاہیے اور اس سے پبلک کا فائدہ ہو۔ اس امر کو صفائی سے ملزم ثابت نہیں کر سکا جہلم کے اخبار کے علاوہ کوئی دوسرا امر نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ مستغیث کسی ایسی بدحرکت کا مرتکب ہوا جسکی رو سے اسکی بطور شریف اور راست باز آدمی کے اب عزت نہیں رہی اور وہ ان خطابات کا مستحق ہو گیا ہے جو اس پر لگائے گئے ہیں اور یہ خیال کرنا ایک امر محال ہے کہ ایسی مزیل حیثیت اشاعت سے کونسا پبلک کا فائدہ نکلا ہے۔

ج...... سراج الاخبار کے علاوہ کوئی دیگر حوالہ نہیں دیا گیا۔ جسکی وجہ سے عوام کو مستغیث کی نسبت رائے لگانے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔

د...... پہلی استثناء کے علاوہ دیگر مستثنیات میں نیک نیتی ایک بڑا ضروری جز ہے ذیل کے

واقعات سے نیک نیتی کا نہ ہونا اور بد نیتی کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مستغیث کی ملزم کے ساتھ دوستی تھی اور اسنے اسکو چند خطوط مدد کا وعدہ کرتے ہوئے لکھے لیکن اس کا یہ وعدہ الٹا نکلا۔ ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو مستغیث اور ملزم نمبر ا کے مریدوں کے درمیان ایک مذہبی مباحثہ جہلم میں واقعہ ہو گیا جس میں آخر الذکر غالباً شکست یاب ہوئے۔ ۷ استمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں جو ملزم کا ایک آرگن ہے اس میں چند خطوط مستغیث کی طرف سے چھپے نیز ایک مضمون رنج دہ الفاظ میں جس میں رشتہ دار مستغیث مسمی فیضی کی موت کا ذکر تھا نکلا۔ملزم نمبر ا نے یہ خطوط نزول المسیح میں مستغیث کے نام پر چھاپ دیئے، یہ سب کچھ مستغیث کی ہدایت کے برخلاف کیا گیا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکا نام ظاہر کیا جائے۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے دو مضمون سراج الاخبار جہلم میں الحکم کی تردید میں دیئے یہ مضامین مرزا اور اسکی جماعت کو بڑے ناپسند اور رنجیدہ ثابت ہوئے۔ مستغیث نے ایک گمنام کارڈ بھی قادیاں میں بھیجا کہ جس میں ملزم کو عدالت میں کھینچنے کی دھمکی دی، اسکے بعد ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو ملزم نمبر ۲ نے ایک مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند دائر کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو مقدمہ جہلم میں زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱ تعزیرات ہند ملزم اور دیگران پر دائر کئے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو یعقوب علی ایڈیٹر الحکم نے ایک مقدمہ مستغیث اور فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار پر دائر کیا فریقین کے درمیان مقدمہ بازی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ جبکہ مواہب الرحمٰن تالیف کی گئی اور دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ ۷ا جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات کی پیشی مقرر ہو گئی اور ملزم کو بذریعہ وارنٹ حاضر ہونے کا حکم ہوا وہ مستغیث کی ان حرکات پر نہایت مایوس اور آزردہ ہوئے جس کو انہوں نے پہلی غلطی سے بڑا مفید اور معاون دوست خیال کیا تھا لیکن آخر کار اس کو خوفناک دشمن بھیس بدلے ہوئے پایا۔ یہ

سب باتیں مصنف کے دل میں کھٹک رہی تھیں جبکہ اس نے یہ مزیل حیثیت مضمون لکھا اور چھاپا وہ جلدی جو مصنف نے تالیف کی تکمیل میں ۱۴ جنوری کو دکھائی۔اس غرض کے واسطے کہ وہ ۷ا جنوری کو جہلم میں لوگوں کے ان گروہوں کے درمیان تقسیم کرے جو ان مقدمات کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔اس سے اسکی اصلی منشاء کا پتہ ملتا ہے جس نے اسکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مذکورہ بالا مقدمات کے بعد اور مقدمہ بازی بڑھی۔ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث نے یہ مقدمہ دائر کیا اور جون ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۲ نے ایک استغاثہ زیر دفعہ ۲۱۱ تعزیرات ہند مستغیث کے برخلاف دائر کیا۔ملزم کے دل کی حالت اس امر سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ ...نے مستغیث کے وکلاء کو ٹٹوؤں سے اور انکے مختتانہ کو گھاس سے مواہب الرحمٰن کے ۱۳۰ صفحہ میں نسبت دی ہے۔ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کا گلا گھوٹنے کو دوڑ رہے تھے۔ نیک نیتی کہاں تھی باقی تمام مقدمہ ڈسمس ہو چکے ہیں۔ یہ ملزم کا کام تھا کہ نیک نیتی ثابت کرتا۔ قانون میں نیک نیتی کے معنی مناسب احتیاط و توجہ لکھی ہیں لیکن نیک نیتی کی بابت کوئی کوشش نہیں کی گئی سوائے سراج الاخبار کے حوالہ کے جو کہ یہی رنج دینے کی وجہ تھی۔ فریقین کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے لحاظ سے اس امر کی توقع کرنا غیر ممکن اور دور از قیاس تھا۔ تحت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزم نمبر ا سراج الاخبار کے مضمونوں کو سچا سمجھتا تھا۔ کیونکہ دیر تک مستغیث نے اسکی تردید نہیں کی اور یہ کہ اسی یقین پر مستغیث کے بارے میں اس نے مزیل حیثیت الفاظ کو استعمال کیا یہ محبت بالکل غلط ہے ملزم نمبر ا کے اپنے بیان سے جو اس نے ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء کو جو کہ مقدمہ ۴۲۰ تعزیرات ہند کی مسل میں ہی اسکی تردید ہوتی ہے اس بیان میں اس نے تسلیم کر لیا ہے کہ سراج الاخبار ۶۔۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین شائع ہونے کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ میرا اعتبار اور یقین غلط تھا۔

پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک سمجھدار آدمی مزیل حیثیت عبارت اس اعتبار پر لکھے جو کہ چار ماہ پہلے ہی غلط ثابت ہو چکا ہو پھر وہ آدمی کس طرح نیک نیتی کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ جس نے انہیں الفاظ پر جو زیر استغاثہ ہیں۔ اکتفا کر کے اپنی دشمنی کو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے اور تین جگہوں میں کہتا ہے کہ وہ میرا سخت دشمن ہے اور اسکے علاوہ صفحہ ۱۳۰ مواہب الرحمٰن میں اور الفاظ بھی جو مزیل حیثیت ہیں استعمال کرتا ہے۔ مثلاً شریر جاہل، غبی، شقی ملزم نمبر ا اسی صفحہ کی اخیر سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث نے مجھے غصہ دلایا۔ علاوہ ازیں ملزم نمبر ا نے شہادت کے اثناء میں مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند میں بیان کیا کہ میں مستغیث کو صرف اس وقت سے جانتا ہوں کہ جبکہ اسکو کمرہ عدالت میں دیکھا یہ موقعہ پہلی دفعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ہوا اس بیان سے پایا جاتا ہے کہ ملزم مستغیث سے اس تاریخ سے پہلے کوئی ذاتی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو جو اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ ہے اس کو کیونکر معلوم ہوا کہ مستغیث لئیم بہتان عظیم الکذاب المہین تھا، البتہ نبوت اور وحی کی طاقت سے وہ اس بات کی واقفیت کا دعویٰ کرسکتا تھا لیکن ایسا بیان تک نہیں کیا گیا ثابت کرنا تو کجا رہا۔ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ باہم دشمنی ہے اور ملزم کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی مستثنیات کے مفاد سے محروم ہوتا ہے۔ صفائی کا تیسرا عذر بھی پہلے عذر کے ساتھ خاک میں مل جاتا ہے۔ حسب تجویز بالا علاوہ ازیں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ الفاظ زیر استغاثہ سراج الاخبار کے جواب میں لکھے گئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ وہاں واقع ہی نہیں ہیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مستغیث اپنے علاقہ میں ایک معزز آدمی ہے اور یہ کہ مولوی ہے عربی علم ادب اور علوم دینیہ کا فاضل ہے اور جائداد و منقولہ و غیر منقولہ کا مالک ہے اور حکام اسکی عزت کرتے ہیں۔ ایک مذہبی کتاب میں جو مسلمانوں کے استعمال کی واسطے چھاپی گئی

ہے۔ اسکو ایک ایسے آدمی کے طور پر ظاہر کرنا جو پیدائشی کمینہ ہو، بڑا ہی عادی جھوٹا ہو، بڑا بہتان لگانے والا، یہ ایک سخت قسم کا الزام ہے جس سے اس پر ہمیشہ کے لیے دھبہ لگتا ہے کہ وہ کمینہ بدچلن آدمی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں الفاظ مزیل حیثیت استعمال کئے گئے ہیں اور جن سے ظاہراً جرم قائم ہوسکتا ہو تو انکا چھاپنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ باہم دشمنی تھی۔ جو اصول استثناء نمبر ۴ میں قائم کیا گیا ہے وہ مقدمہ ہذا کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایسے موقعہ پر عائد ہوسکتا ہے جہاں کہ الفاظ کے معنوں میں شک ہو (جلد ۹، الہ آباد صفحہ ۴۲۰) تعزیرات ہند نیلسن صفحہ ۵۸۸۔ لیکن اس مقدمہ میں الفاظ استغاثہ کردہ کے معنوں کی بابت کوئی شبہ نہیں ہے دفعہ ۴۹۹ کے بموجب صریح مزیل حیثیت ہیں اور یہ کہ جلدی یا غصہ میں لکھے گئے ہیں ملزمان اسکے بالکل جوابدہ ہیں پھر ضابطہ فوجداری کے صفحہ ۶۷۲۔۶۷۳ میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کوئی تحریر چھاپے جو کہ درست نہ ہو جیسا کہ اس مقدمہ میں ہے۔ تو قانون یہ خیال کرے گا کہ اس نے دشمنی سے ایسا کیا ہے اور یہ جرم ہوگا یہ غیر ضروری ہے کہ اس بارے میں زیادہ ثبوت نیت کا دیا جاوے تعزیرات ہند کے بموجب یہ خیال کیا جائے گا کہ اس نے نقصان پہچانے کے ارادہ سے یا جان بوجھ کر یا اس بات کا یقین کر کے یہ مستغیث کی عزت کو ضرور نقصان پہنچائے گا۔ ایسا کیا مین صاحب اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۸۷۶ پر بیان کرتا ہے کہ ہر ایک آدمی قیاس کیا گیا ہے کہ اپنے قدرتی اور معمولی کاموں کے نتیجہ کا ذمہ دار ہوتا ہے اگر تشہیر کا میلان مستغیث کو نقصان دہ ہو تو قانون خیال کرے گا کہ ملزم نے اسکے چھاپنے سے ارادہ کیا ہے کہ اس سے مستغیث کو نقصان پہنچے پھر یہی مصنف صفحہ ۹۰۱ پر لکھتا ہے کہ کسی کی ذاتیات اور پرائیویٹ رائے رفاہ عام میں داخل نہیں۔ پبلک میں ثابت شدہ افعال پر رائے زنی کرنا یا سرکاری ملازم کی کارروائی پر سختی سے نکتہ چینی کرنا ایک اور بات

ہے۔ اور بدچلنی کے افعال کا اسے مجرم بیان کرنا اور دوسری شے ہے۔ پھر رتن لعل رام چند
داس اپنی قانون میں جو اس نے تائیس پر لکھا ہے اسکے صفحہ ۲۰۴ میں ذیل کے فقروں میں یہی
لکھتا ہے کہ کوئی اشارہ کمینگی یا شریر منشاء کا یا نا معقول یا بدچلن کا بغیر کسی بنیاد کے نہیں ہونا
چاہیے۔ یہ کوئی صفائی نہیں ہے کہ ملزم ایمانداری سے سچے طور پر یقین کرتا تھا کہ یہ الزام سچا
ہے ایک نکتہ چین کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ مصنف کی رائے یا خیالات پر نکتہ چینی کرے لیکن
اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کے چال چلن پر ہتک آمیز ریمارک کرے لعل چند اپنی
تعزیرات ہند میں اس طور پر ذیل کی سطور میں لکھتا ہے کسی آدمی کے افعال اچھے ہوں یا
برے اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اس پر وارد نہ ہوں کسی کو حق نہیں ہے
کہ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرے ہر ایک آدمی قانونی حق رکھتا ہے کہ جو کچھ اسکے متعلق
ہے اسی کے متعلق ہے۔ خواہ وہ روپے ہوں یا خیالات ہوں، خواہ وہ اخلاقی افعال ہوں آجر
اپنے لائبل اور سلینڈر میں صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے کہ اگر کوئی آدمی مستغیث کے ذاتیات پر بلا
ضرورت حملہ کرے تو وہ جواب نہیں ہو سکتا کونٹر چارج ہو جاتا ہے۔ اور اگر مزیل حیثیت ہو تو
لائبل ہو جاتا ہے۔ ایک اخبار میں تشہیر کرنے کی طرز سے نیک نیتی کا سوال پیدا ہو سکتا
ہے۔ اور ملزم کو ان مستثنیات کی حفاظت کے مفاد سے محروم کر سکتا ہے۔ ذیل کے اقتباس
میں بیان کیا گیا ہے نیلسن اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۵۹۱ میں لکھتا ہے ک ایک سچا الزام یا
جھوٹا الزام لگایا جائے یا چھاپ دیا جائے جو پبلک کے فائدہ کے واسطے ہو تو وہ بھی بوجہ طرز
تشہیر اور اخبارات لکھنے والے کو مفاد مستثنیات سے محروم کر سکتا ہے اس صورت میں بھی کہ
جبکہ یہ تشہیر مفاد عام کیلئے ہو یعنی یہ کہ عوام الناس کے ایک طبقہ کے مفاد کے لیے تو بھی
مستثنیات اول کی رعایت کالعدم ہو جاتی ہے۔ اگر واقعات مذکورہ کو متعلقین کی نسبت زیادہ

وسیع دائرہ ناظرین تک وہ واقعات پہنچائیں جائیں ایسے رویہ سے یہ تجویز قرار پا سکتی ہے
کہ بیان مذکور عوام الناس کے فائدہ کیلئے نہ تھا۔ جن کے روبرو بیان مذکور پیش کرنا مطلوب
تھا۔ لال چند اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۶۳۶ میں اسی رائے کی تائید کرتا ہے جو حسب ذیل
الفاظ میں ظاہر کی گئی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی بیان مزیل
حیثیت عرفی کسی اخبار میں چھپوائے جیسا کہ مقدمات مدراس میں ہوا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ بیان مذکور اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے نیک نیتی سے مشتہر کیا گیا تھا جس سے کہ
مستغیث کی حیثیت کو نقصان پہنچانا بے احتیاطی یا لاپرواہی سے نہ ازروئے کینہ کے لکھا گیا
تھا۔ مقدمات مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو طرز تشہیر کی اختیار کی گئی ہے وہ غیر ضروری
ہے اور اپنی رعایت قانونی سے بڑھ کر قدم مارا گیا ہے اسلئے ملزم محفوظ نہیں۔ دیکھو مدراس
جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ و جلد ۶ صفحہ ۳۸۱۔ اس رائے کی تائید جلد ۱۹ بمبئی صفحہ ۲۰۳ سے ہوتی ہے
جہاں کہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ تشہیر سے مفاد عامہ منظور نہ تھا کیونکہ اخبار میں تشہیر کی گئی تھی
مقدمہ ہذا میں جملہ ضروری اجزاء جرم ازالہ حیثیت عرفی موجود ہیں اتہامات سخت قسم کے لگا
کر مستغیث کی چال و چلن پر مشتہر بایں ارادہ کیے گئے ہیں کہ اس کی حیثیت عرفی کو نقصان
پہنچے کھلے کھلے طور پر وہ بیانات مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہم وطنوں کی نگاہ میں مستغیث کی
قدر و منزلت کو ان سے نقصان پہنچتا ہے یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور ازراہ کینہ لگائے گئے
ہیں اور ایک مذہبی کتاب میں جو عام مسلمانوں کے استعمال کیلئے ہے مشتہر کیے گئے ہیں
نیک نیتی ان میں بالکل نام کو نہیں۔ القصہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۱ نے ایک کتاب
مواہب الرحمن تصنیف کی اور اسے مشتہر کیا ملزم نمبر ۲ نے اسے چھاپ کر فروخت کیا۔ ۱۷
جنوری ۱۹۰۳ء کو کتاب مذکور بمقام جہلم تقسیم کی گئی جہاں کہ مستغیث نے ملزمان کے بر

خلاف مقدمات کئے ہوئے تھے اور انکی سماعت ہورہی تھی۔ ملزمان بذریعہ وارنٹ وہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس کتاب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کو سادہ سادہ معنوں میں اگر لیا جائے تو بھی مزیل حیثیت عرفی ہیں کیونکہ سخت قسم کے اتہام چال چلن مستغیث پر ان میں لگائے گئے ہیں بروئے رعایات تشریح و مستثنیات دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند جو صفائی پیش کی گئی ہے وہ بالکل ناکام رہتی ہے بموجب سند کتاب آجر در بارہ لائبل صفحہ ۱۵ ایسے الفاظ قابل مواخذہ ہوا کرتے ہیں اگر وہ الفاظ جھوٹے اور مزیل حیثیت ہوں خواہ سہواً یا اتفاقیہ طور پر ان کی تشہیر ہو جائے یا خواہ نیک نیتی کے ساتھ انکو سچا سمجھ کر انکی تشہیر کی جائے۔ صفحہ ۱۸۴ کتاب مذکور میں مندرج ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک خط بدیں اختیار ملے کہ اسکی تشہیر کی جائے تو تشہیر کنندہ بریٔ الذمہ نہ ہوگا اگر اسے کسی اخبار میں مشتہر کرے جبکہ الفاظ لائبل والے اس میں ہوں پس ثابت ہوا کہ ملزم نمبر ۱ مجرم زیر دفعہ ۵۰۰ اور ملزم نمبر ۲ زیر دفعہ ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند ہے۔ اور انکو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے۔ اب فیصلہ کرنا نسبت سزا کے رہا مدعا سزا سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اس کے فعل کا دیا جائے بلکہ اسکو آئندہ کے لیے ایسے جرم سے روکنے کا منشا ہوتا ہے۔ صورت ہذا میں ایک خفیف جرمانہ سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔ خفیف رقم جرمانہ کی مؤثر اور رکاوٹ پیدا کرنے والی نہ ہوگی اور غالباً ملزم اسے محسوس نہ کرے گا۔ ہر روز اسے بیشمار چندہ پیروؤں سے آتا ہے، جو ملزم نمبر ۱ کے لیے ہر قسم کے ایثار کرنے کو تیار ہیں ان حالات میں تھوڑا سا جرمانہ کرنے سے ایک خاص گروہ کو جو بے گنا ہوتا ہے سزا ہوگی۔ دراصل اصلی مجرمان پر اسکا کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ ملزم نمبر ۱ کی عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اسکے ساتھ رعایت برتیں گے۔ ملزم نمبر ۱ اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر

اسکے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہمچو قسم تحریرات سے باز رہنے کے لیے فہمائش کی تھی پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہمچو قسم نقص امن والے فعلوں سے باز رہے گا نظر بر حالات بالا ایک معقول تعداد جرمانے کی ملزم نمبر ۱ پر ہونی چاہیے۔ اور ملزم نمبر ۲ پر اس سے کچھ کم۔ لہذا حکم ہوا کہ ملزم نمبر ضمار جرمانہ دے اور ملزم نمبر ۲، ۲۰۰۔ ورنہ اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر ۵ ماہ قید محض میں رہیں۔ حکم سنایا گیا۔ ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔

دستخط: حاکم

مرزا جی کی اپیل

اگر چہ مرزا جی کی شان مسیحائی تو اس امر کی متقاضی تھی کہ وہ اپنی ان تکالیف مالی و بدنی کا جو انکو اس مقدمہ کی طفیل نصیب ہوئیں بدلہ عالم عقبیٰ پر چھوڑ دیتے اور اپنے مصائب کا شکوہ بارگاہ احکم الحاکمین میں پیش کرتے کیونکہ یہ سب حادثات قدرت کی طرف سے انکو حاصل ہوئے تھے۔ لیکن آپ وہ مسیح نہیں جنکا بھروسہ محض آسمانی عدالت پر ہو اور نہ آپ ان پاک نفوس سے ہیں جو ہر حال میں دکھ درد کے وقت یہ کہہ کر انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ معاملہ کو حوالہ باخدا کرتے ہیں بلکہ آپ تو مجازی حکام کی عدالتوں کو ذریعہ حق الیقین سمجھتے ہیں اور اپنے تنازعات کو فردوہ الی اللہ والرسول کے مصداق بنانے کے بجائے عدالت حکام مجاز کو ہی مرجع و مآب قرار دیتے ہیں آخر کار آپ نے بعدالت مسٹر ہری صاحب سیشن جج بہادر قسمت امرتسر ۵ نومبر ۱۹۰۴ء کو اپیل داخل کی اور اپیل میں علاوہ دیگر

عذرات کے بڑی عاجزی سے اپنی کبرسنی اور واجب الرحم حالت جتا کر ان مصائب کا جو دوران مقدمہ آپکو نصیب ہوئیں شکوہ کیا اور اس بات کا بہت کچھ رونا روئے کہ صاحب مجسٹریٹ نے دوران مقدمہ انکے بڑھاپے پر کوئی رحم نہیں کیا اور طرح طرح کی صعوبات میں مبتلا رکھ کر آخر کار ایک سنگین سزا بھی دیدی۔ اپیل کی آخری پیشی ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو قرار پائی سشن جج نے مستغیث کو بھی نوٹس دیدیا تھا۔ چنانچہ مستغیث اصالتاً اور ملزمان کی طرف سے مسٹر بیچی صاحب ایڈوکیٹ وخواجہ کمال الدین صاحب وکیل پیش ہوئے۔ جانبین کی بحث سننے کے بعد صاحب سشن جج نے اپیل ملزمان منظور کی اور واپسی جرمانہ کا حکم دیا۔

لیکن جو ذلتیں قدرت کی طرف سے مقدمہ میں حاصل ہو چکی تھیں اور وہ کبھی واپس نہیں ہو سکتی تھیں نیز جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے مرزا جی بموجب اپنی اصطلاح کے جو تریاق القلوب میں کئی سال پہلے اپنے قلم سے لکھ چکے تھے۔ سزا کی منسوخی اور جرمانہ کی واپسی سے لفظ بری کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ گو سشن جج اپنی اصطلاح میں ان کو بری ہی کیوں نہ لکھے۔ مرزا صاحب لکھ چکے ہیں کہ بری وہ ہے جس کے ذمے فرد جرم عائد نہ ہوا ور پہلے ہی مخلصی حاصل کرلے جس پر فرد جرم لگ گئی ہو وہ ہرگز بری نہیں کہلا سکتا زیادہ سے زیادہ اسکو مبرا کہہ سکتے ہیں۔ مقدمہ ہذا میں فرد جرم لگنے کے علاوہ سزا بھی ہو چکی تھی۔ پھر مرزا جی کے مرید برخلاف تحریر مرشد کے (جو تریاق القلوب میں لکھی جا چکی ہے) کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا جی بری ہو گئے اور یہ انکا ایک معجزہ ظاہر ہوا۔ چونکہ فیصلہ اپیل کو قبل ازیں مرزائیوں نے کثرت سے چھاپ کر ملک میں شائع کر دیا ہوا ہے اس لیے اب یہاں درج کرنا تحصیل حاصل ہے۔

خاتمہ کتاب

پہلے ہم اس قادر ذوالجلال رب مستعان کا ہزار ہزار شکریہ بجالاتے ہیں جس نے اس عظیم الشان معرکہ میں ابتداء سے انتہاء تک محض اپنے فضل وکرم سے ہماری مدد کی۔ مرزائی لشکر نے اپنی پوری طاقت سے ہم پر دھاوا کیا اور ان کے نقطۂ خیال میں تھا کہ ہم پل کے پل میں انکو نیست ونابود کر دیں گے لیکن ہمارے قادر وقدیر مولی ذات کبریائی نے انکے اس پندار وغرور کو آخر خاک میں ملادیا اور اپنے ضعیف اور ناتوان بندگان کو وہ ہمت و استقلال بخشا کہ کسی مرحلہ میں بھی ہمارا حوصلہ پست نہ ہوا اور ہر ایک میدان میں زبردست حریف ہمارے مقابلہ میں منہ کے بل گرتا رہا۔ ابتداء میں جب یہ معرکہ شروع ہوا تو مرزائی جماعت کی طاقت اور انکے اتفاق اور انکی لاف وگزاف کو سن کر ہر ایک شخص ہمیں خوف دلاتا تھا کہ مقابلہ بہت مشکل نظر آتا ہے تمہارا دشمن بہت قوی ہے اسکے پاس مال وزر وافر ہے۔ ان کی جماعت میں قابل تعریف اتفاق ہے قانون پیشہ اصحاب (وکلاء اور بیرسٹر) انکے گھر کے ہیں۔ ڈپٹی جج وکیل وغیرہ ان کے فدائی اور حلقہ مریدین میں داخل ہیں اس وقت ہماری طرف سے یہی جواب ہوتا تھا کہ:

ع ''دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است''

اگر خدا کو منظور ہے تو دنیا دیکھ لے گی کہ مقابلہ یوں ہوا کرتا ہے چنانچہ آخر ایسا ہی ہوا کہ مخالف کو معلوم ہو گیا کہ:

ع ''عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا''

چھیڑ تو بیٹھے تھے لیکن آخیر میں اپنے منہ سے کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ ہم یوں خراب ہوتے ہیں تو مقدمہ بازی کا نام تک نہ لیتے بہر حال بہ تائید ایزدی تھی ورنہ ہم

کیا تھے اور ہماری طاقت کیا۔ہم ایزد متعال کی عنایت اور مہربانی کا شکریہ کس طرح ادا
کرسکتے ہیں: شعر

اگر ہر موئے من گردد زبانم ادائے شکر مولیٰ کے توانم

اس کے بعد ہم ان مخلص احباب واعوان اور مہربانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں
جنہوں نے اس نازک وقت میں محض اخوت اسلامی سے ہم سے ہمدردی کی اور حتی الوسع
قلبی جانی مالی معاونت سے دریغ نہ فرمایا۔جزاھم اللہ خیر الجزاء چونکہ فریق مخالف
کے جانباز مرید اس موقعہ پر روپیوں کا مینہ برسارہے تھے اور ہر طرف سے ہزاروں کی تعداد
میں انکو دھڑادھڑ درہم و دینار آرہے تھے اس لئے ہم اپنی اکیلی مالی طاقت سے ان کا مقابلہ
کس طرح کرسکتے تھے۔لیکن پھر بھی ہم نے کسی صاحب کے سامنے دست سوال دراز ہرگز
نہ کیا اور جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو بیدریغ خرچ کرتے رہے۔لیکن خدائے کریم نے بعض
ہمدردان اسلام کے دلوں میں تحریک پیدا کردی۔ وہ بدوں ہمارے کہنے کے ہماری مدد
کرنے لگے اور جس طرح سے ہوسکا انہوں نے ہماری معاونت کی۔ذیل میں چند حضرات
کا بالخصوص تذکرہ کرکے باقی تمام ان حضرات کا جنہوں نے ہم سے ہمدردی فرمائی ہم تہ دل
سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

سلطان راجہ جہانداد خان صاحب سی۔آئی۔اے

راجہ صاحب ممدوح الشان جن کے نام نامی سے اسلامی دنیا عموماً واقف ہے۔
اور جو بلحاظ حسبی نسبی فضائل کے مستغنی عن التعریف والتوصیف ہیں۔آپ دنیوی اقتدار
کے رو سے ممتاز زمانہ ہونے کے علاوہ علمی کمالات میں بھی اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں۔خصوصاً علم
عربی میں آپ کو پوری مہارت حاصل ہے قرآن کریم کے نکات اور معارف بیان کرنے

لگیں تو سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتے تھے اور مسلمان رؤسا میں سے میں نے علوم
عربیہ کا ایسا کوئی فاضل پنجاب میں نہیں دیکھا یہ ہی باعث ہے کہ آپ اہل علم کی قدر کرتے
ہیں اور علماء دین کی تعظیم فرماتے ہیں۔اوائل میں جب مرزاجی نے اپنی چند کتابیں تائید
اسلام میں شائع کیں اور اپنا دعویٰ صرف ملہمیت مجددیت تک محدود رکھا تو راجہ صاحب کو
مرزاجی سے حسن ظن تھا اور انہوں نے انکو بہت کچھ مالی امداد بخشی تھی۔مرزاجی بھی اس زمانہ
میں آپ کے مداح تھے اور اپنی چند تصانیف میں انکو ملھم من اللہ مانتے رہے لیکن راجہ
صاحب نے جب مرزاجی کا دعویٰ رسالت و نبوت انکی بعض مصنفات میں کھلے طور سے لکھا
ہوا دیکھا تو فوراً کہہ اٹھے انا بری منہ و من معتقداتہ اس وقت سے آپ مرزاجی کے
دعاوی سے سخت متنفر ہیں۔ جناب ممدوح کو ہمارے خاندان سے خاص محبت و شفقت ہے
اور ہم پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتے ہیں میرے فاضل بھائی مولانا ابوالفیض مولوی محمد حسن
صاحب فیضی مرحوم سے آپکو خاص محبت تھی اور مرحوم کے کئی ایک عربی فارسی قصائد میں آپکا
ذکر خیر پایا جاتا ہے۔اس وقت مرحوم کے خلف الصدق عزیز مولوی فیض الحسن صاحب طال
عمرہ جو دارلعلوم نعمانیہ میں تعلیم پاتے ہیں۔راجہ صاحب کی طرف سے وقتاً فوقتاً انکو بھی کافی
مدد پہنچتی رہتی ہے۔

ممدوح الصدر کی طرف سے ہمیں سب سے بڑھ کر مقدمات کے اثنا میں مالی مدد
پہنچتی رہی اور نیز آپکے قابل قدر مشوروں سے ہم مستفید ہوتے رہے۔ہم صاحب ممدوح
کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کافی الفاظ نہیں پاتے۔رب العزۃ سے یہی دعا ہے اللھم ابد
اقبالہ واحفظ الہ وعیالہ افسوس کہ راجہ صاحب ممدوح کا اب انتقال ہوچکا ہے۔خدا
غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو بااقبال کرے۔

شکریہ معاونین

جن مسلمان بھائیوں نے اس موقعہ پر اسلامی ہمدردی کے رو سے ہماری مالی اعانت کی ان میں مسلمانان جہلم و لاہور اور مسلمانان گورداسپور کا نمبر اول ہے۔ہم ان کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں بالخصوص مسلمانان گورداسپور کی ہمدردی و اعانت قابل ذکر ہے۔

مسلمانان گورداسپور

ہم گورداسپور کے مسلمانوں کی مہربانی کا شکریہ ادانہیں کر سکتے کہ انہوں نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا اور ہم باوجو مسافرت کے گورداسپور میں وطن سے زیادہ با آرام رہے۔ابتداء میں جب مقدمات جہلم سے منتقل ہوکر گورداسپور میں گئے تو ہمارے دلوں کو سخت تشویش تھی کہ اس قدر دور دراز مسافت پر جانا ایک سخت مصیبت ہے اور ہمارے فریق مخالف کو ہر طرح سے وہاں امن و آرام حاصل ہوگا۔لیکن گورداسپوریوں نے ہم سے وہ حسن سلوک کیا کہ ہم کو گھر سے بڑھ کر وہاں آرام و راحت معلوم ہوتی تھی اور مرزائی پارٹی کو وہاں اس قدر تکالیف کی شکایت تھی کہ الحکم کو اخبار میں لکھنا پڑا کہ مکان تک انکو وقت سے کرایہ پر ملا۔جناب میر احمد شاہ صاحب وکیل بٹالہ اور شیخ نبی بخش صاحب وکیل گورداسپور نے اسلامی اخوت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مدۃ العمر ہمیں یاد رہے گا۔صاحب مقدم الذکر اپنے خرچ پر گورداسپور میں جاتے رہے اور بلا فیس وغیرہ پیروی کرتے رہے ایسا ہی صاحب مؤخر الذکر اپنے سب مقدمے چھوڑ کر بلا فیس ہمارے مقدمات میں کئی کئی دن اجلاس عدالت میں گذارتے رہے۔الغرض دونوں حضرات نے قانون پیشہ اصحاب کے زمرہ میں

داخل ہوکر مروت و احسان کا ایک اعلیٰ نمونہ دکھایا باوجودیکہ ہم سے کسی قسم کا سابقہ تعارف نہ تھا کسی قسم کے طمع اور فائدہ کی توقع نہ تھی لیکن ہمیں غریب الوطن سمجھ کر صرف للہی ہمدردی دکھائی ہم انکی عنایات کا کسی طرح سے بھی شکریہ ادانہیں کر سکتے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء ایک اور صاحب لالہ مولامل صاحب وکیل نے بھی ہماری بہت مدد کی اور صرف برائے نام فیس پر پیروی مقدمات میں انہوں نے کمال سرگرمی دکھلائی خدا انکو خوش رکھے ایک صاحب خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ایجنٹ شیخ علی احمد صاحب وکیل نے جو کچھ ہم سے ہمدردی کی اسکا شکریہ ہم سے ادانہیں ہوسکتا ہماری جماعت کے جس قدر اشخاص ہوتے تھے سب کے لیے کھانا پکانے کی تکلیف آپکی ذمہ تھی اور چارپایاں بستر وغیرہ کا سارا انتظام انکے سپرد تھا اور بھی کئی تکالیف ان کے ذمہ تھیں لیکن اس جوانمرد نے اس کام کو ایسی خوبی سے اخیر تک نبھایا کہ باید و شاید جزاہ اللہ خیرا۔خواجہ صاحب کا ایک فرزند رشید خواجہ عبدالحی صاحب جو اس وقت اسلامیہ سکول میں تعلیم پاتا تھا اب تکمیل علوم عربیہ کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر ہے ہم عزیز خواجہ کی ترقی عزت اور ترقی مراتب کے لیے دست بدعا ہیں۔اللھم زد فزد۔

اور وہ صاحبان مولوی اللہ دتا و علی محمد خیاط سوہل ضلع گورداسپور کی ہمدردی کے بھی ہم مشکور ہیں جتنا عرصہ مقدمہ دیا آپ اپنا سب کام چھوڑ کر وہاں ہی رہے اور حتی الوسع ہمارے مدو معاون بنے رہے۔(اے خدا تو انکو جزائے خیر عطا فرما)

ایک مولوی صاحب مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن گلیانہ ضلع گجرات جو مسانیاں تحصیل بٹالہ میں معلم سادات کرام تھے انکی مہربانیوں کا شکریہ ہم ہرگز ادانہیں کر سکتے

سب کاروبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہے اور اخیر تک رفاقت کو نبھایا ہم عمر بھر ان کو یاد رکھیں گے۔ جزاه الله رب الجزاء علاوہ ازیں گورداسپور کے تمام ہندو اور مسلمان اصحاب نے ہم سے پوری ہمدردی دکھائی تمام ادنیٰ و اعلیٰ ہمارے خیر خواہ تھے اور سب کی زبان پر یہی دعا تھی کہ خدا تم کو کامیاب کرے اگرچہ وہ زمانہ گذر گیا لیکن گورداسپوریوں کی محبت کا اثر ہمارے دلوں سے کبھی زائل نہ ہوگا۔

ہم وطن احباب

دوران مقدمہ چند مخلص ہم وطن احباب گورداسپور میں میرے رفیق و ہمدم رہے۔ ان میں سے مولانا مولوی غلام محمد صاحب، قاضی تحصیل چکوال اور مولوی محمد حسن جی صاحب، قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولوی پیر منور شاہ صاحب ساکن نلہ پیراں تحصیل جہلم و مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب ساکن دیالی (سرگودھن) بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے۔ افسوس ان میں سے اول الذکر ہر سہ احباب کا انتقال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جنت الفردوس میں اپنی نعماء وافرہ سے بہرہ یاب فرمائے اور انکے پسماندگان کو حوادث دہر سے محفوظ و مصئون رکھے۔

مولوی غلام محی الدین صاحب دیالوی جو میری محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف انہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آپکو علمی کتابوں سے خاص شغف ہے اور مطبوعات جدیدہ سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اخبارات و رسائل کے عاشق ہیں غرض انکا کتب خانہ قابل دید گویا ایک خاصہ لائبریری ہے۔

افسوس کہ آپ کی مع اپنے معزز بھائی صوبیدار فضل الدین صاحب کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے البتہ برخوردار مولوی فضل کریم مدرس لوئر مڈل اسکول سرگودھن کے گھر میں

خدا تعالیٰ نے مولود مسعود بخشا ہے خدا اسکو عمر خضر علیہ السلام عطا فرمائے۔ اب حکیم صاحب اور تمام گھر والوں کی امیدیں اسی نور نظر سے وابستہ ہیں۔ اللهم احفظ من بليات الزمن وحوادث الفتن.

توجہ مشائخ کرام

ہمارے اصلی معین و مددگار ہمارے حضرات مشائخ عظام تھے۔ حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے ابتداء میں جب مقدمات شروع ہوئے تو میں حضرت والا کی خدمت میں باریاب ہوا اور عرض کی کہ اب دعا کا وقت ہے دوسری طرف سے ہر قسم کے منصوبے قائم ہو رہے ہیں اور ادھر مرزا جی کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور انکے مخالف تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بالکل بے فکر رہو ان شاء اللہ تعالیٰ تم کامیاب ہوگے اور مرزا جس قدر زور خرچ کرے اس مقابلہ میں ہزیمت ہی اٹھائے گا میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک یہ معرکہ رہے ایک خاص وقت دعا کے لیے مخصوص رہے گا اور حق تعالیٰ سے نصرت و کامیابی کی دعا کی جایا کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ایسے ایسے مشکل معرکے پیش آئے کہ ہر طرح سے مایوسی کا سامنا نظر آتا تھا لیکن حضرت پیر چشتی مدظلہ کی کرامت اپنا ایسا کرشمہ دکھاتی تھی کہ عقل حیران رہ جاتی تھی جس وقت مرزا کی جماعت کے بعض اشخاص حضرت والا کی اطلاع یابی سمن شہادت پر کرا کر لے گئی تھے۔ مرزائی اچھلتے کودتے پھرتے تھے کہ دیکھو پیر گولڑوی عدالت میں حاضر ہونے سے کس طرح بچ سکتا ہے لیکن آپ کو خدا نے حاضری عدالت کی تکلیف سے بالکل محفوظ رکھا حالانکہ مرزائیوں نے اسکے متعلق ناخنوں تک زور

لگالیا کیا یہ پیر چشتی کی ایک روشن کرامت نہیں ہے ایسا ہی دیگر مراتب میں بھی مرزائی
جماعت کو ناکامی حاصل ہوتی رہی ہم حضرت اقدس پیر صاحب مدظلہ کی اس باطنی توجہ کے
کمال مشکور ہیں اور دعا ہے کہ ایزدتعالیٰ آپ کے ظل فیض کو دیر تک ممدود رکھے۔ ایک
دوسرے حضرت اہل کمال جناب مولانا مولوی فتح محمد صاحب ساکن جنڈی شریف ضلع
گورداسپور تھے (جن کا افسوس کہ اب انتقال ہوگیا ہے) آپ فی الواقعہ ایک خدارسیدہ اہل
باطن کامل بزرگ تھے آپ کی صحبت سے ایسی لذت اور حظ حاصل ہوتا تھا کہ تمام لذات
دنیوی اس کو مقابلہ میں ہیچ ہیں آپ علاوہ ظاہری علوم میں متبحر ہونے کے باطنی علوم
(تصوف سلوک) کے ایک دریا تھے، ایسے ایسے نکات اور معارف بیان فرماتے تھے کہ سن کر
دل کو وجد ہوتا تھا۔ گورداسپور کے نواح کے لوگ تو آپکی ذات والا پر فدا تھے اور بھی دور دراز
اضلاع سے لوگ کثرت سے آ کر آپ کے فیض سے مستفید ہوتے تھے آپکو ہمارے حال
پر خاص توجہ تھی اور ہمیشہ دعا فرماتے تھے آپ کی طرف سے ہمیں مالی امداد بھی معقول ملتی
رہی خدا حضرت مغفور کو غریق لجہ رحمت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو برکت کثیر بخشے اس
وقت آپ کے جانشین خلیفہ مولوی محمد شاہ صاحب ہیں جو بہت بابرکت بزرگ ہیں۔

ایک مجذوب فقیر

جن دنوں چیف کورٹ (لاہور) میں درخواست ہائے انتقال مقدمات جانبین
سے گذری ہوئی تھیں مرزائیوں کی درخواست تھی کہ مقدمات گورداسپور میں ہوں اور ہماری
درخواست تھی کہ جہلم میں ہوں اتفاقاً انارکلی میں مجھے ایک مجذوب فقیر مل گئے جن کے بدن
کے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ مجھ سے السلام
علیک کہہ کر پوچھنے لگے کہ جوان تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے؟ یہاں کیا کام ہے؟

چونکہ میں متفکر تھا دوسرے روز چیف کورٹ میں پیشی تھی کچھ سادہ جواب دیکر ٹالنا چاہا کہ فقیر
میں جہلم کا رہنے والا ہوں، یہاں کچھ اپنا کام ہے، فرمانے لگے کام ہے ہم سے چھپاتے ہو
تمہارا قادیانی سے مقدمہ ہے چیف کورٹ میں تمہاری درخواستیں ہیں تم چاہتے ہو کہ مقدمہ
جہلم میں ہو وہ چاہتے ہیں گورداسپور میں ہو تمہاری درخواست نامنظور ہوگی اور مقدمات
گورداسپور میں ہونگے۔ خدا کو منظور ہے کہ مفتری علی اللہ کو اس کے گھر میں ذلیل کیا جائے
یاد رکھو آخرکار تم فتحیاب ہوگے اسکو ذلت بعد ذلت ہوگی اس وقت تمام اہل اللہ تمہارے لئے
دست بدعا ہیں یہ تمہارا اور مرزا کا مقابلہ نہیں بلکہ یہ اسلام وکفر کا مقابلہ ہے۔ دیکھو مرزا نہ نبی
ہے، نہ مہدی، نہ مجدد، نہ ولی۔ نبی کی تو یہ شان تھی کہ وہ ایک چٹائی پر سوتا تھا اور اسکی بیوی
دوسری چٹائی پر مرزا کی بیوی سیکنڈ اور فسٹ کلاس ریلوے میں سفر کرتی ہے۔ سونے کے
خلخال پہنتی ہے یہ دنیا طلبوں کا کام ہے۔ نبی اللہ کو یہ طاقت بخشی جاتی ہے کہ زمین وآسمان
اسکا کہنا مانتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو کہا پھٹ جا پھٹ گیا۔ پھر جب اس میں فرعون
داخل ہوا تو کہا مل جا ایسا ہی ہوا دشمن تباہ اور نبی اللہ معہ اپنے رفقاء کے صحیح وسلامت پار ہوگیا۔
مرزا کو طاقت ہو تو تمہارے دل پر قابو حاصل کرے اس وقت وہ سخت تکلیف میں ہے۔
یہ بھی خیال مت کرو کہ وہ مہدی ہے مہدی علیہ السلام جب آئیں گے تو پہلے انکی
آمد کی اطلاع اہل اللہ کو دیجائے گی وہ سب ان کے ساتھ ہولیں گے۔ حفاظ وعلماء ان کے
حلقہ میں ہونگے۔ تم دیکھتے ہو سوائے نورالدین کے اسکے ساتھ کون ہے مرزا بھی دنیا کا کیڑا
اور نورالدین بھی۔ تمام اہل باطن اور علماء اسلام مرزا کے دعاوی کے مخالف ہیں خبردار گھبرانا
مت۔ تائید الٰہی تمہارے شامل حال رہے گی تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مخالف طرح طرح
کی مصائب میں مبتلا ہوگا، ایسا ہی ہوا۔ اس اثناء میں مجھے بھی سر درد تک کا عارضہ لاحق نہ

ہوا۔ مرزا جی غش کھا کر کچہری میں گرے فیصلدین چار پائی پر اٹھا کر کچہری میں لایا گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مذکورہ بالا واقعات تو جناب مرزائی قادیان کے دور حیات کے ہیں۔ ناانصافی ہوگی اگر ہم اپنے دوست کے حالات وفات سے ناظرین کو محروم رکھیں۔ اسلئے آپ کی وفات کے متعلق بھی کسی قدر خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔

وفات مرزا

ہر چند مرزا صاحب دوسروں کی وفات کی خبریں سن کر خوش ہوتے اور اپنے کسی مخالف شخص کی مرگ سے اپنے نشانات اور پیشگوئیوں کے نمبرات میں اضافہ فرمایا کرتے تھے مگر آخر کار بحکم کل نفس ذائقة الموت ایک دن بھی آ پہنچا کہ بڑے بڑے دعاوی کے مدعی (مرزا جی) عین ایام غربت میں دارالامان قادیاں سے دور فاصلہ (شہر لاہور) میں ایک مہلک بیماری ''کالرا'' میں مبتلا ہو کر بہت ہی جلدی شکار نہنگ اجل ہوگئے۔ کسی شخص کی نیکی یا بدی یا اسکی بزرگی وغیرہ کا ثبوت اسکی وفات کے بعد بھلی یا بری شہرت سے ملتا ہے۔ جو نیک ہوتے زبان خلق پر انکی نیک شہادت ہوتی ہے مقدس نفوس کی وفات کے بعد ان کی میت کی خاص عزت اور احترام ہوتی ہے جس طرح زندگی میں ان سے فیض حاصل کرنے کیلئے مخلوق خدا حاضر ہو کر ان کے قدموں پر گرتی ہے۔ ان کی وفات پر ان کی میت کی زیارت کے لیے خلق خدا اطراف واکناف سے ٹوٹ پڑتی ہے ان کے جنازہ میں شمولیت باعث سعادت سمجھی جاتی ہے اور ہر ایک زبان پر ان کا ذکر خیر جاری ہوتا ہے اور ہر ایک آنکھ ان کے غم میں خون کے آنسو بہاتی ہے۔

چند مقدس نفوس

اس کے ثبوت کے لیے چند ایک مقدس ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کی عزت اور معیت کا احترام کیا گیا۔

۱..... امام طاؤس (تابعی) کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ جنازہ کسی طرح نہ نکل سکتا تھا آخر حاکم وقت نے فوج بھیجی اور اسکے اہتمام سے جنازہ نکلا۔

۲..... حضرت عبداللہ بن حسن کے جنازے کو جو لوگ اٹھائے ہوئے تھے اژدھام خلق کی وجہ سے انکا لباس پارہ پارہ ہوگیا۔

۳..... حضرت امام الحرمین نے جب وفات پائی تو تمام شہر نیشا پور کے بازاران کے ماتم میں بند ہوگئے اور جامع مسجد کا ممبر جس پر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے توڑ دیا گیا۔

۴..... امام ابوجعفر طبری کی قبر پر کئی مہینے تک شب و روز نماز جنازہ پڑھی گئی۔

۵..... امام ابن داؤد کے جنازہ کی نماز اسّی دفعہ پڑھی گئی کل نمازیوں کا تخمینہ لگایا گیا تو تین لاکھ ہوا۔

۶..... امام اعظم کے جنازہ کی نماز بعد دفن بیس روز تک ہوتی رہی۔

۷..... امام احمد حنبل کے جنازہ پر قدرتی پرندوں نے سایہ کیا ہوا تھا۔ جسکو دیکھ کر ہزاروں یہودی مسلمان ہوگئے تھے۔

۸..... مولانا مولوی غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلائق اس قدر تھا کہ نماز جنازہ باہر پریڈ میں پڑھی گئی۔ کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری موقوف کر کے شمولیت جنازہ کی۔

۹..... غازی علم الدین شہید کا جنازہ ایک لاکھ نفوس نے پڑھا۔ بڑے بڑے مقتدر لیڈر پلیڈر سر وغیرہ شریک جنازہ ہوئے۔

۱۰...... عاشقان رسول میاں امیر احمد اور خان عبداللہ خان کے جنازہ میں باوجود اطلاع عام نہ ہونے کے قریباً پچاس ہزار نفوس شامل ہوئے۔

۱۱...... مولانا محمد علی مرحوم کی وفات ملک انگلستان دارالکفر میں ہوئی۔ ان کی میت کا کس قدر احترام ہوا کس کس اہتمام واحتیاط سے کس پاک جگہ (بیت المقدس) میں پہنچا کر دفن کی گئی۔ جس کے تقدس، وتبرک پر آیت قرآن **بارکنا حولہ** گواہ ہے۔ بیت المقدس میں میت کی آمد پر جو استقبال ہوا اخبار بین حضرات اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ سول وملٹری کے معزز افسران میت کی اردل میں تھے۔ ہجوم خلائق کے باعث شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شرکاء جنازہ کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔

مرزا صاحب کا جنازہ

اب ہم مرزا صاحب کے بعد از وفات حالات پر نظر ڈالتے ہیں آپکی موت وطن سے بہت دور اس وقت ہوئی جب مقابلہ کے لیے آپ کے مخالف علماء آپ کو چیلنج کر رہے تھے اور میدان میں نکلنے کی پرزور دعوت دی جارہی تھی یکا یک آپ ایک موذی مرض ہیضہ میں مبتلا ہوکر راہگرائے عالمِ جاودانی ہوگئے۔ شرکاء جنازہ ڈیڑھ درجن سے زائد نہ تھے عوام الناس نقلیں اتار کر مرنے والے کی تضحیک کا مظاہرہ کر رہے تھے پھر آپ کی نعش کو کسمپرسی کی حالت میں خرِ دجال (مالگاڑی) پر لاد کر قادیاں میں پہنچایا گیا۔ افسوس مرنے والا بہت سی حسرتیں دل میں لیکر لحد میں جا سویا۔ ابھی تو دولہا بننا تھا محمدی بیگم بیاہ لانی تھی۔ بڈھے میاں اپنے پیارے صنم کو خوش نصیب رقیب (مرزا سلطان محمد) کے ہاتھ چھوڑ کر دنیا سے چل بسے۔ **هیهات ثم هیهات**۔ شعر

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا — ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

متصل حالات وفات کے متعلق ذیل میں چند مضامین نثر ونظم سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲ جون و یکم ستمبر **۱۹۰۸ء** سے درج کئے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی ناگہانی موت

ہائے مرزا قادیانی مرگیا — تہلکہ مرزائیوں میں ہے پڑا
سرنگوں ہے آج مینار المسیح — قادیاں دار الحزن اب ہے بنا
دشمنوں کی موت پر ہنستے تھے کل — آج اپنے گھر میں ہے ماتم بپا
کل شئ هالک الا وجهه — دوستو انسان کی ہستی ہے کیا

افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدویت ومسیحیت اور نبوت ورسالت کے دعویدار جوان دنوں اپنے آرام گاہ (قادیان) سے نکل کر شہر لاہور میں اقامت پذیر تھے اور بڑے زور وشور سے لیکچروں اور وعظوں کے جلسے سنا رہے تھے یکا یک ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ مرض ''ہیضہ'' میں مبتلا ہوکر دن کے دس بجے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون لاہور سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں پانچ بجے آپ کا جنازہ پولیس کی حفاظت میں اسٹیشن ریلوے پر پہنچایا گیا اور اس وقت صرف پچیس تیس آدمی جنازہ کے ساتھ تھے۔ آپکی نعش قادیاں پہنچائی گئی۔ اللہ اکبر اس واقعہ عبرت افزا سے دنیائے ناپائیدار کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ مرزا جی تو کس دھن سے اپنی لن ترانیوں میں لگے ہوئے علماء دنیا کو گھور رہے اور انکو موت کی دھمکیاں دے رہے تھے کہ ناگاہ اجل نے انکو خود ہی آدبوچا: شعر

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال — کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

آن کی آن میں کام تمام ہوگیا مرزا جی کی موت کا عبرتناک نظارہ اس قابل ہے

کہ اہل بصیرت اسکی طرف آنکھ کھول کر دیکھیں وہ انسان جو بہت بڑی دعاوی (رسالت و نبوت بلکہ الوہیت) کا مدعی تھا جو کہتا تھا کہ خدا نے مجھے پکار کر کہہ دیا ہے کہ انا معک فی کل موطن (بدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء) انی انا الرحمن اصرف عنک اسوء الاقدار (بدر ۷ جنوری ۱۹۰۸ء) یعنی میں خدا ہر موقع میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں رحمان تیری طرف سے برے مقدر کو پھیر دونگا۔ ایسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں جان دیکر اپنے ان تمام الہامات کو جھوٹا کر کے اگلے جہان کو چلدیا نہ تو الہام کنندہ نے ردّ تقدیر کیا نہ حاذق حکیم اور ڈاکٹر راسخ مرید جو ہر وقت آپکے ساتھ تھے کچھ مدد کر سکے، نہ شان مسیحیت نے ہی کچھ شفا بخشی، نہ کئی لاکھ مرید اس آڑے وقت میں کچھ حمایت کر سکے۔ آخر موت کا پیالہ پینا پڑا اور موت بھی وہ جسکی نسبت آپ مدتوں سے الہام سنا رہے تھے کہ ایسی بیماریوں سے میں نے بالکل محفوظ رہنا ہے کیونکہ ایسی موت کسی نبی، صدیق، ولی کے پاس تک نہیں آسکتی (دیکھو بدر ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء) طرفہ یہ کہ آپ بڑی تحدی سے پیشگوئیاں کر رہے اور الہام سنا رہے تھے کہ جب تک میرے تمام دشمن میری آنکھوں کے سامنے مر نہ جائیں میں نہیں مرونگا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے ۲ جولائی ۱۹۰۷ء کو پیشگوئی کی تھی کہ مرزا چودہ ماہ تک مرجائے گا اور مرزا جی نے اشتہار تبصرہ میں کھلے طور پر اعلان کر دیا تھا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ اسکے برعکس عبدالحکیم نے ہماری آنکھوں کے سامنے مرنا ہے اور ہماری عظیم الشان پیشگوئی پوری ہونی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ساری باتیں اٹکل پچو تھیں اور منجانب اللہ نہ تھیں سب بیکار گئیں جیسا کہ عبدالحکیم نے الٰہی تفہیم سے پیشگوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہو کر لکل فرعون موسیٰ کے مضمون کو ثابت کر گئی اور مرزا جی کے دعاوی منجانب اللہ نہ ہونے پر مہر ہوگئی جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا. مرزا جی ہر چند اپنی زندگی میں اس بات کے مدعی تھے کہ

آپ دین اسلام کی حمایت اور مخالف ادیان کے قلع قمع کیلئے مبعوث ہوئے ہیں لیکن دین اسلام کو آپ کے وجود مسعود سے کچھ فائدہ نہ پہنچا مخالف ادیان کے لوگوں کو اسلام سے مشرف کرنا تو بجائے خود رہا آپ نے کروڑہا مسلمانان روئے زمین کو جو آپکی رسالت کا کلمہ نہ پڑھیں اسلام سے خارج کر دیا اور کافر کہہ دیا۔ اور اس بات پر اپنی موت سے پہلے تین چار روز بھی جب مسٹر فضل حسین بیرسٹر لاہور نے اس بارے میں آپ سے گفتگو کی بضد قائم رہے تفرقہ ایسا پھیلایا کہ بھائی کو بھائی سے باپ کو بیٹا سے الگ کر دیا اپنی جماعت کے آدمیوں کو مسجدوں میں جا کر باقی مسلمانوں کے ساتھ جماعت نماز میں شامل ہونے سے روکا بلکہ ایک دوسرے کو سلام علیک کہنے سے بھی روک دیا حج و زکوٰۃ کی ادائیگی آپکے ملنے والوں سے قطعی چھوٹ گئی۔ نماز میں تخفیف دو تین کوس جانے سے بھی قصر نماز اور افطار روزہ کی اجازت عام تھی اور ذکر واذکار مجاہدات و ریاضت کثرت عبادت کے تمام طریقہ جو سلف صالحین میں زمانہ نبوت سے شروع ہو کر آج تک چلے آتے تھے بدعت ضلالت میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ فخر و تعلی کا یہ حال تھا کہ خود کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ عموماً مرزائی اخبارات میں ایسے کلمات آپکی طرف سے ہمیشہ شائع ہوا کرتے تھے کہ ایک تم میں ہے جو حسین سے بہتر ہے اور ع

”کہ صد حسین است در گریبانم“

حالانکہ آج تک امت محمدیہ سے کسی بزرگ اسلام کو ایسا کہنے کی جرأت نہ ہوئی تھی یہاں تک ہی بس نہ تھی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضلیت کا ادعا تھا اور پکار کر کہتے تھے شعر

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ علیہ السلام کجاست تا بنہد پا بمنبرم

اور کہ شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

مرزا جی کے دعاوی شرک جلی سے اعلیٰ تک پہنچ چکے تھے اور کہتا تھا کہ زمین و آسمان میرے تابع ایسے ہیں جیسے خدا کے تابع۔ اور کہ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے۔ اور میں خدا کی اولاد کے جا بجا ہوں وقس علیٰ ذٰلک حالانکہ قرآن کریم نے ایسی باتوں کی بزور تردید کردی تھی۔ خیر جیسے دعاوی زبردست تھے ایسا ہی مرزا جی کا خاتمہ بھی نرالے طور پر ہوا۔ دارالامن (قادیان) سے جلاوطن ہوکر دار غربت لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہا، ہیضہ کی موت (جس کو کتے کی موت سے تعبیر کیا کرتے تھے) سے مرنا ڈاکٹروں حکیموں کی تدابیر کا خاک میں مل جانا علماء کرام کا بار بار دعوت مناظرہ دینا پانچ ہزار روپیہ بھی پیش کرنا مرزا کا میدان میں نہ نکلنا حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتھم کا ۲۲ مئی کو ہزارہا آدمیوں کے روبرو شاہی مسجد میں پیشگوئی کرنا کہ مرزا بہت جلدی عذاب سے ہلاک ہوگا اور اسکے بعد چار دن کو تمام مخالف علماء کی موجودگی پر ہی یوں ناگہانی مہلک اور عذابدہ بیماری میں مبتلا ہوکر مرجانا یہ ایسے واقعات ہیں جو مرنے والے کے بر خلاف زبردست اس امر کا پیش کررہے ہیں کہ وہ مفتری علی اللہ تھا۔ اس نے دانستہ خدا پر جھوٹ باندھا اور اسکی سزا میں یہ واقعات اس کو پیش آئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مرزا جی کے وہ وعدے اب کہاں ہیں کہ محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئے گی کیونکہ میرا اور اسکا آسمان پر نکاح ہوچکا ہے اور یہ ایسی اٹل پیشگوئی ہے کہ زمین و آسمان ٹل جائیں اور یہ نہ ٹلے۔ اور کہ مولوی محمد حسین ضرور ضرور میری زندگی میں میرا مرید بن جائے گا۔ اور کہ مولوی ثناء اللہ جو میرے برخلاف لکھا کرتا ہے میری زندگی میں مرجائے گا۔

وغیرہ وغیرہ مرنے والا تو اب ان تمام باتوں کی جوابدہی سے عاجز ہوکر لحد میں جا سویا ہے کیا اسکا کوئی حواری اب جواب دینے کی جرأت کرسکتا ہے۔ ہمارے خیال میں جواب دینا تو قیامت تک بھی محال ہے اب مرزائی دوستوں سے ہم بادب کہتے ہیں۔

ع ''اب ہوچکی نماز مصلیٰ اٹھائیے''

دیر کرنے کا اب موقعہ نہیں مرزائی دعاوی سے تائب ہوکر جلدی اسلام قدیم کا دامن پکڑلیں۔ والحق احق بالاتباع.

تاریخ وفات مرزا غلام احمد قادیانی

ہائے مقدر موت تو نے کیا کیا — آن کی اک آن میں کیا غم دیا

بیٹھے بٹھلائے یہ کیا صدمہ دیا — راحت و آرام جس سے کھوگیا

صد ہزار راں بندگان دہر کو — خاک میں پامال تونے کردیا

جو کیا کرتے تھے بس دعوے بڑے — اب کہیں ان کا نہیں ملتا پتا

بادشاہ مصر وہ فرعون بھی — جو کہا کرتا تھا میں ہی ہوں خدا

آخرش پنجہ سے اے موت تیرے — وقت آنے پر نہ ہرگز بچ سکا

ایسے ہی نمرود اور شداد کو — تونے چپکے دم کے دم میں آلیا

آہ وہ ہامان باسامان بھی — چھوڑ کر دنیائے فانی چل بسا

کردیا اے موت تونے کام وہ — جس کا تھا تجھ کو ہمیشہ سے مزا

ہائے یعنی قادیاں کا وہ رسول — جس کا تھا شہرہ جہاں میں مچ رہا

جو کہ منصبہائے مہدی اور مسیح — زور بازو سے تھا حاصل کرچکا

جس کی سچائی میں تھے لاکھوں نشاں — آسماں صبح و مساء دکھلا رہا

جسکی اب ادنیٰ سے خفگی سے جہاں — مبتلائے رنج طاعون ہوگیا

زلزلوں کی اسقدر کثرت ہوئی ۔۔۔ ہوگیا عالم میں اک محشر بپا
تیرے پنجے میں پھنسا ایسا کہ وہ ۔۔۔ تاقیامت ہو نہیں سکتا رہا
کہتے ہیں اب تو حواری ہائے ہائے ۔۔۔ ہم پہ کیا قہر خدا نازل ہوا
یہ بلائے ناگہانی کا لرہ ۔۔۔ آگیا لاہور میں بنکر قضاء
جو ہمارے مرزا کی روح کو ۔۔۔ لیکے سوئے عالم برزخ اڑا
چل بسا تو خود تو دنیا سے ولیک ۔۔۔ ہم ہیں رنج وغم میں تیرے مبتلا
ہم نے جانا قادیاں دارالاماں ۔۔۔ اور مانا تجھ کو اپنا مقتداء
ہم نے مانے آپ کی الہام سب ۔۔۔ اور تیقن تیری باتوں پر کیا
تو کرشن اور مہدی اور مسیح ۔۔۔ آگیا دنیا میں بنکر رہنما
کہدیا جو کچھ کہ تونے الغرض ۔۔۔ ہم نے امنا و صدقنا کہا
تیرے مرنے پر جو رسوا ہم ہوئے ۔۔۔ اسکو یا ہم جانتے ہیں یا خدا
اب مخالف کہتے ہیں سارے ہمیں ۔۔۔ پیشوا وہ اب تمہارا کیا ہوا
ہوگئے الہام جھوٹے آپ کے ۔۔۔ جھوٹ نکلا آخرش دعویٰ تیرا
کررہی دنیا ہے جن پر اعتراض ۔۔۔ ایک بھی جن سے نہیں سچا ہوا
وہ نشان غضب رب عالم کباب ۔۔۔ جس کی پیدائش کا اک الہام تھا
دیر تک ہم منتظر اس کے رہے ۔۔۔ آج تک لیکن نہیں پیدا ہوا
وہ نکاح آسمانی دلپذیر ۔۔۔ جس کا سہرا تم نے باندھا برسا
گردش قسمت سے اے جان جہاں ۔۔۔ یہ تیرا ارمان دل میں ہی رہا
میرزا اور میرزانی کو ہوئی ۔۔۔ نوجوانی کب بڑھاپے میں عطا
ہے مبارک کا کہاں نعم البدل ۔۔۔ تبصرہ میں ذکر ہے جسکا لکھا

عمر اسی سال تیری کب ہوئی ۔۔۔ کب زلازل آئے یہاں محشر نما
بچ رہے گا قادیاں طاعون سے ۔۔۔ سچ کہو تم ہی کہ کب وہ بچ رہا
تونے کب تکمیل کی منار کی ۔۔۔ خرچ جس پر تھا ہزاروں تک ہوا
تیرے کپڑوں سے ہیں ڈھونڈیں برکتیں ۔۔۔ بادشاہانِ جہاں نے کب بھلا
ہیں مخالف جاگتے جیتے تمام ۔۔۔ دن بدن ہے جوش انکا بڑھ رہا
چھوڑتا پیچھا نہیں امر تسری ۔۔۔ منہ دکھا سکتے نہیں اس کو ذرا
لے گیا میدان بازی ڈاکٹر ۔۔۔ ہم رہے پڑھتے تیرا وہ تبصرا
بن نہیں پڑتی مقابل غیر کے ۔۔۔ کرتے ہیں گو عقل سوزی دائما
قادیاں مشہور تھا دارالاماں ۔۔۔ چلتی تھی یہاں شادمانی کی ہوا
بن گیا دارالاماں دار الحزن ۔۔۔ چل گئی کیسی الٰہی یہ ہوا
بوستان قادیاں کا ہر شجر ۔۔۔ سرنگوں باد مخالف سے ہوا
ہے غرض گرداب میں کشتی قوم ۔۔۔ اس کو اب اے ناخدا لینا بچا
اے مسیحا ایک دم کے واسطے ۔۔۔ حال دیکھو اس دل بیمار کا
حرقت فرقت سے سینے چاک ہوں ۔۔۔ آتش غم سے ہے دل جلتا مرا
رات دن بیتاب ہے جان حزیں ۔۔۔ بے کلی دل میں ہے ہر دم حسرتا
چھوڑ دے اے دل نہ کرشور وشغب ۔۔۔ کر بیان اب اصل اپنا مدعا
چاند کی چوبیسویں منگل کا دن ۔۔۔ اور مہینہ ربیع الثانی کا تھا
گردش گردوں دوں سے دوستو ۔۔۔ جب چراغ قادیاں گل ہو گیا
فکر سال فوت جب مجھ کو ہوئی ۔۔۔ ہاتفِ غیبی نے فوراً کہہ دیا
سال رحلت کو کرے پورا وکیل ۔۔۔ صادق وکاذب کا بس جھگڑا چکا

عقیدۃ
ختم النبوۃ
الادارة لتحفظ العقائد الاسلامیة
کراچی پاکستان

حضرت فاضل اجل جلیل علامہ ابوالاسد

مفتی آگرہ محمد عبدالحفیظ حقانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

- حالاتِ زندگی
- ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحفیظ ابن مولانا عبدالمجید قدس سرہما محلّہ مداری دروازہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام حفظ الرحمن (۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰) تجویز ہوا۔ ابتدائی تعلیم وتربیت ان کے وطن میں ہوئی،قرآن پاک کی تعلیم استاذ الحفاظ مولانا حافظ محمد عیوض مرحوم سے حاصل کی۔ بعدازاں والد ماجد سے فارسی اور عربی کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں والد ماجد کے ہمراہ ٹانڈہ چلے آئے۔ والد ماجد اس قدر محنت سے پڑھاتے کہ ریل کے سفر کے دوران بھی سبق جاری رہتا۔ مولانا مفتی عبدالحفیظ حقانی قدس سرہ بے حد ذہین اور محنتی تھے۔ ۱۷ سال کی عمر میں اکثر و بیشتر علوم وفنون کی تحصیل کر لی۔ کچھ عرصہ لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر سراجی شرح چغمینی اور منطق وفلسفہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔

۱۹۲۰ء میں حضرت مفتی صاحب مبارکپور اعظم گڑھ کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں آپ کی شادی بدایوں میں ہوئی۔ اسی سال والد ماجد نے مدرسہ منظر حق ٹانڈہ میں اپنے پاس بطور مدرس بلالیا۔ ۱۹۲۶ء میں مدرسہ حمیدیہ بنارس میں صدر مدرس مقرر ہوگئے۔ ۱۹۳۰ء میں بعض احباب کی درخواست پر (پنجاب) چلے آئے۔ ۱۹۳۴ء میں انجمن تبلیغ الاحناف کی دعوت پر امرتسر تشریف لے گئے اور مسجد سکندر خاں، ہال بازار میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس علاقے میں مرزائیوں کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ مفتی صاحب نے ان کے رد میں ایک جامع کتاب السیوف الکالمیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ تحریر فرمائی۔ دوسرا رسالہ الحسنیٰ والمزید لمخب التقلید

لکھا۔ جس میں تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین انداز میں گفتگو فرمائی۔

اسی زمانے میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ جس میں آپ کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ اسی دوران ملتان میں شیر بیشہ اہلسنّت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مناظرہ مولوی ابوالوفاء شاہجہاں پوری سے ہوا۔ اہلسنّت کی طرف سے مولانا محمد عبدالحفیظ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور دیوبندیوں کی طرف سے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری صدر تھے۔ اس مناظرے میں بھی مخالفین کو شکست ہوئی۔ اس کامیابی پر مخدوم صدرالدین سجادہ نشین درگاہ حضرت حافظ جمال الدین موسیٰ پاک شہید قدس سرہ (ملتان) نے آپ کو ایک قیمتی تحفہ عطا فرمایا۔

۱۹۳۶ء میں حضرت مفتی عبدالحفیظ رحمۃ اللہ تعالیٰ مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ اگست ۱۹۳۹ء میں جامع مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۵۵ء تک وہیں رہے۔

آپ کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ تقریر فرماتے تو دلائل کا انبار لگادیتے۔ تدریس کے وقت علم و فضل کے دریا بہادیتے۔ حکیم عبدالغفور مولف سوانحات المتاخرین، آنولہ لکھتے ہیں:

مولوی عبدالحفیظ، مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں اور ہر بات میں باپ پر سبقت ہے۔ علم میں، واعظ گوئی میں، جسم کی زینت میں، خوبصورتی میں، غرض یہ کہ ہر بات میں باپ پر فوقیت حاصل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے تدریس، خطابت اور مناظرے کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔

رد مرزائیت:

ردمرزائیت پر آپ کی مدلل کتاب ''السیوف الکلامیة لقطع الدعاوی الغلامیة'' جو سلسلہ ''عقیدہ ختم نبوۃ'' میں شامل کی گئی ہے۔ ردمرزائیت پر آپ کی دوسری تصنیف ''مرزائیت پر تبصرہ (خاتم النّبیین کا صحیح مفہوم)'' ہے۔

نوٹ: کتاب ''مرزائیت پر تبصرہ'' اب تک ادارے کو دستیاب نہیں ہوسکی۔ اس کتاب کے متعلق اگر کسی کے پاس معلومات ہوں تو ادارے کو ضرور مطلع فرمائیں۔

دیگر تصانیف: آپ کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں:

۱..... تکمیل الایمان (عقائد اہلسنّت پر مختصر رسالہ)

۲..... الحسنیٰ والمزید لمحب التقلید (تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین رسالہ)

۳..... علم غیب

۴..... عقائد حقہ اہلسنّت وجماعت

۵..... کلمہ اسلام (کلمہ طیبہ کی شرح وتفصیل)

۶..... عبادت اسلام (اس رسالے میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور قربانی وغیرہ شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے)

۷..... تہافتہ الوہابیہ (وہابی اور دیوبندی معتقدات کو اہلسنّت وجماعت کے عقائد کی روشنی باطل ومردود قرار دیا ہے)

۸..... ریڈیو کے اعلان کا شرعی طریقہ (رویت ہلال کے بارے میں مشروط طور پر تائید فرمائی ہے) (غیر مطبوعہ)

۹......نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال (غیر مطبوعہ)

۱۰......صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا (بابا خلیل داس سوانی کے رسائل کا رد)

۱۱......متروکہ جائداد پر مساجد

۱۲......مجموعہ فتاویٰ (قیام کراچی کے دوران جو فتوے قلمبند فرمائے ان کا مجموعہ)

۱۳......ارغام ہاذر (ماہر القادری کے اہل سنت و جماعت پر اعتراضات کا جواب)

ان کے علاوہ آپ کی تصانیف میں شمع ہدایت اور مودودی پر تنقید کے نام بھی ملتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ۱۹۵۵ء میں کراچی تشریف لائے۔ ابتداء جناح مسجد میں مفتی وخطیب رہے۔ پھر مدرسہ دار العلوم مظہریہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۵۷ء میں مدرسہ انوار العلوم ملتان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔

۱۹ جون ۱۹۵۸ء کو جامعہ نعیمیہ، لاہور کے افتتاحی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ ۲۱ جون کو واپسی ہوئی۔ راستہ ہی میں ریاحی درد شروع ہو گیا۔ ۵ ذوالحجہ، ۲۳ جون ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء کو مفتی آگرہ حضرت علامہ محمد حفیظ قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ ملتان میں قبرستان حسن پروانہ میں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد حسن حقانی مہتمم دار العلوم امجدیہ کراچی وایم، پی، اے صوبہ سندھ آپ ہی کے فرزند ارجمند اور اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز عالم دین ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابو البرکات مد اللہ ظلہ القدس نے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا:

''حضرت مولانا مولوی عبد الحفیظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر سے بے حد رنج و ملال لاحق

ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ اس پرفتن اور پر آشوب زمانہ میں مولانا کا ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

آہ مولوی عبد الحفیظ آپ کی ایمان افروز اور ضلالت سوز تقریریں یاد آکر دل کو بے چین کرتی ہیں۔ آپ کی سالہا سال کی محبت بھری صحبتیں یاد آکر دل کو تڑپاتی ہیں۔''

پروفیسر حامد حسن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قطعہ تاریخی کہا ؎

مفتی عبد الحفیظ صاحب آج — پردہ فرما کے حق سے ہیں واصل

نیک دل نیک طبع نیک اوصاف — سر بسر پاک جان و روشن دل

واعظ خوش بیان و بحر علوم — صاحب فیض و فاضل کامل

تربت پاک ان کی نورانی — رشک خلد ان کی اولیں منزل

قادری نے بھی ان کا سال وصال

لکھدیا ''وصل ذات کا حاصل''

(۱۳۷۷ھ)

السیوف الکلامیۃ
لقطع
الدعاوی الغلامیۃ

(سنِ تصنیف: 1934ء / ۱۳۵۳ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت فاضل اجل جلیل علامہ ابو الاسد

نبی آگرہ محمد عبد الحفیظ حقانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن اللہ الرحیم

الحمد للہ الذی بعث نبینا محمدا ﷺ ببراھین قاطعة وحجج ساطعة ومعجزات ظاھرة وایات باھرة سیّد المرسلین امام الاولیٖن والاٰخرین حبیب الہ العالمین ذالِک الرسول الھاشمی الذی کان نبیا وادم بین الماء والطین لولاہ لما خلق السمٰوٰت والارضین فھوکالعلة الغائیة للتکوین انہ من ایات ربہ الکبریٰ ومظھر اسمائہ الحسنیٰ محمد المصطفیٰ خاتم النبوة والرسالة احمد المجتبیٰ صاحب المقام المحمود والشفاعةِ

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم

اللّٰھم صل علیہ صلوة دائمة بعدد کل ذرة مائة الف الف مرة وعلی الہٖ واصحابہٖ اجمعین وعلی عترتہ الطیبین وعلی جمیع اولیاء اللہ لھم التابعین. امابعد

فقیر درگاہ قادری ابوالاسد محمد عبدالحفیظ انولوی بریلوی عفی عنہ وعن والدیہ وعن جمیع المسلمین ابن حضرت افضل الفضلاء استاذ العلماء جناب مولانا حافظ حکیم حاجی محمد عبدالمجید صاحب قادری مقتدری لازالت شموس علمہ طالعة ونجوم فضلہ ساطعة ودام علینا ظلہ خادم دارالفقہ والحدیث انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر اہل اسلام کی خدمات عالیہ میں عرض پرداز ہے کہ اس فقیر سراپا تقصیر کو ۱۳۱۸ھ ماہ مابین العیدین ذی قعدۃ الحرام کے عشرہ اخیرہ میں اس کے رب رؤف ورحیم تبارک وتعالیٰ نے وجود دنیوی عطا فرمایا۔ والدین کے ذریعہ جسمانی وروحانی تربیت فرمائی۔ اور آج ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۳۴ء کو

انجمن اہلسنّت والجماعت تبلیغ الاحناف امرتسر پنجاب کے دفتر میں یہ کتاب خدمت اسلام واصلاح عقائد اہل اسلام کے لیے لکھنا شروع کی۔

اس اثنا میں قرآن کریم کی تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت والد صاحب قبلہ ادام اللہ علینا ظلہٗ نے تعلیم دینیات کی توجہ فرمائی۔ اور خود حضرت نے فارسی کی ابتدائی مگر ضروری کتابیں پڑھانے کے بعد عربی شروع کرادی۔ الحمدللہ کہ کامل درس نظامی مروج ہندوستان سے معہ دورۂ حدیث شریف جبکہ میری عمر ۱۷ برس کی تھی۔ حضرت والد صاحب قبلہ ہی کے دست مبارک پر فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ نظامیہ دار العلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ میں عربی کی آٹھویں جماعت یعنی درجہ (مولانا) کی آخر سال میں شریک ہوا۔ اور حضرت امام الوقت مولانا مولوی حاجی محمد قیام الدین عبدالباری صاحب انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف اور شرح چغمینی (علم ہیئات) ان دو کتابوں کا دوبارہ حصول برکت سلسلہ نظامیہ کی غرض سے سبقاً سبقاً درس لیا۔

تین برس تک مطالعہ کتب میں مصروف رہا۔ اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب قبلہ کے پاس رہ کر مدرسہ اہلسنّت وجماعت منظر حق واقعہ قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد، یوپی میں طلبہ کو درس دیتا رہا۔ یہاں تک کہ قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں مدرسہ اشرفیہ کی خدمت کے لیے ایک سال قیام کیا۔ پھر مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں دو سال تک عہدہ صدارت پر فائز رہا۔ اس کے بعد مدرسہ نعمانیہ دہلی میں ایک سال حدیث شریف کی خدمت کرتا رہا۔ پھر قصور ضلع لاہور میں انجمن حنفیہ کے فرائض انجام دیتا رہا۔ چنانچہ کئی طلبہ یونیورسٹی لاہور میں بغرض امتحان شریک ہوئے۔

چونکہ حضرت والد صاحب قبلہ کو اہل بمبئی نے یاد فرمایا اور سیٹھ حاجی عبدالرزاق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیحد اصرار کیا اور مکرمی ومخدومی جناب حاجی علاؤالدین صاحب نے بھی چند مفید اور ضروری مشورے بمبئی جانے کے ارشاد فرمائے۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ مدرسہ منظر حق ٹانڈہ جو حضرت ہی کا قائم کردہ ہے خالی ہوگیا مجبوراً مجھ کو قصور ترک کرنا پڑا اور مدرسہ منظر حق کی خدمت جو مجھ پر ایک طرح فرض تھی، اپنے ذمہ لی۔ متواتر کئی سال وہاں مقیم رہا اور ایک مستعد جماعت کی خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے درس نظامی اور دورۂ حدیث سے فقیر کے ہاتھ پر فراغت حاصل کی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

فقیر کو چونکہ تدریس کے ساتھ ساتھ تقریر کا بھی شروع ہی سے شوق تھا۔ اس لیے یو۔ پی میں اکثر جلسوں میں شرکت کا موقع ہوا۔ اس سلسلہ میں قدرت نے امرتسر پہنچایا۔ پانچ سال جلسہ عرس امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ میں جو اپنی شان وشوکت میں بے مثل وبے نظیر ہوتا ہے، شریک ہوتا رہا۔ پھر اسی کے طفیل لاہور مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند کے جلسہ میں حاضری کا اتفاق ہوا۔

اہل امرتسر کو ایک خاص محبت فقیر سے پیدا ہوئی۔ ان احباب میں خاص طور پر جناب مولوی عبدالسلام صاحب ہمدانی اور جناب بھائی محمد الدین صاحب دارشالمرچنٹ اور جناب بابو غلام قادر صاحب اور جناب حاجی سلطان محمد صاحب اور جناب مستری خیر الدین کے اسمائے گرامی فہرست کے پہلے صفحہ کو زینت دینے کا حق رکھتے ہیں۔ باشندگان امرتسر کا اصرار ہوتا رہا کہ تو امرتسر آجا یہاں خدمت دین کی سخت ضرورت ہے میں نے عرض کیا کہ جب تک کہ کوئی باقاعدہ انجمن ہو، اس وقت تک کسی منظم طریقہ سے تبلیغ غیر ممکن ہے۔ اس لیے ایک انجمن کی مستحکم بنیاد قائم کی جائے۔ چنانچہ باشندگان امرتسر نے اپنے اس دینی شوق کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم شیخ المشائخ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا حافظ

حاجی پیر سیّد جماعت علیشاہ صاحب قبلہ مد ظلہ کی خدمت بابرکت میں ظاہر کیا۔ اس انجمن کے قائم کرنے اور اس کے لیے ہر مصیبت کا مقابلہ کرنے میں سب سے پہلا قدم جس نے اٹھایا وہ ہمارے محترم بزرگ جناب صوفی حسین بخش صاحب ہیں۔ مولی تعالی نے ان کو کامیاب فرمایا۔ اور فقیر ۱۴ شعبان ۱۳۵۱ھ کو امرتسر حاضر ہوا۔ مسجد جان محمد مرحوم میں شب براءت کو ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس کی کرسی صدارت کو حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہٗ نے عزت بخشی۔ اسی شب کو انجمن تبلیغ الاحناف نے اپنی پوشیدہ برکتوں کے ساتھ قیام فرمایا۔ صبح کو مسجد سکندر خاں مرحوم میں حضرت نے اپنے مبارک ہاتھوں سے فقیر کی دستار بندی فرمائی۔

صبح کو درس قرآن شریف، شام کو درس حدیث شریف شروع کیا۔ اس مقام پر یہ نہیں فراموش کیا جاسکتا کہ مکرمی حاجی عبدالرحمٰن صاحب و حاجی عبدالغنی صاحب متولیان مسجد سکندر خاں مرحوم و رئیساں بٹالہ نے نہایت جوش ایمانی، دریادلی سے اور فقیر سے پانچ برس کے دوستانہ تعلق کی بنا پر انجمن کی مبلغ تیس (۳۰) روپیہ ماہوار سے امداد فرمائی، جو بفضلہ تعالی اب تک عطا فرما رہے ہیں۔

اس انجمن کی خدمت کرتے ہوئے آج پونے دو برس ہوئے اس قلیل مدت میں انجمن نے بڑی شہرت حاصل کی۔ پنجاب کے مختلف اضلاع وقری میں تبلیغ کے سلسلہ میں جانا ہوا۔ رب تبارک وتعالی نے فقیر کی تقریر وتحریر کو اپنے حبیب ﷺ کے طفیل بہت مقبول کیا۔ یہاں تک کہ ملتان شریف میں مناظرہ ہوا، اس میں خدائے تعالی نے کامیابی عطا فرمائی حضرت پیر مخدوم سیّد صدرالدین صاحب قبلہ قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ نے اپنے دست مبارک سے انعامی تمغہ عطا فرمایا۔

امرتسر میں چونکہ غیر مقلدیت اور حنفیت کے پردے میں وہابیت نے بڑا اثر پھیلایا تھا تو سب سے پہلے فقیر نے اس طرف توجہ کی۔ اور اپنے ان بھائیوں کو جو ایک مدت سے صحیح اور سچے مذہب اہلسنت وجماعت کے لیے پیاسے تھے۔ عقائد اہلسنّت وجماعت کی تلقین شروع کی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ دوسروں کے عقائد باطلہ کا رد بھی اختیار کیا، پھر کیا تھا۔ ایک طرف تو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنی تحریر وتقریر کا دھانا وا فرمایا۔ دوسری طرف مدعیان حنفیت نے بھی مخالفت کی۔ اشتہارات ورسائل کا سلسلہ جاری ہوا۔ بفضلہ تعالی تقریر کا تقریر میں، تحریر کا تحریر میں رد بلیغ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس عزیز وحکیم جل وعلا نے دونوں پر فتح وکامیابی عطا فرمائی اور دونوں جماعتیں تقریر وتحریر دونوں ہتھیار چھوڑ کر محاذ جنگ سے پیچھے ہٹ گئیں۔ اس سلسلہ میں اہل امرتسر کو عقائد حقہ اہلسنّت وجماعت اور عقائد باطلہ پر پورا پورا عبور حاصل ہوگیا اور فقیر کو بھی اس طرف سے اطمینان ہوا۔ سکون حاصل ہوا۔ فلله الحمد والمنة.

احباب نے تقاضا کیا اور دور دور کے شہروں سے بھی فرمائش ہوئی کہ رد قادیانیت میں بھی کوئی کتاب تصنیف ہونی چاہیے۔ فقیر نے خیال کیا کہ علمائے پنجاب نے جامۂ قادیانیت کے تو پرزے پرزے اڑا دیے ہیں۔ سینکڑوں رسائل ہزاروں اشتہارات رد مرزائیت میں شائع ہو چکے ہیں۔ وہ کونسی ایسی چیز ہے جس کو میں پبلک کے سامنے پیش کروں۔ ایک وقت دراز اسی غور وفکر میں گزر گیا، ہر پہلو پر یہ نظر ڈالی مگر یہ سوچ کر کہ ممکن ہے کہ چند علمی فوائد اس سلسلہ میں ایسے پیش کرسکوں جو بالتصریح اب تک پبلک کے سامنے نہ آئے ہوں علاوہ اس کے ہر شخص کا طرز تحریر جدا ہوتا ہے شاید ان لوگوں کو جو فقیر کی طرز تحریر وتقریر سے حظ اٹھاتے ہیں اپنے اس انداز سے تسلی دے سکوں۔ یہ بھی خیال ہوا کہ بد

مذہبوں کا رد کرنا ایک کارثواب ہے اور میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہ لکھا تو ایک ثواب سے محروم رہوں گا، اس طرف اقدام کیا۔ مولی تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے فائدہ بخشے اور فقیر کا اس خدمت دینیہ کے طفیل انجام بخیر فرمائے اور آئندہ اسی طرح خدمت اسلام کی بجا لانے پر توفیق عطا فرمائے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

ان الدین عنداللہ الاسلام

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ دنیا فانی ہے کل من علیھا فان. یہاں کہ ہر چیز آنی جانی ہے ہر عیش یہاں کا قصہ و کہانی ہے۔ زندگی چندروزہ ہے کل نفس ذائقۃ الموت آخر اس دنیا کو چھوڑ کر کسی دوسرے گھر جانا ہے۔ جس خداوند تعالیٰ نے ہمیں تمہیں ہاتھ، پاؤں، کان، ناک، مال، اولاد، صحت وعافیت صدہا نعمتیں محض اپنے فضل وکرم سے عطا کیں۔ اس کے واسطے ایسا طریق اختیار کریں جس سے وہ راضی وخوش ہو اور دار آخرت میں اس سے زیادہ ابدی نعمتیں عطا فرمائے۔ اس طریق کا نام اسلام ہے یہ ہی خدا کا محبوب و مرضی دین ہے۔ ورضیت لکم الاسلام دینا جس کو بندوں کے لیے مقرر فرمایا۔ فلاح دنیا نجات عقبی کے تمام اصول اسی اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ یہی اسلام مطہر ومزکی دین ہے خدا تک پہنچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ممتاز اور شرف وبزرگی والی انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک جماعت اسی کی پابند رہی، اسی کی طرف مخلوق کو دعوت دیتی رہی، اسی راستہ پر چل کر کامیاب

ہوئی اور دوسروں کو کامیاب بنایا۔

یہاں تک کہ افضل الرسل، خاتم الانبیاء، اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب، سردار عرب وعجم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ باہزاران شوکت واقبال جاہ وجلال تشریف لائے۔ خدا نے اپنی تمام نعمتیں اپنے پیارے پر تمام فرمادیں، دین کامل کردیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی. سلسلہ نبوت ورسالت آپ کی ذات پر ختم فرمادیا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین. خدا نے خلت تامہ محبوبیت کاملہ سے نوازا۔ الاوانا حبیب اللہ ولا فخر. تمام انبیاء پر فضیلت عطا فرمائی، درجات رفیعہ سے سرفراز فرمایا۔ ورفع بعضھم درجات قیامت تک آپ ہی کی نبوت ہے، آپ ہی کی شریعت ہے، آپ کے دین نے سب ادیان کو منسوخ فرمایا، آپ کا دین ہرگز منسوخ نہ ہوگا۔

لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا ...... (الآیۃ)

اس رؤف ورحیم جواد وکریم کا ہزار ہزار شکر کہ ہماری ہدایت ورہنمائی کے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے حق وباطل کو جدا فرمایا حق کا راستہ دکھایا، باطل کے راستہ سے ڈرایا اور وہ اصول تعلیم فرمائے کہ ان پر عمل کرنے والا کبھی راہ حق سے منحرف نہیں ہوسکتا۔

طبیب کا فرض ہے کہ مریض کو مفید چیزوں کا استعمال کرائے، مضرات سے پرہیز کی تلقین کرے۔ ہماری امراض روحانی کے علاج فرمانے والے نے ہماری صحت دینی کو برقرار رکھنے کے لیے نافع وضار دونوں راستے واضح وروشن فرمادیئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خط لنا رسول اللہ ﷺ خطا ثم قال ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان

یدعو الیه وقرأ: وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه. (الآیۃ)

رواہ احمد والنسائی والدارمی مشکوۃ ص ۳۰

سرکار دو عالم ﷺ نے ایک خط مستقیم کھینچا۔ پھر فرمایا کہ یہ تو وہ راستہ ہے جو خدا تک پہنچانے والا ہے۔ پھر حضور نے اسی خط کے دائیں بائیں چند خطوط اور کھینچے اور فرمایا کہ یہ بھی چند راستے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان ہے، جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اس مضمون کے بیان فرمانے کے بعد استشہاداً آیہ کریمہ تلاوت فرمائی: **وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه۔** میرا مستقیم راستہ یہی ہے (جو میں نے تم کو تعلیم کیا) اسی راستہ کا اتباع کرو۔ اور دوسرے راستوں کو نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھو۔

سرکار رسالت مآب ﷺ کا زمانہ تو وہ مطہر اور پاک زمانہ تھا جس میں اختلاف وتفرق کا خیال کرنا بھی گناہ۔ سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں: **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم.** تمام زمانوں میں بہتر میرا زمانہ ہے، پھر جو اس کے متصل یعنی تابعین کا زمانہ، پھر جو اس کے متصل یعنی تبع تابعین کا زمانہ۔

یہاں تک کہ فتنے حادث ہوئے ائمہ دین پر ظلم وتعدی شروع ہوا، رایوں میں اختلاف پیدا ہوا، بدعتوں خواہشات نفسانیہ کی طرف میلان بڑھا، بدعقیدگیاں ظاہر ہوئیں، بدمذھبیاں ہویدا ہوئیں، قدریہ مرجیہ، جبریہ، شیعہ، معتزلہ، وہابیہ، چکڑالویہ، خارجی اور کیا کیا بلائیں پیدا ہوئیں اسی کی طرف سرکار دو عالم ﷺ نے خود ارشاد بھی فرمایا کہ: **وتفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلهم فی النار الا واحدة قالوا من هی یارسول الله قال ما انا علیه واصحابی** (رواہ الترمذی، مشکوۃ ص ۳۰) میری امت کے بھی تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ کل دوزخ میں جائیں گے، مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ!

وہ فرقہ ناجیہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا۔ جو صحیح طور سے میری سنت پر عمل کرے اور طریق صحابہ پر چلے۔

صادق ومصدوق ﷺ نے اس پیشگوئی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ایسے پرفتن زمانہ میں جبکہ ہر طرف بدعقیدگی کا سیلاب زوروں پر ہو، طالب حق وراہ مستقیم کے لیے وہ ہی ایک راستہ ہے، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ اسی راستہ پر چلنے والے نجات پائیں گے اور فتنوں کے زہریلے اثر سے محفوظ رہیں گے۔ اس راستہ کا نام مذہب اہلسنت و جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اولیاء اقطاب، ابدال، غوث، مجدد سب اسی مذہب کے پابند تھے۔ اس مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب باطلہ والے اپنی جماعت میں کیا ایسی بزرگ ہستیاں دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ وہابیت و غیر مقلدیت تو اب تقریباً ڈیڑھ سو برس سے پیدا ہوئی۔ چکڑالویت نے اب جنم لیا۔ جب گزشتہ مذاہب باطلہ کو یہ نعمت نصیب نہ ہوئی۔ تو یہ بیچارے کس شمار وقطار میں ہیں۔ دیکھو جتنے مذاہب باطلہ پیدا ہوئے، فنا ہو گئے۔ اور جو کچھ باقی ہیں وہ بھی نیست و نابود ہو جائیں گے، مگر مذہب اہلسنّت وجماعت جس شان سے شروع ہوا اسی آن بان سے اب تک چلا آرہا ہے اور قیامت تک اسی شوکت وحشمت سے چلا جائے گا۔ اس مذہب کی جس نے مخالفت کی ذلیل ورسوا ہوا، جس نے اس سے اعراض کیا منہ توڑ دیا گیا۔ قاعدہ ہے۔ **لکل داء دواء** جب باطل پرستوں نے سر اٹھایا ان کا سر توڑنے کے لیے اسی مذہب سے ایک جماعت ان کے مقابلہ میں اٹھی اور بلاخوف لومۃ لائم اظہار حق میں دریغ نہ کیا۔ **لا تزال طائفة من امتی یجاهدون علی الحق ولا یخافون لومة لائم** نبی صادق ومصدوق علیه افضل الصلوة والسلام کی یہ بشارت عظیمہ اسی جماعت کے لیے ہے۔ ناظرین کرام! اگر عقائد اہلسنت

وجماعت سے تفصیلاً مطلع ہونا چاہتے ہیں تو کتاب معتقد المنتقد شریف مصنفہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب تکمیل الایمان مصنفہ حضرت شیخ المحدثین مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب عقائد الاسلام مصنفہ مولانا عبدالحق صاحب حقانی دہلوی مصنف تفسیر حقانی کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اگر یہ کتابیں میسر نہ آئیں تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا حافظ حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری نوری برکاتی رضی اللہ عنہ کی تصانیف ورسائل کا بغور مطالعہ کریں بلکہ زمانہ حال میں اعلیٰ حضرت ہی کی تصانیف بہت زیادہ مفید ہیں اور اس زمانہ میں جو بدعقیدگیاں پیدا ہوئیں ان کا بلیغ رد انہیں کتابوں میں ملے گا۔

سرکار دوعالم ﷺ کا اپنے غلاموں پر بے حد فضل وکرم

قیامت تک جس قدر فتنے برپا ہونے والے ہیں ان سب کی خبر تاجدار مدینہ سید کونین عالم ماکان ومایکون مطلع علی الغیوب ﷺ نے دیدی اور خاص خاص علامتیں بھی بیان فرمادیں، تاکہ مسلمان ایسے فتنوں سے بچتے رہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واللہ ما ادری انسی اصحابی ام تناسوا ما ترک رسول اللہ ﷺ من قائد فتنة الی ان تنقضی الدنیا یبلغ معه ثلاث مائة فصاعداً الا قد سماه باسمه واسم ابیه واسم قبیلته۔ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۶۳) قسم رب تبارک وتعالیٰ کی میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے یا انہوں نے بھلا دیا۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی حضور اکرم ﷺ نے قیامت تک جس قدر فتنے ہونے والے ہیں، ان سب کے بانیوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام اور جس قدر ان کے

متبعین ہوں گے ان کی تعداد جو تین سو اور اس سے زیادہ کی تعداد رکھتے ہیں سب بیان فرمادیا۔

بعض احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار نے بعض فرقوں کے نام اور بعض کے اجمالی اوصاف اور بعض کے بانیوں کے نام بیان فرمائے ہیں۔

قدریہ اور مرجیہ کے بارے میں پیشگوئی

سرکار ارشاد فرماتے ہیں: صنفان من امتی لیس لهما من الاسلام نصیب المرجئة و القدرية (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۲۲) ترجمہ: میری امت میں دو فرقے ایسے ہیں جن کو اسلام سے کچھ حصہ نہیں۔ مرجیہ اور قدریہ۔

اہل قرآن کے بارے میں پیشگوئی

ارشاد ہوتا ہے: الا انی اوتیت القرآن ومثله معه الا یوشک رجل شبعان متکئ علی اریکة یقول علیکم بهذا القران فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم من حرام فحرموه وان ما حرم رسول الله کما حرم الله.

(رواہ ابوداؤد عن المقداد، مشکوٰۃ ص ۲۹)

خبردار ہوجاؤ! مجھ کو خدا نے قرآن عطا فرمایا اور اس کے ساتھ ہی اسی کی مثل اور بھی دیا گیا۔ (حدیث شریف) غور سے سنو! عنقریب ایک آدمی سیر شدہ عظیم البطن (پیٹو) اریکہ پر پڑا رہنے والا پیدا ہوگا جس کا مذہب یہ ہوگا کہ بس قرآن پر عمل کرو۔ اس کے حلال کردہ کو حلال، حرام کردہ کو حرام جانو۔ حدیث کے حرام وحلال ناقابل عمل ہیں یعنی حدیث کوئی چیز نہیں۔ حضور فرماتے ہیں: حالانکہ میرا حرام کیا ہوا حکم میں ایسا ہے جیسے کہ خدا کا حرام کیا ہوا۔

لفظ شبعان متکیٔ علی الاریکه سے اشارہ ہے عبداللہ چکڑالوی بانی اہل قرآن کی طرف۔

خارجیوں اور رافضیوں کے بارے میں پیشگوئی

ارشاد ہوتا ہے: اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم۔ (رواہ الترمذی عن ابن عمر، مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں (تبرا کرتے ہیں) تو کہو لعنت ہے تم پر پھٹکار ہے تم پر۔

وہابیوں کے بارے میں پیشگوئی

حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللّٰھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول الله وفی نجدنا قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللّٰھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول الله فی نجدنا فاظنه قال فی الثالثة هناک الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان (رواہ البخاری عن ابن عمر، مشکوٰۃ ص ۵۸۲) حضور نے دعا فرمائی کہ پروردگار ملک شام اور ملک یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ملک نجد کیلئے بھی دعائے برکت فرمائیے۔ حضور نے سکوت فرمایا، پھر حضور نے دعا فرمائی۔ پھر صحابہ نے نجد کے لیے فرمایا، پھر سکوت فرمایا، شاید تیسری دفعہ میں فرمایا۔ نجد میں زلزلے اٹھیں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ یعنی زمین نجد قابل دعائے برکت نہیں۔ چنانچہ محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا اور جو فتنے برپا کئے، دنیا بے خبر نہیں یہاں تک کہ اس فتنے کو ہندوستان میں بھی جگہ ملی۔ اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اس کی اقتدا کرتے ہوئے وہی فتنہ یہاں بھی برپا کیا

اور کتاب تقویۃ الایمان کی اشاعت کر کے وہابیت کا پورا ثبوت دیا۔ اعاذنا الله منها

مدعیان نبوت کے بارے میں پیشگوئی

حضور ارشاد فرماتے ہیں: سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعمون انه نبی الله وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (رواہ ابوداؤد، والترمذی عن ثوبان، مشکوٰۃ ص ۴۶۵)

دوسری حدیث: حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلهم یزعم انه رسول الله۔ (رواہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ، مشکوٰۃ ص ۴۶۵)

میری امت میں تیس یا قریب قریب ان کے دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر شخص اس بات کا مدعی ہوگا کہ میں خدا کا رسول، خدا کا نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ سلسلہ نبوت مجھ پر ختم ہو چکا، میرے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی۔

حضور کی پیشگوئی کے مطابق یہ تمام فرقے مرجیہ، قدریہ، رافضی، خارجی، وہابی، نجدی، چکڑالوی ظاہر ہوئے جن میں سے بعض موجود ہیں۔

ان تمام فرقوں میں سب سے زیادہ فتنہ انگیز اسلام کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا مدعیان نبوت کا فرقہ ہے، جن کو حضور نے دجال وکذاب کے وصف سے متصف فرمایا۔

ایسے مدعی بہت ہو چکے ہیں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، متنبّی وغیرہ وغیرہ۔

اب اس چودھویں صدی میں بھی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک شخص مسمی غلام احمد پیدا ہوا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

خاص مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے پیشگوئی

حضور اکرم ﷺ نے خاص طور پر غلام احمد متنبّی قادیان کے لیے پیشگوئی

فرمائی۔ ارشاد فرماتے ہیں: **هلكة امتى على يدى غلمة من قريش.**

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ، مشکوۃ ص۴۶۲)

میری امت کی ہلاکت و بربادی یعنی ان کے ایمانوں کا برباد ہونا ایک غلام کے ہاتھوں پر ہوگا جو اپنے آپ کو قریش سے ظاہر کرے گا یعنی مہدی ہونے کا مدعی ہوگا۔ صاف صراحۃ حضور ﷺ نے غلام احمد قادیانی کے لیے پیشگوئی فرمائی۔ دیکھو اس کے نام میں، جو اس کے ماں باپ نے رکھا، لفظ غلام موجود ہے۔ جس کی طرف حدیث کا لفظ غلمة جو جمع غلام کی ہے، اشارہ کرتا ہے۔ اور لفظ من قريش اس کے دعوی مہدویت کی خبر دے رہا ہے کیونکہ امام مہدی علیہ السلام یقیناً قریش سے ہوں گے۔

مسلمانو! غلام احمد قادیانی مدعی مہدویت کے مہلک ہونے کی کیسی صاف پیشن گوئی ہے، اب تو فتنہ قادیانیت میں مبتلا نہ ہو، اب تو آنکھیں کھولو اور باطل وحق کی تمیز پیدا کرو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شاید کوئی معمولی پڑھا ہوا مرزائی یہ شبہ پیدا کرے کہ لفظ غلمة جمع ہے، اس کا ایک شخص پر کیونکر اطلاق ہو سکتا ہے؟ مگر یہ شبہ زبان عربی سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کسی نہ کسی حیثیت سے واحد پر جمع کا اطلاق جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدوولكم فى الارض مستقرومتاع الى حين.** ہم نے آدم علیہ السلام سے کہا۔ جنت سے تم سب اتر جاؤ، بعض بعض کے دشمن ہیں۔ اور تمہارے لئے زمین میں ایک مدت تک ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

اس آیت میں مخاطب ایک جماعت ہے حالانکہ اس وقت آدم علیہ السلام بالاصالۃ مخاطب تھے۔ اس لیے کہ مراد آدم علیہ السلام کے ساتھ ان کی اولاد بھی تھی۔ اسی طرح ایک

بادشاہ اپنے وزیر سے کہتا ہے کہ جاؤ تم لوگ سب یہ کام کرو۔ مخاطب صرف وزیر ہے اور مراد تمام ماتحت۔ اسی طرح پیشگوئی صرف غلام احمد کے لیے ہے اور جمع اس واسطے کہ اس کے تمام متبعین مراد ہیں اور اس واسطے سب کو غلام کہا گیا ہے کیونکہ وہ تمام متبعین اسی غلام کے تبع ہو کر صفت غلامیت سے متصف ہوں گے۔ ثابت ہوا کہ واحد پر جمع کا صیغہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جناب والا! کہاں آپ یہ قاعدہ تلاش کرتے رہیں گے۔ آپ کے بروزی وظلی سیبویہ مرزاجی خود اس کو جائز رکھتے ہیں۔ سنئے آیت: **كتب الله لاغلبن انا ورسلى وهم من بعد غلبهم سيغلبون** کے متعلق لکھتے ہیں۔

اس وحی الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲)

رسل جمع ہے رسول کی جب لفظ رسل جمع ہو کر واحد پر اطلاق کیا جاسکتا ہے تو لفظ غلمة بھی جمع ہو کر واحد پر اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

مرزاجی نے ایک اور وجہ بیان کی کہ چونکہ مجھ کو تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اس لیے جمع کا صیغہ میرے لیے آیا۔ یوں ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ مرزاجی تمام مدعیان نبوت وکذابان مفسدین کے مظہر ٹھہرائے گئے ہیں، اس لیے غلمة جمع کا صیغہ مرزاجی پر استعمال کیا گیا ہے۔ پس مرزاجی اپنے قائم کردہ اصول کے اعتبار سے ظلی وبروزی مسیلمہ کذاب بھی ہیں، اسود عنسی بھی ہیں، متنبی بھی ہیں، سفاح بھی الى غير ذالك۔ یہاں تک کہ ایران کے مدعی نبوت بہاؤاللہ بھی ہیں مگر وہ تمام کاذب نبوتیں بعثت اول تھیں۔ مرزاجی ظلی

طور پر بعثت ثانیہ رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ بعثت اتم واکمل ہے۔ اس واسطے مرزا جی کے نام کے ساتھ پیشن گوئی فرمائی گئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی باطلہ، عقائد فاسدہ، خیالات کاسدہ، دلائل واہیہ ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے۔ پہلے ایک مختصر تاریخ مرزا بطور تمہید ذکر کروں۔

مرزا جی کی زندگی کے چند دور

مرزا غلام احمد قادیانی ابن غلام مرتضیٰ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ جو ۱۳۵۵ھ یا ۱۳۵۶ھ سے مطابق تھی۔ معمولی مروجہ تعلیم گاؤں میں اور پھر قصبہ قادیان میں حاصل کی اور پھر زمینداری کے کام میں مصروف رہے۔ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں سرکاری ملازمت میں داخل رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پندرہ روپیہ ماہانہ تنخواہ ملتی تھی اور اسی سلسلہ میں مختاری کا امتحان دیا تھا مگر چونکہ آئندہ کو دعوی بہت سے کرنا تھے، اس لیے اس امتحان میں فیل ہوگئے۔ پھر ۷۶ء میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اوران کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا اور ردآریت وعیسائیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۸۸۰ء میں سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ لکھنا شروع کی۔ جس میں علاوہ ردّ عیسائیت کے اس امر پر خاص طور پر زور دیا گیا کہ مکالمہ ومخاطب الہیہ کا سلسلہ اس امت میں اب بھی جاری ہے اور اسی ذیل میں اپنی خوابیں، کشوف الہامات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے آپ کو ملہم ہونا ثابت کیا ہے۔ انہی ایام میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ مرزا جی چودہویں صدی کے مجدد ہیں۔ چنانچہ یہ دعویٰ مجددیت، براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے۔ اور یہ دعویٰ مجددیت صرف براہین احمدیہ تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں الگ شائع کیا۔

اس زمانہ میں بعض لوگ بیعت کی خواہش بھی کرتے تھے مگر مرزا جی یہ کہہ کر انکار

کرتے رہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا ہے۔ آخر کیم دسمبر ۱۸۸۸ء کو مرزا جی نے اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بیعت لینے کا، ایک جماعت بنانے کا حکم دیا ہے۔

ابھی اس دعویٰ مجددیت کو ڈیڑھ ہی سال گزرا تھا کہ ایک تیسرا دور مرزا جی کی زندگی کا شروع ہوا یعنی یہ بھی اعلان کیا کہ مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے اور یہ کہ جس مسیح کی اس امت میں آنے کی پیشنگوئی ہے وہ اسی امت کا مجدد ہوگا اور وہ میں ہوں اور یہ کہ جس مہدی کی اس امت میں آنے کی پیشنگوئی ہے اس سے بھی مراد وہی مسیح ہے، جو دلائل اور براہین سے اسلام کو دنیا میں پھیلائے گا۔ اور ایسے مہدی کا آنا جو تلوار سے دین اسلام کو پھیلائے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے، غلط ہے۔

نومبر ۱۹۰۴ء میں بمقام سیالکوٹ مرزا جی نے ایک اور اعلان کیا کہ جس طرح مجھ کو مسلمانوں کے لیے مہدی اور عیسائیوں کے لیے مسیح بنا کر بھیجا گیا ہے اسی طرح ہندوؤں کے لیے کرشن کا مظہر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ خود لیکچر میں کہتے ہیں۔

راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخر زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۲)

اپریل ۱۹۰۸ء میں لاہور پہنچے اور اسہال کی پرانی بیماری سے جو سالہا سال سے تھی، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ کو انتقال ہوا اور اگلے دن قادیان لاش گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

انتقال کے بعد انجمن کا کام حکیم نورالدین کے ہاتھ میں رہا۔ حکیم جی کے انتقال کے بعد جماعت کے دو حصے ہوگئے۔ ایک فریق کا یہ عقیدہ رہا کہ جن لوگوں نے مرزا جی کی بیعت نہیں کی خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں، مجدد اور مسیح بھی مانتے ہوں اور وہ خواہ ان کے نام سے بے خبر ہوں، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ دوسرے فریق کا یہ عقیدہ رہا کہ ہر کلمہ گو خواہ وہ اسلام کے کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، مسلمان ہے۔

(مؤلف کہتا ہے کہ دونوں فریق احکام شرع سے محض ناواقف اور حدود اسلام سے نابلد ہیں)

مسئلہ نبوت مرزا جو آج کل فریقین کے درمیان اختلاف کا اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے درحقیقت اسی مسئلہ تکفیر سے پیدا ہوا۔ چنانچہ اسی بنا پر مارچ ۱۹۱۴ء میں جماعت مرزائیہ کے دو گروہ ہوگئے۔

فریق اول جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا مانتا ہے۔ اس فریق کا ہیڈ کوارٹر قادیان رہا۔ دوسرے فریق کا ہیڈ کوارٹر لاہور رہا۔ فریق قادیاں کی قیادت اس وقت سے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں ہے اور فریق لاہوری کی سیادت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے لاہوری کے ہاتھ میں ہے۔

(ملخص معزا کداز تحریک احمدیت از ص ۵ تا ص ۳۹)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مرزا جی کے کئی دور بیان کئے۔ ملہمیت، مجددیت، مہدویت، مسیحیت، کرشنیت مگر ایک دور نبوت کہ وہ بھی مرزا جی کی تصنیفات ہی سے ثابت ہے، قصداً یا سہواً حذف کر گئے۔ اور متبعین مرزا پر یہ بھی اتہام لگایا کہ صرف وہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور مرزا جی کی نبوت کے معترف۔ منشا یہ کہ مرزا جی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا بلکہ غلط فہمی سے اذناب مرزا نے ان کو نبی سمجھ لیا، حالانکہ یہ بالکل غلط۔ بلکہ مرزا جی

نے خود نبوت کا دعویٰ کیا جن سے ان کی تصنیفات مالا مال ہیں، عبارتیں اپنے موقعہ پر ان شاءاللہ تعالیٰ نقل کی جاویں گی۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا جی کو ابتداہی سے نبی بننے کا چسکہ پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ اگر پہلے ہی نبوت کا کھلے الفاظ میں دعویٰ کردیا تو مسلمانوں سے ایک فرد بشر بھی قبول نہ کرے گا۔ ان کو معلوم تھا کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ راسخ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ مگر مرزا جی نے نہایت چالاکی سے اس نبوت کے بنیادی پتھر اپنے الہام نصب کردیئے تھے کہ کہیں تو اس پر عمارت نبوت کھڑی کرلیں گے۔ براہین احمدیہ وغیرہ میں یہ الہامات موجود ہیں:

وقال الذين كفروا لست مرسلا قل كفى بالله شهيدا.

يٰسين انك لمن المرسلين.

انى لا يخاف لدى المرسلون.

هو الذى ارسل رسوله بالهدى.

چونکہ یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔ مسلمانوں نے دیکھا تو سمجھے کہ یہ تمام آیتیں گزشتہ رسولوں اور حضور اکرم ﷺ کے لیے ہیں، مگر پھر بھی خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ مرزا جی نے ان آیتوں کو اپنے الہام میں پیش کیا مگر مقصود صرف یہ تھا کہ کسی زمانہ میں ان آیتوں کو اپنی ہی نبوت میں پیش کروں گا۔ یہاں تک کہ سلسلہ شروع ہوگیا کہ میں محدث ہوں اور محدث بھی من وجہ نبی ہوتا ہے۔ تحدیث بھی ایک نبوت کا شعبہ ہے۔ میں مسیح ہوں اور مسیح کو نبی کہہ کر پکارا گیا ہے۔ کچھ دنوں ان الفاظ پر اکتفا رہا۔ پھر یوں آگے بڑھے کہ میں نبی ہوں مگر میری نبوت ویسی نہیں جیسے اگلے صحیفوں میں مذکور ہے۔ میں مجازی ہوں، ظلی ہوں، بروزی ہوں،

کچھ دنوں تک ان اصطلاحات کا پردہ پڑا رہا۔ آخر جب صبر نہ ہو سکا تو بمصداق

ع "تا بکے در پردہ باشی سر بروں آر از حجاب"

۱۹۰۱ء میں ایک اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" شائع کر ہی دیا۔ اور صاف لفظوں میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور لکھ دیا کہ میری جماعت میری نبوت سے انکار کرنے میں سخت غلطی پر ہے، میں ضرور نبی ہوں۔ ملاحظہ ہو:

چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا، حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے، اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح و توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی، جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے، یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک وحی اللہ یہ بھی ہے: هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله (دیکھو ص ۴۹۸) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول پکارا گیا ہے۔ (آگے چل کر لکھتے ہیں) پھر اس کتاب میں اس مکالمہ کے قریب یہ وحی اللہ ہے: محمد رسول الله والذین معه (الآیۃ) اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (آگے چل کر اور لکھتے ہیں) میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ رہا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر

انکار کر سکتا ہوں۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مسلکہ النبوۃ فی الاسلام ص ۱۰۴)

حضرات ناظرین نے دیکھ لیا کہ وہی آیتیں جو براہین احمدیہ میں لکھی تھی اسی کتاب کا حوالہ دے کر اپنے اوپر محمول کر کے نبی اور رسول بننے کا دعویٰ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی وقت سے نبوت کا خیال تھا مگر چونکہ مرزا جی نے کئی پردے ڈال رکھے تھے اس وجہ سے لوگ بھی خاموش رہے آخر کو وہ پردہ اُٹھا دیا۔ اور تصریح و توضیح کے ساتھ کھلے میدان میں کود پڑے کہ میں بھی ہوں پانچوں سواروں میں۔ لاہوری پارٹی مجازی، ظلی، بروزی لغوی کے دھوکہ میں رہ گئی اور مرزا جی وہ پہونچے۔ اول تو یہ اصطلاحات ہی بالکل فضول و بیکار۔ شریعت میں کوئی ایسی نبوت نہیں جو ظلی ولی ہو۔ مگر مرزا جی دین ناواقف نئی روشنی پرانی تاریکی والے۔

حضرات کو ان اصطلاحات کی بھول بھلیوں میں پھانسے رہے جب دیکھا کہ جماعت بالکل اپنے دین سے ناواقف ہے اور جو میں کہتا ہوں اس کے آگے سر تسلیم خم ہے فوراً سایہ وغیرہ دور کر دیا۔ اور بائیس برس کی الہامی عمارت پر نبوت کی عمارت کھڑی کر لی شاباش جے سنگھ بہادر۔

مرزا جی کی زندگی کے یہ چند دور علی سبیل الترقی حاصل ہوئے۔ ملہمیت، مجددیت، مہدویت، مسیحیت، نبوت و رسالت اور انہیں دوروں میں ایک دور کرشنیت ہے اور دوروں میں اور بھی بہت سے مدارج مضمر ہیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے بلکہ ان تمام دوروں سے بھی آگے ترقی کر گئے ہیں خود کہتے ہیں:

"سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ

ہوں، میں داؤد ہوں، میں محمد ہوں، احمد ہوں۔" (تحفہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵)

"میری نسبت بطور استعارہ کے لفظ فرشتہ آ گیا ہے۔ اور دانیل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے"۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۰)

"مرزا جی کا ایک نام اور سن لیجئے۔ امین الملک جے سنگھ بہادر۔"

(بشریٰ جلد ۲، الہامات مرزا)

ترقیات کی فہرست

سب سے پہلے مرزا جی نے مجددیت کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں اپنے الہامات پیش کرتے رہے۔ پھر مرزا جی کو خیال ہوا کہ حدیثوں میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کی خبر ہے اور ان کی آمد کی تاریخ معین نہیں اور وہ بھی آ کر اصلاح دین ہی کریں گے لہٰذا مرزا جی نے مہدی ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا۔ اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے وقت کے تمام علامات کو ملیا میٹ کر دیا اور ناجائز تاویلیں کیں۔ پھر مرزا جی کو خیال ہوا کہ جس زمانے میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ موجود ہوں گے۔ وہی زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ہے۔ لہٰذا عیسیٰ مسیح ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا۔ مگر خیال ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاویں گے تو اس زمانہ میں دجال ہوگا۔ دجال کا زمانہ ہوگا پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے اور یہاں کوئی چیز نہ پائی گئی تو دجال بھی مرزا جی نے بنائے کہ یہ پادریوں کا گروہ ہے۔ کبھی کہہ دیا کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہیں کسی نے کہا کہ دجال سے تجارتی کمپنیاں مراد ہیں۔ دجال کی سواری بھی مرزا جی کو مل گئی کہ وہ ریل ہی ہے اور اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ دجال کی سواری صرف دجال کے لیے تھی حالانکہ مرزا جی زندگی میں بے شمار ریل پر سفر کرتے رہے۔ اور مرنے کے بعد بھی ان کی

لاش اسی دجال کی سواری پر لاد کے لائی گئی۔ خدا جانے مرزا جی نے دجال کی سواری کو کس مصلحت سے اختیار کیا۔ یاجوج ماجوج کے متعلق کہہ دیا کہ اس سے روس اور انگریز مراد ہیں۔ الی غیر ذالک من التاویلات الفاسدۃ۔ پھر مرزا جی کو خیال آیا کہ جن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر ہے۔ وہ تو اللہ کے نبی بھی ہیں اور میں نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کر ہی دیا ہے لہٰذا نبوت و رسالت کا بھی دعویٰ کر دوں مرزا جی کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ مسلمان حضرت مہدی علیہ السلام کے آنے کے منتظر ہیں تو ان کو کہہ سنایا کہ مہدی مخصوص کا آنا کوئی یقینی امر نہیں، بالکل غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانے کا بھی مسلمانوں کو یقین ہے تو الہام گھڑ لیا کہ مجھ پر وحی آئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ان کی حیات کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ اور یہ بھی غور نہ کیا کہ شرک کے کیا معنی ہیں؟ ہر مسلمان جانتا ہے کہ شرک کہتے ہیں کہ خدا کی ذات وصفات میں کسی کو اسی طرح شریک کرنا جیسی اس کی ذات وصفات ہیں۔ تو کسی کے مدت مدید تک زندہ رکھنے کا عقیدہ رکھنا سرک ہو تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ودیگر ملائکہ کے اب تک اور قیامت تک زندہ رہنے کا عقیدہ رکھنا بھی مرزا جی کے نزدیک شرک ہوا۔ اور خود یہ عقیدہ رکھ کر شرک میں مبتلا ہوئے۔ مسلمانوں کا یہ بھی یقین ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ تو کہہ دیا کہ ہاں نبوت تامہ والا نبی نہیں آئے گا، ناقص نبی آ سکتا ہے۔ اس لیے میں ظلی ہوں، مجازی ہوں، لغوی ہوں، جزئی ہوں۔ یوں کہہ کہ ٹالتے رہے۔ مگر مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ یہ بالکل دھوکہ ہے شریعت نے نبوت کی تقسیم نہیں کی یہ ظلی ولی کیسی۔ مرزا جی یقیناً نبوت تشریعی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو آخر میں کہہ دیا کہ میری نبوت کوئی الگ نبوت نہیں۔ میری نبوت حضور ہی کی نبوت ہے۔ حضور مجھ میں حلول کر گئے ہیں۔ وہ محمد اوّل ہیں اور میں محمد ثانی ہوں۔ ان میں فنا ہو کر وہی ہو گیا ہوں، میں کوئی علیحدہ انسان نہیں ہوں بلکہ محمد کی نبوت محمد ہی کو مل گئی۔ پھر مرزا جی نے

خیال کیا کہ مسلمانوں کے لیے تو سب کچھ بن گیا۔ مشرکین رہ گئے تو دعویٰ کردیا کہ میں کرشن بھی ہوں اور اس کی روح مجھ میں حلول کرگئی ہے۔

خیر مرزاجی جو کچھ بھی بنیں، اس سے تو ہمیں بالفعل بحث نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے مصلح وہادی رہبر ومرشد ہونے کا کون حق دار ہے؟

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مصلح وہادی ولی ومرشد کے لیے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو اگر ایمان نہیں تو تمام ترقیاں رک جائیں گی، ایمان ہی سب سے پہلا زینہ ہے۔ جو تقویٰ ودرجات ولایت تک پہنچاتا ہے۔ اگر اس سے قدم پھسلا تو حسرت سے سارے زینوں کو آنکھیں پھیلا کر دیکھتا رہے گا اور کچھ نہ بنے گا۔ کافر بھی مسلمانوں کا رہبر نہیں ہوسکتا اور نہ وہ درجات قرب الٰہی حاصل کرسکتا ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا مرزاجی مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ اس پر ہم مفصل بحث کرتے ہیں تاکہ آگے تمام معاملات خود بخود صاف ہوجائیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ کوئی شخص زبان سے برابر کلمہ توحید پڑھتا رہے، دعویٰ اسلام کرتا رہے مگر اس کے ساتھ اسلام میں جن چیزوں کا تسلیم کرنا ضروری ہے، اس سے انکار بھی کرتا رہے، تو زبان سے ادعائے اسلام مفید نہ ہوگا بلکہ وہ کافر کا کافر ہی رہے گا۔ اسی طرح جو شخص ضروریات دین میں سے تمام چیزوں کو تسلیم کرے، صرف ایک چیز کا انکار کردے تو وہ بھی مسلمان نہ رہے گا۔ اسی طرح جو شخص شریعت کے ساتھ استہزا کرے، خدا کی توہین کرے، رسولوں نبیوں کی شان میں گستاخی کرے، مسلمان نہ رہے گا۔ اسی طرح جو اپنے آپ کو انبیاء سے افضل جانے، کافر ہوجائے گا۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جنہیں کسی کو اختلاف

نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہمارے ہیرو اور ان کی اذناب بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے۔

مرزاجی کے اسلام وکفر کی تنقید

اس لیے ہم کو انہیں اصول پر مرزاجی کو پرکھنا چاہیے کہ آیا وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟ اور ہر مناظر کو مرزائیوں سے مناظرہ کرنے میں اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ پہلے مرزاجی کے اسلام وکفر پر بحث کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مناظرہ اسی موضوع پر ختم ہوجائے گا۔ اور مرزائی قیامت تک مرزاجی کا مسلمان ہونا ثابت نہیں کرسکتے۔ اہلسنّت وجماعت ثابت کرتے ہیں کہ مرزاجی قانون شرع کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لیے اس کے ثبوت میں وہ عقائد کفریہ واقوال مردودہ نقل کرتے ہیں، جو صرف مرزاجی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ غور وانصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔

فہرست عقائد کفریہ واقوال باطلہ مرزا غلام احمد قادیانی

عقیدہ کفریہ نمبر اول ''دعویٰ الوہیت''

آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴: **ورایتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو۔** یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہٖ خدا ہوں۔ اور میں نے یقین کرلیا کہ میں واقعی وہی ہوں۔ اس مقام کی تفصیل ان جملوں سے کی جاتی ہے۔

''میں نے اپنے جسم کی طرف دیکھا۔ تو میرے ہاتھ پاؤں خدا کے ہاتھ پاؤں ہیں، میری آنکھ اس کی آنکھ ہے، میرے کان اس کے کان ہیں، میری زبان اس کی زبان ہے۔ میں نے اس کی قدرت قوت کو اپنے نفس میں جوش مارتے ہوئے دیکھا اور الوہیت

میری روح میں موج مارتی تھی، الوہیت مجھ پر بہت سخت غالب ہوگئی، الوہیت میری رگوں میرے پٹھوں میں گھس گئی ہے۔ خدا میرے وجود میں داخل ہوگیا''۔

یہ کلمات کس قدر کفریات پر مشتمل ہیں۔ خلاصہ ان کا یہ ہوا کہ میں مجسم خدا ہوں۔

آگے لکھتے ہیں: ''میں اسی حالت میں تھا کہ کہتا تھا کہ اب ہم نظام جدید قائم کریں گے، نیا آسمان نئی زمین بنائیں گے تو میں نے آسمانوں اور زمینوں کو پہلے اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ پھر میں نے تفریق وترتیب دی اور میں اپنے آپ کو آسمان وزمین کے پیدا کرنے پر قادر سمجھتا تھا۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور میں نے کہا: انا زینا السماء الدنیا بمصابیح''۔

اس گپی واقعہ کے ختم پر لکھتے ہیں۔ اس واقعہ سے ہماری مراد وہ نہیں ہے جو وحدۃ الوجود کا مقصود ہے اور نہ حلول جیسا کہ حلولیہ کا مذہب ہے، یہ کہ اس سے مراد قرب نوافل کا مرتبہ ہے۔

مرزاجی کہتے ہیں کہ نہ یہ وحدۃ الوجود ہے، نہ حلول ہے یعنی بالکل میں ہی خدا ہوں۔ رہا مرزاجی کا قرب نوافل بتانا، یہ بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ واقعہ کے جس قدر الفاظ ہیں، وہ سب قرب نوافل کے منافی ہیں۔

قرب نوافل میں یہ کہاں ہے کہ خدا وجود میں داخل ہوجاتا ہے، الوہیت روح میں موج مارتی ہے، قرب نوافل میں پہنچنے والا انسان زمین وآسمان بنانے کا کب دعویٰ کرتا ہے؟ کیا مرزاجی کے سوا کوئی قرب نوافل کو نہیں پہنچا۔ حالانکہ بہت بزرگان دین ایسے گزرے جنہوں نے قرب فرائض کا مرتبہ پایا۔ اوران کی زبان سے حالت صحو میں کبھی ایسے کلمات نہیں نکلے اور اگر مثل حضرت بایزید بسطامی وحضرت منصور نے حالت سکر میں انا الحق اور ما اعظم شانی کلمات ادا ہوئے لیکن ان کلمات کی ان کو بھی خبر نہیں۔ چنانچہ

مریدوں نے حضرت بایزید پر اعتراض کیا۔ جواب دیا کہ اگر میری زبان سے یہ کلمات نکلیں تو مجھ کو قتل کرڈالو۔

یہ حضرات حالت سکر میں اگر کچھ کہتے تھے تو حالت صحو میں اس کا اعادہ تو درکنار وہ یاد بھی نہیں ہوتا تھا۔ مگر مرزاجی نے اگر بالفرض حالت سکر میں یہ کلمات ادا کیے تو حالت صحو میں ان کا اعادہ جرم ہوا اور خصوصاً اپنے ہاتھ سے تحریر کرنا۔ پس مرزاجی کی حالت کا قیاس ان بزرگان دین کی حالت پر نہیں ہوسکتا۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مویدات دعویٰ الوہیت

''انت منی وانا منک (الاستفتاء ص۸۰)'' اے مرزا تو مجھ سے میں تجھ سے۔

''الارض والسماء معک کماھو معی.'' زمین وآسمان اے مرزا تیرے ساتھ ایسے ہی ہیں جیسے میرے ساتھ۔ ص۸۱ سرک سری تیرا میرا بھید ایک ہی ہے۔

''انت منی'' (ص۸۲) بمنزلہ توحیدی وتفریدی اے مرزا تو میری توحید کا مرتبہ رکھتا ہے۔

مرزاجی کا خدا سے مرتبہ زائد

''یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی (انجام آتھم ص۵۲)'' اے مرزا تیرا نام پورا ہوجائے گا اور میرا نام ناقص ہی رہے گا یعنی تو مجھ سے مرتبہ وکمال میں بڑھ جائے گا اور میں پیچھے رہ جاؤں گا۔

عقیدہ کفریہ نمبر دوم ''دعویٰ نبوت بعد خاتم النبیین''

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کرشن چودھویں صدی نے نبوت ورسالت کا بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے۔ اور انکی تمام تصنیفات اس دعویٰ سے مالا مال ہیں۔ اگرچہ بعض میں پردہ ڈال کے شکار کرنا چاہا۔ لیکن بعض کتابوں میں تو صراحت کے ساتھ دعویٰ کردیا۔ اور اسی عقیدہ پر مرزاجی کی گدی کے مالک خلیفہ محمود صاحب قائم ہیں۔ اور یہ ہے بھی ٹھیک۔ کیونکہ الولد سرٌ لأبیہ مرزاجی کے کمالات تقدس دعاوی کی حقیقت سے جس قدر ان کے بیٹے واقف ہوں گے، کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ مرزاجی نے تحریر کے علاوہ اپنی نبوت کی وہی حقیقت بتائی ہو جو ان کے جانشین بیٹے نے سمجھی اور ظاہر کی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہیں۔ اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴)

خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ حضور کے نقش قدم پر چل کر غلامی اختیار نہ کرے اور جب دروازہ نبوت کھلا ہوا ہے تو مسیح موعود ضرور نبی ہیں۔ ملخصاً (حقیقۃ النبوۃ ص۲۳۲)

الفضل قادیاں ۱۹۱۴ء ص۱۱۲: مرزا صاحب بلحاظ نبوت کے ایسے ہیں جیسے اور پیغمبر۔ اور ان کا منکر کافر ہے۔

تشحیذ الاذہان ص۱۴۰ ج۶: جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور کافر نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔

تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء: مرزا صاحب نے اس کو بھی کافر ٹھہرایا ہے جو سچا تو

جانتا ہے۔ مگر بیعت میں توقف کرتا ہے۔

الفضل قادیاں ۲۹ جون ۱۹۱۵ء: میرا مسیح موعود کو احمد نبی تسلیم نہ کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی ہی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے۔ جو کفر عظیم ہے اور کفر بعد کفر ہے۔

لیکن چونکہ اس امت میں سوائے حضرت مسیح موعود کی جماعت کے اٰخرین منہم نہیں قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ رسول بھی صرف مسیح موعود ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۲۳۱)

القول الفصل ص۳۳: میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت لکھ آیا ہوں کہ نبوت کے حقوق کے لحاظ سے وہ ایسی ہی نبوت سے جیسے اور نبیوں کی صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے۔ پہلے انبیاء نے بلا واسطہ نبوت پائی اور آپ نے بالواسطہ۔

ان تمام عبارتوں سے صاف طریقہ سے معلوم ہوگیا کہ قادیانی مرزاجی کو ویسا ہی حقیقی نبی مانتے ہیں۔ جس طرح کہ حضور کے پہلے انبیاء گزرے۔ آخر یہ انہوں نے عقیدہ کہاں سے معلوم کیا؟ یہ تو یقینی امر ہے کہ اپنے طرف سے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ مرزاجی کی کتابوں اور ان کے دلائل سے اخذ کیا ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزاجی بھی اپنے آپ کو ایسا ہی جانتے تھے جیسا کہ ان کو ان کی جماعت تصور کرتی ہے۔ میں وہ عبارتیں پیش کرتا ہوں جس میں مرزاجی نے اپنی نبوت کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو عبارت ہم نے اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' سے نقل کی ہے اس کو دوبارہ پڑھیں۔ اس میں مرزاجی نے اپنے آپ کو صاف اور صریح الفاظ میں نبی اور رسول قرار دیا ہے۔ اور جس نے ان کی نبوت کو نہیں مانا، اسے جاہل اور بے خبر ٹھہرایا۔ اس اشتہار کو بجنسہ کتاب کے آخر میں نقل کردیں گے اور مزید

وضاحت کے لئے اس کی شرح بھی۔ تا کہ طالب حق اچھی طرح مرزا جی کے طلسم کو سمجھ لے۔ علاوہ اس کے اور عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء ص ۱۱)

قادیان کے متعلق لکھتے ہیں:

قادیان کو اس کی (طاعون) خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کی رسول کا تخت گاہ ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۳)

آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۴: جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس دعویٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ (۱) خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے۔ اور (۲) نیز یہ بھی کہے خدائے تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور (۳) نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنائے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور (۴) ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی اور اس کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے۔

مرزا جی نے مدعی نبوت کے لیے جو ضروری امور لکھے ہیں جن کے بغیر نبوت کا پایا جانا ممکن نہیں وہ سب مرزا جی کی نبوت میں موجود ہیں۔ (۱) مرزا جی ہستی خدا کے مقر بھی ہیں۔ (یعنی بزعم خود) (۲) مرزا جی نے یہ بھی کہا کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ (۳) مرزا جی نے وہ وحی مخلوق کو سنائی بلکہ کتابوں، رسالوں، اخباروں میں طبع کرائی۔ چنانچہ براہین احمدیہ، حقیقۃ الوحی، الاستفتا، انجام آتھم، ازالہ اوہام، بشریٰ میں وہ وحیاں موجود ہیں۔ (۴) مرزا جی نے امت بھی بنائی اور بیعت نبوت بھی ان سے لی۔

(تحریک احمدیت ص ۸)

آخر کیم دسمبر ۱۸۸۸ء کو آپ نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے اور

ایک جماعت تیار کرنے کا مجھے حکم دیا۔ یہ بیعت ایسی نہ تھی جیسے عام طور پر صوفیوں میں مروج ہے بلکہ اس کی غرض اسلام کی حفاظت اور اسلام کی تبلیغ تھی۔

اے صاحب صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ یہ بیعت ارشاد نہیں تھی بلکہ بیعت نبوت ورسالت تھی۔ وہ امت مرزا جی کو نبی بھی جانتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا۔ اور وہ امت مرزا جی کی وحی کو جمع کر کے کتاب اللہ جانتی ہے بلکہ تبرکاً و تعبداً اس کے پڑھنے کا حکم دیتی ہے۔

''اس لیے اب کے سالانہ جلسہ میں پھر جناب میاں محمود صاحب خلیفہ قادیاں نے کتاب کی اہمیت کو جتاتے ہوئے خود قادیان میں حضرت مسیح موعود کے الہامات کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی مریدوں کو اس کی تلاوت کے لیے ارشاد فرمایا کہ ان کے قلوب طمانیت اور سکینت حاصل کریں۔ (اخبار پیغام صلح لاہور ۱۱ جون ۱۹۳۴ء)

غرضیکہ نبی کے لیے جس قدر چاہیے تھا وہ سب مرزا جی کے لیے موجود ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کہا جائے کہ مرزا جی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا؟ لاہوری پارٹی غور کرے۔

حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹، ۱۵۰: اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تھا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

اخبار البدر قادیان ۵ مارچ ۱۹۰۸ء: ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

یہ مرزا جی کی حیات کا آخری اعلان ہے کیونکہ اسی ۱۹۰۸ء ۲۶ مئی کو موت ہوئی۔

مکتوب مرزا ایڈیٹر اخبار عام لاہور۔ انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے میرا نام نبی رکھا۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے (نبوت) انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس (دعویٰ نبوت) پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔

یہ خط مرزا جی نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا اور ۳ دن کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال ہوا۔ معلوم ہوا کہ مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام عمر نبی بنتے ہی گزر گیا مگر موت نے فیصلہ کردیا کہ مرزا نبی نہ تھے کیونکہ لاہور میں انتقال ہوا اور قادیان میں دفن۔ حالانکہ نبی کا جہاں انتقال ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضور کے دفن کے وقت حدیث پیش فرمائی اور سب صحابہ نے تسلیم کیا۔ (دیکھو مشکوٰۃ شریف باب وفات النبی ﷺ) اس طرح خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ مرزا ہرگز نبی نہیں ورنہ وہیں دفن ہوجاتا تھا۔

عقیدہ اسلام متعلقہ ختم نبوت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النّبیین. (پ۲۲ احزاب)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخر نبی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: من قال فی القران برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ (مشکوٰۃ ص ۳۵) جو شخص قرآن کی تفسیر و معانی اپنی رائے سے بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے۔ تفسیر قرآن کے وقت اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم پر

فرض ہے کہ قرآن کی وہ تفسیر بیان کریں، جو تفاسیر محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ ہوں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ قرآن شریف کی سمجھ جیسی حضور اکرم ﷺ کو عطا کی گئی کسی دوسرے کو نہ ملی، نہ مل سکتی ہے۔ حضور پر قرآن نازل ہوا اور حضور نے خوب سمجھا۔

اس لیے یہ قانون ہم کو مجبور کرتا ہے کہ خاتم النّبیین کی تفسیر حضور اکرم ﷺ کے فرمودہ کے مطابق ہونا چاہیے۔ دیکھیے سرکار دو عالم افصح العرب والعجم خاتم النّبیین کے کیا معنی بیان فرماتے ہیں:

حدیث نمبر اول: محدث ابوداؤد و امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں: وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی. (مشکوٰۃ ص ۴۶۵) میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے۔ جس میں ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ میں نبی اللہ ہوں حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں (جس کو نبوت دیجائیگی)

حدیث نمبر۲: محدث ابن ماجہ حضرت امامہ باہلی سے باب فتنۃ الدجال میں ایک حدیث طویل روایت فرماتے ہیں۔ جس میں سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷) میں تمام نبیوں سے پیچھے ہوں۔ تم تمام امتوں سے پیچھے ہو۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں، تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

حدیث نمبر۳: محدث ابن ابی حاتم تفسیر میں ابونعیم دلائل میں حضرت قتادہ سے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے وہ حضور اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے: کنت اول النّبیین فی الخلق واخر ھم فی البعث (خصائص کبریٰ ص ۳ ج ۱) میں پیدائش میں

سب نبیوں سے اول ہوں اور بعثت میں سب نبیوں سے پیچھے ہوں۔

حضور اکرم ﷺ خود اپنی زبان مبارک سے لفظ خاتم ادا فرماتے ہیں پھر لفظ آخر ارشاد فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور نے خاتم کے معنی آخر بتائے۔ پھر دوسرے طریقہ سے لفظ لا نبی بعدی سے خاتم کی تفسیر فرمائی جو آخریت کے ہی معنی کا مترادف ہے۔

غرض یہ کہ اس میں شک کی گنجائش نہیں رہی کہ خاتم آخر کے معنی میں ہے۔ آیت واحادیث میں یہی معنی مراد ہے حضور کی اس تفسیر نے تلاش کتب لغت سے بھی مستغنی کر دیا۔ اس لیے کہ سرکار دو عالم خود اہل زبان ہیں اور وہ جو بیان فرما دیں گے، دوسرے قول سے بہت معتبر ہوگا۔ لغت ہے کیا چیز؟ اہل زبان کے الفاظ کے معانی بیان کرنے سے لغت قاصر ہو سکتی ہے، اس کی تلاش ناقص ہو سکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لفظ کے جس قدر معنی ہوں جامع اللغات سب کو محفوظ کرے۔ فرض کرو کہ کسی لفظ کے معنی جامع اللغات نے کچھ لکھے اہل زبان جو اپنی زبان سے خوب واقف ہے وہ کہتا ہے کہ یہ معنی نہیں یہ معنی مراد ہیں تو اہل زبان کا قول تسلیم ہوگا لا غیر۔

حضرت امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک لفظ کے متعلق پوچھا کہ یہ کیونکر ہے؟ فرمایا کہ اسطرح ہے۔ پوچھنے والے نے کہا کیا دلیل ہے؟ نہایت غضب کے ساتھ فرمایا کہ ہم سے دلیل طلب کرتا ہے ہم اہل زبان ہیں جو ہم بتائیں گے وہ ہی صحیح ہوگا۔ ہمارا بتانا ہی دلیل ہے ہمیں دلیل کی ضرورت نہیں۔

جب سرکار دو عالم ﷺ لفظ خاتم کے معنی آخر بیان فرما رہے ہیں تو ہم کو کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم کوئی حیلہ بہانہ کریں اور کہیں کہ لغت میں تو یہ معنی کہیں نہیں لکھے۔ بلکہ یہ بین یہ ہیں جو حضور نے فرمایا وہ ہی لغت ہے۔ ہاں اگر کوئی اور معنی بھی ہوں اور وہ اس طرح

لیے جائیں جس سے آخریت زمانہ کو کوئی ٹھیس نہ لگے تو مقبول ہوں گے، ورنہ مردود۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگوٹھی کے معنی بھی آتے ہیں، مہر کے معنی بھی ہوتے ہیں۔ اگر خاتم کے یہ معنی لیے جائیں اور آخریت زمانہ جو حضور ﷺ کی تفسیر ہے اس کے خلاف نہ ہو تو کوئی حرج نہ ہوگا ورنہ بیکار۔ تفصیل اس مضمون کی بحث نبوت میں ملاحظہ فرمائیں جو تقریباً کتاب کا حصہ چہارم میں آئے گی۔

دور کیوں جاتے ہو مرزا جی خود لفظ خاتم کو آخر کے معنی میں استعمال کر رہے ہیں:

''جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا۔''

(تریاق القلوب ص ۱۵۷)

دیکھئے مرزا جی نے خاتم الاولاد کے معنی آخر الاولاد ہی مراد لیے جیسا کہ قرینہ سابقہ دلالت کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام مسلم روایت فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو انبیاء پر چھ فضائل سے فضیلت عطا فرمائی گئی۔ ان فضائل کو بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: وارسلت الی الخلق کافۃ. میں تمام مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا۔ وختم بی النبیون (مشکوۃ ص ۵۱۲) اور نبی میرے ساتھ ختم کر دیئے گئے۔

اس حدیث میں لفظ خاتم نہیں بلکہ ختم فعل مجہول ہے۔ جو ختم کے معنی آخر کو متعین کر رہا ہے۔

حدیث نمبر ۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری و مسلم روایت فرماتے ہیں کہ سرکار نے

ارشادفرمایا: مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الاموضع تلک اللبنة فکنت انا سدوت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایة فانا اللبنة وَ اَنا خاتم النبیین. (مشکوٰۃ ص ۵۱۱) میری مثل اور انبیاء کی مثل ایسی ہے جیسے کہ کسی نے محل بنوایا اور خوب بنوایا۔ ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ دیکھنے والے گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور خوبی بنا سے تعجب کرتے ہیں مگر اس اینٹ کی جگہ خالی ہونے پر۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بند کردیا، عمارت میں نے کامل کردی، انبیاء ورسل کا سلسلہ مجھ پر ختم ہوگیا۔

اس حدیث پاک نے لفظ خاتم النبیین کی کیسی واضح تفسیر فرمائی اور تمثیل کے طور پر۔ تا کہ خوب سمجھ میں آجائے۔ اب جبکہ مکان نبوت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی وہ حضور ﷺ نے پُر فرمادی تو بتاؤ اب کسی روڑے کی ضرورت باقی رہی۔

حدیث نمبر۶: حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے امام بخاری ومسلم روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی (مشکوٰۃ ص ۵۶۳) اے علی کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک مگر حضرت ہارون نبی تھے۔

امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے: اما ترضی ان تکون بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبوة بعدی. میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یعنی میرے بعد نبوت نہیں اور تم نبی نہیں ہو سکتے۔

حدیث نمبر۷: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے محدث ترمذی روایت فرماتے ہیں کہ سید

عالم ﷺ نے فرمایا: ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی. نبوت ورسالت منقطع ہوچکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ کوئی رسول۔

دیکھئے کس صریح الفاظ سے حضور نے انقطاع نبوت کا حکم سنایا۔ کہاں ہیں مرزا محمود جو اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ ذرا آنکھیں کھول کر اس لفظ انقطاع کو ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح مرزاجی کے اجرا کو اس نے منقطع کردیا۔

حدیث نمبر۸: محدث ابن ماجہ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: ذهبت النبوة وبقیت المبشرات نبوت ختم ہوگئی، باقی نہیں رہی۔ صرف مبشرات (رویائے صالحہ) رہ گئے۔

یہ چند احادیث ختم نبوت کے بارے میں ذکر کی گئی ہیں جو صاف صراحۃً انقطاع نبوت، ختم رسالت پر دلالت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ خاتم کے معنی آخر ہے اور ایسے آخر کہ تمام فردوں کو شامل اور جو خارج وہ بالکل خارج۔ اگر زیادت تفصیل منظور ہو تو اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے انہیں ارشادات جمیلہ کے مطابق اسلام کا یہ عقیدہ ہوگیا کہ حضور اکرم ﷺ باعتبار زمانہ کے آخری نبی ہیں اور اس عقیدہ کو اپنی اپنی مصنفات میں تیرہ سو برس (۱۳۰۰) تک تمام علمائے امت تحریر فرماتے آئے۔

شرح فقہ اکبر ملا علی ص ۶۹ میں ہے: اولهم ادم واخرهم محمد ﷺ.

شرح عقائد نسفی ص ۹۹ میں ہے: واول الانبیاء ادم وَاخرهم محمد ﷺ.

مسایرہ مسامرہ ص ٦٦ میں ہے: وانه ارسل رسلا اولهم ادم واكرمهم عليه خاتمهم محمد ﷺ الذی لا نبی بعده.

تینوں عبارتیں صاف کہہ رہی ہیں کہ سب سے اول انبیاء میں حضرت آدم ہیں اور سب سے آخر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

تکمیل الایمان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۰ میں ہے:

اول پیغمبران آدم علیہ السلام وآخر ایشاں محمد رسول الله ﷺ بقولہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین چوں مقصود از بعث آنحضرت ﷺ اکمال دین وتتمیم مکارم اخلاق بود بعد از حصول این مقصود بروجه اتم واکمل بعد ازوی احتیاج به پیغمبر دیگر نباشد وباوجود علماء وخلفائے او که حاملان دین وحافظان ملت متین احد کفائت بود. سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب انبیاء سے پیچھے حضور اکرم ﷺ ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین. حضرت محقق دوسری وجہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ حضور کو دنیا میں بھیجنے کا مقصود یہ تھا کہ دین کامل ہو جائے، مکارم اخلاق پورے ہو جائیں۔ چنانچہ یہ حکمت پوری ہو چکی۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے: الیوم اکملت لکم دینکم اتممت علیکم نعمتی. حضور ﷺ فرماتے ہیں: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق تو اب اس کے بعد دوسرے نبی کی حاجت نہیں اور حضور کی امت میں علماء وخلفاء پیدا ہوتے رہیں گے اور وہ حاملان دین اور محافظان ملت ہوں گے۔ اس لیے کسی نبی جدید کی احتیاج نہیں۔

حضرت محقق نے تو بات صاف ہی فرما دی کہ تکمیل دین ہو چکی لہٰذا نبوت جدیدہ کی اب ضرورت نہیں۔ پس مرزا جی کا اپنے لیے یہ کہنا کہ: ”آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا۔ جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔“ (کشتی نوح ص ۱۳) بالکل غلط اور محض بیکار ہے۔ تکمیل تو ہو چکی اب تکمیل کیسی۔

مسئلہ ختم نبوت کی تشکیل وتصویر جن الفاظ میں کی گئی اس کو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ جس کا خلاصہ صرف ان الفاظ میں ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے حضور سب سے آخر نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہ کی جائے گی۔

اب جو شخص اپنے لیے یا دوسرے کے لیے دعویٰ نبوت کرے۔ اس کے احکام بھی سن لیجئے:

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۲۰۲: دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع. حضور کے بعد دعویٰ نبوت کرنا اسلام کے اجماعی قانون کے مطابق کفر ہے۔

شفا شریف علامہ قاضی عیاض ختم کتاب صفحہ شرح قاری ص ۵۱۸ میں ہے:

وكذالک من ادعى نبوة احد مع نبيّنا عليه الصّلوة والسلام او بعده كالعيسوية من اليهود القائلين بتخصيص رسالة الى العرب وكالخرمية القائلين بتواتر الرسل وكاكثر الرافضة القائلين بمشاركة على فى الرسالة للنبى ﷺ وبعده او من ادعى النبوة لنفسه او جوز اكتسابها والبلوغ بصفاء القلب الى مرتبتها كالفلاسفة وغلاة المتصوفة وكذالک من ادعى منهم انهٔ يوحى اليه وان لم يدع النبوة. اور اسی طرح کافر ہے جو شخص حضور ﷺ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے یا حضور ﷺ کے بعد یا جو اپنے نفس کے لیے مدعی

نبوت ہو یا نبوت کا اکتساب سے حاصل ہونا جائز سمجھے کہ جب مجاہدات وتقویٰ سے صفائی قلب ہوجائے، نبوت مل جاتی ہے یا جو دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی آتی ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔

پھران سب کے احکام بیان فرماتے ہیں:

فھولاء الطوائف السبع کلھم کفار مکذبون للنبی ﷺ لانه اخبر انه خاتم النبیین لا نبی بعده واخبر عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین. ملتقطا

یہ سب کافر ہیں۔ حضور ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے تو یہ خبر دی ہے کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

معتقد المنتقد شریف ناقلا عن المعتمد ص۱۰۹: ولکن لما اخبر اللہ تعالیٰ عن شئ ان یکون کذا او لایکون کذا لایکون الا کما اخبره اللہ تعالیٰ وھو اخبر انه لایکون بعده نبی اٰخر و ھذه المسئلة لاینکرھا الا من لایعتقد نبوته لانه ان کان مصدقًا نبوته اعتقده صادقا فی کل ما اخبر به اذ الحجج التی ثبت بھا بطریق التواتر نبوته ثبت بھا ایضا انه اخر الانبیاء فی زمانه وبعده الی القیامة لایکون نبی فمن شک فیه یکون شاکاً فیھا ایضا وایضا من یقول انه کان نبی بعده اویکون او موجود وکذا من قال یمکن ان یکون فھو کافر.

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے متعلق خبر دے کہ ایسا ہوگا یا ایسا نہ ہوگا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ خبر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کا انکار وہی کرے گا جو حضور کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ

اگر مصدق ہے تو حضور ﷺ کو ہر خبر میں سچا جانے گا۔ اس لیے کہ وہ دلیلیں جن سے بطریق تواتر حضور کی نبوت ثابت ہے۔ انہیں سے یہ ثابت ہے کہ حضور کے بعد دروازہ نبوت کا بند ہے۔ پس جس کو اس میں شک ہو یعنی ختم نبوت میں وہ اصل میں حضور کی ہی نبوت میں شک کر رہا ہے۔ اور جو شخص یہ کہے کہ حضور کے بعد نبی ہے یا ہوگا یا موجود ہے یا ممکن ہے کہ ہو یہ سب کافر ہیں۔

تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۸۹ : فمن رحمة اللہ تعالیٰ بالعباد ارسال محمد ﷺ الیھم ثم من تشریفه له ختم الانبیاء والمرسلین به واکمال الدین الحنیف له وقد اخبر اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابه و رسوله ﷺ فی السنة المتواتر عنه انه لا نبی بعدی لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعده فھو کذاب أفّاک دجّال ضالٌّ مضل.

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے بندوں پر کہ ان کی طرف حضور ﷺ کو بھیجا۔ پھر شرافت یہ عطا فرمائی کہ نبوت ورسالت کا سلسلہ ان پر ختم فرمادیا۔ دین کو کامل کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، حضور نے حدیث میں یہ خبر دی کہ آپ کے بعد نبی نہیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہوجاوے کہ آپ کے بعد جو اس مقام نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے، فریبی ہے، دجال ہے، گمراہ اور گمراہ کن ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ ص۲۶۳ : اذا لم یعرف الرجل ان محمداا اخر الانبیاء فلیس بمسلم.

الاشباہ والنظائر ص ۲۱۲: اذا لم یعرف ان محمدا ﷺ اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات. جو شخص حضور کے آخری نبی ہونے کا معترف نہ ہو

وہ مسلمان نہیں۔ اس لیے کہ مسئلہ ختم نبوت اس معنی کے اعتبار سے ضروریات دین سے ہے۔ اور ضروریات دین میں سے ایک چیز کا انکار بھی مسلمان نہیں رہنے دیتا۔

بلکہ مرزاجی نے خود کسی وقت میں اس کا اقرار کیا ہے کہ حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو:

حمامۃ البشریٰ ص ۷۹ معہ النبوۃ ص ۵۹: اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں ادعاء نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر ملوں۔

انجام آتھم حاشیہ ص ۲۷: کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت کے بعد رسول و نبی ہوں؟

مجموعہ اشتہارات ص ۲۲۴: ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء: میں سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔

کیوں حضرات!

یہ معمہ کیسے حل ہو کہ ایک طرف تو مرزاجی دعویٰ نبوت کریں۔ دوسری طرف مدعی نبوت کو کافر جانیں۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ جھوٹ، یہ جھوٹ ہے تو وہ سچ۔ مگر ہماری سمجھ میں اس کا حل یوں آتا ہے کہ مرزاجی نے کیا تو نبوت کا دعویٰ مگر مسلمانوں کے فتاویٰ سے ڈرتے ہوئے کہیں کہیں یہ بھی لکھ دیا کہ میں ایسے شخص کو کافر جانتا ہوں۔ تو مولوی اگر بدظن ہو جائیں گے، ہو جائیں عوام تو ان اقوال کو دیکھ کر قبضہ میں رہیں گے۔

یا یہ کہ جب کافر جانتے تھے اس وقت نبوت کا دعویٰ نہ کیا اور جب نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ کفر نہ رہا۔ خیر کچھ بھی ہو قانون شریعت کے مطابق مرزاجی اقبالی مجرم ہیں کہ جرم کیا اور اقبال بھی کر لیا۔ خود مدعی نبوت کو کافر کہنا اور دعویٰ نبوت کر کے پہلے حکم کے مطابق اپنے ہاتھ سے اپنے کفر پر دستخط کر دیئے۔

مرزائی طبقہ خواہ لاہوری ہو یا قادیانی

ان کے لیے تو یہ متضاد عبارتیں بڑی مشکل پیش کر دیتی ہیں اور بعض اوقات جب نہایت ذلیل و رسوا ہوتے ہیں تو ذلت و رسوائی کو دور کرنے کے لیے نبوت کی قسمیں شروع کر دیتے ہیں کہ مرزاجی نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس قسم کا دعویٰ کفر ہے۔ اس قسم کا کفر نہیں۔

کبھی تو کہتے ہیں نبوت تشریعی کا دعویٰ کفر ہے اور غیر تشریعی کا دعویٰ کرنا کفر نہیں۔ کبھی کہتے ہیں مرزاجی بروزی ظلی نبی تھے، نہ اصلی۔ مجازی تھے، نہ حقیقی۔ لغوی تھے، نہ اصطلاحی۔ کسبی تھے، نہ وہبی۔ ناقص تھے، نہ کامل، جزئی تھے، نہ کلی۔ فنائی تھے، نہ بقائی۔ غرضیکہ ہزاروں حیلے بہانے کرتے ہیں مگر سب بیکار۔ اس لیے کہ نبوت کی تشریعی قسم کے سوا اور کوئی قسم نہیں۔ یہ سب الفاظ ہیں جن کے نیچے کوئی معنی نہیں۔ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں۔ کیا کوئی قرآن کی آیت یا کوئی حدیث ایسی ہے جس میں نبوت کی اس قدر قسمیں بتائی گئی ہوں؟ ہرگز نہیں۔

بالفرض اگر قسمیں بھی ہوں تو قرآن کریم کا عام طور پر فرمانا کہ سرکار دوعالم ﷺ تمام نبیوں کے آخر ہیں۔ احادیث کا کھلے لفظوں میں فرمانا کہ حضور ﷺ کی ذات کریمہ پر نبوت ختم ہوگئی، نبوت منقطع ہوگئی (دیکھو گزری ہوئیں حدیثیں) اس امر پر دلالت کرتا ہے

کہ ہر قسم کی نبوت بند ہوگئی۔ نہ ظلی رہی، نہ مجازی، ہندی رہی، نہ حجازی۔ختم نبوت میں کسی قسم کی نبوت کا استثناء ہی نہیں۔لطف یہ کہ مرزاجی خود ایک جگہ یہی لکھ چکے ہیں۔چنانچہ موجودہ خلیفہ قادیان نے بھی حقیقۃ النبوۃ میں اس کا اقرار کیا ہے۔(حمامۃ البشریٰ ص ۲۰ ملحقہ ضمیمہ النبوۃ)

یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے: ما کان محمد ابا احد من رجالکم. الآیۃ محمد ﷺ تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔کیا نہیں جانتے کہ خدا رحیم وکریم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔اور ہماری نبی ﷺ نے بطور تفسیر آیۂ مذکورہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لیے یہ بات واضح ہے۔

حمامۃ البشریٰ ص ۴۹: اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی ارشاد ہے: پس اگر ہمارے رسول ﷺ اور اللہ کی کتاب قرآن کریم کو تمام آنے والے زمانوں اور ان زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسبت نہ ہوتی۔تو اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کی واسطے قیامت تک ہمیشہ کے لیے ہرگز نہ بھیجتا اور ہمیں محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔کیونکہ آپ کی برکات ہر زمانہ پر محیط۔

مرزاجی ان عبارتوں میں تصریح کر رہے ہیں کہ حضور کے بعد ہر قسم کی نبوت ظلی، مجازی وغیرہ سب بند ہیں اور بلا استثناء حضور خاتم النبیین ہیں۔

پس لاہوری پارٹی کا یہ کہنا کہ مرزاجی ظلی وغیرہ نبی ہیں، بالکل غلط۔قادیانیوں کا کہنا کہ مرزاجی نبوت غیر تشریعی کے مدعی ہیں، نہ تشریعی کے محض بیکار۔

علاوہ اس کے مرزاجی نے نبوت تشریعی کا دعویٰ کیا۔ (دیکھو اربعین مصنفہ مرزاجی)

اور اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے، نہ ہر ایک مفتری۔اول

تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔خدا نے اس افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس (۲۳) برس کی مدت بھی گزر گئی۔اور ایسا ہی میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔(ص۶،۷)

خلاصہ اس عبارت کا صرف یہ ہے کہ مرزاجی کہتے ہیں کہ شریعت اس کو کہتے ہیں جس میں امر ونہی ہو میری وحی میں امر ونہی ہے لہٰذا میں صاحب شریعت ہوں۔

اب آپ دیکھیں کہ مرزاجی نے کس طرح نبوت تشریعی کا دعویٰ کیا۔اسلام میں حضور کے بعد دونوں قسم کی نبوتیں مسدود ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں: واما نبوۃ التشریع والرسالۃ فمنقطعۃ وفی نبینا ﷺ قد انقطعت فلا نبی بعدہ مشرعًا او مشرعًا لہ.

اس قول کی شرح میں دو بزرگوں کے قول نقل کرتا ہوں۔

عارف جامی شرح فصوص الحکم (۲۷۹،۲۸۰): فلا نبی بعدہ مشرعًا ای اتیا بالاحکام الشرعیۃ من غیر متابعۃ لنبی اخر فیہ کموسیٰ وعیسیٰ و

محمد علیہم الصلوۃ والسلام او مشرعًا ای متبعا لما شرعه النبی المتقدم
کانبیاء بنی اسرائیل.

علامہ محمود قیصری شرح فصوص الحکم ص۲۴۳۔۲۴۴: مشرعًا علی صیغة اسم
الفاعل کموسی وعیسٰی و محمد علیہم الصلوۃ والسلام او نبیا مشرعا ای
داخلا فی شریعة متشرع کانبیاء بنی اسرائیل.

تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نہ نبوت تشریعی جاری، نہ
نبوت غیر تشریعی، نہ کوئی نبی مستقل ہوگا کہ شریعت لے کر آوے، نہ نبی جدید گویا شریعت۔

فتوحات مکیہ شریف صفحہ ۷۶ ج ۲: اسم النبی زال بعد رسول الله ﷺ۔ حضور
ﷺ کے بعد نبی کا لفظ ہی کسی پر اطلاق کرنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فما بقی للاولیاء بعد ارتفاع النبوة
الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰهیه والنواهی فمن ادعاها بعد
محمد ﷺ فهو مدع شریعة اوحی بها الیه سواء وافق بها شرعنا او خالف.

فتوحات مکیہ (ص ۵۱ ج ۳)

نبوت مرتفع ہو چکی، امر و نہی کا دروازہ بند ہو گیا۔ جو حضور کے بعد یہ دعویٰ کرے
کہ میری وحی میں امر بھی ہے، نہی بھی ہے، وہ مدعی شریعت ہے، خواہ وہ وحی ہمارے شریعت
کے مخالف ہو یا موافق۔

مرزا جی کی عبارت اربعین پڑھنے کے بعد یہ عبارت پڑھیں اور غور کریں کہ مرزا
جی نے کس قدر شریعت کے خلاف کیا ہے۔

حضرت امام شعرانی اس عبارت کے ساتھ اس قدر اور اضافہ فرماتے ہیں: فان کان مکلفا

ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحا. (الیواقیت ص ۳۴ ج ۲)

صاحب شریعت ہونے کا مدعی (جیسے مرزا جی ہیں) اپنی وحی میں امر و نہی بتانے
والا (جیسے مرزا جی نے کہا) اگر عاقل ہے تو ارتداداً اس کی گردن اُڑا دیں گے اور اگر کوئی
پاگل مراقی سودائی ایسی باتیں کرے گا تو مجنون سمجھ کر چھوڑ دیں گے۔

پس مرزا جی کا نبوت تشریعی یا غیر تشریعی کا مدعی ہونا دونوں خلاف اسلام اور مرزا
جی ہی کے فتویٰ کے مطابق کفر۔

بعض لوگ اس قسم کی عبارتیں پیش کریں گے کہ مرزا جی نبوت تشریعی کے مدعی
نہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔

''میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مستقل طور پر نبی
ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور
اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے، رسول و نبی
ہوں مگر بغیر جدید شریعت کے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

اور میرا یہ قول کہ من نیستم رسول ونیاورده ام کتاب اس کے معنی
صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

اس قسم کی اور بھی عبارتیں ہیں جن سے انکار نبوت تشریعی ہوتا ہے مگر یہ عبارتیں
پیش کرنا بالکل بیکار ہیں اور مرزا جی کے دھرم کو اور بھی کھوتی ہیں۔ صاحب عقل ان متضاد
عبارتوں کو دیکھے گا اور تطابق کی کوئی صورت نہ پائے گا تو یقیناً اس کے متعلق وہی فتویٰ دے
گا جو مرزا جی نے دیا ہے۔

ست بچن ص ۳۱: ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے

طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔

اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقص اپنے کلام میں رکھتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۸۴)

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ ص۱۱۱: جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔

مرزائی حضرات کو یہ بھی نہیں معلوم کہ مسلمان کیونکر کافر ہو جاتا ہے۔ یہی صورت تو ہے کہ ایک شخص عمر بھر مومن رہے تمام ایمانیات کی تصدیق کرے مگر کسی وقت ایک کلمہ کفر کا زبان سے نکل گیا۔ اگر کوئی شخص تیس پینتیس برس اظہار ایمان کرے پھر ایک کفر کیا مگر اس سے توبہ تجدید اسلام نہ کی۔ پھر تیس پینتیس برس اظہار ایمان کرتا رہا تو اس کو اس اظہار ایمان واقرار سے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا جب تک خصوصیّت سے اس کلمہ کفر سے توبہ نہ کرے۔ ایک شخص ہے کہ مدتوں کہتا رہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق نہیں دی ہے ایک وقت میں تین طلاقیں اس نے دیدیں اور ثابت ہوگئیں۔ پھر کہتا رہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو کیا اس انکار طلاق سے طلاق مرتفع ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا شخص کاذب شمار کیا جائے گا۔

اسی طرح مرزا جی نے ہزار مرتبہ انکار کیا کہ مدعی شریعت ونبوت نہیں مگر ایک دفعہ یہ کہہ دیا کہ میں نبی ہوں، صاحب شریعت ہوں۔ تو اپنے ہی قول سے ان پر کفر عائد ہوگیا۔ انکار نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ ہاں مرزا صاحب اگر یہ کہہ دیتے کہ اربعین میں میں نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس سے میں توبہ کرتا ہوں تو البتہ ان کے سر سے الزام ہٹ جاتا۔ واذ لیس فلیس. اور اگر یہ کہا جائے کہ مرزا جی نے اربعین میں دعویٰ شریعت نہیں کیا ہے تو یہ آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ کیونکہ مولوی محمد علی لاہوری خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا جی نے دعویٰ وحی شریعت کیا ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص۳۱۴)

یہ تو تشریعی غیر تشریعی کے متعلق گفتگو تھی۔ رہ گیا ظل وبروزت وغیرہ۔ اور اس کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں کہ ظل وبروز اصل سے ناقص، جزو کل سے ناقص، کسبی وہبی سے ناقص، ناقص تو کامل سے ناقص ہی ہے۔

تو خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ جزوی نبی ہوں، بروزی ظلی نبی ہوں، ناقص نبی ہوں، کسبی نبی ہوں، یعنی میری نبوت کاملہ تامہ نہیں بلکہ ناقصہ ہے۔

قادیان کا ناقص نبی

توضیح مرام ص۹، ۱۰: اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کی نبوت تامہ نہیں۔

وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ (ازالہ اوہام ص۵۳۲)

اب دیکھنا یہ ہے کہ ناقص نبوت بھی کوئی چیز ہے۔ نبی بھی ناقص ہوا کرتا ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ نبوت کو ناقص کہنا نبوت کی ہتک کرنا ہے۔ خدا کی طرف سے جس کو نبوت ملتی ہے وہ ایک ہی ہے۔ کامل، حقیقی، اصلی، تام، غیر کسبی۔ تمام انبیاء ورسل نفس نبوت ورسالت میں برابر ہیں۔ نبوت کوئی کلی مشکک نہیں کہ کسی میں زیادہ اور کسی میں کم پائی جائے۔ لانفرق بین احد من رسلہ.

روح البیان ص۳۹۴ ج۲: واعلم ان الانبیاء کلھم متساوون فی النبوۃ لان النبوۃ شیٔ واحد لا تفاضل فیھا. یقین رکھو کہ تمام انبیاء نفس نبوت میں برابر ہیں کسی میں بحیثیت نبوت کی زیادتی نہیں۔

رسالہ ابطال قاسمیہ ص۲۰: الوجہ الاول ان الانبیاء کلھم متساوون فی

نفس النبوۃ عند السلف والخلف لان النبوۃ فی الشرع ھی الوحی من عند اللہ تعالی حقیقۃ بالاحکام الشرعیۃ فاذا کان الامر کذالک کان الانبیاء کلھم متساوون فی نفس النبوۃ. یقین رکھو کہ تمام انبیاء نفس نبوت میں برابر ہیں۔ کسی میں بحیثیت نبوت کمی زیادتی نہیں۔ نبوت شریعت میں صرف اس کا نام ہے کہ خدا کی جانب سے احکام شرعیہ کی وحی آنا۔ اسی وجہ سے تمام انبیاء نفس نبوت میں برابر ہیں۔

شفائے قاضی عیاض وشرح للقاری ص ۴۸۱ ج ۱: والوجہ الرابع منع التفضیل فی حق النبوۃ والرسالۃ ای باعتبار اصلھما وحقیقۃ ما ھیتھما فان الانبیاء فیھا علی حد واحد اذ ھی ای مادۃ النبوۃ والرسالۃ شئ واحد لا تفاضل فیھا فلا یقال نبوۃ ادم افضل من نبوۃ غیرہ.

حق نبوت ورسالت میں کوئی کمی زیادتی نہیں یعنی اصل اور مادہ کے اعتبار سے تمام انبیاء نفس نبوت میں ایک حد پر ہیں، اس میں کمی زیادتی نہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ نبوت آدم علیہ السلام غیر کی نبوت سے کامل ہے۔

رسالہ ابطال قاسمیہ ص ۲۰: قال الزرقانی واما النبوۃ لا تفاضل فیھا قال الشیخ السنوسی فی شرح عقائدہ ویدل علیہ منع ان یقال لفلان النصیب الاقل من النبوۃ والفلان النصیب الاوفر منھا ونحوہ من العبارات التی تقتضی ان النبوۃ مقولۃ بالتشکیک.

علامہ زرقانی فرماتے ہیں: نفس نبوت میں کوئی کمی زیادتی نہیں۔ علامہ سنوسی فرماتے ہیں کہ ممنوع ہے یہ کہ کہا جائے کہ فلاں کی نبوت تام ہے اور فلاں کی ناقص۔ اور اسی قسم کے الفاظ جیسے مجازی، کسبی، ظلی، بروزی، لغوی وغیرہ سے، جن سے معلوم ہو کہ نبوت کلی

متشکک ہے جس میں کمی زیادتی کا شبہ ہو۔

علامہ سنوسی کے ان اخیر جملوں نے تو مرزائی تقسیم کو بالکل ملیامیٹ کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سنوسی لکھتے وقت ان تمام مرزائی لٹریچر کو دیکھ رہے تھے اور رد فرما رہے تھے۔ فسبحن القادر الحکیم.

قوانین شرع کی تصریحات نے بتادیا کہ نبوت ناقصہ کوئی چیز نہیں بلکہ نبوت صرف ایک ہے۔ نبوت تامہ کاملہ حقیقیہ وھبیہ اصلیہ تو ظل و بروز مجاز وغیرہ اپنے نقصان کی وجہ سے نبوت کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ لہٰذا یہ سب قسمیں بالکل بیکار و محض فضول۔

اب ناقص نبی ہونے کے صرف یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ کامل تام نبی تو وہ ہے جس کو خدا نبی بنائے اور ناقص وہ جو خود بخود نبی بن جائے تو مرزا جی ناقص نبی ہیں یعنی خدا نے نہیں بنایا بلکہ قادیان کی بھٹی میں الٹ پھیر کرتے ہوئے خود نبی بن گئے تو ایسی نبوت ناقصہ خانہ ساز کی اسلام کو ضرورت نہیں۔

ظل و بروز کی بحث تفصیلاً حلول وتناسخ میں ذکر کی جائے گی۔ کسبی وھبی کی بحث بیان اکتساب میں آوے گی۔ جزئی، لغوی، مجازی، فنائی نبوت کو غور سے سنیے۔

جزو کل

ازالہ اوہام ص ۵۷۵: کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جز کل میں داخل ہوتی ہے۔

توضیح مرام ص ۹: گو اس کے لیے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہوتا ہے۔ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے۔

مولوی محمد علی ایم۔اے۔ لاہوری ان جملوں کی یوں تفسیر کرتے ہیں۔ گویا فنافی

الرسول کا مقام درحقیقت یہ ہی ہے کہ تبع ایک جز ہوتا ہے اور متبوع کُل۔ اور وہ جز اس کُل میں داخل۔ جز کُل میں داخل ہوسکتا ہے، مگر کُل، کُل میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے جو نبوت بذریعہ اتباع اور فنافی الرسول حاصل ہوگی وہ بھی ایک جزئی نبوت ہوگی۔

خدا جانے ایم۔اے صاحب نے کونسی کلاس میں یہ فلسفہ پڑھا ہے کہ نبوت بھی جز وکل ہوتی ہے۔ کیا ساری منطق کے کلیات و جزئیات نبوت ہی کے لیے حاصل کیے تھے۔ افسوس ع

برین عقل و دانش بباید گریست

خلاصہ یہ کہ حضور کی نبوت کُل ہے اور مرزا جی کی نبوت جز۔ اور یہ جز کُل میں داخل ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کُل نام ہے مجموع اجزاء کا۔ تو جب تک تمام اجزاء نہ پائے جائینگے کُل کا وجود متصور نہیں ہوسکتا تو حضور کی نبوت کُل ہو کر نہ پائی جائیگی جب تک اس کے تمام اجزاء نہ پائے جائیں اور ایک جز نبوت کا تیرہ سو برس کے بعد قادیاں میں پیدا ہوتو تیرہ سو برس تک حضور کی نبوت ناقص رہی۔ جب مرزا پیدا ہوئے تو حضور کی نبوت کامل ہوئی۔

لاحول ولا قوة الا بالله۔

علاوہ بریں ہم بتا چکے ہیں کہ نبوت کلی متواطی ہے۔ جس میں زیادتی وکمی کا احتمال نہیں۔

لغوی نبی

ایک غلطی کا ازالہ معہ النبوہ: یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق ہوں گے نبی کا لفظ بھی صادق ہوگا۔

مکتوب بنام اخبار عام لاہور معہ النبوۃ: سو میں اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی

اور عبرانی زبان میں نبی کے معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشن گوئی کرنے والا۔

مولوی محمد علی ایم۔اے لکھتے ہیں: حضرت مسیح موعود نے درحقیقت اس امر کے اظہار کے لیے کہ نبی سے وہ مراد نہیں جو قرآن وحدیث نے بیان کیا ہے بلکہ صرف لفظ کے اشتقاق کی رو سے اس کا استعمال دوسری جگہ پر بھی ہوسکتا ہے، اس لفظ کے لغوی معنی پر بار بار زور دیا ہے۔ (النبوۃ ص ۲۷۹)

خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا جی اور ان کے مرید کے نزدیک نبی کے معنی لغت میں ہیں: خدا سے وحی والہام پا کر پیشگوئی کرنے والا، غیب کی خبر دینے والا۔ اور چونکہ میں ایسا کرتا ہوں، لہٰذا میں لغوی نبی ہوں۔

بالکل غلط سرتا پا جہالت۔ کتب لغت وادب سے بالکل بے خبری۔ مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا۔

لغت کے اعتبار سے لفظ نبی کی تحقیق

نبی اسم فاعل کا صیغہ ہے فعیل کے وزن پر اس کا مصدر ناقص واوی نبوٌ ہے یا مہموز اللام نبأ۔ نبوٌ کے معنی رفعت وشرف تو نبی کے معنی رفیع وشریف۔

صراح باب الواؤ فصل النون میں ہے: نبی پیغامبر وساغ ان یکون منه غیر مهموز وهو فعيل بمعنى مفعول اى انه شرف على الخلق كله.

نبؤ کے معنی آگاہی وخبر۔ اس سے مشتق ہے: نبأ و نبّأ وأنبأ "أخبر" کے معنی میں صراح باب الہمزۃ فصل النون میں ہے: نبأ آگاہی خبر ويقال منه نبا و نبأ وأنبأ بمعنى اى أخبر ومنه اخذ النبى بترك الهمزة.

ثابت ہوا کہ لغت میں نبی کے معنی دوسرے اشتقاق کے اعتبار سے مطلق خبر

دینے والا۔ لغوی اعتبار سے اگر کوئی کسی کے آنے کی خبر دے نبی کہلائے گا۔ معلوم ہوتا ہے
کہ مرزا جی نے نہ تو قرآن پڑھا، نہ حدیث، ایسی ہی ایم۔اے صاحب نے۔ دیکھو قرآن
میں موجود ہے۔ ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا لفظ نبأ کے معنی مطلق خبر اسنادات
حدیث میں انباء نبا، موجود ہے، جس کے معنی مطلق خبر کے ہیں۔

غرضیکہ لغت میں نبا، نبی کے معنی صرف خبر یا خبر دینے والا۔ اس لغوی معنی میں
خدا سے الہام وحی پا کر خبر دینا یا دینے والا کی کوئی قید نہیں۔ اگر تمام مرزائی اجمعوا
شرکاء کم ہو کر لغت کے اعتبار سے یہ معنی دکھا دیں تو ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

نبی کے اصطلاحی معنی

لغت میں تو نبی کے معنی صرف خبر دینے والا ہوئے۔ اصطلاح شریعت میں جب
یہ لفظ استعمال ہوگا تو کیا معنی ہوں گے؟

شرح فقہ اکبر ص۷۳: والنبی من اوحی الیہ اعم من ان یومر بالتبلیغ
اولا۔ نبی اصطلاح شریعت میں اسے کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے وحی پا کر خبر دے، تبلیغ کا
حکم ہو یا نہ ہو۔

مسایرہ علامہ ابن ہمام ص ۱۹۸: ان النبی انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی
الیہ۔ نبی وہ انسان ہے جو وحی کی تبلیغ کے لیے مبعوث ہوا۔

معتقد المنتقد شریف ص ۸۹: ونقل الالقانی عن العز بن عبد السلام
بان النبوۃ ھی الایحاء وقال السنوسی فی شرح الجزائریۃ فمرجع النبوۃ
عند اھل الحق الی اصطفاء اللہ تعالٰی عبدا من عبادہ بالوحی الیہ فالنبوۃ

اختصاص بسماع وحی من اللہ بواسطۃ الملک او دونہ۔

علامہ لاقانی نے امام ابن عبد السلام سے نقل کیا ہے کہ نبوۃ اصطلاح میں وحی کا پانا
ہے۔ علامہ سنوسی فرماتے ہیں! نبوت اہل حق کے نزدیک صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی کے
لیے اپنے بندوں سے کسی بندے کو چن لے۔ وہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بلا واسطہ۔

نبوت کے اصطلاحی معنی ہوئے کہ خدا کے جانب سے وحی والہام پا کر خبر دینے
والا۔ دونوں معنی آپ کے پیش نظر ہیں۔ اب آپ غور فرمالیں کہ مرزا جی کا یہ کہنا کہ نبی کے
معنی لغت میں ہیں خدا سے وحی والہام پا کر غیب کی خبر دینے والا، اس لیے میں نبی ہوں۔ یہ
اصطلاحی شرعی معنی ہیں یا لغوی معنی؟ پس مرزا جی یقیناً شرعی اصطلاحی نبوت کے مدعی ہیں، نہ
لغوی کے۔ اور اگر مطلق خبر ہی کے معنی مرزا جی کے مقصود میں ہوتا تو مرزا جی اپنا نام کاہن یا
نجومی یا رمال یا جوتشی رکھ لیتے۔ مگر ایسا نہ کیا معلوم ہوا کہ حقیقی نبوت کا ادعا ہے، جو کفر ہے۔
پس لغوی لغوی کہہ کر شور مچانا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہے۔

مجازی نبی

ازالہ اوہام ص ۳۴۹: چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ
سے مجازاً نبی ہے۔

الاستفتاء ص ۶۴: اور میرا نام اللہ کی طرف سے نبی رکھا گیا۔ مجاز کے طریق پر نہ
علی وجہ الحقیقۃ۔

حاشیہ نزول المسیح ص ۵: اور مستعار طور پر رسول و نبی کہا گیا۔

لفظ کا معنی موضوع لہٗ میں استعمال حقیقت کہلاتا اور غیر موضوع لہٗ بشرط عدم شہرت
مجاز کہلاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ نبی کے معنی حقیقی جو شریعت کے رو سے ہیں وہ کیا ہیں؟

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ نبی کے حقیقی شرعی معنی یہ ہیں کہ خدا سے وحی والہام پا کر پیشگوئی کرنے والا۔ (دیکھو عبارت معتقد المنتقد وغیرہ)

مرزاجی بھی یہی کہتے ہیں کہ میرے نبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے وحی والہام پا کر پیشگوئی کرنے والا۔ تو مرزاجی حقیقی معنی کے اعتبار سے مدعی ہوئے، نہ مجازی اعتبار سے۔ لہٰذا مرزاجی کا اپنے آپ کو دعویٰ حقیقت کرتے ہوئے مجازی کہنا صریح کذب ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔

پھر اگر مجازی قسم کی نبوت ہوئی تو قرآن وحدیث میں ضرور ذکر ہوتا حالانکہ نہیں۔ اور اگر ہوتی بھی تو قرآن وحدیث کا عموم اس دروازہ کو بھی بند کر رہا ہے، نہ کوئی حقیقی ہوگا، نہ مجازی۔

علاوہ بریں مرزاجی نے جو نبوت کا دعویٰ کیا وہ اپنی وحی کی بنا پر اور جو وحی آئی وہ ہے:

۱...... یٰسین انک لمن المرسلین.

۲...... محمد رسول الله.

۳...... هو الذی ارسل رسوله.

۴...... لاغلبن انا و رسلی.

۵...... انی لا یخاف لدی المرسلون.

غرضیکہ جس قدر آیتیں انبیاء ورسل کے لیے ہیں وہ سب اپنے اوپر مرزاجی نے چسپاں کیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ان آیتوں میں حقیقی نبوت مراد ہے یا مجازی۔ اگر مجازی مراد ہے تو معاذ اللہ سب انبیاء مجازی ہوئے اور اگر حقیقی مراد ہے تو مرزاجی اپنے لیے کیونکر مجازی ٹھہرا سکتے ہیں جب کہ کوئی قرینہ مجاز کا نہیں۔

امتی نبی

مرزاجی نے نبی بننے کے لیے ایک اور بہانہ تراشا ہے کہ میں ایسا نبی ہوں جو امتی ہے اور جو نبی تھے وہ امتی نہ تھے۔ لہٰذا حضور کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوسکتا جو امتی نہ ہو۔ ہاں امتی ہوسکتا ہے۔ عبارتیں ملاحظہ ہوں:

تجلیات الٰہیہ ص۲۴،۲۵: اب بجز محمدی ﷺ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا کوئی نبی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔

حاشیہ حقیقۃ النبی ص۲۸: آنحضرت ﷺ کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔

حقیقۃ الوحی ص۱۵۵: ہاں میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔

مکتوب بنام اخبار عام لاہور ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء: میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی ہوں۔

ان عبارتوں کو جس لیے میں نے نقل کیا ہے وہ تو بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے یہ عرض کروں کہ مرزاجی کے ان جملوں کو غور سے پڑھئے۔ شریعت والا نبی نہیں آسکتا، بغیر شریعت نبی آسکتا ہے۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ حضور سے پہلے بہت سے ایسے انبیاء گزرے ہیں جو بلاشریعت تھے۔ مرزاجی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی بلاشریعت نبی ہوسکتے ہیں۔ تو پھر اگلے انبیاء میں اور اس نبی میں فرق کیا ہوا؟ پھر حضور ﷺ کا فرمانا لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے، بالکل بیکار ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اگر بلاشریعت کے نبی آسکتے تھے تو حضرت عمر کا نبی ہونا کیا بُرا تھا۔ اور وہ نبی ہوئے نہیں

تو معلوم ہوا کہ بلا شریعت کے بھی نبی نہیں آ سکتا۔ اور دونوں قسم کی نبوتیں تشریعی اور غیر تشریعی عموم احادیث وقرآن ومطابق قول مرزاجی کے بلا استثناء حضور خاتم النبیین ہیں۔ حمامۃ البشری ص۳۰ بند ہوچکیں۔ لہٰذا مرزاجی نہ تشریعی ہو کر آ سکتے ہیں، نہ غیر تشریعی۔

اب اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزاجی کہتے ہیں کہ میں امتی ہوں۔ اور نبی ہوں، یہ خصوصیت صرف میری ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ امتی سے کیا مراد ہے؟

ہر شخص جانتا ہے کہ امتی ہر نبی کا وہ ہے جو اس نبی پر ایمان لائے تو اس اعتبار سے جس قدر انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں گزر چکی ہیں، حضور اکرم ﷺ کی امت ہیں۔ اس لیے کہ سب حضور کی نبوت ورسالت پر ایمان لائے۔ اور آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے کا عہد وپیمان لیا۔ پھر دنیا میں ایمان لانے پر تاکید فرمائی۔ (دیکھو احادیث رسالہ تجلی الیقین)

خصائص کبریٰ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ ص۱ ص۲ تک پڑھ جائیے جس میں اسی مضمون پر علامہ تقی الدین سبکی کے کلمات طیبات نقل فرمائے ہیں۔ جن کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

''حضور کی نبوت ورسالت حضور ﷺ کے زمانہ سے قیامت تک ہی خاص نہیں بلکہ پہلے کے لوگوں کو بھی شامل ہے، حضور ﷺ ان کے بھی نبی ہیں، اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا، پس حضور کی نبوت ان کے لیے حاصل ہے اسی واسطے حضور نبی الانبیاء ہیں اور سب انبیاء حضور کی امت ہیں۔ اس واسطے سب نبی قیامت کے دن حضور کے پرچم کے نیچے ہوں گے۔ اور اسی واسطے دنیا میں شب معراج حضور کے سب مقتدی ہوئے اور حضور

امام۔ بلکہ مرزاجی خود کہتے ہیں:

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ ص۱۳۳: ''قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہوئے۔

جب ثابت ہو گیا کہ تمام انبیاء حضور کی امت ہیں تو وہ حضرات بھی اپنی امت کی طرف منسوب ہونے سے نبی اور حضور کی طرف نسبت پانے سے امتی ہوئے۔ پھر مرزاجی کا یہ کہنا کہ یہ خصوصیت میری ہے کہ میں امتی اور نبی ہوں بالکل زبردستی اور ہٹ دھرمی ہے اور امتی کہہ کر مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔

فنافی الرسول والی نبوت

ازالہ اوہام ص۵۷۵: کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے کل میں جز داخل ہوتی۔

ایک غلطی کا ازالہ: سیرت صدیقی کی کھڑکی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے، جو نبوت محمدیہ کی چادر ہے۔ اور یہ نام (نبی) فنافی الرسول مجھ کو ملا۔ اس موہبت کے لیے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مرتبہ فنافی الرسول نے نبوت عطا کی، نبی کا نام ملا، نبوت محمدی کی چادر اوڑھی۔ مرزاجی سے کوئی پوچھے کہ فنافی اللہ کا بھی ایک مرتبہ ہے۔ مرزاجی کے ان اصول کے مطابق اگر کوئی کہے ''سیرت محمدی کی کھڑکی کھلی۔ پس اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس جو

آتا ہے۔اس پر ظلی طور پر وہی الوہیت کی چادر پہنائی جاتی ہے، جوالوہیت خدا ہے اور یہ نام اللہ فنافی اللہ سے مجھ کو ملا۔ اس مرتبہ الوہیت کے لیے صرف فنافی اللہ کا دروازہ کھلا ہے۔

مرزاجی ایسے فنافی اللہ کو خدا تسلیم کریں گے اور اس کو خدا کا نام دینگے؟ اگر ہاں کہیں تو مرزاجی کی زبانی ایمان کا خاتمہ اور اگر کہیں کہ فنافی اللہ ہونے سے کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔ تو ہم کہیں گے فنافی الرسول ہونے سے کوئی نبی ورسول نہیں ہوسکتا۔

مرزاجی کے اس اصول فنائیت کے اعتبار سے فرعون، نمرود، شداد وغیرہم کی الوہیت مرزاجی کے نزدیک بالکل درست ہوجائے گی۔ کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے ہم فنا فی اللہ ہوگئے کہ وہی الوہیت کی چادر ہم کو پہنائی گئی۔ مرزاجی نے بارہا کہا ہے کہ میں اپنے نبی کے کامل اتباع سے، اقتداء سے اس مرتبہ نبوت پر پہنچا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اتباع واقتداء نبی بناتا ہے اور یہ حقیقی نبوت نہیں ہوتی بلکہ مجازی ظلی۔

مرزاجی کے اس اصول کے مطابق اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فبھدھم اقتدہ. اے حبیب! انبیاء سابقین کی اقتداء کیجئے۔ واتبع ملة ابراھیم حنیفا۔ اے پیارے! ملت ابراہیمی کا اتباع کیجئے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو بھی جو نبوت عطاہوئی وہ انبیائے سابقین کی اقتداء اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع سے تو حضور ﷺ کی نبوت بھی حقیقی نہیں ہوئی بلکہ ظلی بروزی جو اقتداء واتباع سے پائی۔ مرزاجی اور مرزائی کیا جواب دیں گے؟ ہرگز کوئی جواب نہیں۔

پھر مرزاجی ایک اور اصول قائم کرتے ہیں کہ حضور کا افاضہ قیامت تک رہے گا، حضور اپنے فیضان سے نبی بناتے رہیں گے۔ یہ تعجب ہے کہ حضور کے پہلے نبی آئیں اور حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہو تو حضور کی فیضان کی توہین وتنقیص ہوگی۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

الوصیت ص ۱۰: لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچادیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ اور مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے، جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیض سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ کو پہنچ جاتی اور اس میں کوئی کثافت اور کوئی کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو، تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ (بالکل غلط ہے اور بہتان ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ صفائی قلب اور کثرت مخاطبہ کے بعد نبوت مل جایا کرتی ہے۔ بلکہ یہ گدھے فلسفیوں کا مذہب ہے کہ وہ نبوت کو کسبی کہتے ہیں کہ جس نے صفائی قلب پیدا کی اور اس سے پیشن گوئیاں کرنے لگا، نبی ہوگیا۔ تفصیل اس کی بحث اکتساب میں آتی ہے)

پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لیے کہا گیا کنتم خیر امة اور جن کے لیے دعا سکھائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی۔ (مگر مرزاجی نے اس نقص امت کو دور کرنے کے لیے دعوی نبوت کیا اور پھر خود کہہ دیا کہ میں ناقص نبی ہوں تو امت کا نقص تو نہیں دور ہوا۔ کیونکہ ناقص ناقص کے نقص کو دور نہیں کرسکتا) اور سب کے

سب اندھوں کی طرح رہتے جیسی مرزائی جماعت۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔

حقیقۃ الوحی ص۹۶۔۹۷: خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی اور ایک پہلو سے نبی۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ (واللہ کیا دلائل کی تراش خراش ہے کہ مرزا جی کامل صناع معلوم ہوتے ہیں)

خلاصہ ان دونوں عبارتوں کا یہ ہوا کہ محض اتباع واقتدا اور اکتساب اعمال صالحہ سے نبوت ملی۔ (اس کا رد بحث اکتساب میں دیکھو)

دوسرے یہ کہ اس امت میں اگر نعمت نبوت تقسیم نہ کی جاتی تو امت ناقص رہ جاتی۔ (مگر مرزا جی کو قرآن کی آیت یاد نہیں اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ. خدا جس کو چاہتا ہے نبوت عطا کرتا ہے۔ زبردستی نبی بننے سے کیا فائدہ۔ پھر اگر نبوت بھی ملی تو ناقص ہی ملی تو یہ تو اس کی اور بھی ہتک ہوئی کہ امتوں کو نبوت تامہ ملی اور خیر الامم کو نبوت ناقصہ)

تیسرے یہ کہ اگر اس امت میں نبوت نہ ہوتی تو حضور کے فیضان میں کمی آتی اور قوت قدسیہ کامل نہ ہوتی۔

اگر مرزا جی کا یہی اصول لیا جائے تو اس میں حضور ﷺ کی تعریف کہاں ہوئی بلکہ معاذ اللہ توہین ہوئی۔ کیونکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضور کا فیضان معاذ اللہ اس قدر ناقص ہے کہ تیرہ سو (۱۳۰۰) برس میں حضور کی توجہ روحانی نے ایک ہی نبی قادیان میں تراشا اور چھانٹا چھیلا باقی سب زمانہ خالی گیا۔ کمال فیضان تو یہ تھا کہ ہر وقت ہر جگہ دو چار نبی ہوتے۔

حالانکہ مرزا جی خود کہتے ہیں کہ:

حقیقۃ الوحی ص۳۹۱: اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، اقطاب، ابدال اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ (بالکل غلط جس قدر گزشتہ اولیاء کو یہ حصہ ملا اس کا عشر عشیر بھی مرزا جی کو خواب میں نصیب نہ ہوا، اور کچھ ملا بھی وہ سب کذب)

پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ نبی صرف میں ہوں، نبوت اس امت میں مجھ کو ہی ملی۔ تو مرزا جی نے حضور ﷺ کے فیضان کو خود معاذ اللہ ناقص ٹھہرایا کہ ان کے افاضہ نے صرف مرزا جی کو نبوت بخشی اور کسی نے نہیں پائی۔ معلوم ہوا کہ مرزا جی کا یہ اصول نہایت ہی خطرناک اور غلط ہے۔

مثیل خاتم الانبیاء

ازالہ اوہام ص۲۵۳: بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء وامام الاصفیاء حضرت مقدس محمد مصطفےٰ قرار دیا۔

ازالہ اوہام ص۵۷۲: تو اس وقت کوئی شخص مثیل محمد رسول اللہ ہو کر ظاہر ہوگا۔

ایک غلطی کا ازالہ: کیونکہ یہ محمد ثانی (مرزا) اُسی محمد کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔

مرزا جی جب اپنی نبوت کو ظلی بروزی مجازی بتاتے بتاتے تھک جاتے تھے اور مسلمان اعتراض سے باز نہیں آتے تھے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ ارے بھئی میں حضور کا مثیل ہوں جیسے وہ ویسا ہی میں۔ میری نبوت پر اگر اعتراض کروگے تو حضور ہی کی نبوت پر

اعتراض ہوگا۔ کیونکہ میں وہی ہوں۔ محمد ثانی ہوں اور وہ محمد اول ہیں، کوئی فرق نہیں۔

اب یہ بھی سن لو کہ دعویٰ مثلیت سے کیا فائدہ ہوگا اور کس چیز میں مثلیت ہے۔

مرزا جی خود لکھتے ہیں کہ:

بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

یعنی جو کمالات حضور میں موجود ہیں جو مرتبہ حضور کا ہے وہی کمالات مجھ میں ہیں وہی مرتبہ میرا ہے۔ یہاں تک کہ نبوت محمدیہ بھی مجھ میں ہے۔ اس اعتبار سے میں مثیل محمد رسول اللہ ہوں (نعوذ باللہ)

کیا کوئی حضور ﷺ کا مثیل ہوسکتا ہے؟

مرزا جی کے مثیل ہونے سے جو مراد ہے وہ خود انہوں نے واضح کردی کہ میں تمام کمالات میں نبوت و رسالت میں وحی میں حضور کا مثیل ہوں۔ اس واسطے انہوں نے کہا کہ: میں خاتم النبیین ہوں۔ (الاستفتاء ص ۱۱)

حضور شفیع یوم القیامت ہیں ویسا ہی میں بھی شفیع یوم القیامت ہوں۔ (دافع البلاء ص ۱۳)

حضور رحمۃ للعالمین ہیں میں بھی رحمۃ للعالمین ہوں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۲ الہام)

حضور کو مقام محمود ملا مجھ کو بھی مقام محمود ملا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۲ الہام)

افسوس صد افسوس اس دعویٰ مثلیت میں مرزا جی نے کس قدر حدیثوں کی مخالفت کی ہے اور کیسے کیسے کلمات کفر منہ سے نکلے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت

فرماتے ہیں، جس میں حضور نے فرمایا: ولکنی لست کاحد منکم۔

دوسری روایت میں: انی لست کھیئتکم۔

تیسری روایت میں: ایکم مثلی

تم میں میری مثل کون؟ تم میں میری ہیئات کا کون ہے؟ یہ ہے حضور کا اپنی زبان مبارک سے دعویٰ بے مثلیت۔ پھر کون حضور کے کمالات میں مثیل ہوسکتا ہے۔

شمائل ترمذی میں: حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے مروی وہ فرماتے ہیں:

لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ ﷺ

امام مسلم و امام بخاری بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی الفاظ روایت کرتے ہیں۔

گویا صحابہ کا یہ بیان ہے کہ ہم نے نہ تو زمانہ گزشتہ میں اور نہ زمانہ آئندہ میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو کمالات محمدیہ میں حضور کا مثیل ہو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ: اسی حدیث کی شرح میں مرقاۃ میں فرماتے ہیں: مثلہ ای مماثلا لہ فی جمیع مراتب الکمال خلقا و خلقا فی کل الاحوال. حضور ﷺ کا کسی حالت میں بھی کمالات محمدیہ میں کوئی مثیل نہیں۔ کمالات خلقیہ ہوں یا خلقیہ۔

حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت میں لمعات میں فرماتے ہیں: وذالک من خصائص لما اختص بہ من غایۃ التوجہ والحضور والمعرفۃ والقرب فلا تقیسونی علی احدٍ ولا تقیسوا علیَّ احداً۔

یہ میرے خصائص سے ہے اس لیے کہ مجھ کو توجہ و حضور معرفت و قرب کا وہ انتہائی درجہ ملا جو کسی کو نہیں، مجھ پر کسی کو قیاس نہ کرو، کسی پر مجھ کو قیاس نہ کرو۔

معتقد المنتقد شریف ص ۱۱۴ (ترجمہ عربی): عبارت کنز الفوائد میں ہے کہ ولی نبی کی مثل کسی

مرتبہ میں نہیں، نبی معصوم ہے سوء خاتمہ سے محفوظ ہے وحی الٰہی مشاہدۂ ملک سے مکرم ہے۔ تبلیغ احکام ارشاد کے نام سے مامور ہے باوجود اس کے ایسے کمالات سے متصف ہوتا ہے جس میں سے ولی کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا یہ ہی مذہب ہے تمام اہلسنت و جماعت کا۔

علامہ قاضی عیاض نے کسی کا ایک شعر نقل کیا ہے۔ شعر

هو مثله فی الفضل الا انه　　لم یاته برسالة جبریل

شاعر کسی کی تعریف کرتا ہے کہ وہ نبی کا مثیل ہے تمام کمالات میں فرق یہ ہے کہ حضرت جبرئیل رسالت لے کر اس کے پاس نہیں آئے۔ (مرزاجی نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں کمالات میں مثیل ہوں اور جبرئیل بھی میرے پاس رسالت لے کر آئے۔ دیکھو بحث وحی) علامہ خفاجی فرماتے ہیں۔ اس قول میں بڑی بے ادبی ہے ہر شخص جو اسلام رکھتا ہے وہ ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ یہ قول بالذات کفر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں: ومن المعلوم استحالة وجود مثله بعده یہ یقین ہے کہ حضور کے بعد مثیل پایا جانا محالات سے ہے۔

علماء کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ کوئی مثیل نہیں ہوسکتا ہے۔ جو یہ کہے کہ میں مثیل نبی ہوں تمام کمالات میں مع نبوت کے، ایسا شخص کافر ہے۔ مرزائی امت ذرا غور سے ان تصریحات علماء اسلام کو دیکھیں اور سمجھیں کہ مثیل محمد یا مثیل نبی کا دعویٰ کیا حیثیت رکھتا ہے۔

ایک قوی شبہ اور اس کا ازالہ

مسئلہ ختم نبوت میں اکثر مرزائیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دوبارہ تشریف لائیں تو ختم نبوت باقی نہیں رہتی، کیونکہ حضور کے بعد تو نبی آگئے۔ اس اعتراض کو مختلف عبارتوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ جو مرزائی کتب میں موجود ہے۔

مگر مرزائیوں کا یہ اعتراض قلت تدبر، عدم تفہم پر مبنی ہے۔ اگر ذرا غور کریں مسئلہ حل ہو جائے۔ عقائد اہل اسلام کی کتابوں کا مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ علماء کرام بطور دفع پہلے اس اعتراض کا جواب دے چکے ہیں اور تمام علماء نے اس جواب کو منظور فرمایا۔ اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا۔

تمہید ازالہ

دو لفظ غور سے یاد رکھئے! حدوث نبی، بقائے نبی۔ حدوث نبی سے مراد یہ ہے کہ حضور کے بعد کسی کو نبی بنایا جانا، نئی نبوت عطا کیا جانا۔ بقائے نبی سے مراد ہے حضور کے بعد کسی ایسے نبی کا موجود رہنا اور عمر طویل پانا جو حضور کے پہلے نبی بنائے جاچکے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی حدوث نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب کسی کو نبوت عطا نہ کی جائے گی، نہ یہ کہ حضور کے بعد کسی کی نبوت باقی ہی نہیں رہی، معاذ اللہ سب کی نبوت سلب ہوگئی۔ نبی کی نبوت کبھی سلب نہیں ہوتی۔ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہ اپنے مرتبہ نبوت پر قائم رہتے ہیں۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"وانبیا معزول نشوند و مرتبه نبوت و رسالت بعد از موت هم ثابت است وخود انبیاء را موت نبوده وایشاں حی و باقی اند۔"**

(تکمیل الایمان ص ۸۶)

لفظ خاتم کے یہی معنی ہوئے کہ آئندہ کو حدوث نبوت بند، نہ یہ کہ بقائے نبوت بھی نہیں۔ خاتم کے معنی عربی زبان میں ما یختم به یعنی وہ چیز جس سے مہر کی جاوے۔ خط لکھنے کے بعد جب مہر کر دیتے ہیں تو کیا معنی ہوتے ہیں؟ یہی تو کہ اب اس مضمون کے بعد کوئی مضمون نہیں لکھا جائے گا، نہ یہ کہ پہلا مضمون بھی منتفی ہوگیا۔

یہ ہی معنی مرزا غلام احمد خود مراد لیتے ہیں، تریاق القلوب کی عبارت پر غور کرو۔

ص ۱۵۷: ''اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا۔''

مرزا جی اپنے آپ کو خاتم الاولاد کہتے ہیں جس کی تفسیر پہلے کرتے ہیں کہ میرے پیدا ہونے کے بعد کوئی پیدا نہ ہوا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ جب مرزا جی پیدا ہوئے تھے تو کوئی لڑکا لڑکی باقی ہی نہیں رہا تھا اور یہ خلاف واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ مرزا جی کی زندگی میں ان کے بھائی بہن موجود تھے۔

پس اسی طرح خاتم النبیین کے بھی یہی معنی ہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، نہ یہ معنی کہ گزشتہ نبیوں میں سے کوئی آ بھی نہیں سکے گا۔

خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ حضور کے بعد نبوت کسی کو از سر نو نہیں ملے گی، نہ یہ کہ جس کو نبوت حضور ﷺ کے پہلے مل چکی ہے، وہ بھی نہیں آ سکتا۔

مرقات وغیرہ ملاحظہ فرمایئے۔ ہر جگہ یہی معنی لکھے ہیں **فلا یحدث نبی ولا یوجد نبی** حضور ﷺ کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملے گی۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت کوئی نہیں پائے گا۔ (جلد ۵ ص ۵۱۴)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور کے بعد تشریف لانا کوئی امر ممتنع اور منافی ختم نبوت نہیں۔ کیونکہ حضور کے بعد ان کو نبوت عطا نہ کی جائے گی، بلکہ وہ پہلے ہی نبی ہیں اور نبوت ان کو پہلے ہی عطا کی جا چکی ہے۔ اب جو وہ تشریف لائیں گے، شریعت محمد رسول اللہ ﷺ پر عمل فرمائیں گے۔

اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک وائسرائے آیا۔ پھر تین سال کے

بعد دوسرا وائسرائے آیا۔ لیکن پہلا وائسرائے یہیں رہ گیا۔ اب پہلا وائسرائے وائسرائے ہونے کی صفت سے موصوف ہے۔ مگر اب وائسرائے ثانی کے احکام کے ماتحت ہو کر رہے گا، نہ اپنی شان حکومت سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے تشریف لائے۔ اور خلافت الٰہی کے فرائض انجام دیتے رہے جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، ان کی شریعت منسوخ ہوگئی۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور کے احکام کی اطاعت فرماویں گے اگرچہ وصف نبوت سے متصف رہیں گے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا منافی ختم نبوت نہیں۔

معتقد المنتقد شریف ص ۱۱۰: **وعیسی علیہ السلام نبی قبل فلا یرد.**

حاشیہ میں ہے: **فان ختم النبوۃ اکمالہ ﷺ بنیانھا فلا ینبأ بعد ظھورہ ﷺ لا ان لا یوجد بعدہ وعندہ ممن نبی قبلہ.**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ پہلے نبوت پا چکے ہیں اس لیے ان کے تشریف لانے سے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ حضور نے عمارت نبوت مکمل فرما دی۔ پس حضور کے ظہور کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی، نہ یہ کہ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد وہ نبی بھی موجود نہیں رہ سکتا جس کو پہلے نبوت مل چکی ہے۔ اس قسم کا مضمون تمام عبارات کتب عقائد میں ملے گا۔

تعجب تو یہ ہے

مرزا جی نے بار بار کہا حضور کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے، نہ پرانا۔ مگر خود نئی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اپنے کہے کو بھی یاد نہ رکھا، مگر کوئی تعجب نہیں۔ مرزا جی ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے۔ اس لیے انہیں یہ کہنا پڑا کہ نہ کوئی نیا نبی

آئے گا، نہ پرانا۔ اور جہاں جہاں انہوں نے یہ لکھا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، حضور خاتم النبیین ہیں۔ وہاں صرف عیسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھا ہے کہ وہ نہیں آئیں گے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کو روکنے کے لیے خاتم النبیین کے معنی اور کئے اور اپنی نبوت کے لیے اور۔ حالانکہ نہ یہ صحیح، نہ وہ صحیح بلکہ مطابق عقائد اسلام خاتم النبیین کے یہی معنی ہے کہ حضور کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی اور جس کو پہلے دی گئی ہے اس کا آنا ممکن ہے اس طرح دروازہ نبوت کا بند ہوگیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے تشریف لانے کا دروازہ کھل گیا۔

دعویٰ خاتم النبیین

بمصداق ''کوزہ چشم حریصاں پر شد'' ختم نبوت کا بھی دعویٰ کر دیا کہ حقیقت میں خاتم النبیین میں ہوں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

الاستفتاء ص ۱۱: وكانت هذه الخطة مقدرا له فى اخر الزمان من الله الرحمان فظهر كما قدر ذوالامتنان وانه نظر الى البلاد الهندية فوجدها مستحقة لمقر هذا الخليفة لانهاكانت مهبط الادم الاول فى بدء الخليفة فبعث الله ادم اخر الزمان فى تلك الارض اظهارا للمناسبة ليوصل الاخر بالاول ويتم دائرة الدعوة كما هوكان مقتضى بحق والحكمة فالان استدار الزمان على هيئته كما اشار اليه خير البرية ووصلت نقطته الاخرى بنقطة الاولى فى هذه الارض المباركة.

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مرزا جی کہتے ہیں کہ میری پیدائش کے لیے خدا نے زمین

السيف الكلامية

ہند کو مقدر فرمایا۔ کیونکہ حضرت آدم اول اسی زمین پر نازل کیے گئے تھے۔ تو خدا نے مجھ کو کہ میں آدم آخر ہوں اسی زمین میں مناسبت کے لیے پیدا کیا تاکہ آخر کو (یعنی مرزا جی کو) اول کے (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) کے ساتھ وصل کر دے۔ اور دعوت الٰہیہ کے دائرہ کو پورا کر دے اور دائرہ کا آخر نقطہ (مرزا جی) اول نقطہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مل کر دائرہ کو ختم کر دے۔

مرزا جی چونکہ مختلف دوروں میں مبتلا ہیں۔ اس لیے ختم نبوت کے دعویٰ کو بھی ایک دائرہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

دائرہ دعوت الٰہیہ یعنی نبوت

جماعت انبیاء کرام علیہم السلام حضرت آدم سے لے کر

نقطہ اولی حضرت آدم علیہ السلام

نقطہ آخری مرزا جی

اس دائرہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ دائرہ تو نبوت و رسالت کا ہے۔ ابتداء اسکی پہلے نقطہ سے ہوئی جو حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور انتہا اس کی آخر کے نقطہ سے ہوئی جو مرزا جی ہیں۔ اول و آخر کا نقطہ مل کر دائرہ نبوت تمام ہوا۔ یعنی اگر مرزا جی پیدا نہ ہوتے تو دائرہ نبوت ناقص ہی رہ جاتا۔ مرزا جی نے آکر پورا کیا، نہ کہ رسول اللہ ﷺ نے۔ کیونکہ وہ تو نقطہ اولی اور نقطہ آخر کے درمیان ہیں جن کو اتمام دائرہ سے اور ختم نبوت سے کوئی علاقہ نہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ابتدائے نبوت حضرت آدم سے ہے اور ختم نبوت مرزا جی پر ہے۔

اقلیدس کے پڑھنے والوں نے بہت سے شکلیں پڑھی ہوں گی مگر ایسی آج تک نہ دیکھی ہوگی جو مرزا جی نے پیش کی ہے۔ لہٰذا ہم اس شکل کا نام شکل مرزائی رکھتے ہیں یا دائرہ ہندیہ مرزائیہ۔

عقیدہ کفریہ نمبر۳ ''دعویٰ وحی رسالت''

تمہید: خدا کی بات بندے تک پہنچنے کی متعدد صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ بغیر کسی واسطے کے اپنے بندے سے گفتگو فرمائے۔ اور بندہ اپنے جسمی کان سے اس کی آواز کو سنے۔ یہ مرتبہ تو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آقائے نامدار ﷺ اس مرتبہ ہم کلامی پر یقیناً فائز ہو چکے اور یہ قسم وحی کی اعلیٰ درجہ کی قسم ہے۔ چونکہ رب تبارک وتعالیٰ نے حضور پر سلسلہ نبوت ختم فرما دیا ہے آپ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہ کی جائے گی تو اس قسم کی ہمکلامی کا جو دعویٰ کرے گا وہ قانون اسلام کے مطابق اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس میں ختم نبوت کا انکار ہوتا ہے۔

شرح عقائد جلالی میں ہے: المکالمۃ شفاھا منصب النبوۃ بل اعلی مراتبھا وفیہ مخالفۃ لما ھو من ضروریات الدین وھوا نہ ﷺ خاتم النبیّن علیہ افضل صلوۃ المصلین۔ اللہ عزوجل سے کلام حقیقی منصب نبوت ہے بلکہ اس کے اعلیٰ مراتب میں اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس کے دعویٰ کرنے میں بعض ضروریات دین یعنی نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔

شفاء شریف میں ہے: وکذالک من ادعی مجالسۃ اللہ تعالیٰ والعروج الیہ و مکالمۃ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشین،

اس تک صعود، اس سے باتیں کرنے کا مدعی ہے۔

تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ ص ۴۲۷: منشائے این گفتگوئے ایشان جهل است زیرا که نمی فهمیدند که رتبه همکلامی باخدائے عزوجل بس بلند است ایشان به پایه اولین آں که ایمان است نه رسیده اند وآں رتبه مختص است بملائکه و انبیاء وغیر ایشان را هرگز میسر نمی شود پس فرمائش همکلامی باخدا گویا فرمائش آنست که ما همه را پیغمبران یا فرشتها سازد۔

کفار مکہ نے کہا تھا کہ لولا یکلمنا اللہ ہم سے خدا کیوں نہیں کلام کرتا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

کفار کا طلب مرتبہ ہم کلامی محض جہالت و نادانی پر مبنی ہے۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ مرتبہ ہمکلامی ملائکہ وانبیاء کے ساتھ خاص ہے، ان کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ پس ہمکلامی کی فرمائش کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ ہم کو نبی یا فرشتہ خدا کیوں نہیں بناتا۔

کنز العمال ص ۸۰ جلد ۴: جب حضور اکرم ﷺ نے وصال فرمایا، تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: الیوم فقدنا الوحی وعن عنداللہ عزوجل الکلام۔ اب خدا کی وحی اور خدا کا کلام ہمارے لئے مفقود ہو گیا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یا اور فرشتہ خدا کا کلام انبیاء تک پہنچائے۔

حضور اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونے کی چند کیفیات ہیں۔ اول یہ کہ حضرت کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام جرس کی آواز سے آتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ حارث بن ہشام نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ حضور ﷺ آپ پر وحی کیوں کر آتی ہے؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں کبھی تو مجھ کو گھنٹی کی چھنکار کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے پھر اس کی مجھ سے علیحدگی ہو جاتی ہے اور میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام انسان کی شکل میں آتے ہیں اور وہ مجھ سے کلام کرتے ہیں پس میں یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سخت سردی کے دن میں اس وحی سے پسینہ آ جاتا تھا۔ اور بھی روایتیں آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ کی حالت بدل جاتی تھی۔ (دیکھو خصائص کبری ص ۱۱۸ ج ۱)

دوسری کیفیت یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یا اور کوئی فرشتہ بصورت بشری حاضر دربار ہو اور خدا کا کلام پہونچائیں جیسا کہ حدیث بخاری سے معلوم ہوا۔ یہ دونوں کیفیت والی وحی بھی حضرات انبیاء کے لیے مخصوص ہے۔ اسی کو وحی شریعت، وحی نبوت و رسالت بھی کہتے ہیں۔

چونکہ حضور کے بعد کسی کو نبوت وشریعت عطا نہ کی جائے گی۔ اس لیے اس قسم کی وحی کا بھی دعویٰ کفر ہے۔ حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ آج سے وحی منقطع ہوگئی اور خدا کا کلام مفقود ہو گیا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: وختم بی النبوة ای انملق باب الوحی الرسالة فلا نبی بعده ترجمہ: حضور کا فرمان کہ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی مراد یہ ہے کہ دروازہ وحی بند ہو گیا اب حضور کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی۔

حضرت ام کرز روایت فرماتی ہیں: ذهبت النبوة وبقيت المبشرات (رواہ ابن ماجہ)

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: علامہ سیوطی نے فرمایا کہ حضور کا مقصد یہ ہے کہ: ان الوحی منقطع بموتی ولا یبقی ما یعلم منه مما سیکون الا الرؤیا وحی میرے وصال سے منقطع ہوگئی۔ اب آئندہ کی خبریں معلوم نہ ہوں گی، سوا رؤیائے صالحہ کے۔

علامہ قاضی عیاض شفا شریف ص ۵۱۹: وکذالک من ادعی منهم انه یوحی الیه ای وَحْیًا جَلِیًّا لا الهاما ایسے ہی وہ شخص بھی کافر ہے جو وحی جلی کا مدعی ہو۔ الہام کا مدعی کافر نہیں۔

علاوہ ان دو قسموں کے الہامات ہیں کشوف میں رؤیائے صالحہ مبشرات کو یہ سب کچھ انبیاء کرام کو عطا فرمائے جاتے ہیں اور اولیاء کرام کو ان دو قسموں کے سوا الہامات وغیرہ سب کچھ عطا کئے جاتے ہیں۔

ہماری بحث اس مقام پر صرف ان دو قسموں سے ہے۔ مکالمہ ومخاطبہ شفاہی اور وحی شریعت یا بہ لفظ دیگر وحی نبوت جس کی دو کیفیتیں ذکر کی گئی ہیں کہ آیا مرزا جی نے اس کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ انہیں کی کتابوں سے ہم کو تلاش کرنا چاہیے۔ اچھا ملاحظہ فرمائیں۔

دعویٰ مکالمہ ومخاطبہ شفاہی

اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۳۰، منسلکہ النبوۃ فی الاسلام ص ۸۰:

اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع ہو جائے اور مخاطبہ مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن لذیذ پر معنی پر حکمت پوری شوکت کے ساتھ اس کو سنائی دے اور کم سے کم بار بار اس کو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ سوال و جواب ہوا ہو۔ اس نے سوال کیا خدا نے جواب دیا۔ پھر اس عین بیداری میں اس

نے کوئی اور عرض کی اور خدا نے اس کا بھی جواب عطا فرمایا۔ ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں اور اس میں باتیں ہوتی رہیں الیٰ ان قال تو ایسے شخص کو خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرنا چاہیے۔ (ص ۱۳۱) میں لکھتے ہیں میں بنی نوع پر ظلم کروں گا۔ اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں۔ کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا۔

ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص ۱۹: مکالمہ الٰہیہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرح اس شخص کو جو فنافی النبی ہے۔ اپنے کامل مکالمہ کا شرف بخشے اور اس مکالمہ میں وہ بندہ جو کلیم اللہ ہو خدا سے گویا آمنے سامنے باتیں کرتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں پس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں نہیں پایا جاتا ہے میں اس کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ان تینوں باتوں میں میرا مقابلہ کرے۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶: اسی طرح اس مرتبہ پر یاد الٰہی جو عشق اور محبت کے جوش سے ہوتی ہے۔ مومن کی روحانی قوتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوت کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور کان خدا تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلےٰ طور پر جاری ہو جاتا ہے۔

ایضاً ص ۱۳۱: جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا میری دعائیں سنتا اور بڑے بڑے نشان میرے لیے ظاہر کرتا اور مجھ سے ہمکلام ہوتا۔

مرزا جی کی یہ چند عبارتیں دعویٰ ہم کلامی کے متعلق جو اس شان سے کہ آمنے

السیف الکلامیہ

سامنے سوال و جواب ہوتا ہے اور عین بیداری میں وہ کہتا ہے اور میرے کان سنتے ہیں۔ یہاں نقل کر دی گئیں۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ہمکلامی کا دعویٰ کفر ہے۔

دعویٰ وحی شریعت و نبوت اور اس کی دونوں کیفیتیں

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۱: سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں ۲۳ برس کی مدت دی گئی اور ۲۳ برس تک یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا۔

صاف تصریح ہے کہ جس طرح حضور پر وحی آتی تھی۔ اسی نمونہ پر مجھ کو بھی وحی آتی رہی۔

حقیقۃ الوحی ص ۱۵۰: میں خدا تعالیٰ کی ۲۳ برس متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ اس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ (عبارت بتا رہی ہے کہ مرزا جی اپنی وحی کو وحی قرآنی کا رتبہ دے رہے ہیں۔ (مؤلف))

حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹: اسی طرح اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

کس قدر صراحت ہے کہ بارش کی طرح وحی سے میرا عقیدہ پھسل گیا اور اس وحی

نے نبوت کا خطاب دیا۔ یہ یقینی امر ہے کہ جس وحی کے ذریعہ نبی کا خطاب ہے وہ وحی ضرور وحی نبوت ہے اور اسی کے مرزاجی مدعی ہوئے۔

اربعین نمبر۴ ص ۶: جس کی پوری عبارت پہلے نقل کر چکا ہوں۔ اس کے یہ جملے غور سے پڑھیں۔

’’ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ الی ان قال اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی‘‘۔

مرزاجی کا یہ کلام اپنے مفہوم بتانے میں بہت صاف ہے کہ جس کی وحی میں امر و نہی ہو، وہ صاحب شریعت۔ اور میری وحی میں امر و نہی ہیں، لہٰذا میں صاحب شریعت۔ تو مرزاجی صاحب شریعت ہوئے تو ان کی وحی وحی شریعت و نبوت ہوئی۔ یہ ہی دعویٰ وحی شریعت و نبوت ہے جو ہمارا عنوان ہے۔ اس قدر عبارتیں تو میں نے وہ نقل کی ہیں جن سے مطلق یہ ثابت ہے کہ مرزاجی نے وحی نبوت وحی شریعت کا بھی دعویٰ کیا۔ اب وہ عبارات پیش کرتا ہوں۔ جس سے یہ ثابت ہوگا کہ مرزاجی نے وحی شریعت کی وہ دو صورتیں جن صورتوں سے حضور پر وحی آتی تھی اور جو نبی کے لیے خاص ہیں، ان کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ سنئے اور ذرا غور سے۔

وحی کی پہلی کیفیت کا دعویٰ

براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۲۳ سے ص ۲۵۹ تک مرزاجی نے وحی والہام کی پانچ

صورتیں لکھیں ہیں۔ جن کے متعلق اپنا تجربہ بھی ان الفاظ میں لکھا ہے۔ یہ عاجز بفضل اللہ وہمتہ وبحکم واما بنعمة ربک فحدث کس قدر بطور نمونہ ایسے الہامات بیان کرسکتا ہے۔ جن سے خود یہ عاجز مشرف ہوا۔ آگے لکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ بعض الہامات جن کو اس جگہ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں، بہ تفصیل ذیل ہیں۔ صورت اول ختم کرنے کے بعد صورت دوم کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

صورت دوم الہام کی جس کا میں باعتبار کثرت عجائبات کے کامل الہام نام رکھتا ہوں۔ (یعنی وحی حقیقی) یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندے کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے۔ تو ایک دفعہ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی سے کھویا جاتا ہے۔ اور ایسا اس بے خودی اور ربودگی اور بے ہوشی میں ڈوبتا ہے جیسے کوئی پانی میں غوطہ مارتا ہے اور نیچے پانی کے چلا جاتا ہے۔ غرض جب بندہ اس حالت ربودگی سے جو غوطہ سے بہت مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوتی ہے۔ اور جب وہ گونج فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اس کو اپنے اندر سے ایک موزون اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہوجاتی۔

خلاصہ نقشہ یہ ہے کہ اس کیفیت وحی میں انسان بیہوش کے قریب ہوجاتا ہے اور ربودگی بے خودی ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد پھر اس کو گونج جھنکار صلصلة الجرس معلوم ہوتی ہے اور پھر لطیف کلام محسوس ہوتا ہے۔

اب ہم آپ کو احادیث کی سیر کرائیں!

حضور ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت میں یہ الفاظ موجود ہیں: احیانا یأتینی مثل صلصلة الجرس وحی کبھی جھنکار گونج کی آواز میں آتی ہے اذا نزل علیه الوحی

یکاد یغشی علیہ نزول وحی کے وقت بیہوشی کی حالت ہوجاتی تھی وقد لذلک ساعة ساتھ کچھ دیر تک نشہ کی بے خودی سی ہوجاتی تھی۔ (خصائص کبریٰ ازص۱۱۸ تاص۱۲۹)

غور فرمائیں کہ مرزاجی نے جو اپنی وحی کی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہی کیفیت وحی کی حضور اکرم ﷺ پر طاری ہوتی تھی۔ دونوں کے الفاظ میں تطابق کرلو۔ صاف ظاہر ہوگیا کہ مرزاجی نے اسی قسم کی وحی نبوت کا دعوی کیا جو حضور اکرم ﷺ کے لیے ہے اسی واسطے انہوں نے لکھا۔

اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں ۲۳ برس کی مدت دے گئی۔

مرزاجی اس قسم کی وحی کا دعوی ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ اس الہام کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں اور وہ الہامی کلمات یہ ہیں۔

پھر عربی کے بے تعداد بے جوڑ جملے لکھ دیتے ہیں جو الاستفتا شروع، حقیقۃ الوحی، انجام آتھم میں موجود ہیں جن الہامات کی بنا پر نبوت کا دعوی کیا ہے۔

وحی کی دوسری کیفیت کا دعویٰ

ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ وحی کی دوسری کیفیت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل یا اور کوئی فرشتہ بصورت بشری آ کر خدا کا کلام پہنچادے۔

مرزاجی نے اس کیفیت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔

براہین احمدیہ صفحات مذکور میں الہام کی چوتھی قسم یوں لکھتے ہیں کہ رؤیائے صادقہ میں کوئی امر خدائے تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہوجاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہوکر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے۔

یہاں فرشتہ کی شکل انسان میں ہوکر وحی لانے کی کیفیت کا بھی اپنے لیے ثبوت ہے مگر مرزاجی نے یہاں فرشتہ کا نام نہ بتایا کہ وہ کونسا فرشتہ ہے؟ اس امر کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل ہی مراد ہیں۔ کیونکہ مرزاجی کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل میرے پاس آتے تھے۔

حقیقۃ الوحی ص۱۰۳: ''جاء نی آئل واختار وأدار أصبعه واشار ان وعدالله اتی فطوبی لمن وجد ورائی''۔

حاشیہ پر مرزاجی آئل کے معنی لکھتے ہیں اس جگہ آئل سے خداتعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور نبوت ووحی کے لیے مجھے چن لیا۔ اور انگلی گھما کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یعنی مرزاجی آگیا۔ خوشی ہے اس کے لیے جس نے مرزاجی کو پالیا اور دیکھ لیا۔ (حفظنا الله منه) ترجمہ تفسیر کے ساتھ ساتھ بیان کردیا تاکہ لوگوں کو مبہم کلمات سمجھنے میں آسانی ہو۔

مرزاجی صاف کہہ رہے ہیں کہ حضرت جبرئیل وحی لے کر میرے پاس آئے اور مجھ کو ممتاز وپسندیدہ کرلیا۔ چنانچہ وہ وحی جو حضرت جبرئیل لے کر آئے ہیں اس کا ذکر بھی آگے ہے کہ: الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ بیماریاں پھیلیں گی نفوس ہلاک ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ مرزاجی نے وحی جبرئیل کا بھی دعویٰ کیا ہے تو لامحالہ یہ وحی وحی شریعت ونبوت ہوئی۔ غرضیکہ مرزاجی ان دونوں کیفیتوں کے جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں، مدعی ہیں۔ یہ ہی اسلام کے قانون میں خروج عن الاسلام ہے جیسا کہ واضح کرچکے ہیں۔

آئینہ کمالات اسلام ص۳۵۳ کی عبارت کا خلاصہ لکھتا ہوں۔ وحی ادنی درجہ کی جو

حدیث کہلاتی ہے اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے اور اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے مگر فی الفور وحی اکبر جو کلام الٰہی ہے اور وحی متلو ہے اور مہیمن سے نبی کو اس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے۔

ایام الصلح ص ۱۴۱ خلاصہ: براہین احمدیہ میں میں نے غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پر پورا کرنے کے لکھ دیئے ہیں۔ وہ میری غلطی ہے گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا قائم نہیں رکھتا۔

دونوں عبارتیں بغور ملاحظہ فرمایئے۔ پہلے یہ اصول بتایا کہ نبی کو وحی میں غلطی ہوتی ہے تو وحی اکبر فی الفور اس غلطی کو دور کر دیتی ہے۔ اپنے لیے کہا کہ مجھے بھی اجتہادی غلطی لگتی ہے تو خدا مجھ کو بھی اس غلطی پر قائم نہیں رکھتا، فوراً دور کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کس چیز سے غلطی دور ہوتی ہے اگر ویسی ہی الہام سے جیسے الہام سے غلطی کی ہے۔ تو دونوں برابر پھر صحیح کون؟ جو دوسرے کو صحیح بنادے۔ تو معلوم ہوا کہ مرزا جی اس وحی کے مدعی ہیں، جس کو وحی نبوت کہتے ہیں۔ وہی مرزا جی کی وحی ادنیٰ کی غلطی دور کرتی تھی۔

اس میں بھی مرزا جی نے وحی نبوت کا دعویٰ کیا۔ وھو المقصود۔

بعض مرزائی اس قسم کی عبارتیں مرزا جی کی پیش کریں گے کہ مرزا جی خود اس کے قائل ہیں کہ وحی نبوت بند ہوگئی، قیامت تک نہیں آئے گی، میرا یہ دعویٰ نہیں کہ وحی نبوت کا مدعی ہوں، مگر ان کا یہ عبارتیں پیش کرنا ہمارے مقابل میں بالکل بیکار۔ کیونکہ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص ایک وقت میں کسی بات کا انکار کرے پھر اقرار کرے، یا اقرار کرے پھر انکار کرے تو صرف انکار یا اقرار اپنی ضد کو رفع نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر عرض ہے کہ ایک شخص نے عمر بھر انکار کیا کہ میں نے بی بی کو طلاق نہیں دی پھر ایک وقت یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق دیدی تو اس کہنے سے طلاق ہوگئی۔ اس اقرار نے انکار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں کافر نہیں ہوں مگر کسی وقت اس نے کہہ دیا میں کافر ہوں، کافر ہو گیا اور انکار نے فائدہ نہ دیا۔ یہ امر بدیہی ہے کہ کوئی شخص عمر بھر تقویٰ و پرہیزگاری میں صرف کرے، ایمان و اسلام پر قائم رہے مگر آخر عمر میں یا درمیان ہی میں کسی وقت اس نے ایک کفر کیا تو ساری عمر کا ایمان غائب ہو گیا۔

اسی طرح مرزا صاحب نے اگرچہ بارہا دعویٰ نبوت و رسالت کیا وحی نبوت و شریعت کے مدعی رہے یا اور کوئی خلاف اسلام عقیدہ ظاہر ہوا اور اس نے کھلے الفاظ میں اسی طرح رجوع نہ کیا تو مرزا جی کا انکار یا اپنے عقائد کا جو اسلام کے موافق ہیں، اشتہار اس کفر کو نہیں اٹھا سکتا۔ پس ایسی صورت میں وہ تمام عبارات جو مرزائی پیش کریں، بالکل بیکار۔ دیکھئے مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت توہین کی، تو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا جی نے یہ بہت برا کیا۔ مرزائی مرزا جی کی عبارتیں پیش کرتے ہیں کہ میں نے توہین نہیں کی اور کلمات تعریف ان کی کتابوں سے دکھاتے ہیں۔ تو کیا فائدہ ہوگا؟ کیونکہ کلمات توہین تو مرزا جی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس سے انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ ہاں اس وقت ہم مانیں گے جب صراحۃً وہ یہ دکھادیں کہ ہم نے (مرزا جی) اپنی کتابوں میں بعض بعض جگہ جو خلاف اسلام عقائد لکھ دیئے ہیں، ان سے ہم توبہ کرتے ہیں اور از سر نو کلمہ پڑھتے ہیں مگر ایسا کہیں نہیں دکھا سکتے تو کفر بھی مرزا جی کے سر سے نہیں اٹھ سکتا۔

عقیدہ کفریہ نمبر۴ ’’اکتساب نبوت‘‘

اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں بلکہ خداوند رب العزت کا یہ ایک محض فضل وکرم ہے۔ جس پر اس کی نظر کرم ہو جائے، منصب نبوت پر فائز کر دے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء. انبیاء کا گروہ اپنی امتوں کی تکمیل کے لیے آتا ہے وہ خود کاملین کا گروہ

ہے مگران کے کمال تک پہنچانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ کسی دوسرے کی پیروی سے کمال تک نہیں پہنچتے بلکہ صرف موہبت الٰہی سے کمال کو پاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس آیہ کریمہ میں **اللہ اعلم حیث یجعل** رسالتہ اللہ تعالیٰ جہاں رسالت و نبوت کا منصب عطا فرماتا ہے، وہ جانتا ہے۔ پس نبوت کا اکتساب یا کسی کی پیروی سے حاصل ہونا اس آیت اور احادیث کے صاف مفہوم کے خلاف ہے۔ اگر یہ کمال نبوت اکتسابی ہوتو وہ خدا تعالیٰ اور اس کی خلق کے درمیان واسطہ نہیں ہوسکتے۔ معلوم ہوا کہ جس کو خدا بطور موہبت بلا اکتساب آپ کامل کرتا ہے، وہ نبی ہوتا ہے۔ نبوت وہی ہے جو براہ راست خدا سے ملتی ہے۔ کسی انسان کی پیروی سے یا اکتساباً جو چیز ملے خواہ وہ کتنا بھی نبوت کے کمالات کے ہمرنگ ہو مگر شرعی نقطہ نگاہ سے ہم اسے نبوت نہیں کہہ سکتے۔

معتقد المنتقد شریف ص ۸۸: واعلم ان الفلاسفة یثبتون النبوة لکن علی وجه مخالف بطریق اهل الحق لم یخرجوا به عن کفرهم فانهم یرون ان النبوة لازمة وانها مکتسبة فلاسفہ حمقاء بھی نبوت کا اثبات کرتے ہیں لیکن اس طریق سے جو اہل حق کے خلاف ہے اور وہ اپنے کفر سے دور نہیں رہتے۔ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبوت لازم ہے اور اکتساب سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسا ہی مسایرہ مسامرہ ص ۱۹۰ میں مسطور ہے۔

شرح مواقف موقف سادس صد اول مقصد اول میں ہے: النبی عند اهل الحق من الاشاعرة وغیرهم من الله تعالی من قال لهٗ النار تعاد ممن اصطفاه من عباده ارسلتک او بلغهم عنی اونحوه ولایشترط فیه شرط من الاحوال المکتسبة بالریاضات والمجاهدات ولا استعداد ذاتی کما

تزعم الحکما بل الله سبحنه یختص برحمته من یشاء من عباده فالنبوة رحمة وموهبة متعلقه بمشیئته۔

نبی اہل حق کے نزدیک وہ ہے جس کو خدا نبوت عطا فرمائے۔ اور اس میں ریاضت ومجاہدہ اتباع واقتدا استعداد ذاتی کی کوئی شرط نہیں جیسا کہ فلاسفہ کا مذہب ہے۔ بلکہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص فرما لیتا ہے۔ پس نبوت صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی فضل سے اور اپنی مشیت سے عطا فرماتا ہے۔

پھر فلاسفہ کا مذہب بھی بیان کردیا: اما الفلاسفة فقالوا النبی من اجتمع فیه خواص ثلث احدها ان یکون له اطلاع علی المغیبات۔

فلاسفہ کے نزدیک نبی وہ ہے جو غیب کی خبر دے اور پیشگوئی کرے۔ اہل حق کے نزدیک نبی کے لیے یہ شرط نہیں۔

ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک نبوت محض فضل الٰہی ہے۔ اور فلسفہ والے نبوت کو کسبی جانتے ہیں۔ اسی واسطے انہوں نے کہا کہ جس کو اطلاع علی المغیب ہو وہ نبی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ معارج القدس میں فرماتے ہیں: بیان ان الرسالة خطوة مکتسبة ام اثرة ربانیة فنقول اعلم ان الرسالة اثرة علویة وخطوة ربانیة وعطیة الهیة لا یکتسب بجهد ولاینال بکسب الله اعلم حیث یجعل رسالته النبوة فی الاسلام۔

بلکہ مرزا جی خود اس کے مقر ہیں کہ انبیاء سابقین کی نبوت کسبی نہ تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۹۷: اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ مگر مرزاجی نے اپنے لیے حصول نبوت کی غرض سے نبوت کو کسبی قرار دیا کہ یہ مرتبہ نبوت کا جو مجھ کو ملا وہ حضور کے کامل اتباع سے اور شریعت کی اطاعت وفرمانبرداری سے۔ ''اور چونکہ مجھ کو علم غیب دیا گیا، پیشن گوئیاں دی گئیں، معجزات دیئے گئے، اس لیے میں بھی نبی ہوں''۔

غرضیکہ مرزاجی نے بالکل فلاسفہ کی نبوت کے ٹائپ کے مطابق نبوت کا ادعا کیا۔ ملاحظہ ہو :

ایک غلطی کا ازالہ مصنفہ مرزاجی منسلکہ النبوۃ فی الاسلام ص ۱۰۴ : مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے، جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا (میرا) نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ اور یہ نام (نبی) بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ (یہی اکتساب ہے۔ (مؤلف)) اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئینگے، نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ (یہی فلاسفہ کا مذہب ہے۔ (مؤلف)) حاشیہ میں ہے۔ اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت (علم نبوت و رسالت) کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ (یعنی ''اکتساب کا'' جو مذہب فلاسفہ کا

ہے) اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبر پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ (یہی فلاسفہ کہتے ہیں) پس جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشین گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول خدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے، رسول و نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہ کیا۔ اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔

خطبہ الہامیہ ص ۱۱۴ النبوۃ ص ۱۱۵: یہ امت وسط ہے اور ترقیات کے لیے ایسی استعداد رکھتی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض ان میں سے انبیاء ہو جائیں۔ یہ ہی اکتساب نبوت ہے۔ (جو فلاسفہ کے موافق اہل اسلام کے خلاف (مولف))

کشتی نوح ص ۱۵: پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔

مرزاجی کا ریویو ص ۶ و ۷ النبوۃ ص ۱۲۷: نبوت گو بغیر شریعت ہو اسطرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اسطرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمال بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ (اکتساب نبوت کی کیسی صاف تصریح ہے اور تفسیر بھی فلاسفہ کا مذہب ہے)

الوصیت ص ۱۰: لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب

نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اور اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ الی ان قال مگر اس کا کامل صرف نبی نہیں کہلا سکتا ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں صادق آ سکتے ہیں۔ (یہ بھی اکتساب ہے)

الاستفتاء ص ۱۶: اور کہتا ہے کہ اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں ہے جو پہلے صحیفوں میں گزر چکی ہے بلکہ یہ نبوت ایک درجہ ہے جو ہماری نبی خیر الوریٰ کی پیروی سے بغیر کسی کو نہیں ملتا۔ (یہی نبوت کسبیہ ہے)

براہین احمدیہ پنجم ضمیمہ ص ۱۸۹ : پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔

یہ تمام عبارات وہ ہیں جس سے بوضاحت ثابت ہے کہ مرزا جی نے فلاسفہ کے مذہب باطل کے مطابق نبوت کو کسبی جانا اور علم غیب پانے والے کو نبی سمجھا۔ اسی واسطے اتباع واطاعت و پیروی کے بنا پر اپنی استعداد سے نبی بن بیٹھے تو مرزا جی فلسفی نبی ہوئے، نہ اسلامی نبی۔ کیونکہ اسلام نے نبوت کا مرتبہ حاصل ہونا جہد و مشقت اتباع واطاعت پر رکھا ہی نہیں۔ اس واسطے جو اکتساب نبوت کا قائل ہو، وہ اسلام کے قانون میں مجرم کفر قرار دیا گیا۔

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں (ص ۵۱۹) معہ شرح: او جوز اکتسابها ای تحصیل النبوة بالمجاهدة والرياضة والبلوغ بصفاء القلب الی مرتبتها كالفلاسفة. یوں ہی کافر ہے وہ شخص جو حصول نبوت کو ریاضت مجاہدہ کے سبب جائز سمجھے اور صفائی قلب کے ذریعہ نبوت تک پہنچنے کو ممکن جانے۔

معتقد المنتقد شریف ص ۹۹: النبوة ليست كسبية خلافا للفلاسفه قال

التورفشی اعتقاد حصول النبوة بالكسب كفر. نبوت کسبی نہیں بخلاف مذہب فلاسفہ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ حصول نبوت بذریعہ کسب کا اعتقاد کفر ہے۔

رسالہ ابطال اغلاط قاسمیہ ص ۱۳: قال ابن حبان من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لاتنقطع والى ان الولى افضل من النبى فهو زنديق يجب قتله لتكذيب القران و خاتم النبيين. علامہ ابن حبان فرماتے ہیں جو شخص یہ مذہب رکھتا ہے کہ نبوت کسبی ہے۔ اور ولی افضل ہے نبی سے۔ وہ زندیق واجب القتل ہے۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۵ ''تناسخ''

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ مسئلہ تناسخ اسلام میں باطل ہے۔ اسلام کے کسی فرقہ میں تناسخ کا کوئی قائل نہیں یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی ابطال تناسخ پر کافی دلائل پیش کیے ہیں بلکہ اس وقت جو مذہب ہماری تنقیدات کا نشانہ ہے اس نے بھی تناسخ کے باطل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں مگر یہ سب کچھ آریوں کے مقابل۔ اور اپنے لیے صرف اپنی ذات کے لیے مرزا جی تناسخ کے قائل ہیں۔ تاکہ دعویٰ مسیحیت و نبوت کو چار چاند لگ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا جی نے عیسیٰ مسیح اور نبی بن کر تناسخ کے مسئلے کو اسلام میں جگہ دینے کی کوشش کی اور اس مسئلہ تناسخ کے کریکٹ میں عجیب عجیب ہاتھ دکھائے۔ بہت رن کیے۔ لیکن پھر بھی مسیحیت و نبوت کا کپ ہاتھ نہ آیا۔ دعویٰ کرشنیت نے سارے بال آؤٹ کر دیئے۔

تناسخ کیا چیز ہے؟

تناسخ کی چند قسمیں ہیں۔ تفصیل منظور ہو تو ہدیہ سعید یہ ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں ہمارے زیر بحث تناسخ کی صرف ایک قسم ہے یعنی میت کی روح اس کے جسم کو چھوڑ کر

دوسرے کے جسم میں چلی جائے۔

مرزا جی نے اپنے لئے تناسخ کو کس طرح حلوے کا نوالہ تصور کیا ہے۔ عبارتیں ملاحظہ ہوں :

آئینہ کمالات ص۲۵۴: میرے پر کشفاً ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی۔ حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی۔ تب ان کی روح روحانی نزول کے لیے حرکت میں آئی اور جوش میں آ کر اور اپنی امت کو ہلاکت کا مفسدہ پرواز پا کر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہ (جسمانی وجود) چاہا جو اس کا ہم طبع ہو گویا وہ ہی ہو سو اس کو خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق ایک شبیہ (جسم) عطا کیا۔ اور اس میں (جسم) مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی۔ (یعنی مسیح کی روح میری جسم میں اتر آئی) اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال کیا گیا۔ گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے۔ (ہونا ہی چاہیے جب ایک ہی روح اس جسم میں ہے)

ص۳۴۱: میں اس مضمون کے متعلق ہے۔ ''سو خدا تعالیٰ نے اس کے جوش کے موافق اس کی مثال کو (یعنی جسم کو) دنیا میں بھیجا تا کہ وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے کیا گیا تھا وعدہ تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اپنی روح اور اپنی جسم میں تشریف لائیں گے، نہ یہ کہ ان کی روح مرزا جی کے جسم میں بھیجی جائے گی۔

ص۳۴۶: میں یوں لکھا ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے۔

تحفہ قیصریہ ص۲۱: میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔

انجام آتھم ص۸۰: وگفت مرا او سبحانہ کہ توئی مسیح دو پیرایہ بروز۔

ضمیمہ رسالہ جہاد ص۴: سو میں وہی اوتار ہوں جو حضرت مسیح کی روحانی شکل میں اور خو، اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں۔

تحفہ گولڑویہ ص۱۶۱: اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا جو اپنی خو اور روحانیت کی رو سے گویا آنحضرت کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا۔ یا یوں کہو کہ وہی تھا اور آسمان پر ظلی طور پر آپ کے نام کا شریک تھا۔

نزول المسیح ص۲،۳ حاشیہ: بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے وہ محمدی نبوت کی چادر کو بھی ظلی طور پر اپنے اوپر لے گا اور اپنی زندگی اسی کے نام پر ظاہر کرے گا اور مر کر بھی اسی کی قبر میں جائے گا تا کہ یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے اور یا علیحدہ رسول آیا۔ (یہی صورت تناسخ ہے کیونکہ جب روح کسی کے دوسرے جسم میں آئے گی تو اپنا پہلا نام ہی ظاہر کرے گی اور وہی وجود ہو گا جو پہلے تھا) بلکہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم الانبیا تھا۔ (یعنی حضور کی روح جسم مرزا میں آئی جب تو مرزا خاتم الانبیاء ہوئے) مگر ظلی طور پر اسی راز کے لیے کہا گیا کہ مسیح موعود آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جائے گا کیونکہ رنگ دوئی اس میں نہیں آیا۔ (دوئی کیوں ہو جب ایک ہی روح ہوئی یہی تو تناسخ ہے) پھر کیونکر علیحدہ قبر میں دفن کیا جائے (یعنی مرزا جی حضور کی روح کے لیے معاذ اللہ قبر ہیں کہ حضور کی روح مرزا جی کے جسم میں جو مثل قبر کی ہے، مدفون ہوئی۔ اس خباثت کو دیکھتے چلئے) دنیا اس نکتہ کو نہیں پہچانتی (وہ نہیں سمجھتی کہ میں تناسخ کے طور پر یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں اور حقیقت تناسخ کو نہیں پہچانتی کہ یہ جائز ہے) پھر کہا اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں۔ یعنی باعتبار نئی شریعت کے اور نئے دعوے کے اور نئے نام کے۔ (ہونا یہ ہی چاہیے کیونکہ حضور کی روح

جب مرزا جی کے جسم میں ہے تو پھر نئی شریعت کیسی؟ نیا دعویٰ کیسا؟ نیا نام کیوں؟ سب پہلا ہی ہے) اور میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا۔ (افترا ہے اللہ تعالیٰ پر کہ میرا یہ نام رکھا۔ کہاں لکھا ہے؟ تمہارا نام وہی ہے جو تمہارے باپ نے رکھا غلام احمد۔ الہام حجت نہیں)

اس قسم کی بہت سی عبارتیں ہیں جو بخوف تطویل ترک کر دیں اور صرف وہ عبارتیں نقل کیں، جو ایک دوسری کی تفسیر و توضیح کرتی ہیں۔ ان تمام عبارتوں کا خلاصہ صرف ان الفاظ میں ہے۔ کہ میں ایک جسم ہوں جس میں حضرت عیسیٰ کی روح نے نزول کیا، ان کی روح مجھ میں سکونت پذیر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا بھی حلول مجھ میں ہوا۔ میرا نام عیسیٰ محمد احمد خدا نے اسی واسطے رکھا کہ میں اور کوئی نہیں ہوں۔ میرے جسم میں ان کی روح ہے جبھی تو میرے نام وہی ہیں جو پہلی مرتبہ ان کے نام تھے۔ میں حضرت عیسیٰ کا اوتار ہوں، بروز ہوں، ظل ہوں۔

مسلمانو! غور کرو اگر یہ صورت تناسخ نہیں تو اور تناسخ کس قادیانی چڑیا کا نام ہوگا۔

بحث ظل و بروز

مرزا جی نے ایک جگہ تو کہا کہ میں عیسیٰ کا اوتار ہوں۔ دوسری جگہ کہا میں عیسیٰ کا بروز ہوں۔ تیسری جگہ کہا میں ظل ہوں۔

(دیکھو عبارت رسالہ جہاد ص ۴ قیصریہ ص ۱۲ انجام آتھم ص ۸۰ نزول المسیح ص ۳۔ ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اوتار اور بروز وغیرہ الفاظ سترہ دفعہ ہیں۔ جو اوتار کے معنی وہی ظل و بروز کے معنی۔ بلکہ وہ خود کہتے ہیں۔

''خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے، سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔'' (لیکچر اسلام سیالکوٹ ص ۱۰ از تحریک احمدیت ص ۲۷)۔

مرزا جی کی اس تفسیر نے کوئی شک ہی نہیں رکھا کہ بروز ظل، اوتار کے معنی میں ہے۔

''اوتار'' کے معنی

لفظ اوتار ہندی لفظ ہے۔ اس سے اترنا، اتارنا بنایا گیا ہے، جو صبح شام مستعمل ہوتا ہے۔ یہ لفظ ہندوؤں کے یہاں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو اپنے عقیدہ کے لحاظ سے کسی بڑے پر استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں یہ عقیدہ ہے کہ خدا حلول کر کے اس کی ہستی میں آ گیا۔ دوسرے اسلام کی اصطلاح میں حلول کے یہ معنی بتائے ہیں کہ خدا کی ہستی کا نزول جیسا کہ حلولیہ کا عقیدہ ہے۔ تو مرزا جی کا یہ کہنا کہ میں عیسیٰ کا اوتار ہوں صاف خبر دیتا ہے کہ مرزا جی کا یہی عقیدہ تھا کہ عیسیٰ کی روح میرے جسم میں اتر آئی ہے۔ یہی تناسخ ہے اور اسی اوتار کے معنی میں ظل و بروز کا استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ ان کی تفسیر بتاتی ہے۔ ''اس کا بروز یعنی اوتار۔''

مرزا جی کا دعویٰ کرشنیت

تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵: ملک ہند میں کرشن نام کا ایک نبی گزرا ہے۔ جس کو رُدر گوپال بھی کہتے ہیں اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔

لیکچر سیالکوٹ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء: جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی (کرشن) ہوں۔ پھر کہا خدا کا

وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا
ہوا۔(کہاں خدا کا وعدہ قرآن وحدیث میں؟ یہ خدا پر افترا ہے۔(معاذ اللہ)
مرزاجی کے اس دعویٰ کرشنیت نے تناسخ کو بہت واضح کر دیا۔غور کیجئے!

آریوں کا بقول مرزاجی کرشن کے ظہور کا انتظار کرنا ان کے عقیدہ کے لحاظ سے
ہوگا اور ان کا عقیدہ تناسخ ہے۔تو اسی تناسخ کے اصول سے وہ کرشن کے جنم کو تسلیم کرتے ہیں
اور یہ اس لئے کہ کرشن خود تناسخ کا قائل تھا اور اس نے خود اپنے دوسرے جنم کو بتایا ہے۔
چنانچہ گیتا میں کرشن کا یہ قول موجود ہے :

یدا یدا ہی دھرمیہ گلانر بھونی بھارت   ابھیت دہاتم دھرمیہ ندا تمانم سرجامیہم
جب بے دینی کا زور ہوتا ہے تو میں جنم لیتا ہوں۔ (ص ۳۳۹ کا دیباز علامہ آسی مدظلہ امرتسری)

گیتا مترجمہ فیضی ص ۱۳۶:

بقید تناسخ کند داورش   بانواع قالب دروں آورش
نہ منتہائے معبود در میروند   بچشم سگ و خوک در میروند

اعمال کی سزا وجزا اس دنیا میں بذریعہ آواگون ملتی ہے یوم الآخرۃ کوئی نہیں۔

پھر کرشن کہتا ہے ہم گزشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی
پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن، جوانی، بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان
بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے۔ (گیتا اشلوک ۱۲-۱۳ ادھیائے ۲،
مترجمہ دوارکا پرشاد افق) پھر کہا جسطرح انسان پوشاک بدلتا ہے اسی طرح آتما بھی ایک قالب
سے دوسرے قالب کو قبول کرتی ہے۔ (شلوک ۲۲ ادھیائے ۲ منقول از قہر یزدانی ص ۷)

گیتا کی ان عبارتوں سے کرشن مذہب کا پتہ چل گیا کہ وہ تناسخ کا قائل تھا اور

قیامت کا منکر۔

مرزاجی نے کرشن بن کر تناسخ کا اقرار کرلیا

کرشن تناسخ کا قائل ہوا، مرزاجی کہتے ہیں میں وہی کرشن ہوں اسی کرشن کا اوتار
ہوں تو لامحالہ مرزاجی تناسخ کے قائل ہوئے، ورنہ دعویٰ کرشنیت جھوٹا۔ کرشن کہتا ہے کہ میں
نے پہلے بھی جنم لیا اور بعد کو بھی جنم لیتا رہوں گا۔ آریہ اس کے جنم کا انتظار کرتے ہیں۔
مرزاجی کہتے ہیں میں ہی کرشن ہوں تو یقیناً کرشن نے مرزاجی میں جنم لیا تو مرزاجی متناسخ فیہ
ہو کر تناسخ کے قائل ہوئے۔ ورنہ کرشن کا دعویٰ غلط کذب محض ہوا۔

شاید کوئی خیال کرے کہ گیتا کوئی معتبر کتاب نہیں ہے جس میں کرشن کی طرف
اقرار تناسخ وانکار قیامت کی نسبت کی گئی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کے نزدیک معتبر
ہو یا نہ ہو مگر مرزاجی کے نزدیک گیتا ضرور معتبر ہے۔ کیونکہ ان پر فوراً ایک الہام ہوتا ہے۔
’’مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن رُدر گوپال تیری
مہما گیتا میں لکھی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ)

مرزاجی کے اس الہام نے بتادیا کہ گیتا مرزاجی کے نزدیک معتبر ہے۔ اور جو کچھ
اس میں لکھا ہے وہ صحیح ہے ورنہ یہ الہام مرزاجی کا غلط ہوا جاتا ہے۔ گیتا میں تناسخ کا اقرار
ہے تو مرزاجی بھی تناسخ کے معترف ہوئے۔

ایک غلطی کے ازالہ میں تناسخ کے جلوے

اس پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے، جو نبوت محمدیہ کی چادر ہے۔ اس لیے
اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ اس کا نام آسمان پر محمد احمد ہے (مرزاجی کب آسمان پر

گئے) اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی (تناسخ کی) طور پر (محمد کی نبوت محمد کو ملنے کے معنی اسی وقت صحیح ہو سکتے ہیں کہ حضور کی روح مرزا جی کے قالب میں آئے) لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث اتحاد کے اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو۔ (یہ اتحاد نفی غیریت کے ساتھ نام وہی پانا تناسخ کہلاتا ہے۔ پھر امت محمدیہ میں صرف مرزا جی ہی اس قابل نکلے اور کوئی فرد ایسا نہ ہوا۔ بڑی زبردستی ہے) کیونکہ یہ محمد ثانی (مرزا) اسی محمد ﷺ کی تصویر (یعنی جسم) اور اسی کا نام میں بموجب آیت واخرین منهم لما يلحقوا بهم بروز (تناسخ) کے طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود (روحی) قرار دیا گیا ہے (رجسٹری شدہ تناسخ یہ ہی ہے) تو پھر کونسا الگ انسان ہوا۔ (تناسخ میں یہی ہوتا ہے) یہ عمیق اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ روحانیت کی رو سے اس نبی سے نکلا ہوا ہوگا اور اسی کی روح کا روپ ہوگا۔ (روح کا روپ ہی تو تناسخ ہے) وجود بروزی (تناسخی) اپنے اصل کی پوری تصویر ہے۔ مجھے بروزی (تناسخی) صورت نے نبی رسول بنایا۔ میرا نفس (روح) درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ ہے۔ (یعنی ان کی روح) کیا خوب تفسیر ہے تناسخ کی) پس محمد کی نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ (تناسخ میں دوسرا ہوتا ہی نہیں تو دوسرے کے پاس کیوں جائے) محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔ (کیونکہ حضور کی روح مرزا جی کے جسم میں ہے۔ یہی تناسخ کی حقیقت ہے)

ناظرین! غور فرمالیں کہ مرزا جی نے کیونکر تناسخ کے طور پر اپنے آپ کو محمد بنایا اور نبوت کے مدعی ہوئے۔ کیا کوئی ذی عقل و ہوش اس قسم کی باتیں کر سکتا ہے۔ اس قسم کی گپ اڑا سکتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

نوٹ: بین القوسین فقیر کے جملے ہیں باقی مرزا جی کی عبارت جو اشتہار سے التقاطی صورت میں لئے گئے ہیں۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۶ ''حلول''

ایک چیز کے دوسری چیز میں سما جانے اور پیوست ہو جانے کو حلول کہتے ہیں۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ممکنات خصوص بندۂ کامل اللہ کی ذات میں اس طرح مل جاتا ہے جیسا کہ قطرہ دریا میں، یا اولیاء اللہ اور اللہ ایک ہی ہیں کیونکہ وہ ان کی ذات میں حلول کرتا ہے اور ان کے اندر سما جاتا ہے، سو یہ بالکل غلط ہے اور صاف کفر۔

(عقائد الاسلام ص۳۳ مؤلف تفسیر حقانی علامہ حقانی دہلوی)

حلول کے متعلق مرزا جی کی عبارتیں

تجلیات الٰہیہ ص۱۳: مرزا جی پر وحی آتی ہے: انت منی بمنزلة بروزی وعدالله ان وعدالله لا يبدل خدا کہتا ہے۔ اے مرزا تو میرا بروز (اوتار) ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ کا وعدہ بدلتا نہیں۔

بروز عربی کا لفظ ہے اس کا ترجمہ مرزا جی نے یوں کیا ہے۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔

(لیکچر اسلام سیالکوٹ)

مرزا جی کی تفسیر نے بتا دیا کہ بروز کے معنی اوتار کے ہیں تو وحی کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے مرزا تو میرا اوتار ہے۔ مشرکین بھی یہی کہتے ہیں کہ رام کرشن لچھمن اور ہنومان کون خدا کے اوتار ہیں۔

اوتار ہنود کے یہاں اس کو کہتے ہیں جس میں خدا حلول کرے، خدا اس میں اتر آئے، داخل ہو جائے تو لامحالہ مرزا کا اوتار بن کر یہی عقیدہ ہوا کہ اللہ مجھ میں حلول کئے ہوئے ہے۔ خدا مجھ میں داخل ہو گیا ہے۔

حقیقۃ الوحی ص۲۳ میں لکھتے ہیں: جو اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں اور ظلی طور پر خدا تعالیٰ اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے، ان کی حالت سب سے الگ ہے۔ کیسے صاف طریقہ سے مرزا جی نے حلول و دخول کا اقرار کر لیا۔ باقی عبارتیں حلول کے متعلق بحث تناسخ میں گزر چکی ہیں، ملاحظہ فرمالیں۔

حکم قائل حلول وتناسخ

علامہ قاضی شفا شریف میں ص۵۱۵ آخر کتاب مع شرح فرماتے ہیں:

وکذالک من ادعی مجالسة اللہ والعروج الیه ومکالمة اوحلوله فی بعض الاشخاص اوقال بتناسخ الارواح فی الاشخاص. جو شخص خدا کی ہم نشینی یا معراج کا یا ہم کلامی کا یا حلول کا یا تناسخ کا قائل ہو وہ بھی کافر ہے۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۷ ''اثبات الولد للہ سبحانہ''

''خدا کے لیے اولاد ثابت کرنا''

حقیقۃ الوحی ص۸۶: مرزا جی پر وحی آتی ہے: انت منی بمنزلة ولدی. اے مرزا تو میرے بیٹے کے قائم مقام ہے۔

مرزا جی نے اس وحی کے مطابق خدا کے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اور خود بیٹا بنے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جب کوئی کہے کہ میاں تمہارا مرتبہ ہمارے نزدیک ہمارے بیٹے کے قائم مقام ہے۔ تو اس نے پہلے اپنے لئے بیٹا ہونے کا اقرار کیا پھر اس کے بیٹے کا قائم مقام بتایا۔ مرزا جی نے وحی میں خدا کے بیٹے کو ثابت کرتے ہوئے اپنے آپ کو قائمقام بنایا اور اس طرح خود خدا کے بیٹے بن گئے۔

حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۸۶: ایک دفعہ بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے بیمار ہو گیا اور مدت تک علاج ہوا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تب اس کی اضطراری حالت دیکھ کر میں نے جناب الٰہی میں دعا کی تو یہ الہام ہوا برق طفلی بشیر میرے لڑکے بشیر نے آنکھیں کھول دیں۔

لیجئے مرزا جی نے اس خانہ ساز الہام میں اپنے بیٹے بشیر کو خدا کا بیٹا بتا دیا۔

توضیح مرام ص۱۳: اور جیسا کہ مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مرزا جی خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام بھی مرزا جی کے نزدیک خدا کے بیٹے ہیں۔ یہودیوں اور نصرانیوں کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: وقالت الیهود عزیر ابن اللہ وقالت النصریٰ المسیح ابن اللہ. خدا ان کا رد فرماتا ہے: ذالک قولهم بافواههم. یہ ان کافروں کی بکواس ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: سبحانه ان یکون له ولد خدا پاک ہے اس سے کہ اس کے ولد ہو۔

ایک تو کفر اس پر ہٹ دھرمی

مرزا جی کہتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے: فاذکروا اللہ کذکرکم ابائکم او

اشد ذکرا. پس تم خدا کی یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کی یاد کرتے ہو۔ پس اس جگہ خدا تعالیٰ کو باپ کے ساتھ تشبیہ دی۔ (حقیقۃ الوحی ص۶۴)

معاذ اللہ کیا تحریف قرآن ہے کہ اس آیت میں خدا کو باپ سے تشبیہ دی۔ ان سے کوئی پوچھے کہ کاف حرف تشبیہ لفظ ذکر پر داخل ہے یا لفظ آباء پر۔ تشبیہ خدا کے ساتھ جب ہوتی جب یہ کہا جاتا اللہ کآبائکم. خدا تمہارے باپوں کی طرح ہے۔ حالانکہ کاف حرف تشبیہ ذکر پر داخل ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے خدا کا ذکر اس کثرت و شوق سے کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کا ذکر کرتے ہو۔ یہاں ذکر کو ذکر سے تشبیہ دی، نہ کفار کے باپوں کو خدا سے۔ جس کی عربیت کا یہ حال ہو کہ مشبہ اور مشبہ بہ کو نہ پہچانتا ہوں وہ فصاحت و بلاغت کا مدعی ہو۔ ایک بچہ شرح مائۃ عامل کا جاننے والا اس سے زیادہ قابلیت رکھتا ہے۔

اچھا مرزا جی اگر یہی بات ہے تو میں ایک مثال دیتا ہوں خفانہ ہوں۔ کسی کی بی بی شوہر سے کہے کہ میرے ساتھ ایسی محبت کرو جیسی تم میرے بیٹے سے کرتے ہو (وہی مثال ہے) تو مرزا جی اس کا اقرار کریں گے کہ اس کی بی بی نے اس کو اپنے بیٹے سے تشبیہ دی۔ یا کوئی اپنی والدہ سے کہے کہ تم ہماری یاد ایسی کرتی ہو جیسی ہماری بی بی۔ تو اس مثال میں کیا اس نے اپنی ماں کو اپنی بی بی سے تشبیہ دی۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

دوسری جگہ مرزا جی کہتے ہیں: کہ خدا نے یہودیوں کا قول نقل کیا کہ نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ یہودی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں اور پیارے۔ اس جگہ ابنا کے لفظ کا خدا نے رد نہ کیا کہ تم کفر بکتے ہو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر تم خدا کے پیارے ہو تو پھر وہ تمہیں

عذاب کیوں دیتا ہے۔ اور ابنا کا دوبارہ ذکر نہیں کیا۔ (حقیقۃ الوحی ص۶۴)

یعنی خدا نے یہود و نصاریٰ کو بیٹا بنانا منظور کیا، اس لیے رد نہ کیا۔ استغفر اللہ کیا خدا پر کھلا بہتان ہے کہ خدا نے یہ فرمایا کہ ''اگر تم ہمارے پیارے'' یہ آیت کے کس جملہ کا ترجمہ ہے۔ پوری آیت سنو: وقالت الیهود والنصاری نحن ابنٰؤُا اللہ واحبّاؤہ قل فلم یعذبکم بذ نوبکم ترجمہ: یہود و نصاریٰ نے کہا ہم خدا کے بیٹے اور پیارے ہیں فرما دیجئے خدا کیوں تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیتا ہے۔

کہاں خدا نے فرمایا کہ: اگر تم ہمارے پیارے ہو تو کیوں عذاب دیتا ہے بلکہ مطلق جواب دیتا ہے اور ان کے دونوں دعوؤں بیٹے ہونے اور دوست ہونے کا رد کرتا ہے کہ اگر تم ہمارے بیٹے ہو یا پیارے تو پھر تمہیں کیوں عذاب دیتا ہے۔

یہ ہے مرزا جی کی دیانت اور قرآن دانی۔ سچ ہے استحوذ علیهم الشیطن اتنا بڑا مدعی نبوت ہو کر اور اس قدر غلط بیانی۔

عقیدہ کفریہ نمبر۸ ''اللہ تعالیٰ کو خاطی بتانا''

حقیقۃ الوحی ص ۱۰۳: مرزا جی پر وحی آتی ہے۔ انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب یعنی خدا کہتا ہے کہ میں رسول کے (مرزا جی) ساتھ ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ اور اس جواب میں کبھی خطا کرتا ہوں کبھی صواب۔

سبب نزول این وحی

مرزا جی اکثر پیشگوئی کرتے تھے معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے تھے اور دونوں میں غلطیاں کرتے تھے۔ جوبات کہتے تھے صحیح نہیں ہوتی تھی، پیشن گوئیاں

جھوٹی نکلتی تھیں۔ لوگ اعتراض کرتے تھے کہ آپ کیسے مدعی نبوت ہیں۔ کہ کوئی بات صحیح نہیں ہوتی تو ان کو جواب دینے کے لیے یہ وحی بنالی کہ یاروں میں کیا کروں یہ تو خدا ہی ہے، جو خطا کرتا ہے، میری خطا نہیں۔ اپنے آپ کو بچانے کے لیے وحی بنائی گئی ورنہ اللہ تعالیٰ خطا ونسیان ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے۔

مرزاجی نے اور بھی چند جگہ ایسا کیا ہے کہ لوگوں نے جب اعتراض کیا تو فوراً کہہ دیا کہ ایسا تو ہو چکا ہے۔ دیکھو نبی نے غلطی کی، فلاں نبی کی پیشگوئی غلط ہوگئی۔ غرضیکہ اپنے لیے اور انبیائے کرام پر ناجائز حملے کر کے اپنے ایمان کو خراب کیا۔

کفر نمبر ۹، ۱۰، ۱۱

''توہین انبیاء وانکار معجزات قرآنی وتفضیل علی الانبیاء''

ازالہ اوہام ص ۵: مشابہت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعجاز کہ وہ مُردے کو زندہ کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن گواہی دیتا ہے واُحی الموتی باذن اللہ۔ یہ معجزہ کچھ چیز نہیں۔ اعجاز قرآنی کا کھلا انکار) اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان خواہش سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشن گوئیوں پر جس قدر اعتراضات اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ (کسی مسلمان نے بفضلہ شبہ نہ کیا۔ سوا ملاحدہ دھریہ نیچریہ کے جن کو اسلام سے مس نہیں اور مرزاجی بھی اسی قسم میں ہیں) کیا یہ بھی

پیشن گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے (اگر یہ پیشن گوئیاں کچھ نہیں ہیں تو مرزاجی نے کیوں پیشگوئی کی کہ طاعون آئے گی، زلزلے آوینگے، آتھم مرے گا، احمد بیگ مرے گا، سلطان محمد مرے گا، دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ اور پھر ان پیشگوئیوں کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرایا یہ کس قدر ہٹ دھرمی ہے کہ یہ پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے تو کوئی چیز نہیں اور مرزاجی کے لیے سب کچھ ہوگئیں اور باعزت شمار کی گئیں کچھ نہیں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عداوت ودشمنی کہ:

''ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبی است''

اور اس سے زیادہ قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشن گوئیاں غلط نکلیں، اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔ حضرت مسیح کی پیشن گوئیاں اوروں سے زیادہ غلط تھیں۔ بڑا افسوس تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح نکلنے والی پیشن گوئیوں کو غلط بتایا جائے حالانکہ مرزاجی کی ایک پیش گوئی بھی صحیح نہ اتری سب کی سب جھوٹ ہوئیں)۔

مرزاجی اس عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کھلی توہین، اعجاز قرآنی احیاء اموات کا صریح انکار کس وضاحت سے کر رہے ہیں۔

ازالہ اوہام ص ۱۲۶: اب جاننا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے۔ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ ماسوا اس کے یہ قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں اور یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح

اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھو کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا کے فضل و توفیق سے امید پوری رکھتا تھا تو ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح سے کم نہ رہتا۔

اس عبارت میں مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت الیسع علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزم اور شعبدہ بازی، بازی گر کا تماشہ بے حقیقت بے سود بے فائدہ نا قابل قدر مکروہ و قابل نفرت بتایا۔ کیا یہ انبیاء کی توہین نہیں؟ پھر لطف یہ کہ خود اس کو مکروہ اور نا قابل نفرت سمجھیں اور اس مکروہ و نا قابل نفرت چیز کو انبیاء کے لیے مانیں۔ اس قدر تقدس بڑا ہوا کہ انبیاء کی کچھ حقیقت نہ سمجھی۔

مرزا جی کیوں مکروہ سمجھتے ہیں؟ ان معجزات کو کیوں قابل نفرت جانتے ہیں؟ مثل مشہور ہے کہ لنگور کو انگور نہ ملے تو کہہ کے چل دیا کہ کون کھائے کھٹے ہیں۔ مرزا جی میں جب صفر دکھائی دیا تو کہہ دیا کہ میں اس کو مکروہ جانتا ہوں۔ (نعوذ باللہ)

ضمیمہ انجام آتھم ص ۶: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا۔ (کھلا انکار معجزات ہے..... مؤلف)

ص ۷: ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کر دیا ہو یا کسی اور ایسی ہی بیماری کا علاج کیا ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے یہ اعجاز دیا کہ وہ مادر زاد اندھے کو اچھا کرتے تھے۔ مرزا جی کہتے ہیں کہ یہ کوئی شب کور ہوگا کیسا معجزہ کا صاف انکار ہے۔

ص ۷: آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار تھیں اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ کے نسب پاک کی کیا توہین کی ہے۔ زبان میں طاقت نہیں کہ ان الفاظ کو دہرایا جائے۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۸: آپ وہی حضرت ہیں جنہوں نے (یہ کلمہ اس طرح استعمال کرنا عرف میں استہزا شمار کیا جاتا ہے) یہ پیشن گوئی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہوں گے کہ پھر واپس آ جاؤں گا حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انیس نسلیں اس کے بعد انیس صدیوں میں مر چکیں مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے۔ خود تو وفات پا چکے (بالکل غلط بلکہ وہ حیات ہیں) مگر اس جھوٹی پیشن گوئی کا کلنگ اب تک پادریوں کی پیشانی پر باقی ہے (جس طرح مرزائی جماعت کے سینہ پر سلطان محمد کی موت کی غلط پیشن گوئی کا پتھر دھرا ہے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشنگوئی کو جھوٹ کہا اور نہ سمجھا کہ جب وہ آسمان سے تشریف لائیں گے تو مرزا جی کی قبر پر تکذیب وافترا کے ہار ڈالے جائیں گے اور مرزائیوں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

جنگ مقدس ص ۷: مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ نہیں (مرزا جی کی نگاہ ہی نہیں دیکھیں کس چیز سے) حضرت آدم ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے، باہر جا کر دیکھئے کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کو کہا کہ کوئی عجب بات نہیں۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم پھر انکی پیدائش کو کس برے طرز سے ادا کیا کہ ان کی پیدائش ایسی ہے جیسے کیڑے مکوڑے کی پیدائش۔ اگر کوئی مرزا جی کو کہے کہ آپ کی

پیدائش ایسی ہے جیسے کیڑے مکوڑے کی تو مرزا جی کو برا نہ لگے گا۔

ازالہ اوہام ص ۱۲۷: حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ روح اللہ تھے۔ ان کا کوئی باپ نہ تھا، نہ حضرت مریم کا کوئی شوہر تھا۔ یوسف کو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ بتانا قرآن کے خلاف جو بالکل کفر ہے۔

انجام آتھم ص ۶۸: میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ یعنی جو اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے منتظر ہیں، وہ خونی ہے۔ خونی اس شخص کو کہتے ہیں جو قتل ناحق کرے تو مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں ناحق قتل کریں گے، یہی کفر ہے۔ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کریں گے اس لیے خونی ہیں تو رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام جس جس نے جہاد کیا، سب معاذ اللہ خونی قتل ناحق کرنے والے ہوئے، یہ بھی کفر ہے۔ مرزا جی نے یہ جہاد کے منسوخ کرنے کی ابتداء ڈالی ہے یہاں تک کہ اپنی امت کو تعلیم کردی کہ ہماری بناوٹی شریعت میں جہاد حرام ہے۔ اس مسئلہ کو کسی دوسرے مقام پر واضح کریں گے۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۷: ہاں آپ کو (عیسیٰ علیہ السلام) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ (معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ایسے ہرگز نہ تھے مگر مرزا جی کے یہ اوصاف ضرور تھے) چنانچہ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ او بدذات فرقہ مولویاں۔ ضمیمہ انجام ص ۶: یہودی صفت مولوی۔ ضمیمہ انجام ص ۳: اے مردار خوار مولویو گندی روحوں ص ۲۱، ۲۲ وغیرہ وغیرہ۔

مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکت جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں

دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکالتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔

کیسی کھلی اور سخت توہین کے کلمات ہیں، جن کو مسلمان سن کر برداشت نہیں کر سکتا۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۷: اور اسی تالاب نے فیصلہ کردیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔

معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکار اور فریبی بتایا اور معجزات سے انکار کیا۔

مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۸ مجموعہ مکتوبات مرزا: کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرا اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔

معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس دریدہ دہن نے ہیجڑا اور نامرد بتایا۔

انجام آتھم ص ۴۱: اور مریم کا بیٹا کوشلیا (رام چندر کی ماں) کے بیٹے (رام چندر) سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔

کیا بدتہذیبی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رام چندر جو ایک مشرک تھا اس سے کچھ زیادہ مرتبہ نہیں رکھتے۔ (نعوذ باللہ)

نور الحق ص ۵۰: کلم اللہ موسیٰ علی جبل وکلم الشیطان عیسی علی جبل فانظر الفرق بینھما ان کنت من الناظرین.

حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کلیم الشیطان تھے۔ دیکھو کس قدر فرق ہے۔ مسلمان کی زبان میں یہ طاقت نہیں کہ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے کہ ان کو کلیم الشیطان بتائے۔ (نعوذ باللہ منہ)

لیکن جب مرزا جی کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ کلیم الشیطان ہوئے تو مرزا جی مثیل عیسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم اور مسیح موعود بن کر کون ہوئے؟ ان کے تمام مقدمات سے خود یہ نتیجہ نکل آیا کہ مرزا جی بھی کلیم الشیطان تھے اور ساری عمر اسی مکالمہ میں گزری۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو منہ بھر بھر کر گالیاں دیں ہیں، گستاخیاں کیں ہیں، وہ آپ نے سن لیں اور مرزا کے ایمان کا پتہ لگالیا۔

مرزا جی پر جب اعتراض ہوتا ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ:

''ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں کہا بلکہ اس یسوع کو کہا جو عیسائیوں نے فرض کرلیا ہے اور یسوع کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۹ و انوار القرآن حصہ دوم ص ۲)

مگر مرزا جی کا یہ حیلہ کام نہیں دے سکتا کیونکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ عیسیٰ اور یسوع ایک ہی ہستی کے نام ہیں:

''دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔'' (توضیح مرام ص ۳)

جب عیسیٰ اور یسوع اور مسیح ایک ہی ہستی کے نام ہوئے تو جس نام سے بُرا کہو وہ ابن مریم ہی کو گالیاں دینی ہونگی۔ مرزا جی کا یہ بہانہ بالکل غلط اور اپنے ہی قول سے مردود ٹھہرا۔ کبھی کہہ دیتے ہیں کہ:

انہوں نے ناحق ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے

یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۸)

یہ بہانہ کرنا کہ چونکہ پادریوں نے حضور اکرم ﷺ کو بُرا کہا تو ہم نے حضرت عیسیٰ کو بُرا کہا، ورنہ ایسا نہ کرتے محض جہالت و نادانی ہے۔ ہمارے دونوں بزرگ ہیں، دونوں نبی ہیں، ہمیں کب لائق ہے کہ کوئی حضور کو بُرا کہے تو ہم حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ کو معاذ اللہ بُرا کہہ دیں۔ مرزا جی خود دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ:

''بعض جاہل مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔''

(اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت ج دہم صفحہ ۱۰۲)

اور خود اس نصیحت پر عمل نہیں کرتے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اپنی ہی زبان سے جاہل نادان بنتے ہیں۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اگر ایک مسلمان عیسائی کے عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہیے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے۔'' (اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۱۶۹)

مگر خود عیسائیوں کے ساتھ گفتگو میں حضرت عیسیٰ کی توہین کر کے مسلمانوں کی فہرست سے نام کٹواتے ہیں۔ لم تقولون ما لاتفعلون. کیوں وہ بات کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔

ازالہ اوہام ص ۲۵۷: ایک بادشاہ کے زمانہ میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشن گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی۔ نبی تسلیم کرتے ہوئے پھر ان کی پیشن گوئیوں پر حملہ کرنا اور جھوٹا بتانا سخت توہین ہے۔

اس جملہ کا شان نزول یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مرزا جی کی پیشن گوئیاں بالکل غلط نکلیں اور مسلمانوں نے اعتراض شروع کیے تو فوراً کہہ دیا کہ اگر میری پیشن گوئی غلط نکلی تو

کیا ہوا بہت انبیاء پیشن گوئی میں معاذ اللہ جھوٹے ہو چکے۔ اس طرح اپنے تقدس کو جمانے کے لئے دوسروں کے تقدس پر حملہ کیا۔

ازالہ اوہام ص ۳۰۶: قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کے اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑ گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے، یہ بھی عمل الترب (شعبدہ بازی) کی طرف اشارہ ہے۔

ازالہ اوہام ص ۳۰۵ ملتقطا: قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے جیسے وہ مردہ جس کا خون بنی اسرائیل نے چھپا لیا تھا۔ اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف دھمکی تھی کہ چور بیدل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی کا ایک شعبہ تھا۔

قرآن کریم نے احیاء اموات کا ذکر کیا اور واقعی طور پر اس کو سرکار دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا۔ لیکن مرزا جی نے اس کو بھی بازی گر کا تماشہ بنا دیا، قرآن کے معجزات سے انکار کیا۔

حضور اکرم علیہ السلام کی شان مقدس پر ناپاک حملہ

ازالہ اوہام ص ۲۸۲: اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت علیہ السلام پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی ہو۔

سخت تعجب آتا ہے کہ حضور نے خود اپنی زبان سے علامات قیامت میں نہایت

تفصیل سے بیان فرمائے۔ وہ تو نہ سمجھے کہ کیا ان کی حقیقت ہے مگر مرزا جی ان کی حقیقت سمجھ گئے۔ گویا مرزا جی کا علم حضور کے علم سے زائد ٹھہرا۔ **نعوذ باللہ** کیا کوئی مسلمان مسلمان ہو کر ایسا توہین کا کلمہ اپنی زبان سے نکال سکتا ہے؟

تفضیل علی الانبیاء

سراج منیر ص ۴: اس کو کیا کہو گے جو کہا گیا: **ھو افضل من بعض الانبیا.** مرزا جی بعض نبیوں سے افضل ہیں۔ (مرزا جی کا یہ عقیدہ ہوا کہ میں بعض انبیاء سے افضل ہوں)۔

دافع البلاء ص ۱۳: خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ عیسائیوں کا مسیح کیا ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام (غلام احمد) سے بھی کمتر ہے۔

چشمہ مسیح ص ۱۴: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بھی بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ اندھے کہتے ہیں یہ کفر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو۔ دل کے اندھے مراقی کہتے ہیں کہ غیر نبی سے نبی کا افضل ہونا ایمان ہے۔ صحیح الدماغ ہوشمند کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔

تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۹:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

حاشیہ: اکثر نادان اس مصرع کو پڑھ کر نفسانی جوش ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ امت محمدیہ کا مسیح (یعنی میں مرزا) امت موسویہ کے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے افضل ہے۔

صرف اس قدر مطلب تو کفر ہے، اس کے سوا اور کونسا مطلب ہے جو کفر نہ ہو۔

کشتی نوح ص ۱۳: مثیل ابن مریم (مرزا)، ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
بڑھ کر ہے۔ (ص ۱۶) مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ (کس نے
جناب کو یہ خبر دی؟ ہاں ہاں یاد آیا! مرزاجی کے مقرب فرشتے مرزاجی پر الہام لانے والے
ٹیچی ٹیچی نے)

کشتی نوح ص ۵۶: ''اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ
کرسکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوا ہے وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا''۔

بالکل صحیح ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بنائے ہوئے نبی پاک اور مطہر، وہ مکر
وفریب دجل وحیلہ، مخالفت قرآن وحدیث، توہین انبیاء ورسل، تنقیص علم اعلم الخلق ﷺ،
انکار معجزات قرآنی، دعویٰ ابنیت خدا۔ خدا کو خاطی ٹھہرانا، حضور کے مقام محمود کو چھیننا، طاعون
کی پیشن گوئی کر کے مکان کی توسیع کا چندہ کرنا، بہشتی مقبرہ بنا کر لوگوں سے روپیہ لوٹنا، حکم
شریعت جہاد کو منسوخ کرنا، کرشن ہونے کا دعویٰ کرنا۔ الی غیر ذالک یہ سب کچھ نہ
کرسکتے تھے۔ جو مرزاجی نے کیا خدا جانے وہ کونسا نشان ہے، جو ان سے ظاہر ہوا۔ محمدی بیگم
کی آس میں عمر گزاری، خود چل دیئے مگر وہ نکاح میں نہ آئی، طاعون کی پیشن گوئی کی کہ لا
یدخل فی دارہ۔ میرے گھر میں گھسے گا ہی نہیں۔ مرزاجی کے سالے ہی کی دونوں رانوں
میں گلٹیاں نکلیں۔ اپنی عمر کی پیشگوئی کی کہ پچہتر یا اس سے زیادہ برس زندہ رہوں گا مگر ۶۹
ویں برس میں انتقال ہوگیا۔ کہا تھا کہ سلطان محمد زوج محمدی بیگم کی موت تقدیر مبرم ہے، کبھی
نہ ٹلے گی مگر مرزاجی مرگئے اور وہ ابھی تک زندہ اور وہ اپنی زندگی صرف خاموش زندگی سے
مرزائیوں کا ناطقہ بند کئے ہیں۔ الی غیر ذالک یہ مرزاجی کے اعلیٰ نشانات ہیں جن کے

متعلق کہتے ہیں ایسے نشانات وہ نہ دکھلا سکتا۔ بیشک ایسے جھوٹے لایعنی ناقابل اعتبار تو وہ
نہیں دکھلا سکتے۔ پس مرزاجی اس فعل میں اس معنی کے اعتبار سے بالکل سچے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ پر فضیلت

اعجاز احمدی ص ۷۱: له خسف القمر المنیروان لی خسفا القمران
المشرقان اتنکر. اس کے (یعنی نبی کریم کے) لئے چاند کے گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور
میرے لئے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔

مرزاجی نے اس عبارت میں ایک تو اپنے آپ کو حضور پر فضیلت دی، دوسرے
حضور کے معجزہ شق القمر کو گرہن کے ساتھ تعبیر کیا حالانکہ گرہن اور شق میں فرق عظیم ہے۔ اور
گرہن تو عام طور سے ہوا کرتا ہے لہٰذا یہ اعجاز کیسے ہوگا حالانکہ شق القمر حضور کے لیے کھلا معجزہ
ہے۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۳: ''قرآن شریف کے لیے تین تجلیات ہیں۔ وہ
سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے
اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے ذریعے بہت سے پوشیدہ
اسرار اس کے کھلے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور
صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود
(مرزاجی) کے وقت میں اس کی روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔

گویا حضور کے زمانہ میں فضائل واسرار کوئی نہیں جانتا تھا، نہ اس قدر علم حضور کو دیا
گیا کہ وہ ان اسرار کے عالم ہوتے۔ یہ سب مرزاجی کو ملا۔ نعوذ باللہ (خطبہ الہامیہ ص
۱۹۳،۱۷۷) میں بھی یہی مضمون ہے۔

اشتہار مرزا غلام احمد ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۲۲ : غرض اس زمانے کا نام جس میں ہم ہیں زمان البرکات ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ زمان التائیدات ودفع الاوقات تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا زمانہ برکتوں سے خالی تھا، مرزا جی کو یہ زمانہ ملا۔ (استغفر اللہ منہ)

حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت

ملحقہ خطبہ الہامیہ ص ت: شیطان نے انہیں بہکایا اور جنتوں سے نکلوایا اور حکومت اس کی طرف لوٹائی گئی اس جنگ وجدال میں آدم کو ذلت ورسوائی نصیب ہوئی اور جنگ کبھی اس رخ اور کبھی اس رخ ہوتی ہے اور رحمٰن کے یہاں پرہیزگاروں کے لیے نیک انجام ہے۔ اس لیے اللہ نے مسیح موعود کو پیدا کیا تا کہ آخر زمانہ میں شیطان کو شکست دے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر فضیلت

تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷: اور خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت

معیار الاخبار مندرجہ تبلیغ رسالت ج نہم ص ۳۰: میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ کیا وہ حضرت ابو بکر کے درجہ پر ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر تو کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت

اخبار الحکم قادیان نومبر ۱۹۱۲ء: پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو، اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے، اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر فضیلت

نزول المسیح صفحہ ۴۵ تا ۵۰: افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو رتبہ ابنیت کا بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں۔ ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے، ان کو آنحضرت ﷺ کا بیٹا کہنا قرآن شریف کے نص صریح کے خلاف ہے جیسا کہ **ما کان محمد ابا احد من رجالکم** سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رجال میں سے تھے، عورتوں میں سے تو نہیں تھے، حق تو یہ ہے کہ اس آیت نے اس تعلق کو جو امام حسین کو آنحضرت ﷺ سے بوجہ پسر دختر ہونے کے تھا نہایت ہی ناچیز کر دیا ہے۔

ص ۵۲: ''اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے (مرزا جی نے) امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں افضل سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ بیشک سمجھا۔''

ص ۸۱: ''اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔''

ص ۸۱: ''تم نے اس کشتہ حسین سے نجات چاہی کہ جو نومیدی سے مر گیا۔ پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا۔''

ص ۶۸: ''کیا تو اس (حسین کو) تمام دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتا ہے اور یہ تو بتلاؤ کہ اس سے تمہیں دینی فائدہ کیا پہنچا؟''

مرزاجی کہتے ہیں کہ ہمیں حسین سے کوئی دینی فائدہ نہ پہنچا اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رباعی

شاہ است حسین بادشاہ است حسین　　دین است حسین دیں پناہ است حسین
سرداد و نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

مسلمانو کس کی بات تسلیم کرو گے مرزاجی کی یا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی؟

مرزاجی کا مشہور شعر ہے جو اعلیٰ درجہ کی مرزائی تہذیب کا بیسٹ سمپل ہے۔

کربلا ئیست سیر ہر آنم　　صد حسین است در گریبانم

یعنی میری ہر آن کی سیر کربلا ہے اور میرے گریبان میں سینکڑوں حسین پڑے ہوئے ہیں۔

مرزاجی کے تیار کردہ نورتن چٹنی

مرزاجی پر وحی لانے والا فرشتہ مسمی بہ ٹیچی:

حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲: ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا، میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ (شاید اپنا دلربا یانہ نام شرم سے نہ بتایا) میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے، ٹیچی ٹیچی۔

واہ کیا پیارا اور دلربا نام ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ مرزاجی کا فرشتہ جھوٹ بھی بولتا ہے۔ پہلے تو کہا میرا نام کچھ نہیں اور پھر نام بتا دیا۔ تو کیا ناظرین کو یہ خیال نہ ہوگا کہ

جب مرزاجی کا فرشتہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے تو جس کے پاس فرشتہ آئے وہ کیسا ہوگا۔ مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

خدا کو مجسم فرض کر سکتے ہیں

توضیح مرام ص ۷۵: ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔

خدا بھی مرزاجی سے شرم کرتا ہے

حقیقۃ الوحی ص ۳۵۶: لیکن تعجب کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے کہ ''مرزا'' نہیں کہا بلکہ ''مرزا صاحب'' کہا ہے۔ چاہیے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے ادب سیکھیں۔ دوسرا تعجب یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا نام ظاہر کیا جائے مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوئی۔ اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا۔

لیکن ہمیں یہ تعجب ہے کہ مرزاجی کا مرتبہ تمام انبیاء سے بڑھ گیا کہ اوروں کے نام تو خدا نے وحی میں لیے اور مرزاجی کا نام لیتے شرم آئی۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔

خاکسار پیپرمنٹ

اخبار الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء: حضور (مرزاجی) کی طبیعت ناساز تھی۔ حالت کشفی میں ایک شیشی دکھائی گئی۔ اس پر لکھا تھا ''خاکسار پیپرمنٹ''۔

ناقص نبی کے لیے وحی کے جملے بھی ناقص ہی چاہئیں۔ خاکسار کا لفظ بہت موزوں معلوم ہوتا ہے۔

پیشگوئی پر خدا سے دستخط

حقیقۃ الوحی ص ۲۵۵: مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشن گوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونا چاہیے۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کے قلم سے اس پر دستخط کر دیئے اور دستخط کرتے وقت قلم کو چھڑکا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ سیاہی آ جاتی ہے تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیئے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر دبا رہا تھا کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے۔ ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا (کہ شاید یہ اس حیض کے قطرے ہوں جو مرزا جی کو آتا تھا) مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اور اس نے (عبداللہ نے) میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا، جو اب تک اس کے پاس موجود ہے۔

اِنکار معراج شریف

ازالہ اوہام ص ۲۲: اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ ص ۲۲ حاشیہ سیر معراج شریف اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے جسم کو کثیف بتانا کس قدر لغو اور بیہودہ بات ہے۔ پھر تمام اہلسنت و جماعت کے اس اجماعی مسئلہ میں اختلاف۔

وجہ کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ اگر حضور کا بایں جسد عنصری آسمان پر تشریف لے جانا تسلیم کر لیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا بلا تردد ثابت ہو جاتا ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر مرزا جی مسیح موعود نہیں بن سکتے۔ اس لیے معراج شریف کا انکار کر دیا۔

مرزا جی خدا کے نافرمان ہیں

الاستفتاء ص ۳۱: اور میں مشتاق ظہور نہ تھا بلکہ مجھ کو یہ پسند تھا کہ مردوں کی طرح پوشیدگی کی زندگی بسر کروں۔ مگر مجھ کو خدا نے دنیا میں زبردستی مجھ کو مسیح موعود اور مجدد اور کیا کیا بننے کے لیے ظاہر کیا حالانکہ میں خدا کے اس فعل سے راضی نہ تھا۔

یہ مرزا جی کی اطاعت الٰہی ہے کہ خدا کہے کہ باہر نکل اور وہ کہیں کہ میں نہیں نکلتا مگر یہ ہو سکتا ہے کہ کامل نبی ایسا نہ کہے گا۔ ناقص نبی نافرمانی کر سکتا ہے اور مرزا جی ناقص ہی تو تھے۔

مرزا جی خدا سے افضل ہیں

انجام آتھم ص ۵۲: اے احمد (مرزا) تیرا نام تام اور کامل ہو جائے گا اور میرا نام ناقص رہے گا۔ تعجب ہے کہ مرزا جی لغو الہامات کس قدر گڑھنے کے عادی تھے۔ ناقص نبی کا نام تو تام ہو جائے اور خدا کا نام ناقص رہے۔ مرزا جی خدا کا نام کامل کرنے آئے تھے یا اپنا۔

مرزا جی مقام محمود پر بیٹھنا چاہتے ہیں

الاستفتاء ص ۸۶: اے مرزا تجھ کو مقام محمود دیا جائے گا۔

حالانکہ حضور فرماتے ہیں کہ مقام محمود صرف میرا مقام ہے جو کسی اور کو نہ ملے گا۔ (دیکھو مشکوۃ)

مرزا جی رحمۃ للعالمین بنتے ہیں

حقیقۃ الوحی ص ۸۲: وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین. اے مرزا ہم نے تجھ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔

حالانکہ یہ صرف حضور کی خصوصیت ہے جو اور کسی کو نہیں۔ (دیکھو خصائص کبریٰ جلد ثانی)

مرزا جی کا حوض کوثر پر دھاوا

حقیقۃ الوحی ص ۱۰۲: انا اعطینک الکوثر. اے مرزا ہم نے تم کو حوض کوثر کا مالک بنایا۔ حالانکہ حوض کوثر حضور کے لیے خاص ہے۔

احادیث محمد رسول اللہ کی وقعت مرزا جی کی نظر میں

اعجاز احمدی ص ۳۰: اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو (جو مرزا جی کے وحی کے خلاف ہیں) ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جو ہمارے مطلب کی ہیں قبول کرتے ہیں ورنہ نہیں۔ تو اب حدیث موضوع وضعیف اگر مرزا جی کے مطلب کی ہیں تو کام دیں گی ورنہ قوی صحیح بھی ہو تو بیکار۔ اب مدار کار صحت وسقم کا اسناد واحوال راوی نہیں بلکہ مرزا جی کی خواہش۔

مرزا جی نے افیون استعمال کی ہے

اخبار الفضل قادیان ۲۹ جولائی ۱۹۲۹ء: ''حضرت مسیح موعود (مرزا جی) فرمایا کرتے تھے کہ

بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کی ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول کو حضور چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوران میں استعمال کرتے رہے''۔

ٹانک وائن (شراب) کا آرڈر

خطوط مرزا بنام غلام ص ۵ مکتوبات مرزا جی حکیم محمد حسین قریشی قادیانی کو لکھتے ہیں:

''اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے۔''

ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت ٹانک وائن کی حقیقت لاہور پلومر کی دکان سے کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواب دیتے ہیں:

''ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے۔ جو ولایت سے سر بند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ۸ صیر ہے۔'' (سودائے مرزا ص ۳۹)

شاید افیون اور شراب قادیانی نبوت میں جائز ہو یا مرزا جی اپنے اس الہام کے ماتحت افعل ما شئت فقد غفرت لک. اے مرزا جو چاہے سو کر میں نے تجھے بخش دیا ہے، مرزا جی ان منشیات کا استعمال کرتے ہوں۔ خیر کچھ بھی سہی مگر نبوت ورسالت بلکہ تقویٰ کے خلاف تو ضرور ہے۔

آمدم بر سر مطلب

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مصنفہ کتابوں سے ان کے عقائد، ان کے خیالات، ان کے اقوال کا ایک مختصر سا نقشہ آپ حضرات کے سامنے کھینچ دیا گیا ہے۔

ضرورت کے مطابق بعض بعض مسائل کی کافی تحقیق کر دی گئی ہے۔ ان تمام مذکورہ عقائد کو پھر ایک اجمالی نظر سے ملاحظہ فرماتے چلئے۔

(۱) دعویٰ الوہیت۔ (۲) ابنیت۔ (۳) نبوت۔ (۴) مہدویت۔ (۵) مسیحیت۔ (۶) کرشنیت۔ (۷) وحی شریعت۔ (۸) اقرار تناسخ۔ (۹) اقرار (حلول)۔ (۱۰) انکار ختم نبوت۔ (۱۱) اکتساب نبوت۔ (۱۲) مکالمہ شقاہی۔ (۱۳) دعویٰ مماثلت باحضور۔ (۱۴) توہین انبیاء۔ (۱۵) تفضیل علی الانبیاء۔ (۱۶) توہین صحابہ۔ (۱۷) انکار معجزات۔ (۱۸) حضور کو بے علم کہنا۔ (۱۹) خدا کو مجسم فرض کرنا۔ (۲۰) حوض کوثر پر حملہ کرنا۔ (۲۱) رحمۃ للعالمین بننا وغیرہ۔ جس کے جزئیات میں سینکڑوں کفریات۔

ان عقائد مذکورہ میں بعض تو کفر ہیں بعض مذہب اہلسنت و جماعت کے خلاف تو کیا ایسا شخص مسلمان ہونے کا بھی مدعی ہوسکتا ہے؟ چہ جائیکہ مجدد وغیرہ۔ ناظرین خود پڑھیں خود انصاف فرمالیں۔ قد تبیّن الرشد من الغی۔

ضرورت تو نہیں کہ اب مرزاجی کے آئندہ دعاوی پر نظر کی جاوے لیکن تحقیق حق کی غرض سے اب ان شاء اللہ تعالیٰ مرزاجی کے ملہمیت اور مجددیت پر دوسرے حصہ میں مفصل بحث کریں گے۔

یہاں تک تو ہم نے مرزاجی کے مذہبیات نقل کر دیئے۔ اب ذرا سیاست پر نظر ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ نبی اور وہ بھی خاتم الانبیاء بننے کا مدعی ہو اس کی ایسی کمزور سیاست ہوسکتی ہے۔

سیاسیات

تریاق القلوب ص ۱۵: میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور

حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں۔ (گورنمنٹ کی خیرخواہی میں مسئلہ جہاد کو مرزاجی نے بند کرنا چاہا)۔

تحریر مرزاجی مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم ص ۲۶: میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو، اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کروں۔

اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۶۹: میں اپنے کام کو (دعویٰ نبوت و مہدویت و مسیحیت کو) نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں (کیونکہ یہ تمام اسلامی سلطنتیں مرزاجی جیسے باطل پرستوں کو دم زدن میں دنیا سے نیست کر دیں جیسا کہ کابل میں دو قادیانیوں کو قتل کر دیا گیا اور اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ خان والی کابل رحمۃ اللہ علیہ کو جب مرزاجی نے دعوتی خط بھیجا اور اپنے دعاوی باطلہ کا ذکر کیا تو وہاں سے جواب آیا ''ایں جابیا'' کہ اے مرزاجی یہاں آجاؤ۔ مگر مرزاجی کیوں نہ گئے۔ مجدد و مہدی کو تو اس قدر ڈرنا نہ چاہیے تھا۔ اس وجہ سے اسلامی سلطنتیں مرزاجی کو خار معلوم ہوتی ہیں) مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ہاں گورنمنٹ برطانیہ میں آپ کا کام چلے گا کیونکہ اس نے مذہب کی آزادی دے رکھی ہے اور عدم دست اندازی مذہب کا قانون پاس کر دیا ہے۔ اگر اس گورنمنٹ میں کوئی

خدائی کا دعویٰ کرے جب بھی گورنمنٹ کو کیا تعلق۔ ازالہ اوہام ص ۵۶ میں بھی یہی مضمون ہے۔

اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت ج دہم ص ۲۸: بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔ اس گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔

(گورنمنٹ نادان نہیں وہ خوب سمجھتی ہے کہ مرزا جی ہماری موافقت میں کافر نہیں کہے جاتے ہیں بلکہ اپنے اسلام کے خلاف عقائد ظاہر کرنے پر کافر کہلائے جاتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ خدمت کر رہے ہیں وہ عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ آپ اور آپ کی امت گورنمنٹ کی مخالفت کرے گی یا موافقت)

میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری ان خدمات کی قدر کرے گی۔ (یعنی کچھ مربعہ عطا کرے گی۔ خطاب دیگی مگر ایسا نہ ہوا)

درخواست مرزا غلام احمد مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۷ صفحہ ۱۱: مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ اٹھارہ برس کی تالیفات کو جن میں بہت سی پرزور تقریریں اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں۔ کبھی ہماری گورنمنٹ محسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا اور کئی مرتبہ میں نے یاد دلایا مگر اس کا اثر محسوس نہیں ہوا۔

یعنی اب تک کوئی مربع زمین مجھ کو نہیں ملی اور نہ کوئی خاص خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔ مسیح موعود اور مہدی اور نبی بننے کے بعد جو نمایاں کام مرزا صاحب نے کئے وہ اس سیاسی زندگی سے بخوبی معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہی زندگی سیاسیانہ نظر سے مرزا جی کے دعویٰ نبوت میں کاذب ہونے کی مضبوط دلیل ہے، جس کو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے۔

امت مرزائیہ غلامیہ کا عقائد نامہ

جس میں یہ بتایا جائے گا کہ متبعین مرزا مرزا جی کو کیا سمجھتے ہیں اور کس مرتبہ پر پہنچاتے ہیں؟

افتراق ملت مرزائیہ

اوراق گذشتہ میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ مرزائی جماعت کے دو حصے ہو گئے۔ لاہوری، قادیانی۔ لاہوری اور قادیانی جماعت میں سب سے بڑا اختلافی مسئلہ نبوت ہے۔ لاہوری جماعت کے متاخرین بظاہر مرزا جی کو نبی نہیں مانتے اگرچہ مجدد، مہدی، مسیح سب کچھ تسلیم کرتے ہیں۔ قادیانی جماعت مرزا جی کو نبی مانتے ہیں اور ویسا ہی جیسے کہ اگلے انبیاء۔ اس اختلاف کے ساتھ ساتھ مرزا جی کو دونوں جماعتیں تسلیم کرتی ہیں۔ چنانچہ ان پر ایمان لائے اور ان کو صادق القول جانا اور ان کی بیعت کی۔

ایک عاقل منصف کے لیے

مرزا جی کی امت میں یہ اختلاف اور پھر وہ بھی نبوت کا اختلاف مرزا جی کے دعویٰ نبوت میں کاذب ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ کے زمانہ تک جس قدر انبیاء تشریف لائے۔ ان پر ایمان لانے والے ان کو صادق القول جاننے والے گروہ نے کبھی ایسا اختلاف کیا ہے کہ ایک گروہ تو اس کو نبی مانے اور دوسرا گروہ نبی نہ مانے۔ نبی کی نبوت میں کبھی اختلاف نہیں کر سکتے اگرچہ بعض فروعی مسائل میں مختلف ہوں۔ قادیانی جماعت کے لیے یہ ایک خاص عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا موقع ہے کہ جس نبی کے ماننے والے بعد کو اس کی نبوت میں اختلاف کریں اس کی نبوت معرض شک میں ہو جاتی ہے اور اتنی یقینی نہیں رہتی جس قدر قادیانی جماعت نے تصور کر لیا ہے اور حد سے گذر گئے۔

سنئے قادیانی جماعت کے عقائد

حقیقۃ النبوۃ ص ۲۲۸ مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان: آنحضرت ﷺ کی امت میں محدثیت ہی جاری نہیں بلکہ اس سے اوپر نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے مگر نبوت صرف آپ کے فیضان سے مل سکتی ہے براہ راست نہیں مل سکتی اور پہلے زمانہ میں نبوت براہ راست مل سکتی تھی کسی نبی کی اتباع سے نہیں مل سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اس قدر صاحب کمال نہ تھے جیسے آنحضرت ﷺ۔ اور جبکہ نبوت کا دروازہ علاوہ محدثیت کے امت محمدیہ میں کھلا ثابت ہوگیا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود (مرزاجی) نبی اللہ تھے۔

خلیفہ جی نبوت کے سلسلہ کو جاری بتاتے ہیں مگر خلیفہ جی کو حدیث محمد رسول اللہ ﷺ ذهبت النبوة و انقطعت الرسالة یاد نہ آئی جس میں حضور نے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا اور قادیانی اجرا کو منقطع کردیا۔ (دیکھو کفریہ نمبر ۲ دعویٰ نبوت)

خلیفہ جی کہتے ہیں کہ نبوت صرف حضور کے فیضان سے اور اتباع واقتدا سے مل سکتی ہے۔ اس لیے مرزاجی نبی اللہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ نبوت اتباع واقتدا سے مل سکتی ہے تو یہ نبوت تو کسبی ہوئی جس کے فلسفی قائل ہیں، نہ وھبی۔ حالانکہ اسلام میں نبوت کسبی کوئی چیز ہی نہیں۔

(دیکھو عقیدہ کفریہ نمبر ۲ "اکتساب نبوت")

پھر یہ کہ حضور کے فیضان سے بنے ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ایک نبوت وہ ہے جو خدا عطا فرمائے اور ایک وہ جو نبی عطا کرے حالانکہ عطائے نبوت منصب الوہیت ہے، نہ منصب نبوت۔ خدا فرماتا ہے: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ جانتا ہے کہ کون

مستحق نبوت ہے کہ اس کو نبی بنایا جائے۔

اور اگر حضور کے فیضان سے ہی نبوت ملی تو کیا حضور کا فیضان اب تیرہ سو برس کے بعد ظاہر ہوا اور وہ بھی قادیان میں۔ اس سے پہلے کا زمانہ فیضان نبی سے بالکل خالی گیا اور فیضان نے کچھ اثر نہ کیا۔ کم از کم ہر صدی میں ایک نبی اللہ ضرور ہوتا۔ قادیان کے اس اصول سے تو حضور کی سخت ہتک ہوئی۔

یا تیرہ سو برس کے زمانہ میں صحابہ، اولیاء، اقطاب میں کوئی اس قابل نہیں ہوا کہ حضور کے فیضان کو قبول کرتا سوائے مرزاجی اس صورت سے امت محمدیہ ﷺ کی سخت ہتک کی۔

پس جبکہ ثابت ہوگیا کہ حضور کے بعد دروازہ نبوت کا بند ہے۔ کسبی نبوت کوئی چیز نہیں۔ نبی کے فیضان کے واسطے سے نبوت نہیں ملتی بلکہ بلاواسطہ خدا کے عطا سے۔ تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مرزاجی ہرگز نبی اللہ نہ تھے۔

حقیقۃ النبوۃ ص ۲۲۱: حضرت مسیح موعود کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ کے افاضہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام نبوت پر پہنچایا۔ ثابت کرتا ہے کہ آپ کو واقع میں نبی بنادیا گیا۔

مرزاجی کے نبی بننے سے حضور کے افاضہ کا کمال نہیں ثابت ہوتا بلکہ معاذ اللہ تنقیص ہوتی ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضور کا اس قدر افاضہ کمزور تھا کہ صرف تیرہ سو برس میں صرف مرزاجی نبی ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کمال افاضہ نبی بنانے کے لیے نہیں بلکہ ولی بنانے کے لیے ثابت ہوا کہ مرزاجی واقع میں نبی نہ تھے اور چونکہ نبوت کا دعویٰ کیا اس لیے نہ ولی ہوئے، نہ مجدد۔ کچھ بھی نہ ملا۔

حقیقۃ النبوۃ ص ۱۲۸: پس ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت امت محمدیہ میں کوئی اور شخص نبی نہیں گذرا کیونکہ اس وقت تک نبی کی تعریف کسی اور شخص پر صادق نہیں آئی۔

بالکل درست ہے کیونکہ نبی کی تعریف جو شریعت نے کی اس اعتبار سے کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ اور جو تعریف فلسفیوں نے کی، خانہ ساز نبوت ایجاد کی، اس اعتبار سے بیشک مرزاجی خانہ ساز کسبی نبی ہیں۔ اور اسلام کو خانہ ساز کسبی نبی کی ضرورت قطعاً نہیں۔

بلکہ خلیفہ جی کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ حضور نے اپنے بعد جس نبوت کی تعریف کی ہے وہ گھر کی بنائی ہوئی ہے، جس کے مدعی کو کاذب دجال فرمایا ہے اور ایسے مدعیان نبوت بہت آئے اور انہی میں سے مرزاجی ہیں۔

انوار خلافت ص ۶۵ مصنفہ خلیفہ قادیان نمبر۲: اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت کے بعد نبی نہیں آئیں گے۔ میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔

بالکل درست ہے آسکتے ہیں کیا معنی؟ مدعیان نبوت آئے اگر نہ آتے تو حضور کی پیشن گوئی کی تصدیق کیونکر ہوتی کہ میرے بعد بہت سے دجال کذاب مدعیان نبوت آئینگے۔ ایسے دجالوں کے آنے سے خدا اپنے صادق ومصدوق نبی کی تصدیق تمام عالم پر آشکار فرماتا ہے۔ پس میری گردن کی دونوں طرف تلوار رکھ کر اگر کوئی کہے کہ کذاب مدعی نبوت کوئی نہیں آسکتا تو میں کہوں گا کہ تو کذاب ہے، جھوٹا ہے۔ ایسے دجال کذاب مسیلمہ وغیرہ کی طرح ضرور آئے۔

القول الفصل ص ۳۲: میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت لکھ آیا ہوں

کہ نبوت کے حقوق کے لحاظ سے وہ ایسی ہی نبوت ہے جیسے اور نبیوں کی۔ صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے، پہلے انبیاء نے بلاواسطہ نبوت پائی اور آپ نے بالواسطہ۔

نبوت جس کو ملتی ہے بلاواسطہ ہی ملتی ہے بالواسطہ نبوت کوئی نہیں یعنی بواسطہ اتباع واقتداء وصفائی قلب نبوت نہیں بٹتی۔ ایسی نبوت صرف فلسفیوں کے لنگر خانہ میں تقسیم ہوتی ہے۔ دیکھو بحث اکتساب نبوت۔ اور اگر ہو بھی تو لفظ خاتم النبیین کے عموم نے بلااستثناء سب کو مسدود کردیا جیسے کہ مرزاجی خود کہہ چکے ہیں۔ (دیکھو حمامتہ البشریٰ ص ۲۰، ۴۹) (عبارت نقل کرچکے ہیں)

حقیقۃ النبوۃ ص ۱۷۴: پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔

چلو چھٹی ملی خلیفہ جی نے ایک ہی ہاتھ میں ظل وبروز لغوی مجازی سارا جھگڑا ہی صاف کردیا کہ ایک کیل تک باقی نہ رکھی۔

شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے اعتبار سے مرزاجی ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں۔

''صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ (انجام آتھم ص ۲۷ حاشیہ)

حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبوت نہیں ہے۔ (اقرار نامہ ۳ فروری ۹۲ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج دوم ص ۹۵)

مرزاجی انکار کریں، مریدین زبردستی چپکائیں۔ مثل مشہور ہے: ع

''پیراں نمی پرند مریدان می پیرانند''

کشف الاختلاف محمد سرور شاہ قادیانی ص ۷: حضرت مسیح موعود (مرزا جی) رسول اللہ اور نبی اللہ جو کہ اپنی شان میں اسرائیلی مسیح سے کم نہیں اور ہر طرح بڑھ چڑھ کر ہے۔

تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸ جلد ۱۲ ص ۱۱ اگست ۱۹۱۷ء: آنحضرت کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔

حکمتوں میں رخنہ واقع ہونا تو ایک بہانہ ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا جی کے بعد اور بھی نبی آسکتے ہیں اور کوئی دعویٰ کر دے تو بحکم کل جدید لذیذ کے لوگ ادھر جھک پڑیں۔ پھر خزانہ عامرہ قادیان گھٹنے لگے گا تو نقصان ہوگا تو دولت مرزائیہ میں ضرور رخنہ واقع ہوگا اس لیے نبوت بند کی جارہی ہے۔

علاوہ اس کے حضور کے بعد ایک ہو یا دو سب سے خدا کی حکمت میں رخنہ واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک کو بھی نبوت نہیں ملے گی۔

کلمۃ الفصل صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی: تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد رسول اللہ کو اتارا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔

کہاں خدا نے وعدہ کیا اس قدر افترا علی اللہ پر جرأت۔

قاضی محمد ظہور الدین قادیانی کا شعر مندرجہ اخبار الفصل جلد ۲ نمبر ۴۳:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں   اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

سبحان اللہ! کیا شاعری کی ٹانگ توڑی ہے۔

بلاوجہ تکفیر مسلمانان

کلمۃ الفصل: اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ بلکہ وہی ہے (اگر تناسخ کے قائل ہو تو ورنہ نہیں) اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو معاذ اللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں آپ کا انکار کفر ہو۔ اور دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح (مرزا) آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے، آپ کا انکار کفر نہ ہو۔

اس قسم کا استدلال نہ تو بقراط کو آتا تھا نہ سقراط کو۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ تناسخ و حلول کو ضرور قائل ہے ورنہ بعثت اول اور بقول مرزا بعثت ثانی میں ضرور فرق ہوتا۔

اخبار الفضل قادیان ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء میں بھی یہی مضمون اور فتویٰ تکفیر ہے۔

مرزا جی پر درود

رسالہ درود شریف مصنفہ محمد اسماعیل قادیانی ص ۱۳۶: حضرت مسیح موعود (مرزا) پر درود بھیجنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت ﷺ پر بھیجنا ازبس ضروری ہے۔

اس رسالہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ مرزا جی پر بلا اتباع ذکر نبی ﷺ درود بھیجا جاسکتا ہے۔ حالانکہ یہ تصریحات علمائے اسلام کے خلاف ہے۔

خطبہ جمعہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۴ جولائی ۱۹۲۳ء: پھر بعد میں آنے والا نبی (مرزا جی) پہلے نبی (حضور) کے لیے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا (ہاں اندھوں کو یا مرزائیوں کو) سوائے آنے والے

نبی کے ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا۔ اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے۔

تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴، اپریل ۱۹۰۱ء: آپ نے (مرزا جی) نے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لیے اس بیعت میں توقف کرتا ہے، کافر ٹھہرایا ہے۔ بلکہ اس کو بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے توقف ہے، کافر ٹھہرایا ہے۔

آئینہ صداقت ص ۳۵ خلیفہ جی: کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ جس کو مرزا جی کی خبر بھی نہ پہنچے وہ بھی کافر ہے۔

انوار خلافت ص ۹۰ خلیفہ جی: ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔

ہم مسلمانوں کا بھی یہی فرض ہے کہ کسی مرزائی کو مسجد میں گھسنے نہ دیں۔ کیونکہ وہ حضور کی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور ایسوں کو ہم مرتد جانتے ہیں۔ ان سے سلام کلام تمام معاملات حرام سخت حرام فلا یقربوا المسجد الحرام حکم قرآن ہے فایاکم وایاھم لا یضلونکم فرمان رسول ہے۔ مسلمانو یہ دین کا معاملہ ہے اپنا اس میں کوئی اختیار نہیں۔

انوار خلافت ص ۹۳: غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں حتی کہ غیر

احمدی معصوم بچے کا بھی جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

مسلمان اپنے جنازہ پر ایسے نجس العقیدہ کو بلانے کب لگے، کب امام بنانے لگے، کیا اپنا جنازہ خراب کریں گے۔ میت کے لیے تو دعائے رحمت کرنا ہے۔ مرزائی کو امام بنا کر عذاب الٰہی کا نزول چاہیں گے اسی واسطے حکم ہے کہ استسقاء کے واسطے جب باہر جائیں تو کافر کو ساتھ نہ لے جائیں ورنہ بجائے رحمت کے زحمت ہوگی۔ اسی طرح کسی مرزائی کو بھی شریک نہ کریں۔

اخبار الحکم قادیان ۷ مئی ۱۹۳۴ء: جس نے اس زمانہ میں حج فرض ادا کیا ہو کہ آپ کا دعویٰ پوری طرح شائع ہو چکا اور ملک کہ لوگوں پر عموماً اتمام حجت کر دیا گیا اور حضور نے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرما دیا تو پھر اس کا حج فرض ادا نہیں ہوا۔

حقیقۃ النبوۃ ص ۱۲۴: اور گو ان ساری باتوں کے دعویٰ کرتے رہے (مرزا جی) جس کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لیے اپنے آپ کو محدث ہی کہتے رہے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔ لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ جو کیفیت اپنے دعویٰ کی آپ شروع سے بیان کرتے چلے آئے ہیں وہ کیفیت نبوت ہے، نہ کہ کیفیت محدثیت۔ تو آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا اور جس شخص نے آپ کے نبی ہونے سے انکار کیا تھا اس کو ڈانٹا کہ جب ہم نبی ہیں تو تم نے کیوں ہماری نبوت سے انکار کیا۔

ص ۱۲۴: بار بار کی وحی نے آپ کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا، کہ تئیس سال سے جو مجھ کو نبی کہا جا رہا ہے تو یہ محدث کا دوسرا نام نہیں بلکہ اس سے نبی ہی مراد ہے۔ اور یہ زمانہ

تریاق القلوب کے بعد کا زمانہ تھا اور اس عقیدے کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ) سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری ثبوت ہے۔

ص ۱۲۱ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے: جس میں آپ نے (مرزاجی) اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔

خلیفہ قادیان کے اس تخیل پر لاہوری جماعت نے ایک تنقید کی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے:

اخبار پیغام صلح ۲۷ اپریل ۱۹۳۴ء: مگر افسوس ہے کہ جناب میاں صاحب کے اس اعلان کے مطابق حضرت مسیح موعود (مرزاجی) کی یہ کم علمی اور نادانی ایسی نادانی کے ذیل میں آتی ہے۔ جسے توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد نعوذ باللہ، جہل مرکب کہتے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ آپ نبی کی تعریف تو نہ جانتے تھے مگر حالت یہ تھی کہ جہاں کسی نے آپ کی طرف دعاوی نبوت منسوب کیا اور آپ لگے مدعی نبوت پر لعنتیں کرنے۔ جو شخص ایک بات کو نہیں جانتا اور اس کے علم پر اس قدر اصرار کرے کہ لعنتوں اور مباہلوں پر اتر آئے، اس سے بڑھ کر دنیا میں جہل مرکب کا وارث کون ہوسکتا ہے۔ خود نبی ہیں اور خیر سے پتہ نہیں کہ میں نبی ہوں اور باوجود اس لاعلمی اور جہل کے آپ مدعی نبوت پر یا دوسرے لفظوں میں خود اپنے آپ پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ ذرا تامل کرتے۔

یہ بھونڈی اور قابل شرم تصویر جو جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کھینچی ہے۔ کیا اس قابل ہے کہ کسی عقلمند آدمی کے سامنے پیش کی جاسکے۔

مگر ہمارا فیصلہ ان دونوں کے خلاف ہے۔ نہ تو مرزاجی بے علم تھے جیسا کہ قادیانی جانتے ہیں، نہ منکر نبوت تھے جیسا کہ لاہوری کہتے ہیں۔ بلکہ مرزاجی کو ابتدا ہی سے

شوق تھا کہ کسی طرح میں نبی بن جاتا۔ لیکن چونکہ نبی بننا تو مشکل نہ تھا۔ مشکل تھا تسلیم کرانا۔ اس لیے مرزاجی نے سیاسی چال اختیار کی کہ پہلے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں آئے تاکہ مسلمانوں میں ایک نمایاں شخصیت پیدا ہوجائے۔ چنانچہ مسلمان عزت کرنے لگے پھر مرزاجی کا جب رنگ جما تو ولی بن گئے اور کچھ کچھ الہام ہونے لگے پھر مجدد بن گئے یہاں تک کہ مسیح موعود مہدی ہونے کے مدعی ہوئے اور اس دوران میں جب مرزاجی کی ایک جماعت تیار ہوگئی اور کچھ اعتبار ان پر کافی ہوگیا تو نبوت کا اعلان کردیا۔

اس صورت میں مرزاجی کا نہ تو جاہل ہونا لازم آتا ہے، نہ انکار نبوت۔ بلکہ ایک بہت بڑے مدبر ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور میرے خیال میں جس کو خدا کی طرف سے نبوت نہ ملے بلکہ خود نبی بننا چاہے اس کو ایسی ہی تدبیریں پالیسیاں اختیار کرنا ضروری ہیں۔

اس کی مثال یوں ہوسکتی ہے کہ ایک شخص نے چاہا کہ فلاں شخص کی دولت پر قبضہ کرنا چاہیے۔ تو اس نے اس سے جان پہچان پیدا کی۔ پھر دو روپیہ صبح کو قرض لیا شام کو دے آیا۔ دوسرے روز چار لے آیا تیسرے دن دے آیا اور برابر شکوک رفع کرنے کے لیے کہتا رہا کہ میں چور نہیں ہوں، کوئی ڈاکو نہیں ہوں۔ لعنت ہے اس پر جو بدعہدی کرے۔ اسی طرح ادھر پھیر کر کے اپنا اعتبار پیدا کرلیا۔ پھر ۱۹۰۱ء میں پچاس ساٹھ ہزار روپیہ لے آیا اور بیٹھ رہا۔ جب مانگنے کو آئے تو گالیاں سنادیں کہ تو بے ایمان ہے ایسا ویسا ہے۔

اخبار الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۱۴ء: ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری وحیوں میں حضرت اسماعیل حضرت عیسیٰ حضرت ادریس علیہم السلام کو نبی پڑھتے ہیں ویسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح موعود (مرزاجی) کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے۔ کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کر

کے اپنی بریت کا ثبوت ہم دیتے ہیں۔ ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

یعنی مرزا جی کو نبی کہہ کر پھر ظلی، بروزی، مجازی وغیرہ عنوانات سے تاویل کرنا گویا جرم کر کے بری کرنے کا طریقہ ہے۔ اگر یہی ہے تو مرزا جی نے جہاں جہاں کہا کہ میں ظلی ہوں، بروزی ہوں، مجازی ہوں سب غلط و بیکار ہوا۔ اور خود مجرم بن کر ان تاویلوں سے اپنے آپ کو شریعت کی زد سے بری کرتے رہے۔ یہی تو ہم بھی پہلے سے چیخ رہے ہیں کہ مرزا جی کی یہ تاویلیں صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہیں۔ ورنہ وہ حقیقی نبوت کے مدعی ہیں۔ بہتر ہوا مرزائیوں نے ظلی مجازی اتنی نبوتوں کا جھگڑا ہی دور کر دیا اور ہمارے لیے بھی میدان صاف ہو گیا۔

اخبار الفضل ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء: (۱) ہم بغیر کسی فرق کے بہ لحاظ نبوت انہیں (مرزا جی کو) ایسا ہی رسول مانتے ہیں جیسے کہ پہلے مسیح رسول مبعوث ہو چکے ہیں۔ (۲) جس بات نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بنایا وہی بات اس میں (مرزا جی) ہمارے نزدیک موجود تھی۔ (۳) اس کے (مرزا جی کے) اقوال و تصانیف کا ایک ایک لفظ ہمارے لیے ایسا ہی حجت قوی اور قیمتی ہے جیسے کسی اور نبی کا۔

خلاصہ یہ کہ مرزا جی کی نبوت بالکل حضور کے مقابلہ کی نبوت ہے اور ان کے نزدیک مرزا جی حضور کے مقابلہ میں کھڑے ہو رہے ہیں۔

مرزا جی کو افضل ٹھہرانا

حقیقۃ النبوۃ ص ۵ ملخصًا: بلکہ تیرہ سو سال میں رسول اللہ کے زمانہ سے آج تک امت محمدی میں کوئی ایسا انسان نہیں گزرا جو آنحضرت کا ایسا فدائی اور ایسا مطیع اور فرمانبردار

ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود تھے (مرزا جی)۔

بہت بڑے مطیع و فرمانبردار تھے کہ حضور فرمائیں مجھ پر نبوت ختم ہو گئی۔ میرے بعد نبی نہیں اور مرزا جی کہیں واہ میں نبی ہو۔ حضور فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ تشریف لے گئے، آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔ مرزا جی کہیں حیات مسیح کا عقیدہ شرک ہے اور آسمان سے نازل ہونا بالکل غلط۔ حضور فرمائیں کہ میری اولاد سے مہدی آئینگے۔ مرزا جی کہیں مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔ حضور فرمائیں کہ دجال فلاں ہے، دابۃ الارض یہ ہے، طلوع آفتاب مغرب سے یوں ہوگا، یاجوج و ماجوج فلاں ہیں۔ مرزا جی کہیں کہ حضور نے ان چیزوں کی حقیقت نہیں سمجھی صرف میں نے سمجھی۔ یہ اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

حقیقۃ النبوۃ ص ۲۵۷: اس کے (آنحضرت ﷺ کے) شاگردوں میں علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا درجہ پایا۔ اور نہ صرف یہ کہ نبی بننا بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔

تقریر خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۲۰ مئی ۱۹۳۴ء: حضرت مسیح موعود کے اتباع میں بھی کہتا ہوں کہ مخالف لاکھ چلائیں کہ فلاں بات سے حضرت عیسیٰ کی ہتک ہوتی ہے۔ اگر رسول اللہ کی عزت قائم کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ یا اور کسی کی ہتک ہوتی ہے تو ہمیں ہرگز اس کی پروا نہ ہوگی۔

ظالم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ کسی اور نبی کی ہتک کرنا حضور کی ہتک کرنا ہے۔ اسی واسطے حضور نے فرمایا **لاتفضلونی علی یونس ابن متی** (مشکوۃ شریف) میری اس طرح حضرت یونس پر عزت نہ بڑھاؤ جس میں ان کی تنقیص و ہتک ہو، انبیاء آپس میں سب بھائی

بھائی ہیں ایک کی عزت دوسرے کی عزت ہے۔ یہ جائز نہیں کہ کسی کی عزت بڑھانے میں دوسرے کی توہین کرو۔ یہ ہی اعلیٰ درجہ کی حرمان نصیبی اور بے دینی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ.

انوار خلافت ص ۱۸: میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت (اسمه احمد) مسیح موعود (مرزا جی کے) متعلق اور احمد آپ ہی ہیں۔

ص ۳۹: غرض یہ دس ثبوت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا جی) بھی احمد تھے۔ اور آپ ہی کی نسبت اس آیت میں پیشگوئی ہے۔

اخبار الفضل ۲، ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء: ہم تو ظلی طور پر آپ کو "اسمه احمد" والی پیشگوئی کا مصداق نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک آپ اس کے حقیقی مصداق ہیں۔

حضور اکرم ﷺ خود فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں حضرت عیسیٰ نے میرے لیے بشارت دی انا بشارة عیسیٰ. تمام صحابہ اس کے قائل ہیں تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین متکلمین صوفیاء کرام سب کا یہی مذہب ہے کہ اس آیت میں حضور تاجدار مدینہ کے لیے بشارت ہے۔ پھر کیسی زبردستی ہے اور کیسا تمام علمائے اسلام کا خلاف ہے کہ اس آیت کو مرزا جی پر محمول کیا جائے۔ آزادی کا زمانہ ہے جو چاہے انسان کہے۔

ریویو قادیان جون ۱۹۲۵ء: حضرت مسیح موعود (مرزا جی کا) ذہنی ارتقا آنحضرت سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی اور یہ جزئی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا جی کو) آنحضرت پر حاصل ہے۔

اخبار الفضل قادیان ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء: کے مضمون کا خلاصہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین میں سب نبیوں سے عہد لیا گیا تھا اور حضور سے بھی عہد لیا گیا تھا۔ ثم جاءکم رسول سے مراد مرزا جی ہیں تو مرزا جی کے لیے تمام نبیوں سے بلکہ حضور سے عہد لیا گیا۔

معاذ اللہ حضور اکرم ﷺ کی کس قدر توہین ہے کہ اگر حضور اس زمانہ میں ہوتے تو مرزا جی پر ایمان لاتے اور ان کی بیعت کرتے۔ تو مرزا جی کا مرتبہ حضور سے بھی بڑھ گیا۔ ابعد اللہ عن رحمته قائله و معتقده.

قادیان کی برکتیں

منصب خلافت ص ۲۳ خلیفہ قادیان: پھر ایک اور بڑا ذریعہ تزکیہ نفوس کا ہے۔ جو مسیح موعود نے کہا ہے اور میرا یقین ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ ہر ہر حرف اس کا سچا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص جو قادیان نہیں آتا یا کم از کم ہجرت کی خواہش نہیں رکھتا۔ اس کی نسبت شبہ ہے کہ اس کا ایمان درست ہو قادیان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے انه اوی القریة فرمایا۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہاں مکہ مدینہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا جی) بھی فرماتے تھے:

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

جو کچھ تزکیہ نفوس ہوتا ہے اور جو برکات نازل ہوتے ہیں ان کو مجھ سے زیادہ مقامی حضرات بہتر جانتے ہیں۔ نہ ہمیں تزکیہ نفوس کی وہاں کے تصوف کی ضرورت ہے اور نہ وہاں کی برکات سے ہمیں حصہ لینا ہے۔ اس لیے اس کی فہرست بھی ہم کو مرتب کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس قدر ضرور کہتا ہوں کہ قادیان کی برکتوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس کے رہنے والے نبی نے افیون بھی کھائی اور شراب بھی استعمال کی اور مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کے متصل ہی ایک بتخانہ اور پیپل کا درخت ہے، جو پوجا جاتا ہے۔ حرم محترم کی ہونے کی یہی علامت ہے کہ کعبہ کے نزدیک سے بت خانہ بھی نہ ہٹایا گیا۔ اور مرزا جی دنیا سے چل بسے اور بت خانہ اب تک موجود۔ جس کو فقیر نے خود قادیان جا کر دیکھا۔ افسوس صد افسوس العبرة العبرة.

باپ پر بیٹے کا حملہ

مرزا جی کو الہام ہوا ’’کرمہائے تو مارا کرد گستاخ‘‘ (براہین احمدیہ ص ۵۵۵)

ان کے لڑکے خلیفہ ثانی جی لکھتے ہیں کہ:

’’نادان ہے وہ شخص جس نے کہا کرمہائے تو مارا کرد گستاخ کیونکہ خدا کے کرم انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے۔ (الفضل ص ۱۲، ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء)

یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ خدا کے نبی و رسول کا دماغ اعلیٰ ہوتا ہے۔ حافظہ نہایت صحیح ہوتا ہے۔ دماغی امراض جنون، مالیخولیا، مراق، مرگی اور ہسٹیریا سے انبیاءؑ کرام پاک ہوتے ہیں۔

ان کی قوت مدرکہ اس شان کی ہونا چاہیے۔ یکاد زیتها یضیئ ولو لم تمسسه نارٌ فطرتاً انبیاء کرام ایسے امراض سے معصوم ہوتے ہیں ایک سیکنڈ کے لیے بھی ان امراض کا امکان متصور نہیں۔ خدا جانے خدا کی وحی کس وقت آوے لہٰذا ہر وقت ان کی قوت مدرکہ حافظہ عاقلہ قبول فیض الٰہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اگر خدا کی وحی آئے اور ادھر مرزا جی کی طرح دورہ مراق ہسٹریا میں مبتلا ہو گیا تو پھر سب بیکار گیا۔ خدا نے کیا کہا اور بندے نے کیا سنا لوگوں کو بھی خیال ہوگا کہ یہ جو کچھ کہتا ہے شاید دورہ کی حالت میں کچھ گڑبڑ ہو گیا۔

مرزائی صاحبان خود اس کے مقر ہیں کہ: اس مرض میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو نہیں رہتا۔

(رسالہ ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۰۶)

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ مرزا جی میں ان اصول کے خلاف تو کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے۔

مرزا جی میں مراق کے جلوے

ہم کو سخت تعجب آتا ہے اور ہنسی کہ مرزا جی خود اقرار کرتے ہیں کہ مجھ کو مراق ہے۔

تشحیذ الاذہان جلد ا نمبر ۲ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۵ اخبار بدر قادیان جلد ۲ نمبر ۲۳، ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵ مرزا جی کہتے ہیں۔

’’دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت نے پیشگوئی کی تھی۔ جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول‘‘۔

رسالہ ریویو آف ریلیجز ج ۲۴ نمبر ۴ اپریل ۱۹۲۵ء ص ۴۵: ’’حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے مراق کی بیماری ہے‘‘۔

اگست ۱۹۲۶ء ص ۶: مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا۔ اور اس کا باعث سخت دماغی محنت تفکرات غم اور سوء ہضم تھا۔ جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا۔ اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔

غرضیکہ مرزا جی مرض مراق میں گرفتار تھے۔

مراق کیا ہے؟

شرح اسباب ج ۱ ص ۷۴: مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں۔

حدود الامراض ص ۵۱: ’’شیخ بوعلی سینا نے کہا ہے کہ مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مالخولیا مراقی کہا جاتا ہے۔‘‘

بیاض نورالدین جزاول ص ۲۱۱ مصنفہ حکیم نورالدین صاحب قادیانی خلیفہ اول مرزاجی:

چونکہ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے اور مالیخولیا مراقی میں دماغ کو ایذا پہونچتی ہے اس لیے مراق کو سر کے امراض میں لکھا گیا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ''مراق مالیخولیا کی ایک قسم ہے اور جنون پاگل پنے کا ایک حصہ۔''

علامات مالیخولیا

علامت اول: بعض مریضوں کو یہ فساد اس حد تک پہنچادیتا ہے کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اور اکثر آئندہ واقعات کی خبر پہلے سے دے دیتا ہے۔ (شرح اسباب ج ا ص ۶۹)

علامت دوم: بعض مریض مالیخولیا میں یہ فساد اس حد تک پہونچتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرشتہ سمجھتا ہے اور بعض اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سمجھنے لگتا ہے۔ (شرح اسباب ج ا ص ۶۹)

علامت سوم: بعض عالم اس مرض میں مبتلا ہو کر پیغمبری کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں اور اپنے بعض اتفاقی واقعات کو معجزات قرار دینے لگتے ہیں۔ (مخزن حکمت ج ۲ ص ۱۳۵۲)

حکیم نورالدین صاحب قادیانی خلیفہ اوّل مرزاجی کیا کہتے ہیں

''مالخولیا کا کوئی مریض خیال کرتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ (بیاض نورالدین حصہ اول ص ۲۱۲)

مرزاجی نے چونکہ خود اقرار کیا کہ مجھ کو مراق ہے۔ طبیبوں نے تحقیق کی کہ مراق مالیخولیا جنون کی ایک قسم ہے۔ اور اس کی چند علامتیں بھی بیان کیں۔ یہ علامتیں ہم کو مرزاجی

میں ملتی ہیں۔ مرزاجی نے علم غیب کا بھی دعویٰ کیا۔ یہ بھی کہا کہ میرا نام میکائیل فرشتہ ہے۔ مرزاجی نے خدائی کا بھی دعویٰ کیا۔ مرزاجی نے یہ بھی کہا کہ میں آریوں کا بادشاہ ہوں۔ مرزاجی نے نبوت ورسالت کا بھی دعویٰ کیا۔

قرین قیاس ہے کہ مرزاجی کی ساری کمائی براہین احمدیہ حصہ اول سے لے کر اخیر زمانہ تک اس دولت مراق کا نتیجہ ہو۔

اس میں شک نہیں کہ جو شخص مراق مالیخولیا جنون کا بزبان خود مقر ہو وہ ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔ زیادہ ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس قدر سن لو کہ مرزائی فیصلہ کیا ہے۔

ریویو بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۶، ۷: ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا، تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لیے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ ایسی چوٹ جو اس کی صداقت کی عمارت کی بیخ وبن سے اکھیڑ دیتی ہے''۔

''ایں خانہ تمام ذوالمراق است''

ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱: جب خاندان سے اس کی ابتدا ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (میاں محمود احمد صاحب) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔ مسئلہ اجرائے نبوت اسی کا نتیجہ ہے۔

اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴ پر: مرزا صاحب کہتے ہیں میری بی بی کو بھی مراق کی بیماری ہے۔ شاید میاں محمود صاحب کی مراقی ہونے کی یہی وجہ ہے۔

مراقی کی عزت کیا ہے؟

کتاب البریہ ص ۲۳۸ کے حاشیہ پر: مرزا جی حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے کے متعلق لکھتے ہیں ''مگر یہ بات یا تو بالکل جھوٹ منصوبہ یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا''۔ یعنی بے اعتبار ہے جب مراقی کی بات قابل اعتبار نہیں۔ تو مرزا جی کے دعاوی کیونکر قابل اعتبار ہو جائیں۔ جبکہ وہ خود اقراری مراقی ہیں۔

منطق کی شکل اول کی صورت میں یہ قاعدہ ذکر کے دیتا ہوں۔

صغریٰ: مرزا جی مراق، مالیخولیا، جنون، ہسٹیریا میں مبتلا ہیں۔

کبریٰ: اور جو ان امراض میں مبتلا ہے وہ نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔

نتیجہ: مرزا جی نبی اور رسول نہیں ہو سکتے۔

اثبات

صغریٰ: مرزا جی نے خود اقرار کیا ہے کہ میں مراق ہسٹیریا میں مبتلا ہوں۔

کبریٰ: تمام اہل اسلام اطبا و بلکہ قادیانی حکیم، ڈاکٹر معترف ہیں کہ ان امراض کا مبتلا نبی نہیں ہو سکتا۔

نتیجہ

خود بخود ظاہر ہے کہ ''مرزا جی نبی نہیں ہو سکتے''۔

مناظر اسلام حضرت مولانا

ابو منظور محمد نظام الدین حنفی قادری ملتانی

(وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت مولانا ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری قدس سرہ ملتان شریف میں پیدا ہوئے ۔ اپنے دور کے باکمال اساتذہ سے تحصیل علم کی ۔ دربار شریف حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے سجادہ نشین حضرت امیر سلطان قدس سرہ کے دست راست مبارک پر بیعت ہوئے اور تا حیات تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت وجماعت کی تبلیغ وحمایت کرتے رہے۔ مناظرہ میں یدطولی رکھتے تھے۔

آپ کی تصانیف پر عموماً اعلان درج ہوتا تھا۔

''اہل اسلام پر واضح ہو کہ اگر آپ کو کوئی وہابی ،شیعہ ،مرزائی ، چکڑالوی ستائے اور چیلنج دے تو فوراً مولانا نظام الدین ملتانی رئیس المناظرین کو با نظام جلسہ طلب کریں لیکن دس دن پہلے اطلاع دیں۔ ممدوح صاحب ان کے ساتھ ہر وقت مناظرے کے لئے تیار ہیں'' ۔ آپ بفضلہ تعالیٰ ہر مناظرے میں کامیاب رہتے یہی وجہ تھی کہ مخالفین ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔

رد قادیانیت:

رد قادیانیت پر آپ نے ''قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی'' تحریر فرمائی ۔ یہ کتاب نہایت سہل انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ مرزا کے دعوؤں کو سوالات کی صورت میں بیان کیا گیا اور ان کے رد کے لئے مختصر اور جامع جوابات دئے گئے ہیں جن کے ذریعے نہ صرف ایک عام شخص مرزا کے کفریہ عقائد سے واقف ہو جاتا ہے بلکہ اسے مرزائیوں سے دفع اوران کے جھوٹ سے پردہ اٹھانے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

دیگر تصنیفات :

مولانا محمد نظام الدین ملتانی قدس سرہ نے تصانیف کا بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن

آپ کے صاحبزادے کاشتکاری میں مصروفیت کی بناء پر آپ کی تصانیف کی اشاعت نہیں کر سکے اس لئے آجکل یہ کتابیں نایاب ہیں۔ آپ کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱...... سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ، گیارہ حصوں میں ان سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً اطراف واکناف سے آپ سے پوچھے گئے۔ بحمدہ تعالیٰ یہ فتاویٰ مکتبہ علویہ رضویہ ڈچکوٹ روڈ لائل پور سے چھپ چکا ہے۔ تکملہ فتاویٰ نظامیہ اس سے الگ ہے۔

۲...... حقیقت مذہب شیعہ (چار حصے)

۳...... اباطیل وہابیہ

۴...... النصح والمآرب فی احکام اللحیٰ والشوارب

۵...... القول الجلی فی رد حسین علی فی کشف المغیبات للنبی ﷺ

۶...... عقائد علماء دیوبند

۷...... سیف النعمان علی اهل الطغیان

۸...... تحفۃ الناظرین یادگار نظام الدین۔

۹...... سلطان التفاسیر (دس پارے)

۱۰...... شرح قصیدہ بردہ شریف

۱۱...... جرعۃ غسلین در حلق غیر مقلدین

۱۲...... رسالہ عدم جواز رفع یدین وآمین بالجہر وغیرہ۔

حضرت مولانا نظام الدین ملتانی قدس سرہ کا مولد ومنشا ملتان شریف ہے۔ بعد ازاں وزیرآباد، دروازہ موجدین میں منتقل ہوگئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا شفیع مدظلہ خطیب اعظم کامونکی مولانا نظام الدین ملتانی کے شاگردوں میں سے ہیں لیکن افسوس کہ کوشش بسیار کے باوجود ان کے تفصیلی حالات و کوائف حاصل نہ ہو سکے۔

قہرِ یزدانی

برقلعہ قادیانی

تصنیفِ لطیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

ابومنظور محمد نظام الدین حنفی قادری ملتانی

(وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین ط اما بعد

خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین برادران اہل سنت والجماعت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آج کل فرقہ مرزائیہ نے لوگوں کو طرح طرح کی باتیں سنا کر دام تزویر میں پھنسا رہے ہیں لہٰذا خادم شریعت نے یہ رسالہ بڑی جانفشانی سے تیار کیا ہے تا کہ عوام الناس ان کے ہتھکنڈوں سے بچ جائیں۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔**

سوال: مرزا صاحب قادیانی کو اگر مسیح موعود علیہ السلام، حضرت امام مہدی علیہ السلام مانا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل: غلام محی الدین)

جواب: مرزا قادیانی کو امام مہدی و عیسیٰ ماننا بھی منع ہے۔ بلکہ شارع علیہ السلام نے اسکے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر، دائرۂ اسلام سے خارج گنا ہے۔ پھر اسکی بیعت کہاں اور امام مہدی و عیسیٰ مسیح ماننا کس طرح پر جائز ہوسکتا ہے؟ اور علاوہ اسکے انکے علامات مرزا صاحب میں ہرگز نہیں پائے جاتے۔ اور وہ یہ ہیں ناظرین ملاحظہ کریں:

نمبر ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم تھے اور بے پدر تھے مرزا غلام احمد قادیانی کی والدہ چراغ بی بی اور باپ غلام مرتضیٰ تھا۔

نمبر ۲: اور انکا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام وروح القدس اور انکا نام غلام احمد۔

نمبر ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں منارہ شرقی پر اتریں گے۔ اور مرزا صاحب نے تو دمشق کو دیکھا ہی نہیں۔

نمبر ۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کوہ طور پر لیجائیں گے۔ مرزا صاحب نے یہ مکان بھی نہیں دیکھا۔

نمبر ۵: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کے اثر سے کافر مر جائیں گے۔ مرزا صاحب کا نام سن کر لڑائی کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

نمبر ۶: حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق میں اتر کر عصر کی نماز لوگوں کے ساتھ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے پڑھیں گے اور دجال کو طلب کریں گے اور انکے لیے زمین سمٹ جائے گی مرزا صاحب کو یہ باتیں کہاں نصیب ہوئیں؟

نمبر ۷: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے محاصرہ سے بیت المقدس کو آزاد کریں گے اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں؟

نمبر ۸: حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں آپکے روضہ میں مدفون ہونگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی اور حج بھی کریں گے۔ مرزا قادیانی صاحب کو یہ مرتبہ کہاں ملا مرزا صاحب تو لاہور میں ناگہانی موت سے فوت ہوئے اور قادیانمیں مدفون ہوئے۔

نمبر ۹: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو مقام لد پر قتل کر کے نیزوں پر چڑھا کر لوگوں کو دکھائیں گے۔ لیکن مرزا صاحب قلم کا گھوڑا ہی چلاتے رہے۔

نمبر ۱۰: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یاجوج وماجوج ہوں گے اور اسلام وعدل سے زمین پر ہو جائے گی اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی بشر صدقہ دیا ہوا کسی سے قبول نہ کرے گا۔ اور مرزا صاحب کے زمانہ میں زنا، چوری وخون ریزی اور فرقہ بندی و بے انصافی وقطع رحمی کا نہایت درجہ کا زور شور تھا۔ یہاں تک کہ مرزا صاحب نے اپنے منکرین مسلمین غیر احمدیہ کو کافر و دجال کہہ کر یہ فتویٰ شائع کر دیا کہ انکے پیچھے نماز احمدی کی ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی انکے ساتھ رشتہ داری کرنا درست ہے۔ (دیکھو فتویٰ احمدیہ)

نشانات امام مہدی علیہ السلام

نمبر ۱: اسم شریف محمد بن عبداللہ فاطمۃ النسب ذات ہاشمی علوی اہل عرب مکی، مرزا صاحب

کا نام غلام احمد بن غلام مرتضیٰ ذات مغل پنجابی قادیانی۔

نمبر ۲: حضرت امام مہدی مکہ میں ظہور فرمائیں گے رکن میں بیعت لیں گے۔ اور انکے پاس کہاں ہیں؟ نہ اسکو علم حضوری اور نہ ہی اسنے مکہ کو دیکھا اور نہ ہی اسنے رکن دیکھا جو حاجیان کو انکی زیارت نصیب ہوا کرتی ہے۔

نمبر ۳: حضرت امام مہدی کا ظہور تین سو تیرہ ابدالوں کے ساتھ ہوگا جو رات کو عابد زاہدوں کو شیر اور لوگ ان کو بیعت لینے کے لئے مجبور کریں گے وہ انکار فرمائیں گے۔ مرزا صاحب کے افعال واقوال اسکے برعکس لیتے اور مرزا صاحب کے ہمرائیوں کی عابدی اور شیری ہر ایک فرد بشر کو روشن ہے۔

نمبر ۴: حضرت امام مہدی کی لڑائی سفیانی وروم والے کے ساتھ ہوگی اور انکے زمانہ میں پانی پر سیاہ جھنڈے اتریں گے اور ان کے زمانہ میں عدل وانصاف نہایت درجہ کا ہوگا اور مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ امور ہرگز پائے نہیں جاتے۔ پس ناظرین جبکہ مرزا صاحب میں یہ نشانات مفقود ہیں تو پھر کس لیے امام مہدی وعیسیٰ مسیح مانا جا سکتا ہے اور یہ علامات مشکوٰۃ شریف وترمذی ونسائی ومشارق الانوار وغیرہ کتب حدیث میں مسطور ہیں ملاحظہ کریں۔

سوال: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرے لیے چاند اور سورج نے شہادت دی ہے چنانچہ سورج وچاند کو مطابق فرمودہ نبی ﷺ کے ''گرہن ماہ رمضان میں لگا۔ پس یہ دلیل میرے امام ہونے کی ہے۔

جواب: مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ وہ دلیل اصل میں یہ ہے:
قَالَ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ فِيْ اَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِيْ نِصْفٍ مِّنْهُ. ترجمہ: یعنی امام باقر و محمد بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے امام مہدی کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے

آسمان وزمین پیدا ہوئے ہیں۔ کبھی ایسے نشان نہیں ہوئے۔ (یعنی خرق عادت کے طور پر)
اول رات رمضان میں چاند کا گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں سورج کا۔

اب ناظرین و مرزائی صاحبان ایمان سے فرمادیں کہ واقعی ایسا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں ہوا اور یہاں پر مرزا صاحب نے غلط معنی کیے ہیں کہ ’’اول کے معنی ۱۲ و ۱۳ اور نصف رمضان کے معنی ۲۸، ۲۹‘‘۔ قربان جائیے ایسی سمجھ پر اور ساتھ یہ بھی دھوکہ دیدیا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ حالانکہ نظام حساب قمری کے موافق جبکہ چاند و سورج کا دور ختم ہوکر اجتماع آنے کا ہوگا تو چاند و سورج کو ماہ رمضان میں ضرور گرہن لگے گا اور افسوس کہ اس حدیث کو مرزا صاحب نے کیوں ترک کردیا: قبل خروج المهدی ینکسف القمر فی شهر رمضان مرتین.

اور علاوہ اس کے مرزا صاحب نے خود اپنی کتاب ’’کشف الغطاء‘‘، صفحہ ۱۲ میں صاف صاف بایں طور پر تحریر کردیا ہے کہ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کی انتظاری ہے جو فاطمہ اور حسین کی اولاد میں سے ہوگا اور نیز ایسے مسیح کی بھی انتظاری ہے جو اس مہدی سے مل کر مخالفان اسلام سے لڑائیاں کرے گا مگر میں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب خیالات لغو اور باطل اور جھوٹ ہیں اور ایسے خیالات کے ماننے والے سخت غلطی پر ہیں ایسے مہدی کا وجود ایک فرضی وجود ہے اور جو نادانی اور دھوکا سے مسلمانوں کے دلوں پر جما ہوا ہے اور سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں اور ایسی تمام حدیثیں موضوع اور بے اصل اور بناوٹی ہیں جو غالباً عباسیوں کی سلطنت کے وقت میں بنائی گئی ہیں من عینہ۔ اور سچ یہ ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے۔ تو ایک شخص عیسیٰ مسیح ہے۔ (ملخصاً)......الخ

پس ناظرین یاد رکھیں کہ جب مرزا صاحب نے خود امام مہدی آخر الزمان کی

آمدن سے صاف صاف انکار کردیا ہے۔ تو پھر اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کہلانا دروغ گورا حافظہ نباشد کی مثال صادق آگئی یا نہیں۔ اور اسکو امام مہدی ماننے والا کذاب تصور ہوگا یا نہیں؟ فقط۔ (المجیب ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: نبی ﷺ کے بعد دعوٰی نبوت کرنا درست ہے یا نہیں۔ اور جو شخص یہ کہے کہ میں بروزی یا ظلی نبی ہوں اسکے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: آنحضور ﷺ کے بعد دعوئ نبوت کرنا صریح کفر ہے۔ اور مدعی نبوت بعد از آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کے قابل قتل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع امت سے یہ امر اظہر من الشمس ہے لقوله تعالیٰ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا.

یعنی ’’محمد رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے‘‘۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں لفظ لکن سے جو کہ استدراک رفع توہم کے لیے بولا جاتا ہے۔ لا کر ابوت کی نفی فرمادی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے حقیقی باپ نہیں کہ جس سے حرمت مصاہرت وغیرہ لازم ہو۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام ازروئے شفقت و محبت کے باپ ہوا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے کہا۔ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ اور محمد رسول اللہ ﷺ تو از راہ شفقت کے تمہارے والدین سے بھی زیادہ محبت کرنے والے ہیں‘‘ اور انہیں کے وجود پر شفقت و محبت و رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور تمہارے لیے اور کسی نبی کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی ذات پر ہی تمام امور ختم ہوچکے ہیں۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۝ پس اس آیت کریمہ سے کمالیت دین

اور تمام نعمت اور رضا مندی بھی ظاہر ہوگئی اور آپکی شفقت کا انتہاء بھی ظاہر ہوگیا اور ختم نبوت بھی آنحضور ﷺ کی اظہر من الشمس ہوگئی اور علاوہ اسکے آیت کریمہ میں (النّبیین) موجود ہے جو مطلق ہے اور اسپر الف لام استغراق کا ہے جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ آپ کی ذات والاصفات کی بعثت کے بعد کسی قسم کا نبی ظلی، بروزی مستقل نہیں آسکتا اور خاتم کے معنی مہر وانگوٹھی اور آخری، زبان عرب میں آیا کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ خاتم کسی قوم کی طرف مضاف ہو تو وہاں سوا اس معنی کے اور نہیں لیے جاسکتے چنانچہ: خاتم القوم وخاتم النبیین هكذا فی لسان العرب وغیرہ وغیرہ اور مفردات راغب میں مسطور ہے: خاتم النبیین ختم النبوته ای تتمها بمجیه یعنی آپ خاتم النّبیین اس لئے ہوئے کہ آپ نے نبوت کو ختم کردیا۔ بسبب آنے آپ کے از تصنیف امروئی۔

علاوہ ان دلائل کے ناظرین یاد رکھیں کہ جب آنحضور ﷺ کی ذات والا صفات تمام جہانوں کے لیے قیامت تک کامل نبی ہوکر تشریف فرمائیں اور حیات النبی ہیں تو پھر مرزا صاحب کی نبوت ماننے کی ہمیں کیا ضرورت رہی دیکھو لقوله تعالیٰ: قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا...... الخ وَلِقَوْلِهٖ تعالیٰ: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

پس یہ ہر دو آیتیں ہر زمانہ و ہر مکان و ہر مذہب والے کے لئے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر ایک کے لیے کافی وافی ہیں اور قیامت تک کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں اور وہ ایک ہی نبی کامل ہے جس کے ذریعہ سے ہر فرد اپنے خالق حقیقی تک پہنچ سکتا ہے اور نجات حاصل کرسکتا ہے اور ان کے ہوتے کسی ظلی بروزی نبی کی ضرورت نہیں۔

اور آنحضور ﷺ نے اپنی خاتمیت نبوت اور جھوٹے مدعیان نبوت کی نسبت خود کئی دفعہ زبان درفشان سے فرمایا ہوا ہے چنانچہ بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک حدیثیں

تحریر کردی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَايَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ الْاَوْثَانَ وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَلَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی و مشکوۃ کتاب الفتن فصل ثانی) ترجمہ: روایت ہے ثوبان سے کہ فرمایا ''رسول خدا ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جائے گی تلوار میری امت میں نہیں اٹھائی جائے گی تلوار قیامت تک اور نہیں قیامت قائم ہوگی یہاں تک کہ ملیں گے میری امت کے قبیلے مشرکین سے اور یہاں تک کہ نہ بتوں کو پوجیں گے اور نشان یہ ہے کہ قریب ہے کہ امت میری میں جھوٹے تین آدمی ہوں گے جو کہ (اپنے آپ کو نبی اللہ کہیں گے) اور حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں اور نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ اور ہمیشہ رہے گی ایک جماعت غالب میری امت سے حق پر اور نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے گا حکم خدا تعالیٰ کا۔

اور بخاری و مسلم و مشکوۃ باب مناقب علی ؓ فصل اول میں بایں الفاظ حدیث آنحضور ﷺ کی نبوت پر شاہد ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (متفق علیہ) ترجمہ: یعنی سعد بن وقاص سے منقول ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے حضرت علی ؓ کے لیے کہ ''تو مجھے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے مگر فرق یہی ہے کہ نہیں ہے کوئی نبی بعد میرے''۔

اور تمام نعمت اور رضا مندی بھی ظاہر ہوگئی اور آپکی شفقت کا انتہاء بھی ظاہر ہوگیا اور ختم نبوت بھی آنحضور ﷺ کی اظہر من الشمس ہوگئی اور علاوہ اسکے آیت کریمہ میں (النّبیین) موجود ہے جو مطلق ہے اور اسپر الف لام استغراق کا ہے جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ آپ کی ذات والا صفات کی بعثت کے بعد کسی قسم کا نبی ظلی، بروزی مستقل نہیں آسکتا اور خاتم کے معنی مہر وانگوٹھی اور آخری، زبان عرب میں آیا کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ خاتم کسی قوم کی طرف مضاف ہو تو وہاں سوا اس معنی کے اور نہیں لیے جاسکتے چنانچہ: خاتم القوم و خاتم النبیین هکذا فی لسان العرب وغیرہ وغیرہ اور مفردات راغب میں مسطور ہے: خاتم النبیین ختم النبوته ای تتمها بمجیه یعنی آپ خاتم النّبیین اس لئے ہوئے کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا۔ بسبب آنے آپ کے از تصنیف امروئی۔

علاوہ ان دلائل کے ناظرین یاد رکھیں کہ جب آنحضور ﷺ کی ذات والا صفات تمام جہانوں کے لیے قیامت تک کامل نبی ہوکر تشریف فرمائیں اور حیات النبی ہیں تو پھر مرزا صاحب کی نبوت ماننے کی ہمیں کیا ضرورت رہی دیکھو لقوله تعالیٰ: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا...... الخ وَلِقَوْلِهِ تَعَالیٰ: وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○

پس یہ ہر دو آیتیں ہر زمانہ و ہر مکان و ہر مذہب والے کے لئے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر ایک کے لیے کافی وافی ہیں اور قیامت تک کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں اور وہ ایک ہی نبی کامل ہے جس کے ذریعہ سے ہر فرد اپنے خالق حقیقی تک پہنچ سکتا ہے اور نجات حاصل کرسکتا ہے اور ان کے ہوتے کسی ظلی بروزی نبی کی ضرورت نہیں۔

اور آنحضور ﷺ نے اپنی خاتمیت نبوت اور جھوٹے مدعیان نبوت کی نسبت خود کئی دفعہ زبان درفشاں سے فرمایا ہوا ہے چنانچہ بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک حدیثیں

تحریر کر دی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ حَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلٰثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيُّ اللهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَلَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی و مشکوۃ کتاب الفتن فصل ثانی) ترجمہ: روایت ہے ثوبان سے کہ فرمایا ''رسول خدا ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جائے گی تلوار میری امت میں نہیں اٹھائی جائے گی تلوار قیامت تک اور نہیں قیامت قائم ہوگی یہاں تک کہ ملیں گے میری امت کے قبیلے مشرکین سے اور یہاں تک کہ نہ بتوں کو پوجیں گے اور نشان یہ ہے کہ قریب ہے کہ امت میری میں جھوٹے تین آدمی ہوں گے جو کہ (اپنے آپ کو نبی اللہ کہیں گے) اور حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں اور نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ اور ہمیشہ رہے گی ایک جماعت غالب میری امت سے حق پر اور نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے گا حکم خدا تعالیٰ کا۔

اور بخاری و مسلم و مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ فصل اول میں بایں الفاظ حدیث آنحضور ﷺ کی نبوت پر شاہد ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (متفق علیہ) ترجمہ: یعنی سعد بن وقاص سے منقول ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کہ ''تو مجھے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے مگر فرق یہی ہے کہ نہیں ہے کوئی نبی بعد میرے''۔

اور مشکوٰۃ میں عقبہ بن عامر سے ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے: لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ یعنی فرمایا ''آپ نے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت ابن عمر بن خطاب ہوتا''۔ اور مشکوٰۃ باب اسماء النبی فصل اول حضرت جبیر بن مطعم سے ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ ''میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور ماحی ہوں اور حاشر ہوں اور عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے کہ جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو''۔ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ (نقل از بخاری و مسلم) اور حدیث صحیح مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے: وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اور ایک حدیث میں بایں طور پر ہے کہ فرمایا آپ نے: مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُہٗ تُرِکَ مِنْہُ مَوْضِعُ لِبْنَۃٍ فَطَافَ بِہِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِہٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْکَ اللبنۃ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَۃِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا اللبنۃ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ○ (نقل از مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل اول) ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے ''مثل میری اور مثل انبیاء کی ایک محل کی ہے کہ اچھی بنائی گئی دیوار اسکی اور چھوڑی گئی اس محل سے ایک اینٹ کی جگہ پھر پھرنے لگے اسکے چوگرد دیکھنے والے اور حالانکہ تعجب کرتے تھے۔ اس دیوار کی خوبی سے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ میں ہوا کہ بند کی اینٹ کی جگہ جو خالی تھی۔ ختم کی گئی دیوار ساتھ میرے اور ختم کئے گئے تمام رسول ساتھ میرے'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں مثل اس اینٹ کے ہوں اور میں ختم کرنے والا ہوں نبیوں کا''۔

اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ آنحضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی قسم کا نبی ہرگز نہیں آسکتا اور نہ ہی دعویٰ نبوت کرنا اسکا سچا تصور کیا جاسکتا ہے اور نبوت ظلی یا بروزی وغیرہ تشریعی اپنے آپکو

کہلانا منع ہے کیونکہ یہ الفاظ بناوٹی ہیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے یہ الفاظ نہیں۔ لہٰذا مدعی نبوت بعد از آقائے نامدار ﷺ کے کافر و حکم مرتد میں گنا گیا ہے (دیکھو شرح شفا قاضی عیاض وغیرہ کتب معتبرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب المنظور محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: مرزا قادیانی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں انکی قبر کشمیر میں ہے کیا یہ کہنا اسکا درست ہے یا غلط؟ فقط (السائل الی حقر العباد غلام محی الدین از کوٹلہ)

جواب: بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آخر فوت ہونگے اور انکی قبر نہ ہی کشمیر میں ہے اور نہ کسی اور جگہ ہے اور یہ محض مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ کا کہنا غلط اور خلاف قرآن مجید و اجماع صحابہ و احادیث نبویہ کے ہے چنانچہ دلائل قاطعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ: وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ط وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ○ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ○ یعنی ''یہودی کہتے رہے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور حالانکہ نہ اسکو قتل کیا ہے اور نہ اسکو سولی سے مارا۔ انکے واسطے شبہ ڈالا گیا اور لوگوں نے اسکے بارے میں اختلاف کیا اور وہ اسکی طرف سے ضرور شک میں ہیں انکو اسکا کچھ علم نہیں صرف انہوں نے ظن کی پیروی کی اور یقیناً اسکو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا اور کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اسپر ایمان لائے گا۔ اور قیامت کے دن ان پر شہید (گواہ) ہوگا''۔ (صفحہ ۱۴۰ تفسیر قرآن بالقرآن از عبدالحکیم ڈاکٹر)

پس اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ کسی نے قتل کیا ہے اور نہ ہی سولی پر چڑھایا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ ہی اپنی طرف قدرت کاملہ سے

اٹھالیا ہے۔اوران کے ساتھ ضروراہل کتاب ایمان لائیں گے۔اورآیت سورۂ زخرف نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر شاہد ہے لقولہ تعالیٰ: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ○ یعنی ''اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی'' (ترجمہ: شاہ رفیع الدین) اور تفسیر عباسی وتفسیر ابن کثیر وتفسیر کشاف وتفسیر جامع البیان وتفسیر حسینی وتفسیر درمنثور وتفسیر فتح البیان وتفسیر مدارک وتفسیر معالم وخازن ودیگر تمام وتفاسیر معتبرہ میں یہی لکھا ہے۔کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں اور تمام کتب احادیث بھی اس پر شاہد ہیں چنانچہ بطور اختصار درج ذیل ہیں اور وہ یہ ہیں:

حدیث: عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيْ فِيْ قَبْرِيْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ. (نقل از کتاب مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام فصل ثالث) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے: ''اتریں گے عیسیٰ بن مریم طرف زمین کے پس نکاح کریں گے اور پیدا ہوگی اولاد انکے لیے اور ٹھہریں گے صرف پینتالیس (۴۵) برس پھر فوت ہونگے اور دفن کیے جائیں گے نزدیک مقبرے میرے کے پس اٹھوں گا میں اور ابن مریم ایک مقبرہ سے درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے''۔

اور تفسیر درمنثور جلد۲ صفحہ ۲۴۵ میں نیز حدیث یوں مسطور ہے: اخرج البخاری فی تاریخه عن عبدالله ابن سلام قال یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول الله وابی بکر وعمر فیکون قبرا رابعا. اور یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فضائل النبی میں بایں طور مسطور ہے: عن عبدالله بن سلام قال مکتوب فی التوراة صفة محمد ﷺ

وعیسیٰ ابن مریم یدفن معه. یعنی ابن سلام فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے اوصاف کتاب تورات میں لکھے ہوئے تھے اور یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ آنحضور علیہ السلام کے ساتھ مدفون ہونگے اور انکی قبر چوتھی ہوگی۔اور کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۰۱ میں نیز حدیث باسناد صحیح بایں الفاظ مسطور ہے۔

اخبرنا ابو عبدالله الحافظ قال انا ابوبکر بن اسحق قال انا احمد بن ابراهیم قال ثنا ابن بکیر قال حدثنی اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری قال ان اباهریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم رواه البخاری فی الصحیح عن یحی بن بکیر واخرجه مسلم من وجه اخر عن یونس و انما اراد نزوله من السماء بعد الرفع الیه. اور علاوہ اس کے تفسیر ابن کثیر ودرمنثور میں بایں طور حدیث تحریر ہے۔

قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد ابن عبد الرحمن حدثنا عبدالله بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انه قال قال رسول الله ﷺ الیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة. یعنی بطور خلفاء۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ ''تحقیق حضرت عیسیٰ بن مریم نہیں مرے۔قیامت سے پہلے تمہاری طرف آنے والے ہیں''۔اور تفسیر ابن جریر میں ہے۔

وقال ابن جریر حدثنا یعقوب حدثنا ابن ...... حدثنا ابو رجاء عن الحسن و ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته عیسی والله انه لحیٌّ الاٰن عند الله ولکن اذا نزل امنوا به اجمعون.

اور مسلم وابن ماجہ میں مسطور ہے کہ فرمایا آپ نے کہ ''حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق منارہ شرقی پراتریں گے'' اور تفسیر عباسی وطبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۲۶ حضرت ابن عباس سے یوں مسطور ہے۔

وَاَنَّ اللّٰہَ رَفَعَ بِجَسَدِہٖ وَاِنَّہٗ حَیٌّ نِ الْاٰنَ وَسَیَرْجِعُ اِلَی الدُّنْیَا فَیَکُوْنُ فِیْھَا مَلِکًا ثُمَّ یَمُوْتُ کَمَا یَمُوْتُ النَّاسُ۔ یعنی ''بے شک اللہ تعالیٰ نے بجسد عنصری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا ہے وہ بیشک زندہ ہیں دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پھر بادشاہ ہونگے پھر فوت ہونگے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں'' اور علاوہ ان دلائل کے خود مرزا صاحب قادیانی مدعی نبوت نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' صفحہ ۴۴۸، ۵۰۵ میں تسلیم کیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم زندہ ہیں آسمان سے آئیں گے۔ اسلام کو شارق ومغارب میں پھیلائیں گے اور اسلام کو ناقص چھوڑ کر آسمان پر چلے گئے ہیں۔ فقط

(المجیب ابوالمنظور عفی عنہ)

سوال: مرزا قادیانی صاحب کو دعویٰ نبوت میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اگر وہ جھوٹا ہوتا تو ضرور ذلیل وخوار ہوتا دیکھو وہ مال دنیا وکثرت لشکر تابعہ داران وعمر ۶۶ سال لے کر دنیا سے گزرا لہٰذا مہربانی فرما کر ان شکوک کو ضرور رفعہ فرمادیں۔ عین مہربانی ہوگی۔

جواب: یہ معیار بالکل غلط ومخالف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے ہے۔ دیکھو مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تو تھوڑے عرصے میں اسکے ایک لاکھ سے زائد لوگ مقلد ہوگئے تھے۔ اور فرعون کا لشکر وتبعین کس قدر تھے اور مال دنیا کس کثرت کے ساتھ فرعون وشداد کے پاس جمع تھا۔ اور فرعون کی عمر چار سو سال سے کم نہ تھی یہاں تک کہ اس نے دعویٰ خدا ہونے کا بھی کردیا اور کہہ دیا کہ: اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اور باوجود اس دعویٰ باطلہ کے اسکے سر کو درد بھی نہیں ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش وگمراہ لوگوں کو ہر طرح سے مہلت وعمر کی درازی عطا فرمادیا کرتا

ہے۔ اور مال دنیا کی کثرت بھی کوئی دلیل اس کی نبوت کے لیے نہیں قرآن مجید خود اس پر شاہد ہے۔ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ اور حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ''اگر مال دنیا کی کچھ عزت بقدر پر مچھر کے بھی ہوتی تو کسی کافر سرکش کو ایک گھونٹ پانی کا دنیا میں نصیب نہ ہوتا''۔

اس لیے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمہ نے اپنے دیوان میں فرمایا ہے کہ: ع

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُم فِتْنَۃٌ تمام

فَاحْذَرُوا الْاٰخِیْرَ فِیْہِ وَاسْمَعُوْا ھٰذَا الْکَلَام

اور ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا آنحضور ﷺ نے کہ ''خبردار خدا کی لعنت دنیا پر اور جو کچھ اس میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر وعمل صالح وعالم ومتعلم''۔ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا والاہ اَوْعَالِمٌ اَوْمُتَعَلِّمٌ۔ اور نبی کی نبوت کے لیے تھوڑی یا بہت اسکی امت کا ہونا کوئی شرعی معیار نہیں ہے بخاری ومسلم میں لکھا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ بعض انبیاء کے ساتھ بہت آدمی ہیں اور بعض کے ساتھ چند آدمی اور بعض کے ساتھ ایک بھی امتی نہیں''۔ اور حدیثوں کے الفاظ یہ ہیں۔ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ یَمُرُّ النَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّجُلُ وَالنَّبِیُّ وَمَعَہٗ رَجُلَانِ وَالنَّبِیُّ وَمَعَہٗ الرَّھْطُ وَالنَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَہٗ اَحَدٌ (نقل از بخاری ومسلم) اور مسلم جلد دوم میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہے۔ عرضت علی الامم فرأیت النبی معه الرجل والرجلان والنبی معه احد.

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ کثرت اموال ولشکر ودنیا وامت کا ہونا نبی صادق کے لیے کوئی شرط ضروری نہیں۔ یہ نیا امر صرف فرقۂ مرزائیہ کا بنا ہے جس کے ذریعہ سے عوام الناس کو دھوکا دے کر اپنے دام تزویر میں پھنسا رہے ہیں فقط۔

سوال: قرآن مجید میں ہے جو شخص جھوٹا دعویٰ نبوت کا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم

اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔اور اسکی رگ گردن کاٹ دیتے ہیں۔اس پر اسکے لیے کوئی مددگار نہیں بن سکتا اور مرزائی لوگ بھی یہ آیت بوقت مناظرہ پیش کر دیا کرتے ہیں: لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَo فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ o

جواب: آیت مذکورہ سے استدلال پکڑنا نبوت مرزا قادیانی پر بالکل غلط ہے کیونکہ آیت کریمہ سے صداقت جناب آقا نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کی بڑے زور سے روز روشن کی طرح چمک رہی ہے۔غور سے دیکھو کہ (تقول) کی ضمیر آنحضور ﷺ کی طرف راجع ہو رہی ہے۔اور یہ قضیہ بھی شخصیہ ہے کلیہ نہیں بن سکتا اور صرف (لو) محال کے لیے واقعہ ہوا کرتا ہے یعنی یہ امر محال ہے کہ آپکی ذات باوجود نبی صادق ہونے کے جھوٹ بولیں یہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں اور اس پر یہ آیت بھی شاہد ہے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور (الہ) بھی ہو غرض یہ کہ اسکے آیت کریمہ کے مصداق بجز محمد رسول اللہ ﷺ کے دوسرا شخص ہو ہی نہیں سکتا۔کیونکہ خاتم النبیین وکان اللہ بکل شی علیما خاتمیت پر شہادت دے رہی ہے اور کتب تاریخ مثل خلدون وغیرہ میں لکھا ہے کہ بڑے بڑے کذاب نبی آنحضور ﷺ کے بعد ہوئے ہیں جنکی عمر پینتالیس سال اور کم وبیش نبوت کے دعوی میں گزری ہے لہٰذا یہ دعوی کرنا کہ جو شخص چونتیس سال تک دعوی نبوت کا کرے وہ صادق نبی کہلا سکتا ہے۔یہ بالکل غلط اور بے بنیاد معیار قادیانی ہے۔ناظرین ذرا غور سے مختصر فہرست جھوٹے مدعیان نبوت کو دیکھیں اور مرزائیوں سے دریافت کریں کہ بتلائیں کہ انکی کتنی کتنی عمر تھی کیا وہ صادق تھے؟اور وہ یہ ہیں۔

(۱) سود عینی، جسکا نام اصلاحۃ نجران کا مرید تھا (۲) مسیلمہ کذاب اسکے کئی لاکھ مرید تھے عربی نہایت اعلے بناتا تھا (۳) طلیحہ بن خویلد اس کی جماعت بھی بڑی بھاری تھی

(۴) ایک شخص نے اپنے آپکو لارکھا تھا یہ بھی اپنی رائے کے مطابق بناوٹی بنالیا کرتا تھا (۵) متنبّی ایک مشہور شخص شاعر تھا اسنے بھی دعوی نبوت کیا (۶) مختار ثقفی دعوی نبوت رکھ کر صاحب وحی بنا (۷) مقنع شخص نے بھی دعوی نبوت کیا اور متوکل کے زمانہ میں ایک (۸) عورت نے دعوی نبوت کیا (۹) یحییٰ بن زکبرویہ (۱۰) بہبود (۱۱) عسی بن مہرویہ (۱۲) ابوجعفر محمد بن سلطانی (۱۳) صالح بن طریف (۱۴) ابراہیم ندلیہ نے عیسیٰ ہونے کا دعوی کیا (۱۵) محمد احمد سودانی (۱۶) عبداللہ بن تومرت (۱۷) اکبر بادشاہ ہند نے دعوی نبوت کیا وہ خیر اپنی موت سے مرا (۱۸) محمد علی بابی (۱۹) سید محمو جونپوری نے بھی دعوی مہدیت کا کیا اور کئی لاکھ مرید بنا کر ۶۳ سال عمر لے کر مرا۔غرض کہ تقریبا ۲۸ آدمیوں نے اب تک یہ دعوے کئے ہیں اور بڑے بڑے کام کیے ہیں۔کیا وہ سب کے سب صادق تھے؟ ہرگز ہرگز نہیں اور یہ تمام کافر و مفتری تھے اسی طرح مرزا صاحب بھی کاذب و مفتری تھا۔چنانچہ کتب حدیث اس پر شاہد ہیں اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ تیس ۳۰ کذاب شخص ہونگے جو بعد میرے دعوی نبوت کریں گے فقط۔

سوال: مرزا قادیانی صاحب کو کس لئے علمائے دین نے دائرۂ اسلام سے خارج گنا ہے؟ وہ تو صوم،صلوٰۃ کا پابند تھا اور اپنے آپ کو مسلمان اور امت محمد رسول اللہ ﷺ سے شمار کیا کرتا تھا جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: شارع علیہ السلام نے دائرہ اسلام میں رہنے کے لیے چند ایک شرائط ضروریات دین کے لئے مقرر کیے ہیں جنکا ذکر مفصل جلد اول ''سلطان الفقہ'' میں گزرا ہے۔وہاں مطالعہ کریں اور مرزا صاحب قادیانی تو انکا سخت منکر تھا جن کے عقائد کفریہ کی فہرست مختصر نمبر وار ذیل میں درج کی جاتی ہے اور وہ یہ ہیں۔

عقیدہ کفریہ نمبر۱: یعنی آپ نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں بعینہ۔ (کتاب البریہ تصنیف مرزا صاحب صفحہ ۷۸، سطر ۵)

عقیدہ کفریہ نمبر ۲: میں نے آسمان و زمین کو بنایا اور مٹی کے خلاصہ سے آدم کو پیدا کیا۔ (کتاب ایضاً صفحہ ۷۵، سطر ۵)

عقیدہ کفریہ نمبر ۳: تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے تو اس سے نکلا۔ (کتاب ایضاً صفحہ ۷۵)

عقیدہ کفریہ نمبر ۴: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(کتاب دافع البلاء، صفحہ ۱۱)

عقیدہ کفریہ نمبر ۵: جری اللہ فی حلل الانبیاء، یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلل میں۔ (دیکھو براہین احمدیہ، صفحہ ۵۰۴)

عقیدہ کفریہ نمبر ۶: حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار یعنی (یوسف ترکھان) کے فرزند ہیں اور انکے چار بھائی اور دو ہمشیرہ ہیں اور مریم علیہا السلام تھے حالت حمل میں یوسف ترکھان سے نکاح کیا نعوذ باللہ من هذه اللغويات۔ (دیکھو کشتی نوح صفحہ ۱۶)

عقیدہ کفریہ نمبر ۷: معجزات مسمریزم ہیں اور حضرت عیسیٰ مسمریزم عمل ترب میں خوب مشق کرتے تھے اگر میں اسکو مکروہ نہ سمجھتا تو عجوبہ خابوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۸ پر و صفحہ ۳۰۹)

عقیدہ کفریہ نمبر ۸: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھنا شرک ہے۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۵)

عقیدہ کفریہ نمبر ۹: ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء، صفحہ ۱۷)

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۰: حضرت مسیح علیہ السلام اپنے باپ یوسف ترکھان کے ساتھ بائیس برس تک ترکھان کا کام کرتے رہے۔ (کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳، تقطیع خورد اور تقطیع کلاں صفحہ ۱۰۱۳)

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۱: یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب دینے سے حیران ہیں بغیر اسکے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی رہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اسکی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی بلکہ نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ (اعجاز احمدی، صفحہ ۱۳)

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۲: حضرت مسیح غلام احمد کے قرب و شفاعت کے مرتبہ میں نہایت کمتر ہے دیکھو آج تم سے ایک ہے جو اس مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہے۔

(دیکھو دافع البلاء، وصفحہ ۱۳ و ۱۴ سطر ۲،۵ مطبوعہ ضیاء الاسلام)

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۳: دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب نا کام رہے۔

(ازالہ صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۱)

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۴: براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے اور براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِنَ اللهِ قَبْلَ اَنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ ○ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِنَ اللهِ فَهَلْ اَنْتُمْ تُسْلِمُوْنَ ○ (کتاب دافع البلاء، مطبوعہ ضیاء الاسلام صفحہ ۹، سطر ۱۲،۴)

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۵: قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ حسین سے بڑھ کر ہے۔ (بلفظ کتاب دافع البلاء، صفحہ ۱۳ سطر ۶، ۱۰، اور کتاب اعجاز احمدی، صفحہ ۶۹) میں بایں طور تحریر کیا ہے۔

وَشَتَّانَ مَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ حُسَیْنِکُم   فَاِنِّیْ اُؤَیَّدُ کُلَّ اٰنٍ وَاُنْصَرُوْا

وَاَمَّا حُسَیْنَ فَاذْکُرُوْا دَشْتَ کَرْبَلَا   اِلٰی هٰذِهِ الْاَیَّامِ تَبْکُوْنَ فَانْظُرُوْا

ترجمہ: مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو،

(نقل از اعجاز احمدی تصنیف مرزا غلام احمد قادیانی)

عقیدہ کفریہ نمبر۱۶: حضور ﷺ کے لیے صرف چاند کا نشان تھا میرے لیے سورج و چاند نے شہادت دی۔ (دیکھو اعجاز احمدی، صفحہ ۷۱)

له خسف القمر المنير وان لی   خسفا القمران المشرقان اتنكروا

یعنی آنحضور علیہ السلام کے لیے چاند کے خسوف کا نشان صرف ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند و سورج دونوں کا، کیا تو اب انکار کرے گا؟

واما مقامی ما علموا ان خالقی   يحمدنی من عرشہٖ ويوقر

اور میرا مقام یہ ہے کہ میرا خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے اور آپ کی ذات کے معجزات صرف تین ہزار تک ظہور میں آئے ''تحفہ گولڑوی'' صفحہ ۴۰ اور میں مرزا صاحب کے تین لاکھ تک معجزات پہنچے ہیں۔ (حقیقت الوحی، صفحہ ۶۸ الخ)

اب ناظرین خود انصاف کرلیں۔

عقیدہ کفریہ نمبر۱۷: زمین پر کئی تخت اترے لیکن میرا تختہ سب سے اونچا بھیجا گیا۔ حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ اور حقیقت الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے۔ کہ میرے معجزات اس قدر ہیں کہ دوسرے انبیاء کے نہیں ہیں اور اسی کتاب کے (صفحہ ۶۸ تتمہ) میں لکھا ہے کہ تین لاکھ تک پہنچتے ہی اور ''تحفہ گولڑویہ'' کے (صفحہ ۴۰) پر لکھا ہے آنحضور ﷺ کے معجزات صرف تین ہزار ظہور میں آئے۔

عقیدہ کفریہ نمبر۱۸: قادیان و مکہ و مدینہ کا اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت سے اپنے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ اور واقعی قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔

(دیکھو کتاب ازالہ، صفحہ ۷۷ اور جدید کلاں ازالہ کے صفحہ ۸۲۵)

عقیدہ کفریہ نمبر۱۹: حضرت مسیح علیہ السلام مسمریزم میں مشق کرتے اور اس میں کمال رکھتے تھے۔ (ازالہ، صفحہ ۳۰۸)

عقیدہ کفریہ نمبر۲۰: براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے خدا تعالیٰ نے ازالہ صفحہ ۵۳۳ کلام صفحہ ۱۱۷ براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

عقیدہ کفریہ نمبر۲۱: انبیاء علیہم السلام کی وحی میں بھی دخل شیطان ہو جاتا ہے اور چار سو انبیاء کی پیشگوئی ایک بادشاہ کے وقت جھوٹی نکلی۔

(دیکھو کتاب ازالہ، صفحہ ۶۲۹ اور تقطیع کلاں صفحہ ۱۱۵۷، ۱۱۵۸)

عقیدہ کفریہ نمبر۲۲: نبی ﷺ کی وحی بھی غلط نکلی۔

(ازالہ، صفحہ ۱۱۸ کلاں اور خورد صفحہ ۶۸۸)

عقیدہ کفریہ نمبر۲۳: مرسل یزدانی مامور رحمانی (ازالہ، صفحہ ۱ ٹائٹل)

عقیدہ کفریہ نمبر۲۴: خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنے تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے (اور اسکا نام غلام احمد ہے) (دافع البلاء، صفحہ ۱۳، سطر ۱۹)

اور دیکھو کہ آج تم سے ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

عقیدہ کفریہ نمبر۲۵: خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنے تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں تو وہ ہرگز نہیں کرسکتا اور وہ نشان جو مجھے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ کہلا سکتا من عینہ۔ ''حقیقت الوحی'' صفحہ ۱۴۸ اور صفحہ ۱۵۵ میں لکھا ہے کہ آخری مسیح کو ابن مریم سے بہتر و افضل جاننا چاہیے...... الخ

اب ناظرین و مناظرین کو غور کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ توہین انبیاء کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

عقیدہ کفریہ نمبر۲۶: خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے۔

میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی

ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثنائے ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں انکا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۳۶ اور تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۸) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسنے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔ اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔

عقیدہ کفریہ نمبر۲۷: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ یعنی اے مرزا تو ہمارے فرزند کی جا بجا ہے۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۸۶) وَاَنْتَ مِنْ مَّائِنَا وَ هُمْ مِنْ فَشَلٍ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۹) یعنی اے مرزا صاحب تو ہمارے نطفہ سے ہے اور وہ خشکی سے ہیں اور کتاب (دافع البلاء صفحہ ۶) میں ہے: اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ یعنی اے مرزا تو مجھ سے ہے۔ میں تجھ سے ہوں۔ یعنی میں تیرا خالق، تو میرا خالق اور یہ مسئلہ استحالہ کا ہے جو علمائے کرام پر پوشیدہ نہیں۔ اور حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے: اِنَّمَا اَمْرُکَ اِذَا اَرَدْتَّ شَیْئًا اَنْ تَقُوْلَ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ التَّوْحِیْدِیْ وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ عَرْشِیْ وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ التَّفْرِیْدِیْ. (دیکھو اربعین، نمبر ۲ صفحہ ۶ ربنا عاج 'براہین احمدی' صفحہ ۵۵۶)

رَبُّنَا عَاج (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶)

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ (حقیقت الوحی، صفحہ ۸۸، ۷۶، بلی قرالا نبیا ما جیا م آتھم صفحہ ۵۸)

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (کتاب مذکور، صفحہ ۷۸)

عقیدہ کفریہ نمبر۲۸: قرآن مجید میں گندی گالیاں بھری ہیں زمانہ حال کے مہذبین

کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے اور قرآن مجید بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے اور ایک غائت درجہ کا غبی اور متوان اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ (دیکھو ازالہ صفحہ ۲۵، ۲۶)

اور مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میرا منکر کافر ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۳) اور لکھا ہے کہ غیر احمدی سے احمدی کی لڑکی کا نکاح منع ہے اور غیر احمدی کا جنازہ جائز نہیں اور نہ ہی غیر احمدی کے پیچھے نماز درست ہے۔

(فتاوی احمدی، صفحہ ۷ وتحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸ وانوار صداقت تصنیف ابن مرزا صاحب عقائد باطلہ مرزا قادیانی)

آنحضور علیہ السلام کو معراج جسمانی نہیں ہوا۔ جسمانی معراج لغو خیال ہے (کتاب ازالہ اوہام، صفحہ ۴۷) خود قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ (ازالہ، صفحہ ۲۶)

قرآن مجید قادیان میں نازل ہوا۔ (صفحہ ۳۸، ۳۹ کلاں)

قرآن مجید میں جو معجزات ہیں وہ سب کے سب مسمریزم ہیں۔ (صفحہ ۴۸ تا ۵۰، ۷ ازالہ)

امام مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۷)

دجال پادری لوگ ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶)

دجال کا گدھا ریل گاڑی ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۵)

یاجوج ماجوج کوئی نہیں انگریز ہیں اور روس مراد ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۲، ۵۰۸)

آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا اور دابۃ الارض علماء ہونگے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۸، صفحہ ۵۱۰)

اور کتاب "توضیح المرام" (ملخصاً) (صفحہ ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۷) میں لکھا ہے کہ فرشتے نفوس فلکیہ وارواح کواکب کا نام ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کی وحی میں بھی دراصل دخل شیطان ہوتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۲۸)

ایک طرح کا تناسخ صحیح (ست بچن صفحہ ۸۴)

اور جبرائیل علیہ السلام نہ زمین پر آئے اور نہ آتے ہیں۔ (توضیح المرام صفحہ ۷،۸،۵)

ناظرین یاد رکھیں کہ یہ ہیں مختصر عقائد قادیانی جن کے سبب سے تمام علمائے دین شرع متین نے ان پر فتوی کفر وحکم مرتد لگایا ہے اور انکے ساتھ موانست ومناکحت ومشاربت منع کردیا ہے اور وہ فتاوے آخر میں درج کئے گئے ہیں۔

واہی تباہی مرزا صاحب کے خیالوں کی فہرست وتردید مع طریقہ مناظرہ

مرزا صاحب اپنی کتاب ''حقیقت الوحی'' صفحہ ۲۱۱ میں تحریر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں۔ جیسا قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔ من عینہ اور ''کتاب اربعین'' نمبر ۴ صفحہ ۲۵ پر نیز اس طرح اپنا ایمان اپنے الہامات پر ظاہر کرتے ہیں جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ تو کیا ان میں مجھے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ میں انکی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں جسکی حق الیقین پر بنا ہے؟ من عنیہ۔ پس ناظرین ومناظرین کو چاہیے کہ جب کسی مرزائی سے مناظرہ وگفتگو کا موقعہ ملے تو الہامات کے پیش کرنے سے پہلے مناظرہ مرزائی کو اس پر قائل کرلیا کریں۔ پھر الہامات مرزا صاحب کے جو سراسر مخالف کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ ہیں ظاہر کردیا کریں اور ان الہامات کا ثبوت قرآن مجید وحدیث صحیحہ سے طلب کریں اگر وہ حدیث پیش کرے تو آپ کہہ دیا کریں کہ مرزا صاحب تو حدیث صحیحہ کے صاف منکر ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ جب میرے الہامات کے مخالف حدیث (رسول اللہ ﷺ) کی ہو اسکو ردی میں پھینک دو کہ میرے الہامات یقینی وقطعی ہیں۔ اور حدیث ظنی ہے۔ لہذا ظنی یقینی کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ (دیکھو کتاب اعجاز احمدی، صفحہ ۳۰، ۳۸) اسکے جواب میں خدا

تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں شہادت کے طور پر وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض ہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں اور باقی صفحہ ۳۸، ۱۵۶ اعجاز احمدی کو ملاحظہ کریں۔

اهل النقل شیء بعد ایحاء ربنا   فای حدیث بعده نتخیر
وقد مزق الاخبار کل ممزق   فکل بما هو عنده یستبشروا

ترجمہ: اور خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے۔ پس ہم خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد کس حدیث کو مان لیں اور حدیثیں تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ہر ایک گروہ اپنی حدیثوں سے خوش ہورہا ہے اور مناظر کو چاہیے کہ یہ الہامات پیش کرکے ثبوت قرآن شریف سے طلب کریں۔

الہام ۱: اِنَّمَا امرک اذا اردت شیئًا اَنْ یقول له کن فیکون. یعنی جس شے کا تو ارادہ کرتا ہے وہ شی فی الفور ہوجاتی ہے۔ (کتاب حقیقت الوحی، صفحہ ۱۰۵، الہام)

الہام ۲: اَنْتَ مِنّی بمنزلة توحید و تفریدی و السَّماءُ معک کَمَا هُوَ معی.
(اربعین نمبر ۲، صفحہ ۶، انجام آتھم صفحہ ۵۱)

الہام ۳: وَاَنْتَ مِنْ مَائِنَا وَهُمْ مِنْ فشل. یعنی فرمایا کہ تو میرے نطفہ سے ہے اور وہ خشکی سے۔ (اربعین، صفحہ ۳۹، نمبر ۲)

الہام ۴: اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ فَاعْبُدُوْنی ...... الخ (صفحہ ۳۷، اربعین نمبر ۲)

الہام ۵: میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میں زمین وآسمان کے خلق پر قادر ہوں اور میں نے آسمان اور دنیا کو پیدا کیا اور کہا اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنیا بِمَصَابِیْحَ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے ...... الخ (نقل از کتاب البریہ، صفحہ ۷۹،۷۸)

الہام ۶: یَحْمِدُکَ اللّٰہُ مِنْ عَرْشِہٖ وَیَمْشِیْ اِلَیْکَ یعنی خدا عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔اور طرف تیری چلا آتا ہے۔(دیکھو انجام،صفحہ ۵۵)

الہام ۷: اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قَرِیْبًا مِنَ الْقَادِیَان وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ انجام آتھم، صفحہ ۵۴ اور کتاب ازالۂ اوہام،صفحہ ۳۸، ۳۹ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: کہ میرے بھائی غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر با آواز بلند پڑھ رہے ہیں پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰاہ قَرِیْبًا مِنَ الْقَادِیَان میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیاں کا نام قرآن شریف میں لکھا ہے؟ تب میں نے نظر ڈال کر دیکھا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقع پر بھی الہامی عبارت لکھی ہوئی ہے من عینہ۔

الہام ۸: یاتی قمر الانبیاء. یعنی نبیوں کا چاند آیا۔(انجام آتھم،صفحہ ۵۸)

الہام ۹: مریم کی طرح روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر ''براہین احمدیہ'' کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ ''کشتی نوح''،صفحہ ۴۷ من عینہ اور کتاب ''حقیقت الوحی'' کے تتمہ صفحہ ۱۴۳ میں صاف لکھ دیا ہے کہ مجھے حیض بھی آتا ہے۔

اور وہ عبارت یہ ہے بابو الٰہی بخش کی نسبت الہام ہے: ان یری طمثک واللہ یرید ان یریک انعامہ. یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا فقط۔

الہام ۱۰: کتاب ''حقیقت الوحی''،صفحہ ۲۵۵ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفع تمثلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشن گوئیاں لکھیں جن کا

مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہوئے چاہیں وتب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا کے سامنے پیش کیا اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیئے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑ کا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ سیاہی آجاتی ہے۔تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیئے من عینہ اور میاں عبداللہ کو یہ سب واقعہ بیان کیا اور پھر غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر گرے۔اور میاں عبداللہ نے میرا وہ کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا جواب تک اسکے پاس موجود ہے(الخ نمبر ۱۰)۔نباعاج یعنی سیراب ہاتھی کا دانت ہے۔(براہین احمدیہ،صفحہ ۵۵۶)

الہام ۱۱: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ عَرْشِیْ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ(حقیقت الوحی،صفحہ ۸۶) وانت منی وانا منک(دافع البلاء،صفحہ ۶) یعنی اے مرزا تو مجھ سے میں تجھ سے ہوں،یعنی میں تیرا خالق تو میرا خالق۔کیونکہ استحالہ ظاہر ہے۔پس مناظرہ کرنے والے کو چاہیے کہ ان الہامات کے ثبوت کے لیے دلائل قاطعہ مرزائی مناظر سے مطالبہ کرے اور توہین آمیز الہامات جو کہ بنسبت شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حسنین رضی اللہ عنہما کے مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں تحریر کئے ہیں روبرو حاضرین مجلس کے سنا کر فتح حاصل کرلیں اور ہر ایک امر کا ضرور مطالبہ کریں۔

شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور ''دافع البلاء'' میں لکھتا ہے کہ میں ہر شان میں مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہوں۔

اور ''حقیقت الوحی''،صفحہ ۱۵۵ و صفحہ ۱۴۸ کو ملاحظہ کرو۔ شعر

اِنِّیْ قَتِیْلُ الْحُبِّ لٰکِنْ حُسَیْنُکُمْ قَتِیْلُ الْعِدٰی فَالْفَرْقُ اَجْلٰی وَاَظْھَرُ

یعنی میں محبت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا اور ظاہر ہے۔

واما حسین فاذکروا دشت کربلا الی ھذہ الایام تبکون فانظروا

وشتان ما بینی وبین حسینکم　　فانّی اُؤَیَّدُ کُلَّ اٰن وانصروا
وَاَمَّا مقامی فاعلموا ان خالقی　　یحمدنی من عرشہٖ و یوقر

ترجمہ: مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے ہر وقت تائید خدا کی اور مدد مل رہی ہے مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو اور میرا مقام یہ ہے اور میرا خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے۔ پس ناظرین یاد کرلیں۔ کہ جس شخص کے نزدیک اہل بیت نورالعین سیدنا رسول اللہ ﷺ کے نواسوں کی یہ شان وعزت ہو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق بھی ہوسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ (فقط ابوالمنظور عفی عنہ)

سوال: مرزا صاحب قادیانی نے جو معیار اپنی نبوت کے لیے مقرر کیے تھے۔ کیا وہ سب کے سب غلط تھے؟ اور نبوت کے لیے کوئی شارع علیہ السلام نے مقرر کیے ہیں تو تحریر کریں اور جواب دیں اجر ملے گا۔ (السائل خادم الفقراء غلام محی الدین عفی عنہ)

جواب: ہاں بے شک تمام معیار و دعویٰ مرزا صاحب بابت نبوت کے جھوٹے تھے۔ چنانچہ نمبروار ذیل میں درج ہیں۔

نمبر ۱: مرزا صاحب لاہور شہر میں فوت ہوئے۔ ریل یعنی دجال کے گدھے پر بقول خود سوار ہوکر قادیان میں جا مدفون ہوئے حالانکہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے وہاں ہی دفن کیا جاتا ہے چنانچہ ''کنز العمال'' جز ۲ صفحہ ۱۱۹ و مشکوٰۃ باب وفات نبی علیہ السلام مَا تَرنی اللّٰہُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ قُبِضَ مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِیْ مَوْضِعِ الَّذِیْ یَجِبُ اَن یُّدْفَنَ فِیْہِ۔

نمبر ۲: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں حالانکہ نبی اپنی قوم کی زبان کے ساتھ آیا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ترجمہ: ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم نے تمام انبیاء کو انہی کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا''۔ مرزا صاحب قصیدہ اعجازیہ عربی لیکر آئے۔ چاہیے تھا کہ زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا مرزا صاحب

قصیدہ اعجازیہ عربی لیکر آئے۔ چاہیے تھا کہ زبان پنجابی یا اردو لے کر آتے۔

نمبر ۳: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود میں ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آنے والا مسیح بن مریم حج و عمرہ باندھے گا اور حج کعبۃ اللہ کا کرے گا۔

چنانچہ حدیث مسلم جلد اول صفحہ ۴۰۸ مطبوعہ مجتبائی میں بایں طور مسطور ہے: عن حنظلۃ الاسلمی قال سمعت ابا ھریرہ یحدث عن النبی ﷺ والذی نفسی بیدہ لیحرمن ابن مریم بفتح الروحا حاجا یعنی مروی ہے، حنظلہ سمعی سے کہ فرمایا ابوہریرہؓ نے کہ بیان فرمایا نبی ﷺ نے کہ قسم ہے خداوند کریم کی کہ جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ بے شک ابن مریم مقام فتح روحاء میں حج یا عمرہ کا احرام باندھیں گے۔

پس ناظرین نہ تو مرزا صاحب نے حج کیا اور نہ ہی عرب کا منہ دیکھا باوجود یہ کہ انکو ہر طرح کی طاقت تھی اور حالانکہ نبی عیسیٰ بن مریم مسیح موعود کے لیے یہ شرط حدیث میں نہیں لگائی گئی اور نہ ہی نبیوں کے لیے یہ شرط ضروری ہوا کرتی ہے۔

معیار ۴: نبی اللہ کا کوئی استاذ مخلوق میں سے نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب نے کتابیں فارسی، عربی اپنے باپ اور گل شاہ بٹالوی سے کافیہ و شرح ملا و انوار سہیلی تک پڑھے ہیں۔

معیار ۵: نبی اللہ شاعر نہیں ہوا کرتا، مرزا صاحب شاعر تھے۔

معیار ۶: کسی نبی اللہ نے رسول خدا ﷺ کے نواسہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں کی اور نہ ہی کسی نبی نے معجزات کو شعبدہ مسمریزیم ٹھہرایا ہے لیکن مرزا صاحب نے یہ سب کچھ کیا۔

معیار ۷: تمام انبیاء کا مال متروکہ حکم صدقہ کا رکھتا ہے: قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ. (مشکوٰۃ باب وفات النبی ﷺ)

مرزا صاحب کا مال تقسیم ہوا اور مرزا صاحب نے اپنے فرزند کو عاق کردیا اور مال

تقسیم کرادیا۔

معیار ۸: نبی اللہ مال جمع کرا کر اعلیٰ درجہ کے مکانات نہیں بنوایا کرتے۔ مرزا صاحب نے تبلیغی چندے مال جمع کرا کر خوب مزے اڑائے۔ اور مکانات بنوائے۔

معیار ۹: کسی نبی اللہ کے فوت ہونے کے بعد ان کی جماعت میں اس طرح کا اختلاف نہیں ہوا کہ جس طرح مرزا صاحب کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا کہ ایک جماعت (صحابہ نے اس کو نبی و رسل من اللہ مانا ہو)۔ اور دوسری نے ولی اللہ و مجدد و امام مانا ہو۔ اگر کسی نبی اللہ کے بارے میں ہوا ہے تو مرزائی صاحبان ثابت کریں۔

معیار ۱۰: جس قدر دنیا میں نبی اللہ تشریف فرما ہوئے ہیں تمام نے یک لخت ایک ہی دعویٰ رسالت کا مخلوقات کے سامنے کیا ہے۔ جس طرح کہ مرزا صاحب نے پہلے دعوی ولایت پھر مجددیت پھر مسیحیت پھر دعویٰ نبوت من اللہ پھر کرشن جی وغیرہ وغیرہ کر کے خود خدا بن بیٹھے ایسا کسی نے نہیں کیا۔

معیار ۱۱: جس قدر نبی اللہ صادق ہوئے ہیں سب کے اسماء گرامی مفرد تھے جیسا کہ آدم نوح، موسیٰ، ابراہیم، داؤد، سلیمان، مرزا صاحب کا نام مضاف، مضاف الیہ سے مرکب تھا چنانچہ غلام احمد قادیانی فقط۔

پس ناظرین یاد رکھیں کہ مرزا صاحب کے دعوے سب کے سب جھوٹے تھے اور مرزائی لوگ عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے بثبوت نبوت مرزا صاحب یہ آیت کریمہ پیش کیا کرتے ہیں: یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ۔ ناظرین یہ دلیل تو انکی نبوت کی بیخ کنی کر رہی ہے کیونکہ اس میں صیغہ مضارع، یقصون ایاتی شاہد ہے جو کہ دلالت کرتا ہے نبی صاحب کتاب و شریعت پر مرزا صاحب تو نہ صاحب کتاب اور نہ صاحب شریعت بلکہ انکا معیار الہامات تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''آئینہ

کمالات'' صفحہ ۲۸۸ میں یوں تحریر کرتے ہیں ہمارے صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہو سکتا اور علاوہ اسکے اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر تا آخر الزمان جناب آقائے نامدار محمد ﷺ تک جو انبیاء علیہم السلام تشریف فرما ہوئے ہیں وہ مراد ہیں۔ اگر مرزائی صاحب یہ مراد نہ لیں تو آنحضور ﷺ کے اس فرمان عالیشان کی انکو تکذیب کرنی پڑے گی اور کہنا پڑے گا کہ آنحضور کو قرآن مجید کی سمجھ نہ آئی۔

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (نقل از صحیح مسلم)

یعنی فرمایا'' آپ نے کہ رسالت و نبوت منقطع ہو گئی ہے بعد میرے نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ ہی کوئی نبی'' اور علاوہ اسکے جب خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۷۶۱ صفحہ ۱۲ میں یہ ہی معنی بیان کر دیئے ہیں۔ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ من عینہ پس ناظرین اس عبارت سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچے تھے۔

(فقط، الجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: مرزا صاحب کو مجدد ماننا درست ہے یا نہیں؟ اور مجدد کی کیا تعریف ہے؟

جواب: مرزا صاحب قادیانی کو مجدد ماننا بھی درست نہیں کیونکہ اس میں اوصاف مجددیت کے ہرگز نہیں پائے جاتے۔ اور مجدد وہ شخص ہوتا ہے جسکی علمیت و فاضلیت و محدثیت پر علمائے وقت کا اتفاق ہو اور اسکے ناقد حدیث ہونے کو خود تسلیم کر لیں اور مرزا صاحب قادیانی کو یہ قابلیت کہاں نصیب ہوئی؟ دیکھو حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل

علامہ بے بدل وابوالبیان وغیرہ احباب احناف نے کتاب ''اعجاز المسیح'' کی کئی اغلاط پر نوٹ دیکر مرزا صاحب کی علمی لیاقت کا نمونہ اظہار کیا ہے۔ جسکا جواب اب تک کسی مرزا صاحب سے نہیں بن سکا۔ اور خادم شریعت بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے مرزا صاحب کی علمیت پر روشنی ڈال دیتا ہے۔ اور ظاہر کردیتا ہے کہ مرزا صاحب نے کہیں تو مسلمانوں کی کتابوں سے عبارتوں کی چوری کی اور کہیں بے ربط عبارت بنائی اور کہیں تعریف معنوی کی جس پر ادنیٰ ادنیٰ طالب علم بھی انہیں اڑا رہے ہیں۔

دیکھئے غور سے دیکھئے صفحہ اول: وانی سمیته اعجاز المسیح وقد طبع فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یوما وکان من الهجرة صفحه ۱۳۱۸ ومن شهر نصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور۔

غلطی نمبر اول طبع کی ضمیر راجع بجانب قصیدہ ہے اور یہ مؤنث ہے لہٰذا طبعت ہونا چاہیے تھا اور باقی تمام عبارت بالکل ربط وخلاف محاورہ اہل عرب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی صاحبان کے نزدیک ستر دن کا بھی مہینہ ہوتا ہوگا۔ اور ضلع گورداسپور کی بجائے غورداسفر ہونا چاہیے تھا کیونکہ زبان عرب میں گاف، پ استعمال میں نہیں آتے اور ذرا صفحہ ۲ کو ملاحظہ فرمائیے کہ:

''ست غاب صدره او کلیل اقل بدره'' یہ عبارت حریری کے صفحہ ۱۲۴) سے لی گئی ہے اور صفحہ ۳ میں ہے۔ من کل نوع الجناح اس جگہ نوع للجناح ہونا چاہیے تھا کیونکہ کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزا کا افادہ دیتا ہے جو کہ اس مقام پر مقصود نہیں (کل امرهم علی التقویٰ) اس جگہ بھی (امرهم) ہونا چاہیے تھا۔ اور صفحہ ۷ پر مرزا صاحب نے مقامات حریری سے خوب چوری کی ہے۔ وافرق بین روض القدس وخضراء الدمن کالربیع الذی یمطرفی ابانه۔ اور صفحہ ۸ پر یوں لکھا ہے۔ این

الخفاء فانتحوا العین ایها العقلاء اس جگہ فافتحوا پر فاکالانا خلاف محاورہ عرب ہے۔ صفحہ ۹ قالوا مفتری یہاں پر صرف مفتر چاہیے تھا اور صفحہ ۱۳ ولما جاء هم امام بما لاتهوی انفسهم یہاں پر مرزا صاحب نے بتغیر لفظ امام قرآن مجید سے چوری کی ہے۔

پس ناظرین! اگر مفصل مرزا صاحب کی علمیت کا فوٹو دیکھنا منظور ہو تو ''سیف چشتیائی وقصیدہ رائیہ بجواب مرزائیہ'' اور دوسرا ''ابطال اعجاز مرزا'' کو ملاحظہ کریں۔ اور دوسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ وہ بدعت اور جو رواج مخالف شرع شریف کے ہوں انکی بیخ کنی کرتا ہے اور مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اور اسکے افعال واقوال مطابق شرع شریف محمد رسول اللہ ﷺ ہوتے ہیں اور مرزا صاحب میں اوصاف ہرگز نہیں پائے جاتے تھے۔ بجائے سنت زندہ کرنے کے بدعت وشرک کی بنیاد قائم کردی اور اپنے مریدوں کے گھروں میں اپنی تصویر کھینچوا کر بعوض درہم ودینار فروخت کی اور ان کی پوجا کرائی اور تناسخ وطول وتثلیث کے مسائل کو بڑے زور شور سے اپنی تصنیفات میں تحریر کرکے ثابت کردیا حالانکہ مصورین کی نسبت آنحضور ﷺ نے بایں طور فیصلہ دیا ہے۔

عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مصور فی النار (نقل از بخاری ومسلم ومشکوۃ باب التصاویر) وعن عبداللہ بن مسعود قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون (متفق علیه) وعن ابی طلحة قال قال رسول اللہ ﷺ لاتدخل الملائکة بیتا فیه...... الخ.

پس ان حدیثوں سے صاف صاف معلوم ہوا کہ تصویریں بنانی حرام ہیں اور ایسے لوگوں پر بروز قیامت سخت عذاب ہوگا اور جس خانہ میں تصویر ہو اس خانہ میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اور یہ طریقہ مشرکین کا تھا اور یہ تصویریں بھی بت پرستی کی بنا ہیں۔ اور افسوس کہ مرزا صاحب نے کوئی کام سنت رسول اللہ ﷺ کا نئے سرے سے زندہ نہیں کیا اپنی

تمام عمر کو عیش وعشرت میں ضائع کر دیا اور خوب مزے اڑائے اور تمام اپنے منکرین کو کافرو منافق کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ اور اگر ناظرین کو اسکا مفصل ذکر دیکھنا منظور ہو تو ''مجالس الابرار'' کو ملاحظہ کریں۔ اور مثال مجدد امام غزالی و امام رازی و امام جلال الدین سیوطی و حضرت امام شافعی ﷫ کی پیش رکھیں۔ فقط۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد[1] للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد خاتم النبیین واخر المرسلین وعلیٰ الہ واَصحابہٖ واتباعہ الذین ھم نجوم السماء ورجوم الشیاطین ط امابعد.

وحی اور نبوت اور رسالت کا دعویٰ ارتداد اور کفر ہے کیونکہ اس میں قرآن شریف اور حدیث متواتر مجمع علیہ اور اجماع امت کا انکار ہے اور انکا انکار ارتداد اور کفر ہے۔

قال[2] اللہ تعالیٰ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقال رسول اللہ ﷺ انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی (متفق علیہ) و قال رسول اللہ ﷺ وختم بی البنیان وختم بی المرسل و فی روایۃ انا اللبنۃ و انا خاتم النبیین (متفق علیہ) وقال رسول اللہ ﷺ لا نبوۃ بعدی (رواہ احمد) وقال رسول اللہ ﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ وقد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی.(رواہ احمد)

---

[1] سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا اور رحمت اور سلامتی ہو اسکے رسول پر جو سردار ہے ہمارا۔ نام اسکا محمد ہے وہ مہر ہے سب نبیوں پر اور پیچھے آنے والا سب پیغمبروں سے اور اسکی آل اور اصحاب پر اور تابعداروں پر جو تارے ہیں آسمان کے اور مار ہیں واسطے شیطانوں کے ۱۲۔

[2] فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیچھے آنے والا ہوں جو اسکے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ بخاری ومسلم اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کامل ہوئی مجھ پر بنیاد اور تمام ہوئی مجھ پر پیغمبری اور ایک روایت میں ہے۔ پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں سب نبیوں پر مہر ہوں۔ بخاری ومسلم اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت تمام ہوگئی پس نہ کوئی رسول میرے بعد ہے نہ کوئی نبی۔ ان دونوں حدیثوں کے راوی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس قسم کی احادیث بکثرت ہیں حد تواتر تک پہونچی ہیں مدعی نبوت اور اسکے متبعین کا کفر اور ارتداد مسئلہ اختلافی نہیں بلکہ بالاجماع کافر ہیں۔

و[1] دعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع کذا فی شرح.

ملا علی قاری اور ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: من[2] اعتقد وحیا من بعد محمد ﷺ کان کافرا باجماع المسلمین اور تمہید ابی شکور میں ہے: من[3] انکر نبینا فانہ یکفر ولو اقر لاحد بالنبوۃ وھو لم یکن نبیا فانہ یکفر اور تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقد[4] اخبر اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ ورسولہ فی السنۃ المتواترۃ عنہ انہ لانبی بعدہ یعلمون ان کل من ادعی اذا المقام بعدہ فھو کذاب اتاک دجال ضال مضلّ ولو تخرق وشعبد واتی بالقواع السحر والطلاسم والنیرنجیات فکلھا محال و ضلال عند اولی الالباب۔

جبکہ مدعی نبوت اور اسکے اتباعی مرتد اور کافر ہیں۔ پس انکی امامت اور انکے پیچھے نماز پڑھنی یا اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کرنا یا انکی لڑکی اپنے نکاح میں لانا میں نہیں جانتا ہوں کہ کتنفس مسلمانوں سے جائز جانتا ہو بلکہ علماء اسلام تو کہتے ہیں کہ انکا جنازہ نہ پڑھا جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ بلکہ کتے کی طرح بغیر غسل وکفن کے کسی

---

[1] اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

[2] جس نے نبی ﷺ کے بعد وحی کا اعتقاد رکھا وہ کافر ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

[3] جس نے ہمارے نبی ﷺ کی نبوت سے انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور اگر کسی اور کیلئے نبوت کا قائل ہو اور وہ (درحقیقت) نبی نہ ہو تب بھی کافر ہے۔

[4] اللہ تبارک تعالیٰ نے کتاب پاک میں اور رسول اللہ ﷺ نے حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تا کہ لوگ جان لیں کہ جو کوئی آپ کے بعد اس مقام دعویٰ کذاب اور گنہگار، دجال اور گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ اگرچہ کوئی خرق عادت اور شعبدہ بازی کرے اور طرح طرح کے جادو اور طلسمات اور افسون دکھائے پس یہ سب کے سب محال اور اصحاب عقل کے نزدیک گمراہی ہے۔

گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ ''انتباہ والنظائر'' میں ہے۔ واذا[1] مات او قتل علی ردته لم یدفن فی مقابر المسلمین ولا اھل ملته وانما یلقی فی حفرة کالکلب۔
اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اپنی عورت کے ساتھ جو صحبت کرے گا وہ زنا ہے۔ اور ایسی حالت میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ وہ ولد الزنا ہے۔ ''تنویر'' اور ''کنز'' میں ہے۔ و[2] ارتداد احدھما فسخ فی الحال اور ''بزازیہ'' میں ہے۔ ولو[3] ارتد والعیاذ باللہ تحرم امراته ویجدد النکاح بعد اسلامه والمولود بینھا قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمة الکفر ولد الزنا۔ ''مفتاح السعادت'' میں ہے ویکون[4] وطیه مع امرأته زنا والولد المتولد منھما فی ھذه الحالة ولد الزنا وان اتی بکلمتی الشھادة بطریق العادة...... انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب ایضاً۔ ان لوگوں کے ساتھ کھانا پینا خلط ملط رہنا دوستی رکھنی نہیں چاہیے کیونکہ اس میں مداہنت اور خوف نزول غضب الٰہی کا ہے: قال اللہ تعالیٰ: و من یتولھم منکم فانه منھم یعنی ''جو کوئی ان سے رفاقت کرے تم سے پس وہ ان سے ہے''۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ من شیء ''جو کوئی دوستی کرے پس وہ نہیں کسی چیز میں اللہ کے دین سے''۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ: لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھٰھم علماء ھم فلم ینتھوا فجالسوھم

---

[1] اور جب اپنے ارتداد ہی پر مرجائے یا قتل کیا جائے تو نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفنایا جائے اور نہ اسکے ہم مذہبوں کی قبروں میں بلکہ یوں ہی کتے کی طرح کسی گڑھے میں ڈال دیا جائے۔

[2] اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے نکاح فی الحال فسخ ہو جاتا ہے۔

[3] اور اگر معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو (اس پر) اسکی عورت حرام ہو جاتی ہے اور اسلام لا کر دوبارہ نکاح باندھے اور مرتد ہونے اور اسلام لا کر دوبارہ نکاح باندھنے کے درمیان جو وطی کرنے سے اولاد پیدا ہو وہ ولد الزنا ہے۔

[4] اور اسکا اپنی عورت سے وطی کرنا زنا ہوگا اور جوان کے ہاں اس حالت میں کوئی بچہ پیدا ہو وہ ولد الزنا ہے اگرچہ وہ کلمہ شہادت کے کلمے پڑھے۔

واکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعن علی لسان داود و عیسی بن مریم (رواہ الترمذی و ابوداؤد)
یعنی جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے علماء نے انکو منع کیا جب منع نہ ہوئے تو علماء ان سے علیحدہ ہوئے۔ بلکہ انکی مجلسوں میں جاتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے رہے پس خدا نے سب کے دلوں کو یکساں کر دیا۔ اور سب کو ملعون بنا دیا۔ جب بے دینوں کے ملنے والے اور ساتھ کے کھانے والے قرآن شریف اور حدیث کے رو سے بے دینوں اور فاسقوں جیسے ہیں پس مومن صادق کو چاہیے کہ انکا اخلاط اور ساتھ کا کھانا پینا بھی ترک کرے جیسا کہ بے دینی کا ترک کر دیا صحیح بخاری میں ہے۔ کہ تین اصحابی جلیل القدر نے غزوۂ تبوک سے تخلف کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے سب مسلمانوں کو حکم دیا کہ انکے ساتھ کوئی سلام اور کلام نہ کرے جب ایسے بزرگوں کو بسبب کسی قصور کے یہ حکم سنایا گیا۔ پس وہ لوگ جو بے دینوں کی رفاقت نہیں چھوڑتے ہیں۔ ان کے ساتھ ترک سلام اور کلام بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ (حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی نقل از فتاویٰ غزنوی، صفحہ ۱۷۱)

فتویٰ عدم جواز نکاح مابین اہل سنت والجماعت وفرقۂ مرزائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ مرزائی لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سب عقائد کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی رسالت کے قائل ہیں اور اس کو مسیح موعود مانتے ہیں اس واسطے علمائے عرب وعجم نے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنی دختر کا نکاح کے مرزائی سے کر دے بعد اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص مرزائی ہے آیا یہ نکاح عندالشرع جائز ہوگا یا ناجائز اور یہ شخص اپنی لڑکی کا نکاح ثانی بلا ئے طلاق مرزائی زوج کے

کسی مسلمان سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل۔

جواب: مرزائی مرد سے سُنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کرسکتا ہے بلکہ فرض ہے اس لڑکی کو اس مرزائی سے فوراً جدا کرے کہ اس کی صحبت اسکے ساتھ خاص زنا ہے۔ بالکل وہی حکم ہے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کو حرام کی ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا اس سے فوراً علیحدہ کرلینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ ''ردالمحتار'' میں ہے قوله. حرم نكاح الوثنية وفى شرح الوجيز وكل مذهب يكفر وبه معتقده ''درمختار'' میں ہے۔ ويبطل منه اتفاقاً ما يعتمد الملة وهى خس النكاح۔ یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعاً یہ صورت جائز ہے اور ازواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جو امر جرم ہے شرعاً اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لیے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے قانون کا حال وکلاء جانتے ہیں۔ اگر از روئے قانون یہی یہ صورت داخل جرم نہ ہو۔ یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کرکے اس کا جرح نہ ہونا قبول کرے تو حرج نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے ہاں دختر کو جسے جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا سخت فرض اہم ہے اگرچہ دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے۔ واللہ اعلم وعلمه اتم كتبه عبدالنبی نواب مرزا عفى عنه سنى حنفى بريلوى.

صحيح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم فقیر احمد رضاں خاں عفى عنه بريلوى

بیشک بلا تردد کرسکتا ہے کہ مرزائی سے نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ زنا میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

الفقير القادرى وصى احمد حنفى

فى مدرسة الحديث الدايرة فى پيلى بهيت

عقيدة
ختم النبوة
جلد نہم
الناشر
الإدارة لتحفظ العقائد الإسلامية
كراتشي باكستان